فتاویٰ
علماءِ ہند

جلد- ۹

تیار کردہ

منتخب علماءِ ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی

زیر نگرانی

حضرت مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی

باہتمام

منظمۃ السلام العالمیۃ

ممبائی۔ الہند

فتاویٰ

علماءِ ہند

جلد - ۹

تیار کردہ

منتخب علماءِ ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی

زیرِ نگرانی

حضرت مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی

باھتمام

منظمۃ السلام العالمیۃ

ممبائی۔ الھند

نام کتاب	:	فتاویٰ علماء ہند (جلد-۹)
زیر سرپرستی	:	حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب
زیر نگرانی	:	حضرت مولانا محمد اُسامہ شمیم الندوی صاحب
سن اشاعت	:	اگست ۲۰۱۷ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپوزنگ وڈیزائننگ	:	محمد رضاء اللہ قاسمی
ناشر	:	**منظمة السلام العالمية، ممبائی، الهند**

یہ کتاب ''منظمة السلام العالمية'' کی

طرف سے ہدیہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے

وقف ہے، اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

منظمة السلام العالمية

Global Peace Organisation (GPO)

Email: gpo.org@yahoo.com Mob. : +91-7303 7076 05

كتاب الصلاة

بسم الله الرحمن الرحيم

قال اللّٰہ عزوجل:

﴿وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيْفَة
وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ﴾

(سورة الأعراف:٢٠٥)

عن علی بن أبی طالب رضی اللّٰہ عنه

أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان إذا استفتح الصلاة یکبر ثم یقول:

”وجهت وجهی للذی فطر السموات والأرض حنیفا وما أنا من المشرکین، إن صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العالمین، لا شریک له، وبذلک أمرت وأنا أول المسلمین،اللّٰهم أنت الملک لا إله إلا أنت وأنا عبدک ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی جمیعًا لا یغفر الذنوب إلا أنت ، اللّٰهم اهدنی لأحسن الأخلاق لا یهدی لأحسنها إلا أنت ، اصرف عنی سیئتها لا یصرف عنی سیئتها إلا أنت ، لبیک وسعدیک والخیر کله فی یدیک والشر لیس إلیک أنا بک وإلیک تبارکت وتعالیت استغفرک وأتوب إلیک“.

(مسند الإمام أحمد،مسند علی بن أبی طالب رضی اللّٰہ عنه،رقم الحدیث:٨٠٣)

فہرست عناوین

سلام کے بعد اذکار و دعا (۶۱-۲۳۶)

امامت کی فضیلت، استحقاق اور افضلیت (۲۳۷-۲۶۴)

حافظ اور غیر حافظ کی امامت (۲۶۵-۲۷۶)

مؤذن کی امامت (۲۷۷-۲۷۸)

امام کے انتخاب کا حق (۲۷۹-۳۸۶)

قاضی نکاح اور سید کے لیے استحقاق امامت (۲۸۷-۲۹۲)

شرعی مسئلہ نہ ماننے والے کی امامت (۳۷۳-۳۸۲)

جاہلانہ اور غلط رسم ورواج کرنے والے کی امامت (۳۸۳-۳۸۶)

بدگو کی امامت (۳۸۷-۴۰۸)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

فتنہ پرداز کی امامت (۴۰۹-۴۱۴)

نس بندی کرانے والے کی امامت (۴۱۵-۴۲۰)

عبادات میں کوتاہی برتنے والے کی امامت (۴۲۱-۴۳۴)

مہتم کی امامت (۴۳۵-۴۷۳)

صفحات	عناوین	نمبر شمار

غلط نکاح خواں کی امامت (۴۷۵-۴۸۶)

داڑھی اور امامت (۴۸۷-۵۴۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمة الشكر

الحمد لله رب العالمين وصلى الله وسلم و بارک على رسوله محمد ، أشرف الأنبياء والمرسلين وعلى اله و صحبه أجمعين،وعلى من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

یہ عاجز ۲۶ /جولائی ۲۰۱۷ء سے ۲۸ /اگست ۲۰۱۷ء تک کے لیے افریقہ کے سفر پر ہے،اسی دوران منظمۃ السلام العالمیۃ کے اراکین کے ذریعہ سے یہ خبر موصول ہوئی کہ فتاویٰ علماء ہند کی نویں جلد تیار ہوگئی ہے۔(الحمد للہ) یہ خبر باسعود و مسعود بندہ کے لیے نہایت گراں قدر اور قیمتی ہے۔اس جلد میں نماز کے اندر اور باہر کی دعاؤں کے اور امامت کے مسائل مذکور ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔یہ محض اللہ ہی کا فضل واحسان ہے کہ اس نے اس نویں جلد کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی ہے۔یہ جو بھی علمی فقہی کام ہو رہا ہے، یہ محض اللہ کے کرم اور اسی کے فضل واحسان سے ہو رہا ہے۔یہ عاجز بندہ کبھی بھی اس کا اہل نہیں تھا،بس اسی کا احسان ہے کہ وہ نبھا رہا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔یہ عاجز دعا گو ہے کہ باری تعالیٰ تمام بقیہ جلدوں کے جلد از جلد تکمیل تک پہنچنے کی سبیل پیدا کر دے؛اس لیے کہ زندگی کتنی وفا کرے، یہ کہنا مشکل ہے۔ابھی اس کے عربی اور انگریزی ترجمے کا کام بھی ہے، ان تمام کاموں میں سینکڑوں زندگیاں لگی ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام معاونین وناصرین کو قبول فرمائے اور سب کو دنیا وآخرت میں بہترین اجر عطا فرماوے۔

کام بڑا معیاری ہے اور ہم بڑے کمزور ہیں، اللہ اس کو نبھا دے۔(**وما توفيقي إلا بالله**)

مع السلام

بندہ شمیم احمد محمد عیسیٰ

خادم منظمۃ السلام العالمیۃ

ناشر فتاویٰ علماء ہند

بتاریخ:۲۱/۸/۲۰۱۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تأثرات

قانون شریعت ہر طرح مکمل ہو چکا ہے، یہ قانون ابدی ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ پائیدار اور مستحکم ہونے کے ساتھ ساتھ یہ قانون لچک دار بھی ہے اور زمانہ کے تغیرات اور تبدیلی میں رہنمائی کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے، اگر قانون مستحکم اور پائیدار نہ ہوتو وہ پگھلے ہوئے مادہ کی طرح ہر سانچے میں ڈھل جاتا ہے اور اس کی اپنی کوئی بنیاد نہیں ہوتی اور اگر قانون لچک دار نہ ہوتو زمانہ کے تغیرات کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

اسلامی قانون میں یہ دونوں خصوصیات موجود ہیں، اس کے اصول مستحکم اور ناقابل تغیر ہیں، جیسے نکاح میں بیک وقت چار بیویوں کی حد مقرر ہے، اس کو بدلا نہیں جاسکتا۔ میراث میں ہر ایک وارث کا حصہ متعین اور مقرر ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی، یہ قانون لچک دار بھی ہے، مثلاً تعبیر احکام میں اہل علم کی رائے کا اختلاف پہلے بھی رہا ہے اور آئندہ بھی رہے گا، اس سے قانون میں غور وفکر کا موقع ملتا ہے اور ترقی کی راہیں کھلتی ہیں اور اجتہاد کے ذریعہ تغیر احکام کی مخفی اور لطیف شکلیں ابھر کر سامنے آتی ہیں۔

اسلامی قانون اپنی ان خصوصیات کے ساتھ خطہ ارض میں پھیلے ہوئے ممالک اسلامیہ کی رہنمائی کرتا رہا، ہمارے فقیہان عظام اور مفتیان کرام کا ملت پر یہ احسان ہے کہ انہوں نے ایک دن کے لیے بھی اسلامی معاشرے کی رہنمائی کے بغیر نہیں چھوڑا اور پیش آمدہ مسائل میں رہنمائی کرتے رہے، علمائے ہند نے اس مملکت میں علم کے جو چراغ روشن کئے ہیں، وہ ہمارا قابل فخر سرمایہ ہے۔

''فتاویٰ ہندیہ'' جو عالمگیری کے نام سے معروف ہوا، اس کے بعد ''فتاوی علماء ہند'' کا یہ عظیم الشان منصوبہ نہ صرف یہ کہ ایک تاریخ ہے؛ بلکہ آنے والے مسائل میں معاشرے کی رہنمائی کا قابل قدر ذریعہ ہے۔

میں اپنے برادر محترم حضرت مولانا مفتی محمد انیس الرحمٰن قاسمی صاحب دامت برکاتہم اور مولانا مفتی محمد اسامہ شمیم ندوی مدظلہ العالی کو اس وقیع علمی خدمت کے لیے مبارکباد پیش کرتا ہوں، اس کو شرف قبولیت عطا فرمائے، پوری ملت کی طرف سے یہ ہمارے محترم حضرات مبارک باد کے مستحق ہیں۔

مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی

دار العلوم اسلامی مرکز، ملیر کوٹلہ، پنجاب

۲۸ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم ومکرم جناب مولانا محمد اسامہ شمیم صاحب ندوی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے!

''فتاویٰ علماء ہند'' کی چھٹی جلد موصول ہوئی، جو ہمارے لیے بے حد باعثِ خوشی ومسرت ہے، فتاویٰ کی اہمیت وعظمت کسی بھی صاحب ایمان سے مخفی نہیں ہے، ہر زمانے میں علما نے پیش آنے والے ہر مسئلہ کا حل قرآن وحدیث اوراجماع امت کی روشنی میں تلاش کیا ہے اوراس کے لیے مخلصانہ جدوجہد کیا ہے، جس کے نتیجہ میں فتاویٰ کی بے شمار کتابیں وجود پذیر ہوئیں، جن سے مات آج تک استفادہ کررہی ہے، فتویٰ نویسی ایک نہایت اہم اور نازک فریضہ ہے، جس میں قرآن وحدیث اورسلف کے عمل کوسامنے رکھنے کے ساتھ ساتھ موجودہ زمانے کے احوال اوراونچ نیچ کو سامنے رکھنا از حد ضروری ہوتا ہے، اسی وجہ سے اصول فتاویٰ کی کتابوں میں ہمیں یہ قاعدہ ملتا ہے: ''**من لم يعرف عرف أهل زمانه فهو جاهل**'' (جو مفتی اپنے زمانے کے عرف اورحالات کو نہ جانے وہ جاہل ہے)۔ عربی زبان میں ''**الموسوعة الفقهية**'' کے نام سے پچاس جلدوں میں ایک ضخیم کتاب کویت سے شائع ہوچکی ہے، جوملت اسلامیہ کا قیمتی سرمایہ ہے؛ لیکن اردوزبان میں موسوعہ کی شکل میں کوئی مفصل ومدلل کتاب اب تک نہیں تھی۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی صاحب اور مولانا اسامہ شمیم صاحب ندوی کو، جنہوں نے اس جوکھم بھرے عمل کا بیڑا اٹھایا، یہ ان حضرات کے اخلاص اورمحنت کا ہی نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بیش بہا ذخیرہ کوامت کے لیے نافع بنائے اور دونوں حضرات کواپنی شایان شان بدلہ عطافرمائے۔ (آمین)

فقط والسلام

غلام احمد مرتضی

معماری، بردوان، مغربی بنگال

یکم جمادی الثانیہ ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادر گرامی قدر جناب مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی صاحب　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''فتاویٰ علماء ہند'' کی جلد: ۵ موصول ہوئی، اس عنایت کے لیے شکر گذار ہوں، فتاویٰ علماء ہند کا یہ منصوبہ طویل المیعار ہے، مگر جس خوش اسلوبی سے کام ہو رہا ہے، اس سے توقع ہے کہ علمی وفقہی سرمایہ میں اضافہ ہوگا۔ یوں تو فتاویٰ کی اردو زبان میں کثرت ہے، مگر موجودہ ترتیب کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں مسائل کی وجاحت کے ساتھ دلائل (منصوص ومجتہد فیہ) کے ذکر کا اہتمام کیا گیا ہے، نیز اختلافی آرا میں راجح فتاویٰ کی نشاندہی کی گئی ہے، یہ کام لائق تحسین ہے، مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب کی علمی وفقہی بصیرت مسلم ہے، ان کی تحریر میں اعتدال بھی ہے، امت کے لیے یہ کام نافع ہو، اس کی اور دعا کرتا ہوں اور اس علمی کام کی خوبصورت اشاعت کے لیے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔　　والسلام

(پروفیسر ڈاکٹر) محمد سعود عالم قاسمی
فکلٹی آف تھیولوجی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن والاہ وبعد!

باری تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ اس نے محض اپنے لطف وکرم سے فتاویٰ علماء ہند جلد نہم کی تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائی، سابقہ جلدوں کی طرح یہ جلد (نہم) بھی نماز کے علاوہ امامت اور دعاء کے مسائل پر مشتمل ہے، اس جلد میں سوال وجواب کو من وعن نقل کیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتی بہ مسائل کے اضافے کے ساتھ ساتھ قدیم عربی فقہی کتابوں کی عبارتوں اور قرآن وسنت کے حوالہ جات سے مزین کیا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ''**الدعاء مخ العبادة**'' (ترمذی: ۳۳۷۱) دعاء عبادت کا مغز ہے؛ اس لئے اسلام میں جن جن کاموں کو عبادت کا نام دیا گیا ہے، ان سب کی بنیاد از اول تا آخر دعاؤں پر رکھی گئی ہے۔ نماز جو اسلام کا ستون ہے اور جس کے ادا کئے بغیر کسی مسلمان کلمہ گو کو چارہ نہیں، ز اول تا آخر دعاؤں کا ایک بہترین گلدستہ ہے۔ روزہ، حج کا بھی یہی حال ہے۔ زکوٰۃ میں بھی لینے والے کو دینے والے کے حق میں نیک دعاء سکھلا کر بتلایا گیا ہے کہ اسلام کا اصل مدعا جملہ عبادات سے دعا ہے۔

جب انسان رحم مادر میں نطفہ کی شکل میں قرار پاتا ہے تو وہ اسی وقت سے حاجتوں اور ضرورتوں کا غلام بن جاتا ہے اور اس کی ضرورتوں اور حاجتوں کا یہ لامتناہی سلسلہ اس کی حیات میں آخری سانس تک باقی رہتا ہے، حتی کہ وہ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی دوسروں کا محتاج رہتا ہے، اس کی محتاجگی اور ضرورت مندی کبھی ختم نہیں ہوتی، ویسے تو انسان دنیا میں آنے کے بعد قدم بقدم اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں کا بھی ضرورت مند ہوتا ہے؛ لیکن سب سے زیادہ ضرورت مند وہ اپنے مالک حقیقی کا ہوتا ہے، زندگی میں اسے بے شمار ایسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جن میں کوئی دوسرا انسان اس کی ذرہ بھی مدد نہیں کرسکتا، دنیا کے سارے وسائل وذرائع جواب دے جاتے ہیں، اپنے بھی بیگانے ہوجاتے ہیں، وہ لوگ بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں، جو ہمیشہ اور ہر حال میں نصرت ومدد کا، متاع زیست لٹانے کا اور ضرورت پڑنے پر جان تک نچھاور کردینے کا دم بھرتے رہتے ہیں، بہ الفاظ دیگر انسانی زندگی میں ایسا بھی وقت آتا ہے، جب اس کی امیدوں کا چراغ، تمناؤں کی کرن، آرزوؤں کا محل، صرف ایک رہ جاتا ہے اور وہ ہے ربِّ کائنات

کی ذات کریمی۔ جی ہاں! وہی ذات باقی رہ جاتی ہے، جو انسان کو کبھی تنہا اور بے سہارا نہیں چھوڑتی، پوری دنیا سے مایوس ہوکر جب کوئی بے چارہ، بے بس، لاچار، مجبور و مقہور، ستم رسیدہ اور کمزور ولاغر بندہ اسے پکارتا ہے تو وہ ذات فوراً اس کی چارہ جوئی کرتی ہے، اس کے دکھوں کا مداوا کرتی ہے، اس کے غموں کو ہلکا کرتی ہے، وہ جو کچھ مانگتا ہے، دیتی ہے اور جو دعاء کرتا ہے، پوری کرتی ہے۔ بیشک وہ ذات ہے ربِّ کائنات کی، وہ ذات ہے وحدہٗ لاشریک کی، جو ہر حال میں، ہر وقت اپنے بندوں کی شہ رگِ سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے اور ستم رسیدہ افراد کی فریاد سنتی ہے اور اسے پورا بھی کرتی ہے۔ وہ ذات ہے ہی ایسی جس کے درِ اقدس سے کوئی خالی نہیں لوٹتا۔ بس اسے پکار کر تو دیکھو!

الغرض دنیا کی تمام مخلوقات خواہ وہ جاندار ہوں، یا بیجان، زبان رکھتی ہوں، یا بے زبان ہوں، اپنے تمام معاملات میں اپنے رب کی محتاج ہوتی ہیں۔ فوائد کے حصول میں، مصائب وآلام سے نجات پانے میں، اپنے دین وایمان کی اصلاح اور اپنی دنیا کی بہتری کے لیے، الغرض ہر ایک معاملہ میں تمام مخلوقات اپنے ربِّ کریم کی سراپا محتاج ہوتی ہیں اور اپنی محتاجگی میں، اپنی ضرورت خیزی میں، اپنی حاجت مندی میں، جب کوئی مخلوق اپنے رب کو پکارتی ہے تو در حقیقت وہ اپنی عبدیت کا اظہار کرتی ہے اور یہی عبدیت کا اظہار انسانیت کی معراج ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات کو بہت پسند فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دعا والا بنادے۔ آمین!

مجھے امید ہے کہ علماء کرام وفقہائے عظام اس مجموعے سے خوب فائدہ اٹھائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

میں شکرگزار ہوں اپنے ان تمام معاونین و ناصرین کا، جن کی مشقت شاقہ سے فتاوی علماء ہند جلد نہم تکمیل کو پہنچی ہے۔ فقط

بندہ محمد اسامہ شمیم الندوی

مشرف فتاوی علماء ہند

۲۰ / اگست ۲۰۱۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائية

الحمد لله الذى مَنَّ علينا بنعمة الإسلام وجعلنا من أمة نبينا محمد عليه الصلاة والسلام فبين لنا صلى الله عليه وسلم الحدود والأحكام وفصل لنا الحلال والحرام وأورث علمائنا من معارفه ما جلو به عنا غياهب الظلام وكشفوا به عن أبصار بصائرنا سدف الغمام فصنفوا لنا فى ذلك المطولات الضخام والمختصرات الصغيرات الأجرام ، جزاهم الله تعالىٰ عنا أفضل الجزاء وجعلنا وإياهم فى مستقر رحمته بدار السلام، أما بعد !

دعا لغوی اعتبار سے بلانا، پکارنا اور درخواست کرنے کو کہتے ہیں، جب کہ اصطلاحی معنی میں پروردگار سے، اپنے یا دوسرے کے لیے استمداد و استغاثہ کے ہیں۔ انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ جب وہ مشکلات اور پریشانیوں میں ہوتا ہے تو رب کریم جل شانہ کو پکارتا ہے، خود اللہ جل شانہ نے اس کی وضاحت کی ہے کہ جب انسان کو تکلیف پہونچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتا ہے اور دل سے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ (سورۃ الزمر: ۸) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو عبادت کی روح اور عین عبادت قرار دیا ہے۔ (سنن الترمذی، باب ما جاء فی فضل الدعاء، حدیث نمبر: ۳۳۷۱) انسان محتاج اور ضرورت مند ہے، اللہ غنی اور بے نیاز ہے، زمین وآسمان کے خزانوں کا مالک اور سائلوں کو عطا کرنے والا ہے، انسان کی محتاجی وفقیری کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اپنے مولیٰ سے اپنی حاجت وضرورت کو مانگے۔ یہی ہدایت ربانی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جس کے لیے دعا کا دروازہ کھل گیا، اس کے لیے رحمت کے دروازے کھل گئے اور اللہ کو سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ بندہ اس سے عافیت کی دعا کرے۔ (سنن الترمذی، حدیث نمبر: ۳۵۴۸) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو مومن کے لیے سب سے بڑی طاقت بتایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **الدعاء سلاح المؤمن**. (مسند ابی یعلی، مسند علی، حدیث نمبر: ۴۳۹) (دعا مومن کا ہتھیار ہے)؛ یعنی جس طرح ہتھیار سے انسان دشمن سے محفوظ رہتا ہے، اسی طرح دعا کے ذریعہ انسان آفات وبلیات سے محفوظ رہتا ہے۔

اس لیے اخلاص اور پوری امید کے ساتھ اللہ جل شانہ سے دعا کرنی چاہیے، یہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم بھی ہے، یوں تو دعا کے لیے کوئی خاص وقت متعین نہیں ہے، البتہ روایتوں میں اوقات کا تذکرہ ملتا ہے، جن میں دعا کرنے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں، ان اوقات میں دوران نماز اور نماز کے بعد کی دعائیں بھی ہیں، ان اوقات میں دعا کا اہتمام کیا

جائے؛ کیوں کہ دعا مظہر عبدیت اور اہم عبادت کے ساتھ انسانی قلوب کے لیے سامان سکون، گمراہیوں کے لیے راہ نجات، متقیوں کے لیے قرب الٰہی کا ذریعہ اور گناہگاروں کے لیے بخشش اور مغفرت کی بادِ بہار ہے۔

نماز کی اصل فضیلت اور برکت جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں ہے اور اس کی اتنی تاکید ہے کہ جو لوگ سستی اور کاہلی کی وجہ سے جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے، ان کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں ان کے گھروں میں آگ لگا دوں۔ (بخاری، باب وجوب صلوٰۃ الجماعۃ، حدیث نمبر:۶۴۴) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت تنہا نماز پڑھنے کے مقابلہ میں ۲۷ر گنا زیادہ ہے، (بخاری، باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ، حدیث نمبر:۶۴۵) جماعت کے لیے امام کا ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر جماعت کا تصور بے معنی ہے؛ اس لیے امام جماعت کی روح اور اس کا لازمی جز ہے، مقتدی کی نماز کے صحت کا دار و مدار امام کی نماز پر ہے، اگر امام کی نماز کامل سنت طریقہ سے ادا ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی کامل سنت طریقہ کے مطابق انجام پائے گا؛ اس لیے امام کو مکمل شریعت کا پابند اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کا حامل ہونا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہ کا شکر ہے کہ اس نے ''**فتاویٰ علماء ہند**'' کی نماز کے مسائل سے متعلق ''جلد-۹'' کی تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائی، اس جلد میں نماز یا دیگر اعمال سے پہلے اور بعد میں دعا کی اہمیت وفضیلت، اہلیت امامت، امام کے اوصاف اور اس سے متعلق مسائل کو شامل کیا گیا ہے، سابقہ جلدوں کی طرح فتاویٰ علماء ہند کے اس حصۂ نہم فتاویٰ کے سوال و جواب کو من وعن نقل کرنے کے ساتھ ہر فتویٰ کے ساتھ اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کر دیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتیٰ بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے، امید ہے کہ علما، ائمہ، اہل مدارس اور اصحاب افتا خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں گے، حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ وتابعین کے آثار واقوال کو اہتمام کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ مدلل بھی ہو گئے ہیں۔

میں اس موقعہ سے محبّ گرامی مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی ازہری زید مجدہم اور ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن کے ارکان ومعاونین کا شکر گذار ہوں، جن کی توجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ رہا ہے، اسی طرح شکر گذار ہوں اپنے بزرگوں کا، جنہوں نے اس مجموعہ کے بارے میں اپنے تأثرات تحریر کئے، اللہ ان تمام معاونین ومخلصین کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور میرے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

۴ر رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ
۳۱ر مئی ۲۰۱۷ء

(انیس الرحمٰن قاسمی)
مرتب فتاویٰ علماء ہند
ناظم امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ

دوران نماز اذکار ودعا

فرض نیت سے پہلے ''إنّی وجّهتُ'' پڑھنا کیسا ہے:

سوال: کیا فرض کے قبل ''اِنّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَالسَّمٰوَاتِ ''إلخ، پڑھنا چاہیے؟

الجواب

کچھ حرج نہیں، نیت سے پہلے کہہ لے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۰۹)

نماز شروع کرنے سے پہلے ''إنی وجهت وجهی،الخ'' پڑھنا:

سوال: گذارش یہ ہے کہ ﴿اِنِّــیْ وَجَّهْــتُ وَجْهِــیَ﴾ الآیۃ، نماز سے پیشتر مصلٰی پر کھڑے ہوکر پڑھنے کی کوئی روایت بھی ہے، یا نہیں؟ چوں کہ کلام پر اخلاص ہے؛ اس لیے احقر کا دل اس مسئلہ میں مروجہ معمول کو باقی رکھنا چاہتا ہے؛ اس لیے کوئی روایت ڈھونڈتا ہوں، چاہے روایت کیسی ہی ہو، دوسرے یہ کہ بزرگوں نے عملاً اس کو اختیار فرمایا، یا رد کیا ہے؟

الجواب

فی البحر الرائق:''فلایأتی بدعاء التوجه وهووجهت وجهی،لا قبل الشروع ولا بعده، هو الصحیح المعتمد،آه.وحمل الروایات المرویة فی هذا الباب علی النوافل لأن مبناها علی التوسع وما ورد فیه التصریح بالمکتوبة فحمله علٰی أنه کان فی أول الأمرثم ترکه لشهادات النصوص الأخریٰ''،آه.(۲)

عبارات مذکور سے صاحب بحر کا فتویٰ تو یہی ثابت ہوا کہ فرائض میں قبل از صلوٰۃ بھی دعا توجہ کا ترک اولیٰ ہے، نوافل میں گنجائش ہے۔ واللہ اعلم (امداد المفتیین:۲/۲۷۷)

(۱) والأولٰی أن یأتی بالتوجه قبل التکبیر لیتصل النیة به،هو الصحیح.(الهدایة،باب صفة الصلاة: ۹٦/۱،ظفیر)

(۲) البحر الرائق،باب صفة الصلاة،آداب الصلاة: ۵٤۱/۱،دارالکتب العلمیة ، بیروت، انیس

عن علی بن أبی طالب أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان إذا استفتح الصلاة یکبر ثم یقول:''وجهت وجهی للذی فطر السموات والأرض حنیفا وما أنا من المشرکین إن صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰه رب العالمین لا شریک له وبذلک أمرت وأنا أول المسلمین، اللّٰهم أنت الملک لا إله إلا أنت وأنا عبدک ظلمت نفسی ==

ابتداءِ نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ﴿إِنِّیْ وَجَّهْتُ﴾ پڑھنا:

سوال: ابتداءِ نماز میں: ﴿إِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ﴾ کو مطلقاً پڑھنا جائز ہے، یا نہیں، یا فرض وسنت نوافل کی کوئی تخصیص ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

تکبیر تحریمہ کے بعد صرف ''سبحانک اللّٰھم، إلخ'' پڑھے، ''إِنِّیْ وَجَّهْت، إلخ'' نہ پڑھے، نہ فرض میں، نہ سنت ونفل میں، نیت سے پہلے مضائقہ نہیں، نیت کے بعد تکبیر تحریمہ سے پہلے بھی نہ پڑھے۔ (هٰکذا یستفاد من البحر الرائق: ۱/ ۳٦۰(۱) والزیلعی: ۱/ ۱۱۱(۲) وشرح المنیة الکبیر: ۳۹٦)(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/ ۵۷۷)

نماز میں نیت کرنے سے پہلے دعاء التوجہ میں ''وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ'' پڑھنا:

سوال: نماز شروع کرنے سے پہلے ''إنی وجهت... '' پڑھتے ہیں، اس میں ''وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ'' پڑھنا چاہیے، جو کہ وارد ہے، یا ''وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ'' پڑھنا چاہیے؟

== واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی جمیعا لا یغفر الذنوب إلا أنت، اللّٰھم اهدنی لأحسن الأخلاق لا یهدی لأحسنها إلا أنت اصرف عنی سیئتها لا یصرف عنی سیئتها إلا أنت لبیک وسعدیک والخیر کله فی یدیک والشر لیس إلیک أنا بک وإلیک تبارکت وتعالیت استغفرک وأتوب إلیک. (مسند الإمام أحمد، من مسند علی بن أبی طالب رضی اللّٰه عنه (ح: ۸۰۳) انیس)

(۱) ''وأشار المصنف إلیٰ أنه لایزید علی الاستفتاح فلایأتی بدعاء التوجه وهو ''وجهت وجهی'' لا قبل الشروع ولا بعده، هو الصحیح المعتمد''. (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵٤۱، رشیدیة)

(۲) ''(قوله: مستفتحًا) هو حال من الواضع: أی یضع قائلاً: سبحانک اللّٰھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا إلٰه غیرک، ولایزید علیه فی الفرض... ولنا ماروی عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها أنها قالت: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إذا افتتح الصلٰوة قال: ''سبحانک اللّٰھم''. رواه الجماعة. وهومذهب أبی بکر الصدیق وعمروابن مسعود وجمهور التابعین رضی اللّٰه عنهم فیکون حجةً علیهما ''. (تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۲۸۹ ـ ۲۹۰، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۳) (وعندهما) یقول لتوجه إن شاء (قبل الافتتاح یعنی قبل النیة ولایقول بعد النیة) قبل التکبیر (بالاجماع) وهو الصحیح لئلا یکون فاصلاً بین النیة والتکبیر اذ الأولیٰ فیها اقترانها به. (الحلبی الکبیر، صفة الصلاة، ص: ۳۰۳، سهیل اکادمی لاهور)

الجواب

''وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ'' ہی پڑھنا چاہئے، ہاں! اگر تلاوت کی نیت سے ''أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ'' پڑھے تو اصح قول کے مطابق درست ہے۔

ملاحظہ ہو؛ البحر الرائق میں ہے:

ثم إعلم أنه يقول فی دعاء التوجه''وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ''ولوقال ''وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ''اختلف المشائخ فی فساد صلاته والأصح عدم الفساد،وينبغی أن لايكون فيه خلاف لما ثبت فی صحيح مسلم من الروايتين بكل منهما، (۱)وتعليل الفساد بأنه كذب مردود بأنه إنما يكون كذبا إذا كان مخبرًا عن نفس لا تالياً،وإذاكان مخبرًا فالفساد عند الكل. (البحر الرائق: ۱/ ۳۱۰، کوئٹۃ)(۲)

شرح منیۃ المصلی میں ہے:

ثم إذا قرأ وجهت وجهی يقول فيه﴿وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ولايقول﴿وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ تحرزًا عن الكذب ولوقاله قيل تفسد صلاته وقيل لا،وهو الأصح؛لأنه تال وحاك لا مخبر، هٰكذا قالوا،فعلٰی هٰذا لوقصد به الإخبارتفسد صلاته قطعًا. (شرح منية المصلی،صفة الصلاة: ۳۰۳، سهيل/ وكذا فی رد المحتار: ۱/ ۴۸۸،سعيد وكذا فی بدائع الصنائع: ۱/ ۲۰۲، سعيد وشرح العناية: ۱/ ۲۸۸)

واللّٰه سبحانه وتعالٰی أعلم (فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۲/ ۱۳۷-۱۳۸)

نماز سے قبل قرآن کی آیت، یا استغفار وغیرہ پڑھنا:

سوال: جب لوگ نماز کے واسطے کھڑے ہوں تو یہ جائز ہے، یا نہیں کہ وہ لوگ پہلے قرآن شریف کی آیتیں: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ (۳) وغیرہ اور استغفار پڑھیں؟

الجواب

یہ ثابت ہے کہ یہ آیتیں ﴿اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ ﴾ آخر تک، دوسری دعا کی ضمن میں پڑھی جائیں اور اس دعا میں

---

(۱) عن علی بن أبی طالب عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم أنه كان إذا قام إلی الصلاة قال:''وجهت وجهی للذی فطر السموات والأرض حنيفا وما أنا من المشركين إن صلاتی ونسكی ومحياي ومماتی للّٰه رب العالمين لا شريك له وبذلك أمرت وأنا من المسلمين. (الصحيح لمسلم،باب الدعاء فی صلاة الليل وقيامه (ح: ۷۷۱)

... وكان رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم إذا استفتح الصلاة كبر ثم قال:وجهت وجهی وقال:وأنا أول المسلمين،الخ. (الصحيح لمسلم،باب الدعاء فی صلاة الليل وقيامه (ح: ۷۷۱)انيس)

(۲) باب صفة الصلاة،آداب الصلاة،انيس

(۳) سورة البقرة: ۱۲۵

استغفار بھی ہے، بعض روایتوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں اور دعا کو تحریمہ کے بعد پڑھتے تھے اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ جب لوگ نماز کے واسطے کھڑے ہوں تو اس کو پڑھیں اور ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (۱) کو پڑھنا ان دو رکعتوں کے پہلے ثابت ہے، جو بعد طواف کعبہ کے پڑھی جاتی ہیں، مشکوٰۃ شریف میں یہ دونوں روایتیں موجود ہیں، وہ آیت اور دعا یہ ہے:

﴿إِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (۲)

﴿إِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَاشَرِيكَ لَهُ وَبِذَالِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (۳)

اللّٰهم أنت الملک لا إلٰه إلا أنت أنت ربی وأنا عبدک، ظلمت نفسی، واعترفت بذنبی، فاغفرلی ذنوبی جميعًا، إنه لايغفر الذنوب إلا أنت، واهدنی لأحسن الأخلاق، لايهدی لأحسنها إلا أنت واصرف عنی سيئها، لا يصرف سيئها إلا أنت لبيک وسعديک والخير كله في يديک، والشر ليس إليک، أنا بک وإليک، تبارکت وتعاليت، أستغفرک وأتوب إليک. (۴) (فتاویٰ عزیزی: ۴۷۵-۴۷۶)

ثنا سے قبل اور تکبیر تحریمہ کے بعد ادعیہ کا مسئلہ:

سوال: احادیث کی کتابوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تکبیر تحریمہ کے بعد بعض دعائیں مروی ہیں، کیا یہ دعائیں فرائض وسنن سب میں پڑھی جا سکتی ہیں، یا کہ صرف نوافل میں؟

الجواب

اگر چہ احادیث مبارکہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں مختلف مقامات پر مختلف ادعیہ منقول ہیں؛ لیکن

(۱) سورة البقرة: ۱۲۵-انیس

(۲) سورة الأنعام: ۷۹-انیس

(۳) سورة الأنعام: ۱۶۲-۱۶۳، انیس

(۴) ترجمہ: میں نے متوجہ کیا اپنا منہ اس ذات پاک کی طرف، جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا؛ درانحالیکہ میں توحید کرنے والا ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں، بے شک میری نماز اور میری عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے، جو سب جہاں کا پروردگار ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اس توحید کا حکم کیا گیا اور میں مسلمانوں میں سے ہوں، اے پروردگار! تو بادشاہ ہے، تیرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں نے اپنے جان پر ظلم کیا اور اپنے گناہ کا اقرار کیا تو میرے سب گناہوں کو بخش دے گناہوں کا بخشنے والا تیرے سوا کوئی دوسرا نہیں اور بہترین خصلتوں کے لیے مجھ کو تو ہدایت کر، بہترین اخلاق کے لیے تیرے سوا کوئی دوسرا ہدایت نہیں کرتا، میں حاضر ہوں تیرے حکم کی تعمیل کے واسطے اور تیرے حکم کی تعمیل میں مدد کرنے کے لیے سب بہتر امور تیرے اختیار میں ہیں اور برائی تجھ میں نہیں، میں تیرے حکم سے ہوا اور تیری طرف متوجہ ہوں اور تو صاحب برکت ہے اور تو برتر ہے، میں تجھ سے ہی بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ انیس

مسند امام احمد، مسند علی بن ابی طالب حدیث نمبر: ۸۰۳ میں ''وأنا أول المسلمين'' ہے، صحیح مسلم حدیث نمبر: ۷۷۱ کی روایت میں ''وأنا من المسلمين'' ہے۔ انیس

علماءِ احناف نے یہ روایات نوافل میں پڑھنے پر محمول کی ہیں اور یہ دعائیں نفلی نماز میں پڑھی جائیں گی۔

لما قال العلامة الحصكفي: (وقرأ) كما كبر (سبحانك اللّٰهم تاركاً) وجل ثناؤك إلا في الجنازة (مقتصرًا عليه) فلايضم وجهت وجهي إلافي النافلة.

قال ابن عابدين قوله: (إلا في النافلة) لحمل ما ورد في الأخبار عليها ... وفي الخزائن: وما وردمحمول على النافلة بعد الثناء في الأصح، آهـ. وقال في هامشه صححه في الزاهدي وغيره. (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۹۵/۳)

بعد تکبیر تحریمہ دوسری دعائیں:

سوال: بعد تکبیر تحریمہ نماز فرض میں جو بجائے ''**سبحانک اللّٰهم**'' دوسری دعائیں کتب صحاح میں وارد ہیں، ان کا پڑھنا نماز فرض میں منفرد کو کیسا ہے؟

الجواب

حنفیہ نے ان ادعیہ کو نوافل پر محمول کیا ہے، لہٰذا نوافل میں ہی ان کو پڑھے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۴/۲)

---

(۱) **رد المحتار، باب صفة الصلاة: ٤٨٨/١، مطلب في بيان المتواتر بالشاذ**

(۲) **(وقرأ) كما كبّر (سبحانك اللّٰهم) إلخ، (مقتصرًا عليه) فلايضم ''وجهت وجهي'' إلا في النافلة، إلخ. (الدرالمختار)**

لحمل ما ورد في الأخبار عليها فيقرؤه فيها إجماعًا، الخ، وفي الخزائن: وما ورد محمول على النافلة بعد الثناء في الأصح. (رد المحتار، باب صفة الصلاة: ٤٥٥/١ ـ ٤٥٦، ظفير)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: ''ثلاث كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يفعلن تركهن الناس... وكان يقف قبل القراءة هنيئة يسأل اللّٰه تعالىٰ من فضله''. (رواه ابن خزيمة: أبواب الصلاة، باب نشر الأصابع عند رفع اليدين، وباب ذكر سؤال العبد ربه من فضله بين التكبيرتين والقراءة، هامش ابن خزيمة: ٢٣٣/١، إسناده صحيح)

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین کام کیا کرتے تھے جن کو لوگوں نے چھوڑ دیا، (ان میں سے دوسرا کام بتایا) آپ قرأت سے پہلے کچھ دیر خاموش رہتے اور اللہ سے اس کے فضل کا سوال فرماتے تھے۔)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: ''كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا كبر في الصلاة سكت هنيئة فقلت يا رسول اللّٰه بأبي أنت وأمي ما تقول في سكوتك بين التكبير والقراءة؟ قال: أقول: أللّٰهم باعد بيني، إلخ''. (رواه البخاري ومسلم و أبوداؤد و النسائي، جامع الأصول: ١٨٣/٤) صحيح البخاري، كتاب صفة الصلاة، باب الدعاء بعدالتكبير، ومسلم، كتاب المساجد، باب مايقال بين تكبيرة الاحرام والقراءة)

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے اللہ اکبر کہتے تو (اس کے بعد) کچھ دیر رہتے تھے، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ قربان ہوں، آپ تکبیر و قرأت کے درمیان خاموشی میں کیا کہتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک) دعا بتائی''۔)

==

نماز میں غیر ماثور دعائیں:

سوال: جو الفاظ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، ان کے علاوہ دوسرے الفاظ سے دعا مانگنا، نماز کے اندر درست ہے، یا نہیں؟

== دعا کے طور پر "سبحانک اللّٰھم، إلخ" کا پڑھنا:

عن عائشة قالت: "كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا كبرفى الصلاة سكت هنيئةً فقلت: يارسول اللّٰه بأبى أنت وأمى ما تقول فى سكوتك بين التكبيروالقراءة قال: أقول: اللهم باعد بيني وبين خطاياى كما باعدت بين المشرق والمغرب، الخ)/(وعن عائشة رضى اللّٰه عنها قالت: "كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال "سبحانك اللّٰهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولا إلٰه غيرك". (رواه أبوداؤدوالترمذى، جامع الأصول: ٤ /١٨٨)/سنن الترمذى، أبواب الصلاةِ، باب مايقول عند افتتاح الصلاة/ أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك وتبارك اللّٰهم، إلخ، (وفى هامش جامع الأصول: ١٨٨/٤) من كلام المحقق عبد القادر الأرناؤوط: "قال الحافظ ابن حجر فى تخريج الأذكار (للنووى) بعد تخريجه الحديث من طرق: "حديث حسن" وقال المحقق: أقول: وصححه الحاكم ووافقه الذهبى (المستدرك: ٢٣٥/١)، وفيه قال الحاكم: صحيح إسناده ولم يخرجاه، وقال الذهبى: على شرطهما)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو یوں کہا کرتے تھے: ﴿سبحانك اللّٰهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك وإلٰه غيرك﴾"۔

(عن عبد اللّٰه بن مسعودرضى اللّٰه عنه قال: "كان رسول اللّٰه صلى عليه وسلم يعلمنا إذا استفتحناالصلاة أن نقول: سبحانك اللّٰهم وبحمدك إلخ وكان عمر بن الخطاب رضى اللّٰه عنه يعلمنا ويقول كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقوله" (رواه الطبرانى فى الأوسط مجمع الزوائد، كتاب الصلاة، باب مايستفتح به الصلاة) اس کو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے عبیدہ نے روایت کیا ہے، جن کے لیے معروف ہے کہ والد سے سماع نہیں؛ تاہم محدثین ان کی ایسی روایت پر بھی اعتماد کرتے ہیں اور بعض نے سماع کو نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو، اعلاء السنن: ۱۷۴/۲، ۱۷۵، معارف السنن: ۱۲۵/۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو یہ سکھاتے تھے کہ ہم جب نماز شروع کریں تو ""سبحانك اللّٰهم وبحمدك، إلخ" کہا کریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ہم کو یہ سکھاتے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں الفاظ کو کہا کرتے تھے"۔

حضرت عمر سے مسلم میں بھی اس کو روایت کیا گیا ہے، (صحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب صحة من قال لا يجهر بالسملة. (إعلاء السنن: ١٥٨/٢، ١٧٤-١٧٥) میں مزید روایات وآثار بھی ذکر کئے گئے ہیں۔

ثنا آہستہ پڑھنا:

امام نخعیؒ سے منقول ہے: "پانچ چیزوں کو امام آہستہ کہے گا: سبحانك اللّٰهم وبحمدك اور تعوذ، إلخ (عن إبراهيم قال: "خمس يخفيهن الإمام سبحانك اللّٰهم وبحمدك والتعوذوبسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم وآمين واللّٰهم ربنا لك الحمد" (رواه عبد الرزاق فى مصنفه آثار السنن (١٦١/٢ ـ نسخہ بالا ساتھ) مصنف عبد الرزاق (٨٧/٢) وفى آثار السنن: إسناده صحيح، ورواه ابن أبى شيبة أيضاً (٨٦/٦) باب ما يستحب أن يخفيه الإمام) (احکام نماز اور احادیث وآثار: ۷۵-۶۷-۷۷) انیس)

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

جب کہ ''تکلم بکلام الناس'' نہ ہوتو درست ہے۔(۱)

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۲/۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۱۷/۵)

قومہ اور سجدہ کے اذکارِ مسنونہ:

سوال: نفل، یا سنت، یا فرض نماز میں قومہ کے وقت ''ربنا لک الحمد'' کے بعد ''حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا فيه'' پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور سجدہ میں ''سبحان ربی الأعلٰی'' کے بعد ''سبوح قدوس رب الملائكة والروح'' پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور دونوں سجدوں کے درمیان ''اللّٰهم اغفرلی وارحمنی وعافنی واهدنی وارزقنی واجبرنی وارفعنی'' پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہو، یا منفرداً نماز پڑھتا ہو۔

نوٹ: یہ کچھ ارشادات حصن حصین کتاب سے نقل کر رہا ہوں، چوں کہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے؛ اس لیے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ فتویٰ میں ان مسائل کا کیا حل ہے اور کس پر فتویٰ ہے؟

الجوابــــــــــــ حامدًا و مصلیًا و مسلمًا

مسنون یہ ہے کہ قومہ میں ''اللّٰهم ربنا ولك الحمد'' یا ''اللّٰهم ربنا لك الحمد'' یا ''ربنا لك الحمد'' پڑھے اور سجدہ میں ''سبحان ربی الأعلٰی'' پڑھے، اس کے علاوہ دیگر دعائیں، جو وارد ہوئی ہیں، ان کو نوافل میں پڑھے، فرائض میں ان کا پڑھنا مسنون نہیں ہے۔ (۲)

فرائض میں تنہا پڑھنے کی صورت میں جائز ہے۔

علٰی أنه إن ثبت فی المكتوبة، فليكن فی حالة الانفراد أو الجماعة والمأمومون محصورون لا يتثقلون بذلك، إلخ، كما فصله العلامة ابن عابدين الشامی رحمه اللّٰه. (ردالمحتار: ۳٤٠/۱)(۳)

فقط واللّٰه تعالٰی أعلم

حررہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۲/ذوالحجۃ الحرام ۱۴۰۶ھ۔ (محمود الفتاویٰ: ۴۵۷/۱-۴۵۸)

---

(۱) (ودعا)... بالأدعية المذكورة فی القرآن والسنة، لا بما يشبه كلام الناس''. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۲۳/۱، سعيد)

(۲) (ويجلس بين السجدتين مطمئنا) لمامر ... (وليس بينهما ذكر مسنون كذا) يسن (بعد رفعه من الركوع) دعاء وكذا لا يأتي فی ركوعه وسجوده بغير التسبيح (على المذهب) وما ورد محمول على النفل. (الدر المختار: ۵۲۳/۱)

(۳) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فی إطالة الركوع للجائی، دار الكتب العلمية، انيس

قومہ وجلسہ میں دعاء ماثور:

سوال: قومہ اور جلسہ کے اندر دعا پڑھنا کیسا ہے؟ نیز فرائض اور نوافل میں کوئی فرق ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــ باسم ملهم الصّواب

قومہ اور جلسہ میں دعاء ماثور پڑھنا مستحب ہے، فرائض اور نوافل میں کوئی فرق نہیں، البتہ جماعت میں ضعفا کی رعایت سے نہیں پڑھنا چاہیے۔

قال فی الشامية: قال أبويوسف: سألت الإمام: أيقول الرجل إذا رفع رأسه من الركوع و السجود "اللّٰهم اغفرلی"؟ قال: يقول: "ربّنا لک الحمد" وسکت، ولقد أحسن فی الجواب إذ لم ينه عن الاستغفار، نهروغيره. أقول: بل فيه إشارة إلٰی أنه غيرمکروه، إذ لوکان مکروهًا لنهی عنه کما ينهی عن القراءة فی الرکوع والسجود وعدم کونه مسنونًا لاينافی الجواز کالتسمية بين الفاتحة والسورة بل ينبغی أن يندب الدّعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجًا من خلاف الإمام أحمد لإبطاله الصلاة بترکه عامدًا ولم أرمن صرّح بذلک عندنا، لکن صرّحوا باستحباب مراعاة الخلاف... وصرح به فی الحلية فی الوارد فی القومة والجلسة وقال: علٰی أنه إن ثبت فی المکتوبة فليکن فی حالة الانفراد أوالجماعة والمأمونون محصورون لايتثقلون بذلک کما نصّ عليه الشافعية ولاضررفی التزامه وإن لم يصرّح به مشايخنا، إلخ. (رد المحتار: ۱/ ٤٧٢) (۱) (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۲۸)

قومہ وجلسہ میں مخصوص اذکار کا پڑھنا:

سوال: زید کا خیال ہے کہ قومہ میں "**سمع اللّٰه لمن حمده**" کے بعد "**ربنا لک الحمد حمدًا کثيرًا طيبًا مبارکًا فيه**" پڑھنا چاہئے اور بخاری شریف کا حوالہ دیا کہ ایک صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں یہ کلمات پڑھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تیس سے زائد فرشتوں کو دوڑتے ہوئے دیکھا، ہر ایک چاہتا تھا کہ اس کلمہ کو پہلے میں لکھوں۔

زید کا کہنا ہے کہ یہ کلمات نمازی صرف اپنی نماز میں پڑھے نماز با جماعت میں نہ پڑھے، آیا ان کلمات کو مقتدی، امام کے پیچھے، نیز اپنی نفل، سنت اور واجب نمازوں میں پڑھ سکتا ہے؟

(۲) نماز کے جلسہ (دوسجدوں کے درمیان بیٹھنا) میں "**اللّٰهم اغفرلی وارحمنی واهدنی وعافنی وارزقنی**" پڑھنے کے بارے میں زید کا کہنا ہے کہ نمازی صرف اپنی نفل اور سنتوں میں پڑھے، جب کہ بکر کا کہنا ہے

---

(۱) ـــ وإن لم يصرّح به مشايخنا فإن القواعد الشرعية لا تنبوعنه کيف والصلاة والتسبيح والتکبير والقراءة کما ثبت فی السنة، الخ. (باب صفة الصلاة، مطلب فی إطالة الرکوع للجائی، انيس)

کہ جلسہ میں کسی دعا کا پڑھنا حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک واجب ہے، لہٰذا یہ یا کوئی اور دعا جو حدیث سے ثابت ہو "یا رب اغفرلی" یا صرف "اللّٰھم" ہی پڑھے اور یہ کلمات ہر نماز کے جلسہ میں پڑھے، چاہے نماز باجماعت ہو، یا انفرادی، اس سلسلے میں صحیح قول کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامدًا ومصليًا ومسلمًا: منفرد؛ یعنی تنہا نماز فرض، یا سنت، یا نفل وغیرہ پڑھنے والے کے لیے ان کلمات کا کہنا بہتر و اولیٰ ہے، اسی طرح مقتدی کو بھی، بشرطیکہ اس کی خاطر امام کی معیت ترک نہ کرنا پڑے، چناں چہ بخاری شریف کی روایت میں رفاعہ بن رافع کا بیان مروی ہے کہ ہم ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک رکوع سے اٹھایا تو "**سمع اللّٰه لمن حمده**" کہا، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک شخص نے "**ربنا ولک الحمد حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا فيه**" کہا تو نماز سے فارغ ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کون ان کلمات کا کہنے والا ہے؟ قائل نے کہا: میں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے تیس سے زائد فرشتوں کو اس غرض سے جھپٹتے ہوئے دیکھا کہ کون ان کلمات کو لکھنے میں پہل کرے۔

عن رفاعة بن رافع الزرقي قال: كنا يومًا نصلي وراء النبي صلى الله عليه وسلم فلما رفع رأسه من الركعة قال: "سمع الله لمن حمده"، قال رجل وراءه: "ربنا ولك الحمد حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا فيه"، فلما انصرف قال: من المتكلم؟ قال: أنا! قال: رأيت بضعة وثلاثين ملكًا يبتدرونها أيهم يكتبها أولاً. (البخاري: ۱۱۰/۱)(۱)

البتہ امام کو چوں کہ تخفیف کا حکم ہے؛ اس لیے وہ اس نوع کے زیادہ کلمات نہ کہے گا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، جو مروی ہے کہ آپ نے طویل کلمات قومہ میں کہا ہے تو ان روایات میں کوئی ایسی بات موجود نہیں، جو اس بات پر دلالت کرے کہ آپ نے بحالت امامت کہا، امام طحاویؒ نے اس کی تصریح بایں الفاظ فرمائی ہے:

فليس في هٰذه الآثار أنه قد كان يقول ذلك وهو إمام ولا فيها مايدل علىٰ شيء من ذلك. (الطحاوي: ۱۴۱/۱)(۲)

خلاصہ یہ ہے کہ امام کو تخفیف کا حکم بالکل واضح غیر محتمل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طویل کلمات قومہ میں کہنا اس

(۱) الصحيح للبخاري، كتاب الأذان، باب فضل اللّٰهم ربنا ولك الحمد: ۱۱۰/۱ (ح: ۷۹۹) قديمي، انيس

(۲) شرح معاني الآثار: ۱۴۱/۱ (كتاب الصلاة، باب الإمام يقول: سمع الله لمن حمده، هل ينبغي له أن يقول بعدها "ربنا ولك الحمد": لا؟ (ط: عالم الكتب (ح: ۱۴۳۱) انيس)

کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ آپ نے بحالت امامت کہنے کے بجائے بحالت انفراد کہا، پھر بھی حکم تخفیف چوں کہ مقتدیوں کی رعایت سے ہے؛ اس لیے اگر ان مقتدیوں کو گرانی نہ ہو تو کبھی کبھار امام کو بھی کہہ لینے کی بلا کراہت گنجائش ہے اور اس کی نظیر جلسہ میں ذکر ہے۔

(۲) خلاصۂ جواب یہ ہے کہ منفرد کے لیے بہر حال یہ دعا مستحب ہے اور مقتدی کے لیے بھی، بشرطیکہ امام کا ساتھ فوت نہ ہو، اسی طرح امام کے لیے بھی بشرطیکہ مقتدیوں کو گرانی نہ ہو۔(۱)

ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان ''اللّٰهم اغفرلي وارحمني وعافني واهدني وارزقني'' پڑھتے تھے''۔(۲)

چنانچہ اس روایت کے پیش نظر احمد بن حنبل جلسہ میں دعائے مغفرت کے وجوب کے قائل ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں: ''امام احمد کی مخالفت سے خروج کے لیے دونوں سجدوں کے درمیان دعائے مغفرت مستحب ہونی چاہیے اور میں نے اپنے یعنی احناف کے یہاں تو کوئی تصریح نہیں دیکھی؛ لیکن فقہا نے ائمہ کے اختلاف کی مراعات کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی ہے''۔(۳)

شہید علم امام المتأخرین حضرت اقدس مولانا ظفر احمد صاحبؒ شامی کی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ خروج عن الخلاف کے ساتھ ساتھ سند صحیح کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے کے سبب استحباب میں مزید خصوصیت کا ثبوت ہوتا ہے؛ لیکن چوں کہ امام کے ذمہ مقتدیوں کی رعایت لازم ہے؛ اس لیے امام یہ دعا اسی وقت پڑھے گا، جب کہ مقتدیوں کو گرانی نہ ہو، ورنہ صرف ''رب اغفرلي'' پڑھ لے، جیسا کہ نسائی کی روایت میں ہے اور اگر بالکل ترک کردے، جب بھی کوئی ملامت نہیں؛ اس لیے کہ اس دعا کا ثبوت دراصل تہجد میں ہے، نہ کہ فرض

---

(۱) عن رفاعة بن رافع أنه قال: كنا يوما نصلي وراء رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما رفع رسول الله صلى الله عليه وسلم رأسه من الركعة وقال: سمع الله لمن حمده، قال رجل وراءه: ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه فلما انصرف رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من المتكلم آنفاً؟ فقال الرجل: أنا يا رسول الله، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لقد رأيت بضعة وثلاثين ملكا يبتدرونها أيهم يكتبهن أولا. (موطأ الإمام مالك، ت: عبدالباقي، باب ماجاء في ذكر الله تعالىٰ (ح: ۲۵) انیس)

(۲) أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب الدعاء بين السجدتين: ۱۲۳ (ح: ۸۵۰) قديمي، انيس

(۳) في رد المحتار: بل ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجًا من خلاف الإمام أحمد لإبطاله الصلاة بتركه عامدًا، ولم أرمن صرح بذلك عندنا؛ لكن صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف، و الله أعلم (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۳٤۰، نعمانية، ديوبند) (مطلب في إطالة الركوع للجائي، انيس)

میں؛ کیوں کہ ابن عباس کی روایت مذکورہ مختصر ہے۔ امام بیہقی نے یہ تفصیل نقل کی ہے کہ میں (ابن عباسؓ) نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے گھر میں رات گزاری، اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صلاۃ اللیل کا تذکرہ کرتے ہوئے اس دعا کو نقل کیا ہے''۔ (اعلاء السنن: ۳۳/۳) (۱) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ ۱۱/۲۴/۱۴۰۸ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۵۱/۲-۳۵۴)

قومہ اور جلسہ میں دعاؤں کا حکم:

سوال: قومہ اور جلسہ میں امام اور مقتدی دعا پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مقتدی رکوع سے سر اٹھانے کے بعد سیدھا کھڑا ہو کر (قومہ میں) ''ربنا لک الحمد'' کے بعد ''حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیه'' کہہ سکتا ہے۔ (جب کہ وقت مل جائے امام سے پیچھے رہنا لازم نہ آتا ہو) اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان (جلسہ میں) ''اللّٰھم اغفرلی'' کہے اور وقت مل جاتا ہے تو ''وارحمنی واھدنی وعافنی وارزقنی'' بھی کہہ سکتا ہے، ممنوع نہیں ہے۔

(قوله ليس بينهما ذكر مسنون) قال أبويوسف: سألت الإمام: أيقول الرجل إذا رفع رأسه من الركوع والسجود ''اللّٰهم اغفرلی''؟ قال: يقول: ''ربنا لک الحمد'' وسكت ولقد أحسن فی الجواب إذ لم ينه عن الاستغفار. نهروغيره. أقول: بل فيه إشارة إلٰى أنه غير مكروه، إذ لو كان مكروهًا لنهى عنه كما ينهى عن القراءة فی الركوع والسجود وعدم كونه مسنوناً لاينافی فی الجواز كالتسمية بين الفاتحة والسورة بل ينبغی أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجًا من خلاف الإمام أحمد، الخ. (۴۷۲/۱) (۱)

(قوله محمول على النفل) وصرح به فی الحلية فی الوارد فی القومة والجلسة وقال: علٰى أنه إن ثبت فی المكتوبة فليكن فی حالة الانفراد أو الجماعة والمأمونون محصورون لايتثقلون بذلک كما نص عليه الشافعية، ولاضرر فی التزامه وإن لم يصرح به مشائخنا، فإن القواعد الشرعية لوتنبوعنه، كيف والصلاة والتسبيح والتكبير والقراءة كما ثبت فی السنة، آه. (رد المحتار: ۴۷۲/۱-۴۷۳) (۳)

(۱) إعلاء السنن: ۳ / ۳۳، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراچی

وفی أحسن الفتاویٰ: قومہ اور جلسہ میں دعا ماثورہ پڑھنا مستحب ہے، فرائض اور نوافل میں کوئی فرق نہیں، البتہ جماعت میں ضعفاء کی رعایت سے نہیں پڑھنا چاہیے۔ (احسن الفتاویٰ، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ وما یتعلق بھا: ۲۸/۳، زکریا دیوبند)

(۲) ردالمحتار، باب صفة الصلاة، مطلب فی إطالة الركوع للجائی، انيس

غایۃ الاوطار ترجمۂ درمختار میں ہے:

''شامی نے حلیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤں کے التزام سے کچھ ضرور بھی نہیں، گو مشائخ نے اس کی تصریح نہیں کی؛ اس لیے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہیں اور قرأت اور تسبیح اور تکبیر فرضوں اور نفلوں میں یکساں ہی ہیں تو یہ دعائیں اگر یکساں ہوں تو کیا حرج ہے''۔ (غایۃ الاوطار: ۲۳۵/۱)

البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ''من أم قومًا فليخفف فإن فيهم المريض والكبير وذا الحاجة''. (أو كما قال عليه الصلوٰة والسلام) کا لحاظ کرتے ہوئے مقتدیوں کے لیے زحمت اور مشقت کا سبب نہ بنے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۳۰۰/۴-۳۰۱)

دوسجدوں کے درمیان دعا پڑھنے کا حکم:

سوال: حنفیہ کے نزدیک ''اللّٰهم اغفرلي وارحمني، إلخ'' دوسجدوں کے درمیان خواہ نماز فرض وواجب ہو، یا سنت میں پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

جائز ہے، پڑھ سکتا ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۳۰/۷/۱۳۶۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۳۱/۲) ☆

---

(۱) عن ابن عباس كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول بين السجدتين: ''اللّٰهم اغفرلي وارحمني، واهدني، وعافني، وارزقني''. (رواه أبوداؤد) (كتاب الصلاة، باب الدعاء بين السجدتين: ۱۲۳ (ح: ۸۵۰) انیس / والترمذی (مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب السجود و فضله، الفصل الثانى (ح: ۹۰۰) ۸٤/۱، المكتب الإسلامي، انیس)

بل ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجًا من خلاف الإمام أحمد لإبطاله الصلاة بتركه عامدًا و لم أر من صرّح بذلک عندنا؛ لكن صرّحوا باستحباب مراعاة الخلاف. (رد المحتار علی الدر المختار: ۲۱۳/۲) (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فى إطالة الركوع للجائی، انیس)

البتہ اگر مقتدیوں میں بوڑھے، بیمار اور کمزور لوگ ہوں، نماز میں طوالت کو برداشت نہ کرپاتے ہوں، یا بوجھ محسوس کرتے ہوں تو چوں کہ حدیث شریف میں اس بنیاد پر تخفیف کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کی رعایت کرتے ہوئے نماز میں دوسجدوں کے درمیان دعا کو نہ پڑھے... عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: 'إذا أمّ أحدكم الناس فليخفف، فإن فيهم الصغير والكبير والضعيف والمريض، فإذا صلّى وحده فليصل كيف شاء''. (سنن الترمذی: ۳۲/۱) (كتاب الصلاة، باب ماجاء إذا أم أحدكم الناس فليخفف (ح: ۲۳٦) بيت الأفكار، انیس) / (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب: أمر الأئمة بتخفيف الصلاة فى تمام: ۱۹٥ (ح: ٤٦٧) بيت الأفكار، انیس)

دوسجدوں کے درمیان جو دعائیں منقول ہیں، وہ یا تو نفل پر محمول ہیں، یا اس حالت پر محمول ہیں کہ فرض نماز تنہا پڑھی جائے، یا جماعت کے ساتھ پڑھی جائے؛ لیکن مقتدی اس سے بوجھ محسوس نہ کرتے ہوں۔ [مجاهد] ==

دونوں سجدوں کے درمیان دعا کی تفصیل:

سوال (۱) کیا دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں کوئی دعا پڑھنی چاہیے؟

== ”(وليس بينهما ذكر مسنون)...(على المذهب)وما ورد محمول على النفل“.(الدرالمختار:۲/۲۱۲-۲۱۳)

(قوله محمول على النفل) ... ثم الحمل المذكور صرّح به المشائخ في الوارد في الركوع والسجود، وصرّح به في الحلية في الوارد في القومة والجلسة وقال:علىٰ أنه إن ثبت في المكتوبة فليكن في حالة الانفراد أوالجماعة و المأمون محصورون لا يتثقلون بذلک كما نص عليه الشافعية،ولا ضرر في التزامه وإن لم يصرّح به مشائخنا،فإن القواعد الشرعية لاتنوعنه،كيف والصلاة والتسبيح والتكبيروالقراء ة كما ثبت في السنة.(رد المحتار:۲/۲۱۳)

☆ **دونوں سجدوں کے درمیان دعا:**

سوال: سجدتین کے درمیان یہ دعا پڑھنی جائز ہے یا نہیں،”اللّٰهم اغفرلی وارحمنی“إلخ؟

الجواب

یہ دعا مابین السجدتین جائز ہے اور حدیث میں وارد ہے، دعا یہ ہے:

”اللّٰهم اغفرلی،وارحمنی،وعافني،واهدني،وارزقني،وارفعني وأجبرني“.(وعن ابن عباس قال:كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول بين السجدتين:”اللّٰهم اغفرلی،وارحمني،واهدني،وعافني ،وارزقني“.(رواه أبو داؤد)(كتاب الصلاة،باب الدعاء بين السجدتين:۱۲۳(ح:۸۵۰)انيس)/والترمذی.(مشكوة المصابيح،كتاب الصلاة،باب السجود و فضله،الفصل الثانی (ح:۹۰۰)۱/ ۸۴،المكتب الإسلامي،انيس)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۱۷۱)

دو سجدوں کے درمیان دعا:

سوال: دو سجدوں کے درمیان بعض حضرات دعا پڑھتے ہیں، کیا سجدوں کے درمیان دعا کرنا درست ہے؟
(عبدالباری،مہدی پٹنم)

الجواب

بعض احادیث میں دو سجدوں کے درمیان ایک مختصر دعا منقول ہے:”اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ“.(دیکھئے :الجامع للترمذي (ح:۲۸۴)باب ما يقول بين السجدتين.محشی)

بعض فقہا کے نزدیک اس حدیث کی بنا پر فرض و نفل تمام نمازوں میں دو سجدوں کے درمیان دعا کرنا مستحب ہے؛ لیکن حنفیہ اور اکثر فقہا کے نزدیک یہ دعا صرف نفل نماز میں پڑھنی چاہیے، فرائض میں نہیں پڑھنی چاہیے؛ اس لیے کہ آپ کی فرض نمازوں کی ادائیگی کے بارے میں جو حدیثیں منقول ہیں، ان میں آپ کے اس عمل کا ذکر نہیں؛ لیکن اس کا پڑھنا مکروہ بھی نہیں ہے، عام طور پر احناف نے اس کو مباح اور جائز قرار دیا ہے اور مشہور محقق علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ امام احمدؒ کے نزدیک دو سجدوں کے درمیان دعا واجب ہے اور فقہا کا اصول ہے کہ از راہ احتیاط ایسے طریقہ کو اختیار کرنا چاہئے کہ فقہا کے اختلاف سے بچتے ہوئے متفقہ طور پر اس کی عبادت درست ہو جائے اور اگر دو سجدوں کے درمیان پڑھ لی جائے، تو امام احمدؒ کی رائے پر بھی نماز درست ہو جاتی ہے؛ اس لیے دعا پڑھ لینا مستحب ہے۔ (”بل ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجًا من خلاف أحمد“(منحة الخالق على البحر الرائق:۱/۵۶۱،محشی)

اس لیے یہ بات بہتر ہے کہ فرائض میں بھی دونوں سجدوں کے درمیان دعا کر لی جائے۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۰۷-۱۰۸)

(۲) کیا دعا کا پڑھنا فرض ہے، واجب ہے، سنت ہے، مستحب ہے، وغیرہ وغیرہ؟

(۳) جلسہ میں اگر کوئی دعا نہ پڑھی جائے تو نماز میں کوئی تو قصور نہیں آتا؟

(۴) امام کے لیے جلسہ میں دعا کا پڑھنا کیسا ہے؟ اگر امام یہ دعا نہ پڑھے تو کیا جماعت میں کوئی قصور تو نہیں آتا؟

(۵) مسجد میں میری نظر سے دفتی (۱) پر لگے ہوئے چند مسائل گذرے، جس میں جلسہ کے درمیان یہ دعا پڑھنے کے لیے لکھا ہے:

"اللّٰھم اغفرلی، وارحمنی، واھدنی، وارزقنی، وارفعنی، واجبرنی". (۲)

اور یہ بھی لکھا تھا کہ جلسہ میں دعا کا پڑھنا سنت ہے اور اگر سنت ترک ہو جائے تو گنہ گار رہتا ہے۔

(۶) لیکن امام کے پیچھے اتنی طویل دعا کا پڑھنا بھی ذرا مشکل ہے اور اگر خود امام پڑھے تو نمازی مقتدیوں کو ایک بار (بوجھ) معلوم ہوتا ہے، ایسی حالت میں شرعی حکم کیا ہے؟

(۷) یا اگر کوئی اور مختصر دعا جو وقت کے لحاظ سے پڑھی جا سکے، تحریر فرما دیجئے؟

جملہ امور کی تحقیقات کر کے مطلع فرمائیے، واجباً عرض ہے۔ فقط والسلام (نعمت اللہ جلال آبادی)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

"ویجلس بین السجدتین مطمئنًا ... ولیس بینهما ذکر مسنون ... علی المذهب، وماورد محمول علی النفل، آه". (الدرالمختار) (۳)

(قوله: وما ورد، إلخ) وبین السجدتین: "اللّٰهم اغفرلی، وارحمنی، وعافنی، واهدنی، وارزقنی". (رواه أبوداؤد) (۴)

"(وقوله: محمول علی النفل): أی تهجد أوغیره... ثم الحمل المذکور صرح به المشایخ فی الوارد فی الرکوع والسجود، وصرح به فی الحلیة فی الوارد فی القومة والجلسة.

وقال: علٰی أنه إن ثبت فی المکتوبة فلیکن فی حالة الانفراد أوالجماعة والمأمومون محصورون لایتثقلون بذلک، آه". (ردالمحتار: ۱/۵۲۸) (۵)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دونوں سجدوں کے درمیان مطلقاً دعا کا پڑھنا نہ فرض ہے، نہ واجب، نہ سنت، نہ

---

(۱) دفتی: جلد کے پٹھے۔ (فیروز اللغات: ۶۳۰، فیروز سنز، لاہور)

(۲) رواه الترمذی فی سننه فی أبواب الصلاة، باب ما یقول بین السجدتین: ۱/۶۳، سعید

(۳) کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۱۳، دارالکتب العلمیة، بیروت، انیس

(۴) رواه أبوداؤد فی سننه فی کتاب الصلاة، الدعاء بین السجدتین: ۱/۱۳۰، رقم الحدیث: ۸۵۰، إمدادیة

کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الشروع: ۱/۵۰۵، سعید ==

مستحب، البتہ جب آدمی نوافل پڑھتا ہو، یا فرض تنہا پڑھتا ہو تو دعا کا پڑھنا مستحب ہوگا اور امام کے لیے اس شرط کے ساتھ مستحب ہے کہ مقتدیوں کو گرانی نہ ہو، اگر امام پڑھتا ہے اور مقتدیوں کو بھی وقت مل جاتا ہے، تب تو مقتدی بھی پڑھے، ورنہ امام کا اتباع کرے، اگر امام پڑھے اور مقتدی نہ پڑھیں، یا دونوں نہ پڑھے، تب بھی نماز بلا کراہت درست ہو جائے گی، اس دعا کے چھوڑنے سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آتی۔

اگر کسی جگہ اس دعا کو سنت لکھا ہے تو اس سے مراد سنت غیر مؤکدہ ہے، جس کو مستحب بھی کہتے ہیں، اس کو چھوڑنے سے گناہ نہیں ہوتا؛ بلکہ سنت مؤکدہ کو چھوڑنے سے گنا ہوتا ہے اور یہ سنت غیر مؤکدہ بھی مطلقاً نہیں؛ بلکہ نوافل میں ہے، یا منفرد کے لیے اور امام کے لیے اس شرط کے ساتھ ہے، جس کا ذکر پہلے آچکا، جب مقتدیوں پر گرانی ہو، تب امام کے لیے مستحب نہیں اور ایسی حالت میں مقتدیوں کے لیے بھی مستحب نہیں، اگر کوئی مختصر دعا پڑھے تو وہ یہ ہے:

”رب اغفرلی“.(۱)

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۸/۱/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶/ذیقعدہ/۱۳۵۸ھ۔

صحیح عبد الطیف، ۶/ذیقعدہ/۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۶۱۵-۶۱۶)

دونوں سجدوں وغیرہ کے درمیان منقول دعاؤں سے متعلق مذہب حنفی کی تحقیق:

سوال: عن ابن عباس أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یقول بین السجدتین: ”اللّٰھم اغفرلی، وارحمنی، واجبرنی، واھدنی، وارزقنی“.(۲)

حنفیہ نے اس کو نوافل پر محمول کیا ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟

الجواب

روی الشیخان عن أبی ھریرۃ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:

== ”ولم یذکر المصنف بین السجدتین ذکرًا مسنوناً وھو المذھب عندنا، وکذا بعد الرفع من الرکوع، وما ورد فیھما من الدعاء فمحمول علی التھجد (قال یعقوب: سألت أباحنیفۃ رحمہ اللّٰہ تعالٰی عن الرجل یرفع رأسہ من الرکوع فی الفریضۃ، أیقول: اللّٰھم اغفرلی؟ قال: یقول: ربنا لک الحمد وسکت) وکذلک بین السجدتین فقد أحسن حیث لم ینہ عن الاستغفار صریحًا من قوۃ احترازہ“. (البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ: ۱/۵۶۱، رشیدیۃ)

(۱) عن حذیفۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ أنہ انتھی إلی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقام إلٰی جنبہ... وکان یقول بین السجدتین: ”رب اغفرلی، رب اغفرلی“. (سنن النسائی، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء بین السجدتین: ۱/۱۷۲، رقم الحدیث: ۱۱۴۴، قدیمی، انیس)

(۲) رواہ الترمذی، باب مایقول بین السجدتین: ۱/۶۸ مطبوعۃ أصح المطابع

"إذا صلی أحدکم للناس فلیخفف". (المشکوٰۃ، باب ما علی الإمام)(۱)

وفی رد المحتار تحت قول الدر المختار ولیس بینهما ذکر مسنون ما نصه: بل فیه إشارة إلٰی أنه غیر مکروه، إذ لو کان مکروهًا لنهی عنه... وعدم کونه مسنونًا لاینافی الجواز کالتسمیة بین الفاتحة والسورة، بل ینبغی أن یندب الدعاء بالمغفرة بین السجدتین، إلخ.

وفیه عن الحلیة: إن ثبت فی المکتوبة فلیکن فی حالة الانفراد أو الجماعة والمأمومون محصورون لایتثقلون بذلک. (۱/ ۵۲۷-۵۲۸)(۲)

ان روایات کے استیعاب کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ حنفیہ مکتوبات میں اور جماعت میں بھی مطلقاً منع نہیں کرتے؛ بلکہ جب قوم پر ثقیل ہو، جو خود حدیث متفق علیہ میں مصرح ہے اور سنیت کی نفی سے مؤکدہ کی نفی مقصود ہے، سو اس میں کسی حدیث سے تعارض نہیں۔ واللہ اعلم

۱۵/ربیع الاول ۱۳۲۵ھ۔ (امداد: ۱/۸۶) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۲۰۰) ☆

(۱) الفصل الأول، رقم الحدیث: ۱۱۳۱، المکتب الإسلامی، انیس/صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب: إذا صلّٰی لنفسه فلیطول ماشاء، رقم الحدیث: ۷۰۳-۲۰۹، بیت الأفکار/الصحیح لمسلم، کتاب الصلاة، باب: أمر الأئمة بتخفیف الصلاة فی تمام: ۱۹۵، رقم الحدیث: ۴۶۷، بیت الأفکار، انیس

(۲) کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، باب: فی إطالة الرکوع للجائی، انیس

☆ سوال: قومہ اور جلسہ کی بابت بھی اسی رسالہ (نوٹ: رسالہ کی وضاحت کی جائے) میں دعاء ماثورہ لکھی ہے اور مسلم کی حدیث کا حوالہ دیا ہے اور امام صاحب فرائض میں منع فرماتے ہیں، اگر مناسب ہو تو اس کی وجہ بھی ارشاد فرمائی جاوے؟

الجواب

مقدمہ اولی: فرائض میں اصل جماعت ہے۔

مقدمہ ثانیہ: بنص حدیث امام کو تخفیفِ صلوٰۃ کا حکم ہے۔

مقدمہ ثالثہ: ان اذکار میں تطویل مشاہد ہے، پس مجموعہ مقدماتِ ثلاثہ دلیل ہے، حمل علی التطوع کی اور تفصیل دونوں جوابوں کی مطولات میں ہے، جس کو بقدر ضرورت اعلاء السنن میں بھی نقل کیا ہے۔

۲۸/ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ۔ (تتمہ خامسہ، صفحہ: ۳۷۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۲۰۰-۲۰۱)

فرض اور نفل میں جلسہ اور قومہ کے اذکار یکساں ہیں، مگر:

مسئلہ: جلسہ [اور] قومہ کے اذکار فرض [و] نفل میں یکساں ہیں، تنہا آدمی فرض میں پڑھے، جماعت میں تطویل کرنا نہیں چاہیے۔ فقط والسلام

رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ کلاں: ۱۲۴) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۷۳)

قومہ اور جلسہ کی دعا فرائض میں کیوں نہیں؟

سوال: قومہ اور جلسہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے، کیا فرض اور واجب نمازوں کے قومہ اور جلسہ میں بھی پڑھی جاتی ہے، اگر نہیں تو کیوں؟

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلیًا

بعض دعائیں ذرا طویل بھی وارد ہوئی ہیں، (۱) وہ عامۃً نوافل میں ثابت ہیں، فرائض میں نہیں؛ اس لیے فرائض کے قومہ جلسہ میں وہ نہیں پڑھی جاتیں۔

"(قوله وما ورد إلخ) وبين السجدتين: "أللّٰهم اغفرلی وارحمنی وعافنی واهدنی وارزقنی".

(وقوله محمول على النفل): أی تهجدأوغيره... ثم الحمل المذكور صرح به المشايخ فی الوارد فی الركوع والسجود، وصرح به فی الحلية فی الوارد فی القومة والجلسة.

وقال: علٰى أنه إن ثبت فی المكتوبة فليكن فی حالة الانفراد أوالجماعة، والمأمومون محصورون لايتثقلون بذلک". (۲)

"ولم يذكر المصنف بين السجدتين ذكرًا مسنونًا، وهوالمذهب عندنا، وكذا بعد الرفع من الركوع، وماورد فيهما من الدعاء فمحمول على التهجد، (۳) وكذلک بين السجدتين، فقد أحسن حيث لم ينه عن الاستغفار صريحًا من قوة احترازه". (۴) فقط والله تعالٰى أعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱/۸/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۶۱۲-۶۱۳)

---

(۱) عن أبی سعيد الخدری رضی الله تعالٰى عنه أن رسول الله تعالٰى عليه وسلم كا ن إذا رفع رأسه من الركوع قال: "ربنا لک الحمد ملئ السموات والأرض وملئ ما شئت من شیء بعد، أهل الثناء، والمجد، أحق ما قال العبد، وكلنا لک عبد، أللّٰهم لا مانع لما أعطيت ولا معطی لما منعت، ولاينفع ذا الجد منک الجد". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب مايقول إذا رفع رأسه من الركوع: ۱/۱۹۰، قديمی) (رقم الحديث: ۴۷۷، انيس)

"عن ابن عباس رضی الله تعالٰى عنهما قال: كان النبی صلى الله عليه وسلم يقول بين السجدتين: "أللّٰهم اغفرلی وارحمنی وعافنی واهدنی وارزقنی". (أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب بين السجدتين: ۱/۱۳۰، إمدادية)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: كتاب الأذكار للنووی رحمه الله تعالٰى، باب ما يقول فی رفع رأسه من الركوع فی اعتداله: ۷۹، وباب مايقول فی رفعه رأسه من السجود وفی الجلوس بين السجدتين: ۸۴، مكتبه دار البيان

(۲) الدرالمختارمع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۵۰۵، سعيد

(۳) قال يعقوب: سألت أباحنيفة رحمه الله تعالٰى عن الرجل يرفع رأسه من الركوع فی الفريضة، أيقول: اللّٰهم اغفرلی؟ قال: ربنالک الحمد وسكت، انيس

(۴) البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۶۱، رشيدية

سجدۂ نماز میں دعا:

سوال: مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: ألا إنّی نهیت أن أقرأ القراٰن راکعًا أوساجدًا فأمّا الرکوع فعظموا فیه الرّب وأمّاالسّجود فاجتهدوا فی الدعاء فقَمِنٌ أن یستجاب لکم. (۱)

اس حدیث سے نماز کے سجدہ میں دعا کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، کیا احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب ہے کہ نماز کے سجدہ میں دعا افضل ہے؟ اگر نہیں تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

قال الملاّ علی القاری رحمه اللّٰه تعالیٰ فی شرح الحدیث المذکور: (وأمّاالسجود فاجتهدوا) أی بالغوا فی الدّعاء أی حقیقةً، وهوظاهر أوحکمًا، کما فی "سبحان ربّی الأعلیٰ". (المرقاة: ۳۱۲/۲) (۲)

وقال ابن عابدین رحمه اللّٰه تعالیٰ: وقد ورد "خیرالدّعاء دعاء یوم عرفة، وخیرما قلت أنا والنّبیّون من قبلی: "لا إلٰه إلاّ اللّٰه وحده لا شریک له، له الملک وله الحمد وهوعلیٰ کلّ شئ قدیر". رواه مالک والترمذی وأحمد وغیرهم، (۳) شرح النقایة للقاری، وقیل لابن عیینة: هٰذا ثناء فلمَ سمّاه رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم دعاءً، فقال: الثناء علی الکریم دعاء لأنه یعرف حاجته، فتح. قلت: یشیر بهٰذا إلیٰ خبر: "من شغله القرآن عن ذکری ذکری ومسألتی أعطیته أفضل ما أعطی السّائلین" (۴) ومنه قول أمیة بن أبی الصّلت فی مدح بعض الملوک ؎

أأذکر حاجتی أم قد کفانی		ثناؤک إن شیمتک الحیاء
إذا أثنی علیک المرء یومًا		کفاه من تعرضه الثناء

(رد المحتار: ۱۹۰/۱) (۵)

تحقیق مذکور سے ثابت ہوا کہ حدیث میں سجدہ کی تسبیحات ہی کو دعا فرمایا گیا ہے، یا یہ مطلب ہے کہ تسبیحات کے بعد دعا کرے، احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں تسبیحات کے بعد دعا نوافل میں کرے، فرائض میں نہیں، البتہ فرائض منفرداً پڑھ رہا ہو، یا جماعت میں مقتدیوں پر ثقیل نہ ہو تو فرائض میں بھی درست ہے۔

(۱) "فقمن" جدیر خلیق/ صحیح لمسلم، باب النهی عن قراءة القرآن فی الرکوع (ح: ۴۷۹) انیس
(۲) کتاب الصلاة، باب الرکوع، الفصل الأول، رقم الحدیث: ۸۷۳، انیس
(۳) موطأ الإمام مالک، ت: عبدالباقی، باب ماجاء فی الدعاء (ح: ۳۲)/ مسند الإمام أحمد، مسند عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص (ح: ۶۹۶۱)/ سنن الترمذی، باب (ح: ۳۵۸۵) انیس
(۴) سنن الترمذی، باب (ح: ۲۹۲۶) انیس
(۵) کتاب الحج، مطلب فی شروط الجمع بین الصلاتین، بعرفة ومطلب: الثناء علیٰ الکریم دعاء، انیس

قال فی العلائیة: وکذا لایأتی فی رکوعه وسجوده بغیر التسبیح علی المذهب وما ورد محمول علی النفل.

قال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: (قوله محمول علی النفل) أی تهجد أو غیره، خزائن، وکتب فی هامشه: فیه ردّ علی الزیلعی حیث خصّه بالتهجد، آه، ثم الحمل المذکور صرّح به المشایخ فی الوارد فی الرکوع والسجود وصرّح به فی الحلیة فی الوارد فی القومة والجلسة وقال: علیٰ أنه إن ثبت فی المکتوبة فلیکن فی حالة الإنفراد، أو الجماعة والمأمومون محصورون لایتثقلون بذلک کما نصّ علیه الشافعیة، ولاضرر فی التزامه وإن لم یصرّح به مشایخنا، فإنّ القواعد الشرعیّة لا تنبوعنه کیف والصلاة والتسبیح والتکبیر والقراءة، کما ثبت فی السّنة، آه. (رد المحتار: ۴۷۲/۱)(۱) فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم

۲۲/محرم ۱۳۹۹ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۴۳/۳-۴۴) ☆

---

(۱) کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الشروع (مطلب فی إطالة الرکوع للجائی، انیس)

(۲) وإن کان إمامًا لا یزید علیٰ وجه یملّ القوم کذا فی الهدایة. (الهندیة: ۷۵/۱، الفصل الثالث فی سنن الصلاة)

(۳) وکذا لایأتی فی رکوعه وسجوده بغیر التسبیح علی المذهب وما ورد محمول علی النفل ... إلخ. (الدر المختار: ۵۰۵/۱-۵۰۶، باب صفة الصلاة، طبع ایچ ایم سعید)

”قوله: عن ابن عباس وعن رجل“، قلت: دلالتهما علی استحباب الذکر بین السجدتین ظاهرة، وفی الدرالمختار (۵۲۷/۱) ولیس بینهما ذکر مسنون، ا ه، والمراد نفی تأکده لا نفی استحبابه صرح بذلک فی ردالمحتا ونصه: وعدم کونه مسنونا لا ینافی الجواز کالتسمیة بین الفاتحة والسورة بل ینبغی أن یندب الدعاء بالمغفرة بین السجدتین خروجا من خلاف الإمام أحمد، لإبطاله الصلاة بترکه عامداً ولم أر من صرح بذلک عندنا، لکن صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف والله أعلم (۵۲۸/۱)

قلت: لا سیما إذا ورد عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بسند صحیح ولکن تلزم الإمام مراعاة أحوال المأمومین فحیث لا یثقلون بالدعاء الوارد فی سنن أبی داؤد یدعوبه، وإلافیقصر علی قوله ”رب اغفرلی“ کما ورد عند النسائی ولو ترکه رأسا لا یلام لیه، فإن هذا الذکر ورد فی صلاة اللیل دون المکتوبة کما یظهر من مجموع الأحادیث کما قال الشرنبلالی: فی نورالإیضاح: ولیس فیه (أی فی الجلوس بین السجدتین) ذکر مسنون والوارد فیه محمول علی التهجد، الخ. (إعلاء السنن، باب وجوب الرفع بین السجدة والجلسة تین السجدتین: ۴۳/۳-۴۴، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، انیس)

☆ **نفل نماز کے سجدہ میں دعا:**

سوال: آپ نے اس سے پہلے لکھا تھا کہ نفل نماز کے سجدہ میں دعا کی جاسکتی ہے، تو ایسی صورت میں کیا سجدہ ہی پر نماز ختم کردی جائے گی، یا نماز مکمل کی جائے گی؟　　(حافظ کلیم، اورنگ آباد)

الجواب

نماز مکمل کرنی ہے، جیسا کہ عام نمازیں پڑھی جاتی ہیں، البتہ نفل نمازوں پر خصوصی رعایت ہے کہ عربی زبان میں ==

سجدہ میں قرآنی دعائیں پڑھنا:

سوال: نماز میں رکوع سجدہ کی تسبیحات کے بجائے قرآنی دعائیں، انفرادی طور، پر فرض یا نفل نماز میں پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ قرآن کے اندر جو دعائیں ہیں، مختلف جگہوں پر ہیں، ان کو جمع کرکے فرض ونفل نماز میں پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجو اب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

نماز میں رکوع وسجدہ میں تسبیحات پر ہی کفایت مناسب ہے، قرآن کریم کی تلاوت سے احتراز کیا جائے، (۱) اگرچہ قرآنی دعا پڑھنے سے بھی نماز فاسد نہیں ہوگی، (۲) بعض دعائیں حدیث شریف میں آئی ہیں، نوافل میں ان کے پڑھنے میں مضائقہ نہیں۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۱۳۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۱۳/۵-۶۱۴)

== سجدہ کی حالت میں دعا کی جاسکتی ہے۔(عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها قالت: فقدت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ذات لیلة، فلمست المسجد، فإذا هو ساجد وقدماه منصوبتان، وهو یقول: أعوذ برضاک من سخطک، وأعوذ بمعافاتک من عقوبتک، و أعوذ بک منک، لا أحصی ثناء علیک، أنت کما أثنیت علٰی نفسک". (سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة، رقم الحدیث: ۸۷۹، باب في الدعاء في الرکوع و السجود، محشی) (کتاب الفتاویٰ: ۹۴/۳-۹۵)

حالت سجود میں دعا کا کیا حکم ہے:

سوال: اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے آدمی بعد نماز کے جائے نماز پر سجدہ ریز ہوکر دینی ودنیوی بہبودی کے لیے دعا کرتے ہیں، اس میں کوئی حرج ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

اس کی عادت بنالینا بدعت ہے؛ مگر گاہے ایسا ہوجائے اور ناظرین بھی اس طریقہ کو ایک ضروری چیز نہ سمجھنے لگیں تو مضائقہ نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۰۳/۱-۱۰۴)

(۱) قال العلامة الحصکفی رحمه اللّٰه: "وکذا لایأتی فی رکوعه وسجوده بغیر التسبیح (علی المذهب) وماورد محمول علی النفل". (الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الشروع: ۵۰۵/۱، سعید)

(۲) تاہم کراہت سے خالی نہیں۔

"عن علی رضی اللّٰه عنه قال: نهانی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أن أقرأ راکعًا أوساجدًا". (الصحیح لمسلم)

"فیه النهی عن قراءة القرآن فی الرکوع والسجود، وإنما وظیفة الرکوع التسبیح ووظیفة السجود التسبیح و الدعاء، فلوقرأ فی رکوع أوسجود... کره ولم تبطل صلٰوته". (شرح النووی لمسلم، کتاب الصلاة، باب النهی عن قراءة القرآن فی الرکوع والسجود: ۱۹۱/۱، قدیمی)

"وتکره قراءة القرآن فی الرکوع والسجود والتشهد بإجماع الأئمة الأربعة". (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء بالمغفرة للکافر ولجمیع المؤمنین: ۵۲۳/۱، قدیمی)

(۳) ان عائشة رضی اللّٰه عنها نبأته أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کان یقول فی رکوعه ==

سجدہ میں دعا کی ہیئت:

سوال: سجدہ میں دعا کرنے کی ہیئت کیا ہونی چاہیے؟ (حاجی سید صابر علی چشتی، ناندیڑ)

الجواب

نفل نمازوں کے سجدہ میں عربی زبان میں دعا کی جاسکتی ہے،(۱) خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی معمول مبارک یہی تھا؛(۲) اس کے لیے کوئی خاص ہیئت مقرر نہیں؛ بلکہ سجدہ کی جو معروف کیفیت ہے، اسی میں دعا کرنا چاہیے، جیسا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز تہجد میں دعا کرنا ثابت ہے، بعض لوگ سجدہ میں دعا کرنے کے لیے ہاتھوں کو اس طرح

== وسجوده: "سبوح قدوس رب الملائكة والروح". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقول في الركوع والسجود: ۱۹۲/۱، قديمي)

"عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: كان النبى صلى الله عليه وسلم يكثر أن يقول في ركوعه وسجوده: "سبحانك اللّٰهم ربنا وبحمدك اللّٰهم اغفرلى". (صحيح البخارى، كتاب الأذان، باب التسبيح والدعاء فى السجود: ۳۱۱/۱، قديمى) (ح: ۸۱۷، انيس)

مزید تفصیل کے لیے: كتاب الأذكار للنووى رحمه الله تعالىٰ، باب أذكار السجود: ۸۱-۸۲، مكتبه دار البيان، ملاحظہ فرمائیں!

عن على رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا سجد قال: اللهم لك سجدت وبك آمنت ولك أسلمت سجد وجهى للذى خلقه وصوره وشق سمعه وبصره تبارك الله أحسن الخالقين. (كتاب الأذكار برواية مسلم، باب أذكار السجود، رقم الحديث: ۱۲۰، انيس)

عن عوف بن مالك أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ركع ركوعه الطويل يقول فيه: سبحان ذى الجبروت والملكوت والكبرياء والعظمة، ثم قال فى سجوده مثلك ذلك. (كتاب الأذكار برواية مسلم، باب أذكار السجود، رقم الحديث: ۱۲۱، انيس)

عن ابن عباس أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: فأما الركوع فعظموا فيه الرب وأما السجود فاجتهوا فى الدعاء فقمن أن يستجاب لكم. (كتاب الأذكار للنووى برواية مسلم، باب أذكار السجود، رقم الحديث: ۱۲۴، انيس)

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلقین بھی فرمائی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: "بندہ اپنے رب سے زیادہ قریب حالت سجدہ میں رہتا ہے تو اس حالت میں زیادہ سے زیادہ دعا کرنی چاہیے۔

"أقرب ما يكون العبد من ربه و هو ساجد فأكثروا من الدعاء" (سنن أبى داؤد، رقم الحديث: ۸۷۴، كتاب الصلاة، باب الدعاء فى الركوع والسجود)

(۲) دیکھئے: سنن أبى داؤد، رقم الحديث: ۸۷۷، باب الدعاء فى الركوع والسجود. محشى

بچھادیتے ہیں کہ پشت زمین پر ہوتی ہے اور ہتھیلی اوپر کی طرف؛ یعنی ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی مشابہت اختیار کی جاتی ہے، یہ درست نہیں ہے کہ اس طرح کا عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔(۱) (کتاب الفتاویٰ:۲/۱۸۶)

حالت نماز میں درود کے اندر ''ذرّیات وأزواج'' کا کلمہ بڑھانا کیسا ہے:

سوال: ایک صاحب نے لکھا ہے کہ نماز میں جو درود شریف پڑھا جاتا ہے، اس میں لفظ ''ازواج وذریات'' کا اور بڑھاوے، اس میں زیادہ ثواب ہے، مثلاً: ''اللّٰھم بارک علٰی أزواجه وذریاته''إلخ، یہ بڑھانا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

جس قدر معمول ہے، وہی کافی ہے، اگرچہ بڑھادینے میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۰۷)

قعدۂ نماز میں مختلف دعا:

سوال: اگر کوئی شخص قعدۂ نماز میں کبھی کوئی دعا اور کبھی کوئی دعا پڑھے تو عندالحنفیہ ممانعت تو نہیں ہے؟

الجواب

کچھ ممانعت نہیں ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۱۷۰)

---

(۱) حالت سجدہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا مانگنے کی ہیئت کیا ہوتی تھی؟ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے روشنی پڑتی ہے، جس میں فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں کھڑے ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں مشغول ہوتے؛ یعنی سجدہ کی حالت میں بغیر ہاتھ پھیلائے ہوئے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے کلمات فرماتے۔

''عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها قالت:''فقدت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ذات لیلة،فلمت المسجد،فإذا هوساجد وقدماه منصوبتان،وهویقول:''أعوذ برضاک من سخطک وأعوذ بمعافاک من عقوبتک وأعوذ بک منک،لا أحصی ثناء علیک،وأنت کما أثنیت علٰی نفسک'' (أبوداؤد،رقم الحدیث: ۸۷۹،کتاب الصلاة،باب فی الدعاء فی الرکوع والسجود)محشی)

(۲) ولذا قال فی شرح المنیة: و الإتیان بما فی الأحادیث الصحیحة أولٰی،إلخ.(ردالمحتار،باب صفة الصلاة، فصل فی تالیف الصلاة: ۱/۴۷۹)(مطلب فی جواز الترحم علی النبی إبتداءً،انیس)

(۳) وصلی علی النبی علیه السلام،إلخ،ودعابما یشبه ألفاظ القرآن والأدعیة المأثورة لما روینا من حدیث ابن مسعود قال له النبی علیه السلام:'' ثم اخترمن الدعاء أطیبه وأعجبه إلیک''.(الهدایة،باب صفة الصلاة: ۱/۱۰۳،ظفیر)

وعن حذیفة فی حدیثه المتقدم فی صلاة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ... وکان یقول بین السجدتین:رب اغفرلی رب اغفرلی،الخ.(کتاب الأذکارللنووی بروایة مسلم،باب أذکار السجود،رقم الحدیث:۱۲۸،انیس)

سلام کے بعداذ کارودعا

نماز کے بعد ''استغفر اللّٰہ'' پڑھنا:

سوال: نمازفرض کے سلام کے فوراً بعد دعا کے متعلق زید ''أستغفر اللّٰہ الذی لا إلٰہ إلاھو الحی القیوم'' پڑھتا ہے، بکر کہتا ہے: بے شک یہ بہت بڑا استغفار ہے؛ لیکن سلام کے بعد ''اللّٰہ أکبر'' اور تین مرتبہ ''استغفر اللّٰہ'' پڑھنا منقول ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

مشہور تو یہی ہے کہ اس مقام پر ''استغفر اللّٰہ'' منقول ہے، بعد کے صفات منقول نہیں؛ مگر عمل الیوم واللیلة، ص:۳۵، میں ہے:

''عن معاذ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: ''من قال بعد الفجر ثلاث مرات وبعد العصر ثلاث مرات: أستغفر اللّٰہ الذی لا إلٰہ إلاھو الحی القیوم وأتوب إلیہ، کفرت عنہ ذنوبہ وإن کانت مثل زبد البحر''.(۱)

''عن ثوبان قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إذا انصرف من صلاتہ، استغفر ثلاثاً، و قال: اللّٰھم أنت السلام ومنک السلام، تبارکت یا ذا الجلال والإکرام''. قال الولید: فقلت للأوزاعی: کیف الاستغفار؟ قال: تقول: أستغفر اللّٰہ، أستغفر اللّٰہ''. (۲)

''ویستحب أن یستغفر اللّٰہ ثلاثاً ویقرأ آیة الکرسی والمعوذات، ویسبح ویحمد ویکبر ثلاثاً وثلاثین، ویھلل تمام المائة، ویدعو ویختم بسبحان ربک''. (۳) فقط واللّٰہ أعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۲/۲۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۶۷۱-۶۷۲)

---

(۱) أخرجہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة، باب مایقول فی دبر صلوٰة الصبح، رقم الحدیث: ۱۲۶، ص: ۱۱۲، مکتبة الشیخ، کراچی

(۲) الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاة وبیان صفتہ: ۲۱۸/۱، قدیمی) (ح: ۵۹۱، انیس)

(۳) الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعید

نماز کے بعد ''یا قوی''، ''یا نور'' پڑھنا:

سوال: بعض لوگوں خصوصاً تبلیغی جماعت والوں کو یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ ہر فرض نماز کے بعد مقررہ مقدار میں ''یا قوی'' پڑھتے ہیں، پھر ''یانور، یانور'' پڑھ کر اور ہاتھ کی انگلیوں پر پھونک کر دونوں آنکھوں پر مل لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے آنکھوں کی روشنی بڑھتی ہے، کیا ایسا ہی ہے؟ کیا یہ طریقہ حدیث سے ثابت ہے؟

هو المصوب

نماز کے بعد ''یا قوی'' پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، البتہ اس کا پڑھنا جائز ہے اور لازم سمجھنا غلط ہے۔(۱)

تحریر: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۳/۳۴۰-۳۴۱)

بعد نماز ''یارسول اللّٰہ'' کہنا:

سوال: ہر نماز کے بعد یا کسی بھی وقت ''یا رسول اللّٰہ'' کہنا ازروئے شرع کیسا ہے؟

الجواب

اصل یہ ہے کہ ''یا رسول اللّٰہ'' کہنا، نہ قطعاً جائز ہے، نہ مطلقاً ناجائز؛ بلکہ تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس عقیدے سے ''یا رسول اللّٰہ'' کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہاں پر موجود ہیں، یا ضرور میری آواز کو سنیں گے تو یہ ناجائز ہی نہیں؛ بلکہ ایک نوع کا شرک ہے۔ سلطان العارفین قاضی حمید الدین ناگوری استاد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہما توسیخ میں فرماتے ہیں:

''منهم الذين يدعون الأنبياء والأولياء عند الحوائج والمصائب باعتقاد أن أرواحهم حاضرة تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلك شرك قبيح وجهل صريح، قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾الأية''، انتهى. (الجنة لأهل السنة:۱۷/۳۰)

یعنی! بعض لوگ وہ ہیں، جو انبیا اور اولیا کو حاجت اور مصیبتوں کے وقت اس اعتقاد سے کہ ان کی ارواح حاضر ہو جاتی ہیں

---

(۱) قوی اور نور اللہ جل شانہ کی صفات ہیں؛ اس لیے اگر کوئی شخص اللہ کے اسم صفاتی سے یاد کرتا ہے تو درست ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا پڑھ کر اپنے داہنے ہاتھ سے سر کا مسح کرنا ثابت ہے، البتہ اسے ایسا معمول بنانا جو لازم کے طور پر سمجھا جائے، غلط ہے۔ انیس

عن عائشة قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ''من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهورد''. (الصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور. رقم الحديث:۱۷۱۸)

قال أهل العربية الرد هٰهُنا بمعنى المردود ومعناه فهو باطل غير معتدبه وهذاالحديث قاعدة عظيمة من قواعدالإسلام وهو من جوامع كلمه صلى اللّٰه عليه وسلم فإنه صريح في رد كل البدع والمخترعات. (شرح النووي لمسلم، باب نقض الأحكام الباطلة، الخ:۱۲/۱۶. انيس)

قال العلامة الحلبي: كل مباح يؤدي إليه أى (إلى اعتقاد الجهلة سنيتها) فمكروه. (غنية المتملي المعروف بالكبيري، فصل في مسائل شتىٰ:۵۶۹. انيس)

اوران کی نداکو سنتے ہیں اوران کی حاجتوں کو جانتے ہیں، پکارتے ہیں، یہ شرک قبیح اور جہل صریح ہے،اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جولوگ اللہ کے غیرکو پکارتے ہیں،ان سے بڑھ کرکون گمراہ ہوگا''۔

اوراگرمحض تخیل کے طور پرشاعرانہ دعاوعاشقانہ خطاب کرتا ہےتو جائز ہے، جیسے اہل معانی وبلاغت نے بیان کیا ہے کہ بعض اوقات معدوم کوموجودفرض کرکے یا غیر حاضرکو حاضرفرض کرکے خطاب کیا جاتا ہے، چناں چہ بعض لوگ اپنے کھنڈروں اوردیواروں کوخطاب کرتے ہیں،کوئی بلبل وقمری کوخطاب کرتا ہے۔

تو اے کبوتر بام حرم چہ می دانی ز حال ماکہ جدا از حریم دلداریم

بـالـلّٰـه يـاظبيـات الـقـا ع قلن لنـا أليـلاى مـنـكـن أم ليـلٰـى من البشـر

ہرزبان میں اس کی نظائر بکثرت ہیں،اسی طرح محبانہ شوق میں اگرکوئی بلاعقیدہ حاضروناظر کے خطاب کرے تو مضائقہ نہیں،البتہ عوام کے فسادعقیدہ سے بچنے کے لیےاس کی عادت نہیں لگانی چاہیے۔

مجموعۂ فتاویٰ میں ہے:

''کہنا''يارسول اللّٰه'' ساتھ صلوٰۃ وسلام کے، جائز ہے،جیسا کہ التحیات وغیرہ سے سمجھا جاتا ہے، باقی کہنا:''يارسول اللّٰـه''و''يا ولی اللّٰه'' کاجو ہندوؤں کی عادت ہے کہ اٹھتے بیٹھتے کہا کرتے ہیں،سارے فقہاءِحنفیہ کےنزدیک بالاتفاق ناجائزہے؛ بلکہ اس محل خاص میں بمقتضاءآیۃ:﴿اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ﴾إلخ ،وموافق دستورقرون ثلثہ ''ياالله''،''يا رحيم ''،''يا كريم''وغیرہ کی عادت کرنا چاہیے۔(۳۳۸/۱)(فتاویٰ احیاء العلوم:۱/۱۶۴۔۱۶۶)

فرائض کے بعدسر پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا ثابت ہے، یانہیں:

سوال: فرائض کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کرکسی دعا کا پڑھنا ثابت ہے؟ رکوع وسجوداورقیام میں دونوں پیروں میں کتنا فاصلہ رہنا چاہیے؟

الجواب

فرائض کے بعدسر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھنا ''بسم اللّٰه الذی لا إلٰه إلاهو الرحمٰن الرحيم،اللّٰهم أذهب عنی الهمّ والحزن''، حصن حصین میں ہے،حدیث اس بارے میں منقول ہے۔(۱)

(۱) دیکھئے!حصن حصین:۱/۸۵:وكـان صـلـى الـلّٰـه عـلـيـه وسـلـم إذا صلى وفرغ من صلوٰته مسح بيمينه علٰى رأسه وقال:''بسم اللّٰه الذی لاإلٰه إلا هو الرحمن الرحيم،اللّٰهم أذهب عنی الهمّ والحزن''.(ظفير)

(الدعاء للطبرانی،باب منه (ح:۶۵۹)/المعجم الأوسط،من اسمه بكر (ح:۳۱۷۸)/حلية الأولياء وطبقات الأصفياء،معاوية بن قرة:۲/۱ ۳۰،دارالكتاب العربی بيروت.انيس)

اور دونوں پاؤں کے ٹخنے ملانا رکوع اور سجدہ میں کتب فقہ میں مسنون لکھا ہے۔(۱)

”ویسن أن یلصق کعبیه“.(الدر المختار)(۲)

قال السید أبو السعود: وکذا فی السجود.(أیضًا، الشامی)(۳)

باقی حالت قیام میں شامی میں لکھا ہے کہ قدمین میں چار انگشت کا فاصلہ ہونا چاہیے۔

”وینبغی أن یکون بینهما مقدار أربع أصابع الید“.(۴)(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۲/۲۱۱)☆

فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر ”بسم اللّٰہ الذی لا إلٰہ إلاّ ھو الرحمٰن، إلخ“ پڑھنا:

سوال: میرا معمول ہے کہ میں فرض نماز کا سلام پھیر کر سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھتا ہوں: ”بسم اللّٰہ الذی لا إلٰہ إلا ھو الرحمن الرحیم، اللّٰھم أذھب عنی الھم والحزن“.

تو ایک صاحب نے میرے کو باتوں ہی باتوں میں میرے اس عمل کو سراہا تو ایک اور صاحب جو ہماری اس محفل میں شریک تھے اور دین دار آدمی تھے، انہوں نے کہا کہ یہ بھی کوئی بات ہے، جو آپ اسے سراہتے ہیں، یہ کوئی خاص خوبی کی بات نہیں؛ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ عمل بدعت ہے۔

آپ یہ بتائیں کہ یہ عمل بدعت ہے، یا نہیں؟ اگر بدعت ہے تو میں چھوڑ دوں، مولانا صاحب! ایک بزرگ قسم کے آدمی تھے تو انہوں نے مجھے یہ مشورہ دیا تھا کہ تم وظائف وغیرہ ”حصن حصین“ میں دیکھ کر پڑھا کرو تو یہ دعا بھی میں نے اسی کتاب سے سیکھی تھی، اب آپ یہ بتائیں کہ یہ کتاب مستند ہے کہ نہیں؛ کیوں کہ ان صاحب نے مندرجہ بالا دعا کو بدعت کہہ کر شک میں ڈال دیا ہے؟

(۱) اس سے قبل رکوع سے متعلق مسائل میں دونوں پاؤں ٹخنے سے ملانے کا فتویٰ گذرا ہے اور اس کے بعد اسی سے متعلق تفصیلی فتویٰ اس کے خلاف بھی گذرا ہے جو راجح ہے، وہاں واضح کیا گیا ہے کہ بعد والا تفصیلی فتویٰ صحیح ہے اور یہ دوسرا فتویٰ مرجوع عنہ ہے۔ انیس

(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة: ١/٤٦١، ظفیر

(۳) ردالمحتار، أیضًا: ١/٤٦١، ظفیر)(مطلب: قراءة البسملة بین الفاتحة والسورة حسن، انیس)

(۴) رد المحتار، باب صفة الصلاة، بحث القیام: ١/٤١٤، ظفیر

☆ **نماز کے بعد جو سر پر ہاتھ رکھا جاتا ہے، اس وقت کچھ پڑھنا بھی چاہیے یا نہیں:**

سوال: بعد فرض نماز جو سر پر ہاتھ رکھتے ہیں، کیا اس میں کچھ پڑھنا بھی چاہیے؟

الجواب

”بسم اللّٰہ الذی لا إلٰہ إلا ھو الرحمن الرحیم، اللّٰھم اذھب عنی الھم والحزن“ پڑھتے ہیں۔

۷/شوال ۱۳۴۸ھ۔(امداد الاحکام:۲/۱۰۱)

الجواب

''حصن حصین'' کے حاشیہ پرلکھا ہے کہ یہ روایت طبرانی نے''اوسط'' میں اورابن سنی نے ''**عمل الیوم و اللیلة**'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے،(۱) اوراس کی سند کمزور ہے۔(۲)(آپ کے مسائل اوران کا حل:۴۹۶/۳)

سلام کے بعدانگلیاں آنکھوں پرپھیرنا:

سوال: ہمارے یہاں مساجد میں بعض نمازی فرض نماز کے سلام کے بعداپنی کلمہ کی انگلیوں پرکچھ پڑھ کرکے آنکھوں میں سلائی کی طرح پھیرتے ہیں،ان کا یہ طریقہ کہاں تک درست ہے،یہ سنت ہے یابدعت؟

ھوالمصوب

آشوب چشم کے علاج کےطور پرایک امرمباح ہے؛لیکن اس کی کوئی اصل شرعی نہیں ہے۔

تحریر:محمدظفرعالم ندوی۔تصویب:ناصرعلی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱۴۰/۲)

سلام کے بعددعا کے لیے بیٹھنے کی مقدار:

سوال: فرض نمازوں کے بعددعا میں کس قدر بیٹھا جائے؟ دعا لمبی ہو،یامختصر؟ (میریاسین علی)

الجواب

بہترطریقہ یہ ہے کہ جن نمازوں کے بعدسنن مؤکدہ ہوں،دعا مختصرکی جائے،زیادہ طویل نہ کیا جائے،اس سلسلہ میں مقدارکاتعین مشکل ہے؛تاہم حضورصلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ!

''**اَللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالاِکْرَامِ**'' کےبقدربیٹھا کرتے تھے''۔(۳)(کتاب الفتاویٰ:۱۰۲/۳)

---

(۱) دیکھئے:حصن حصین مترجم ص:۲۲۳،طبع دارالاشاعت

(۲) **وعن أنس بن مالک أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان إذا صلی،وفرغ من صلاتہ،مسح بیمینہ علٰی رأسہ ، و قال:"بسم اللّٰہ الذی لا إلٰہ إلا ھوالرحمن الرحیم،اللّٰھم أذھب عنی الھم والحزن".وفی روایة:مسح جبھتہ بیدہ الیمنیٰ،وقال فیھا:"اللّٰھم أذھب عنی الھم والحزنُ".رواہ الطبرانی فی الأوسط والبزاربنحوہ بأسانید،وفیہ:زید العمی وقد وثقہ غیرواحد، وضعفہ الجمھور، وبقیة رجال أحد إسنادی الطبرانی ثقات، وفی بعضھم خلاف. (مجمع الزوائد:۱۰۷/۱۰، باب الدعاء فی الصلاۃ وبعدھا،طبع دارالکتب العلمیة،بیروت)(رقم الحدیث:۱۶۹۷۱-۱۶۹۷۲)**

(۳) **عن عائشة رضی اللّٰہ تعالٰی عنھا قالت:کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا سلم لایقعد إلا مقدارما یقول:" اَللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ،وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالاِکْرَام"(الجامع للترمذی،رقم الحدیث:۲۹۸، باب مایقول إذا سلم:۶۶/۱)**

نماز کے بعد ''اللّٰھم أنت السلام''میں بعض الفاظ کی زیادتی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ!

فرض نماز کے بعد ''اَللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلاَمُ وَمِنْکَ السَّلاَمُ'' میں ''حینا ربنا وأدخلنا دار السلام'' کی زیادت کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: عبداللہ تورڈھیر، صوابی)

الجواب

چوں کہ یہ زیادت احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ میں نہیں پائی گئی ہے، (۱) البتہ فقہاء کرام نے اس کو ذکر کیا ہے، (۲) لہٰذا ماثور پر اکتفا کرنا اور زیادت پر اعتراض نہ کرنا اعتدال ہے۔ وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۵۸) ☆

(۱) عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها قالت: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم إذا سلم لم یقعد إلا مقدار مایقول ''اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والإکرام''. رواه مسلم. (کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعدالصلاة وبیان صفته، ص: ۲۳۵، رقم الحدیث: ۵۹۲، بیت الأفکار، انیس)

وعن ثوبان رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم إذا انصرف من صلوٰته، استغفر ثلاثًا، وقال: '' اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والإکرام''. (رواه مسلم) (کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعدالصلاة وبیان صفته، ص: ۲۳۵، رقم الحدیث: ۵۹۱، بیت الأفکار، انیس)) (مشکوٰة المصابیح، باب الذکر بعد الصلاة، الفصل الأول: ۱/۸۸، رقم الحدیث: ۹۶۱، انیس)

(۲) قال العلامة الشرنبلالی: بعد الفرض القیام إلی أداء السنة التی تلی الفرض متصلاً بالفرض مسنون غیرأنه یستحب الفصل بینهما کماکان علیه السلام إذا سلم یمکث قدرما یقول '' اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام وإلیک یعود السلام تبارکت یا ذا الجلال والإکرام''.

وقال الطحطاوی تحت (قوله: وإلیک یعود السلام) قال فی شرح المشکوٰة عن الجزری: وأما ما یزاد بعد قوله و منک السلام من نحوو إلیک یرجع السلام فحینابالسلام ربنا وأدخلنا دارالسلام فلا أصل له، بل مختلق بعض القصاص. (مراقی الفلاح مع الطحطاوی، فصل فی صفة الأذکاربعد الصلاة، ص: ۱۷۰)

☆ نماز کے بعد ''اللّٰھم أنت السلام'' الخ کس طرح پڑھا جائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ! نماز کے بعد جب امام ''اللّٰھم أنت السلام'' پڑھتا ہو تو کس طرف رخ کرے، نیز یہ دعا ہے، یا نہیں؟ بعض لوگ اسے دعا نہیں کہتے، جواب سے نواز کر ممنون فرمائیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: شاد محمد کوہاٹ......۲۸/محرم/۱۴۰۱ھ)

الجواب

''اللّٰھم أنت السلام'' إلخ، ایک ذکر ہے دعا نہیں ہے، اس ذکر کے کرتے وقت ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے، پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہیئت اجتماعی سے یہ ذکر ''اللّٰھم أنت السلام'' نہیں کیا ہے؛ بلکہ انفرادی طور پر کیا ہے، ==

فرض نماز کے بعد طویل دعا، یا ’’اللّٰهم أنت السلام‘‘ کی مقدار کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے بعد امام، یا مقتدی کا بیٹھ کر طویل دعا کا کیا حکم ہے، جب کہ روایات میں صرف مقدار ’’اللّٰهم أنت السلام‘‘ آیا ہے، کیا اس سے زیادہ بیٹھنا جائز نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: نامعلوم......۱۶/۴/۱۹۷۴ء)

الجواب

ذکر بعد المکتوبات کی مقدار حسب تصریح فقہا کرام قدر ’’اللّٰهم أنت السلام‘‘ یا معمولی کم وبیش ہے؛ کما فی ردالمحتار: ۴۹۵/۱ :**وقول عائشة رضی الله تعالٰی عنها ’’بمقدار‘‘ لا يفيد أنه كان يقول ذلک بعينه بل كان يقعد بقدر مايسعه ونحوه من القول تقريباً فلا ينافی ما فی الصحيحين من ’’أنه صلی الله تعالٰی عليه و سلم كان يقول فی دبر كل صلاة مكتوبةً: ’’لا إله إلا الله‘‘ إلخ.** (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۴۵)

نمازوں کے بعد ’’سبحان الله، الحمد لله، لا إله إلا الله‘‘ پڑھنا:

سوال: نمازوں کے بعد ’’سبحان الله، الحمد لله، لا إله إلا الله أكبر‘‘ پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب

آپ نے ’’سبحان الله، الحمد لله لا إله إلا الله، الله أكبر‘‘ لکھا ہے، حدیث میں ہے کہ (قرآن مجید کے بعد) یہ چار کلمات سب سے افضل ترین کلمات ہیں۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۴۹۹)

== لہٰذا ہر شخص انفرادی طور سے روبہ قبلہ ہو کر کیا کرے۔ (عن ثوبان رضی الله عنه قال: كان رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم إذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثاً وقال: ’’أللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام‘‘. (رواه مسلم) (كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعدالصلاة وبيان صفته، ص: ۲۳۵، رقم الحديث: ۵۹۱، بيت الأفكار، انيس) (مشكوٰة المصابيح، باب الذكر بعد الصلاة، الفصل الأول: ۸۸/۱، رقم الحديث: ۹۶۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۶۲)

(۱) ردالمحتار هامش الدرالمختار، قبيل فصل فی القراء ة: ۳۹۱/۱ (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: هل يفارقه الملكان؟ انيس)

(۲) عن سمرة بن جندب قال: قال رسول الله صلی الله عليه و سلم: ’’أفضل الكلام أربع: سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر‘‘. وفی رواية: ’’أحبّ الكلام إلی الله أربع: سبحان الله والحمد لله ولا إله إلاّ الله والله أكبر ’’لايضرّک بأيهنّ بدأت‘‘. (رواه مسلم) (كتاب الدواب، باب: كراهية التسمية بالاستماع القبيحة ونافع ونحوه، ص: ۸۸۴، رقم الحديث: ۲۱۳۶، بيت الأفكار، انيس) (مشكوٰة: ۲۰۰، باب ثواب التسبيح والتحميد والتهليل والتكبير، الفصل الأول). (صحيح البخاری، كتاب الإيمان والنذر، باب: إذا قال: والله لا أتكلم اليوم، ص: ۱۲۷۵، رقم الحديث: ۲۲۹۴، بيت الأفكار، انيس)

بعد نماز ''لا إلٰه إلا اللّٰه'' بلند آواز سے کہنا کیسا ہے:

سوال: بعد جماعت فرضوں کے سلام پھیرتے ہی '' لا إلٰه إلا اللّٰه'' بآواز بلند کہنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ

یہ بھی جائز ہے؛ لیکن خفیہ پڑھنا افضل ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۱۶۹)

ہر فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ جہراً پڑھنا:

سوال: فرضوں کے بعد اکثر لوگ ''لا إلٰه إلا اللّٰه'' زور سے پڑھتے ہیں تین بار، اس کا پڑھنا کیا جائز ہے، یا نہیں؟ اکثر لوگ منع کرتے ہیں۔ فقط

(محمد صدیق خورجوی، ۱۲/ جمادی الاولیٰ/۱۳۵۸ھ)

الجوابــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

ذکر اللہ خاص کر ذکر ''لا إلٰه إلا اللّٰه'' کی حدیث شریف میں بہت فضیلت آئی ہے،(۲) ذکر بلاشبہ آہستہ اور زور سے ہر طرح پڑھنا اور موجب ثواب ہے؛(۳) مگر فرضوں کے بعد خصوصیت سے منع ہے،(۴) بسا اوقات مسجد میں بعض لوگ مسبوق ہوتے ہیں، یا اپنی تنہا نماز میں مشغول ہوتے ہیں اور زور سے ذکر کرنے سے ان کو تشویش لاحق ہوتی ہے؛(۵) اس لیے افضل اور بہتر یہ ہے کہ آہستہ ذکر کیا جائے؛ تاکہ ثواب کا ثواب حاصل ہو اور کسی کو تشویش واذیت بھی نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳۵۸/۵/۲۴ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۲۶۰)

---

(۱) عن المغیرة بن شعبة أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یقول فی دبر کل صلاة مکتوبة: ''لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لا شریک له'' إلخ. (مشکوٰة، باب الذکر بعد الصلاة: ۸۸، ظفیر) (کتاب الصلاة، رقم الحدیث: ۹۶۲، انیس)

(۲) ''عن جابر بن عبداللّٰه یقول: سمعت رسول اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم یقول: ''أفضل الذکر لا إلٰه إلا اللّٰه، وأفضل الدعاء الحمد للّٰه''. (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة: ۲/۱۷۶، سعید) (ح: ۳۳۸۳، انیس)

(۳) ''إن هناک أحادیث اقتضت طلب الجهر، و أحادیث الإسرار والجمع بینهما: بأن ذلک یختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، فالإسرار أفضل حیث خیف الریاء أو تأذی المصلین أو النیام، والجهر أفضل حیث خلا''. (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۶/۳۹۸، سعید) (فرع: هل یکون رفع الصوت بالذکر والدعاء، انیس)

(۴-۵) ''الإصرار علی المندوب یبلغه إلیٰ حد الکراهة، اهـ''. (السعایة، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبیل فی فصل القرآءة: ۲/۲۶۵، سهیل اکیڈمی لاهور)

فرض نماز کے بعد کلمہ بغیر آواز کے پڑھنا:

سوال: فرض نماز پڑھنے کے بعد پہلے جب ہم چھوٹے ہوتے تھے تو نماز کے بعد اونچی آواز سے کلمہ شریف پڑھا جاتا تھا، مگر اب اکثر مسجدوں میں کلمہ شریف بلند آواز سے نہیں پڑھا جاتا، کیا یہ کلمہ شریف پڑھنا جائز ہے، یا کوئی اور چیز پڑھنی چاہیے؟ اگر اور کوئی چیز پڑھنی ہے تو اس کو بھی ساتھ ہی لکھ دیں؟

الجواب

نمازوں کے بعد بہت سے اذکار اور دعائیں منقول ہیں؛(۱) مگر ان کو آہستہ پڑھنا چاہیے، آواز میں آواز ملا کر بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھنا، جس سے نمازیوں کو تشویش ہو، جائز نہیں۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۹۸/۳)

نماز کے بعد لا إله الا اللّٰه پڑھنا:

سوال: فرض نمازوں کے بعد وہیں بیٹھ کر ''لا إله إلا اللّٰه'' بلند آواز سے پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

ھو المصوب

بہ آواز بلند ذکر کر سکتے ہیں، (۳) نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ سے مختلف دعاؤں کا پڑھنا منقول ہے، مثلاً:

(۱) عن أمّ سلمة...رضی اللّٰه عنها...كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صلّى الصبح قال:''اللّٰهم إنّى أسئلک علمًا نافعًا، وعملاً متقبلاً ورزقًا طيبًا''. (عمل اليوم والليلة لابن سنى، ص: ۱۰۰، رقم الحديث: ۱۱۰)(باب ما يقول فى دبر صلاة الصبح، انيس)

عن أبى أمامة قال: ما دنوت من رسول الله صلى الله عليه وسلم فى دبر صلاة مكتوبة ولا تطوع إلاّ سمعته يقول:''اللّٰهم اغفرلى ذنوبى وخطاياى كلها، اللّٰهم انعشنى واجبرنى واهدنى لصالح الأعمال والأخلاق، إنّه لايهدى لصالحها ولا يصرف سيئها إلاّ أنت.((باب ما يقول فى دبر صلاة الصبح، انيس) أيضًا: ۱۰۲، رقم الحديث: ۱۱٤)

(۲) وفى حاشية الحموى عن الإمام الشعرانى: أجمع العلماء سلفًا وخلفًا علٰى استحباب ذكر الجماعة فى المساجد وغيرها إلاّ أن يشوّش جهرهم علٰى نائم أومصل أوقارئ. (ردالمحتار: ٦٦٠/١، مطلب فى رفع الصوت بالذكر). (كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، انيس)

أيضًا: نعم: الجهر المفرط ممنوع شرعًا، وكذا الجهر الغير المفرط إذا كان فيه إيذاء لأحد من نائم أومصل أو حصلت فيه شبهة رياء أولوحظت فى خصوصيات غيرمشروعة. (مجموعة رسائل اللكنوى، سباحة الفكر فى الجهر بالذكر: ٣٤/٣)(الباب الأول فى حكم الجهر بالذكر، انيس)

(۳) عن ابن عباس: أن رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان علٰى عهد النبى صلى الله عليه وسلم وقال ابن عباس: كنت أعلم إذا انصرفوا بذلک إذا سمعته. (صحيح البخارى، كتاب الأذان، باب الذكر بعد الصلاة (رقم الحديث: ٨٤١)

’’اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والإکرام‘‘. (۱)وغیرہ۔

ایک دعامیں’’لا إلٰه إلا اللّٰه‘‘کی صراحت بھی ہے:

أن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم کان یقول فی دبر کل صلاة مکتوبة:لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهوعلیٰ کل شیء قدیر. (صحیح البخاری،کتاب الأذان، باب الذکر بعد الصلاة،رقم الحدیث:٨٤٤)

بشرطیکہ نمازیوں اورسونے والوں اورتلاوت کرنے والوں کواس سے ایذا نہ پہنچتی ہو۔ردالمحتار میں ہے:

وفی حاشیة الحموی عن الإمام الشعرانی:أجمع العلماء سلفاً وخلفاًعلی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها،إلا أن یشوس جهرهم علیٰ نائم أومصل أوقاریٔ .(ردالمحتار:٤٣٤/٢)(۲)

لیکن آہستہ ذکرکرنا بہتر ہے۔حدیث میں ہے:

’’خیر الذکر الخفی‘‘. (۳)

تحریر:محمد مستقیم ندوی۔تصویب: ناصرعلی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱۴۰/۲۔۱۴۱)

ہرنماز کے بعدذکر بالجہر کاالتزام:

سوال: بعدنماز فرض تمام جماعت کامل کرآوازایک کرکے تین مرتبہ’’لا إلٰه إلا اللّٰه‘‘بلندآوازکرکے کہنا پھر ’’رسول اللّٰه‘‘ کہنا باوجوداس کے کہ مسبوق اوردوسرے نمازی نماز پڑھ رہے ہوں،ان کی نماز میں حرج ہورہاہو، اس کوضروری سمجھنااورجوکوئی نہ پڑھے،اس کوبہت براجاننااوراس کوقابل ملامت جاننا یہاں کارواج ہے۔یہ کیساہے؟ کیااس کوضروری کرناچاہیے،یانمازی نماز پڑھ رہے ہوں توترک کردیں؟

الجوا ب———————— حامداً ومصلیاً

کلمہ شریف کاذکر بہت مبارک چیز ہے؛لیکن اس طرح کرناچاہیے کہ جس سے کسی نمازی کی نماز میں تشویش نہ ہو، ورنہ پھر بلندآواز سے کرناممنوع ہوگا۔(کذا فی سباحة الفکرفی الجهربالذکر)(۴)

---

(۱) الصحیح لمسلم،کتاب المساجد،باب استحباب الذکربعد الصلاة وبیان صفته،رقم الحدیث: ٥٩١۔٥٩٢/ سنن الترمذی،أبواب الصلاة، باب ما یقول إذا سلم من الصلاة،رقم الحدیث:٢٩٩۔٣٠٠)

(۲) کتاب الصلاة،باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها،مطلب فی رفع الصوت بالذکر،انیس

(۳) صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق،باب الأذکار،رقم الحدیث: ٨٩٠،قال شعیب الأرناؤط :إسناده ضعیف. مسند أحمد بن حنبل: ١٧٢/١،رقم الحدیث:١٤٧٧۔

(۴) وهنا أحادیث اقتضت طلب الإسراروالجمع بینهما:بأن ذلک یختلف باختلاف أشخاص وأحوال، کما جمع بین الأحادیث الطالبة للجهرو الطالبة للإسراربقراءة القرآن،ولایعارض ذلک حدیث:’’خیر الذکر الخفی‘‘ ==

نیز بعد نماز اس پر مداومت کرنا اور تارک پر ملامت کرنا جو اصرار کی حد میں داخل ہے، نا جائز ہے۔

"الإصرار على المندوب يبلغه إلٰى حد الكراهة" آه. (سعاية)(۱) فقط و اللّٰه سبحانه تعالیٰ أعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۵۹/۵) ☆

نمازوں کے بعد اذکار وغیرہ کا حکم:

سوال: اذکار کی تحقیق اور ان کا خلاصہ کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس مسئلہ کی تحقیق فقیر کی بعض تالیفات (۲) میں مذکور ہے کہ تقریباً سب اذکار ماثورہ (۳) کے صرف نو صیغہ ہیں، غالباً اس کے علاوہ کسی ذکر کا کوئی دوسرا صیغہ نہیں۔ پہلا تسبیح، دوسرا احمد، تیسرا صیغہ تکبیر، چوتھا صیغہ تہلیل، پانچواں صیغہ تفویض او رتوکل کا ہے او رچھٹا صیغہ تعویذ اور التجار اور تحقن کا ہے اور ساتواں حصہ صلوٰۃ؛ یعنی درود شریف

== لأنه حيث خيف الرياء، أو تأذى المصلين أو النيام. وذكر بعض أهل العلم أن الجهر أفضل حيث كلاهما ذكر؛ لأنه أكثر عملاً لتعدى فائدته إلى السامعين، ويوقظ قلب الذاكر". (سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول في حكم الجهر بالذكر، ص: ۱۳، من مجموعة رسائل اللكنوي رحمه اللّٰه تعالٰى: ۴۶۹/۳، إدارة القرآن، كراچی)

(۱) السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة، ذكر البدعات: ۲۶۵/۲، سهيل اكیڈمی لاهور

☆ **تراویح کی دعا اجتماعی طور پر بالجہر پڑھنا:**

سوال: ہمارے یہاں کا معمول ہے کہ تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد امام صاحب زور سے مشہور دعا: "سبحان ذی الملک" الخ پڑھتے ہیں اور مقتدی حضرات بھی زور سے پڑھتے ہیں؛ لیکن گزشتہ رمضان میں، میں نے ایک جگہ عجیب حال دیکھا کہ ہر چار رکعت پر لوگ دعا ضرور پڑھتے ہیں، مگر ہلکی آواز سے تذبذب میں ہوں کہ زور سے پڑھنا درست ہے یا آہستہ سے؟ آخر میں آپ سے رجوع کر رہا ہوں، آپ بتائیں کہ کس طرح پڑھنی چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

تراویح کی دعا آہستہ پڑھنی چاہیے، اس دعا کو اجتماعی طور پر آواز سے پڑھنا سلف سے ثابت نہیں ہے اور قابل ترک ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل: ۳۵۰/۷، کفایت المفتی: ۳۵۰/۳-۳۶۲)

"وقد قالوا: إنهم مخيرون في حالة الجلوس إن شاؤا سبحوا وإن شاؤوا قرأوا القرآن وإن شاؤا صلوا أربع ركعات فرادىٰ وإن شاؤا قعدوا ساكتين. (البحر الرائق، كراتشي: ۶۹/۲) فقط و اللّٰه تعالیٰ أعلم (دینی مسائل اور ان کا حل: ۱۱۷)

(۲) زیادہ امکان ہے کہ اس سے مراد القول الجمیل فی بیان سواء السبیل جو کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تصنیف کردہ ہے، اس پر شاہ صاحب کا حاشیہ ہے، دسویں فصل آداب ذکر اور وعظ گوئی کے بیان میں ہے۔ انیس

(۳) یہ مادی صورت بھی ہوسکتی ہے اور محسوسات بھی اور مستقد مات بھی، ثواب کی ملکیت اس کے علاوہ منہدم رہے گی، ماثورہ حدیث سے ثابت ہوں، بعض صحابہؓ سے بھی۔ (حاشیہ مرتب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی لاہور)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجنا اور آٹھواں صیغہ استغفار کا ہے اور نواں صیغہ ان ادعیہ جامعہ کا ہے کہ وہ ہر ہر مطالب کے لیے باعتبار حاجات اور اوقات کے وارد ہیں، ان صیغوں کے ہر صیغہ کے لیے اجمال اور تفصیل ہے اور ہر صیغہ کے آثار ہیں، جو ذاکر کے نفس میں ظاہر ہوتے ہیں اور ہر صیغہ کے خواص علاحدہ علاحدہ ہیں، جو مطالب حاصل ہونے کے لحاظ سے ہیں اور تفویض اور توکل تاثیر میں تریاق کے مانند ہیں اور ظاہر طور میں تجربہ میں آیا ہے کہ ان کلمات کی برکت سے یاس کی حالت میں حاجت روائی ہوتی ہے اور میرے بعض احباب نے ایک دسواں صیغہ بھی ذکر کیا ہے اور وہ تسمیہ ہے؛ مگر اس فقیر کے نزدیک یہ صیغہ مقصود بالذات نہیں؛ بلکہ یہ صرف وسیلہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے سب اذکار سے نفع حاصل ہوتا ہے، البتہ بعض مقامات میں اس کی خاص تاثیر بھی ہے، مثلاً:

''**بسم اللّٰه الذی لایضر مع اسمه شیء فی الأرض ولا فی السماء**''.(۱)

(یعنی شروع کرتا ہوں اس کے نام سے کہ اس کے نام کی برکت سے کوئی چیز نہ زمین میں اور نہ آسمان میں نقصان پہنچا سکتی ہے۔)

تو اس صورت میں یہ تحقن اور تعویذ کے صیغہ سے ہے اور اس دعا میں حرف با استعاذہ کے ساتھ متعلق ہے کہ جو مقدر ہے تو گویا فی الواقع یہ دعا اس طرح ہے۔

''**أعوذ بسم اللّٰه الذی لایضر**'' إلخ.

یہ تحقیق اس قابل ہے کہ ضرور تسلیم کر لی جاسکے۔(**واللّٰه الهادی إلی سواء الطریق**) (فتاویٰ عزیزی:۴۹۶-۴۹۵) ☆

نمازوں کے بعد کے اذکار:

سوال: ایک صاحب فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی، تینتیس (۳۳) مرتبہ ''**سبحان اللّٰه**''، تینتیس (۳۳) مرتبہ

(۱) أبوداؤد، کتاب الأدب، باب مایقول إذا أصبح، ص: ۵۴۹، رقم الحدیث: ۵۰۸۸، بیت الأفکار/الجامع للترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی الدعاء إذا أصبح وإذا أمسیٰ، ص: ۵۳۶، رقم الحدیث: ۳۳۸۸، بیت الأفکار، انیس

☆ نمازوں کے بعد تسبیح وغیرہ کا حکم:

سوال: پنج وقتی نماز کے بعد تسبیح اور مناجات پڑھنے کے بارے میں کیا ارشاد ہوتا ہے۔

الجواب

نماز صبح کے بعد ''**لا إله إلا اللّٰه الملک الحق المبین**'' سو مرتبہ پڑھنا چاہیے اور نماز ظہر کے بعد اگر فرصت ہو تو ''**حسبی اللّٰه ونعم الوکیل**''، پانچ سو مرتبہ پڑھنا چاہیے اور اگر فرصت نہ ہو تو پچیس مرتبہ پڑھنا چاہیے اور نماز عصر کے بعد تسبیح فاطمی مشہور ہے، پڑھنا چاہیے اور نماز مغرب کے بعد ''**سبحان اللّٰه والحمد للّٰه**'' پانچ سو مرتبہ پڑھنا چاہیے اور نماز عشا کے بعد درود شریف چاہیے، کوئی درود شریف ہو سو مرتبہ مدینہ منورہ کی طرف رخ کر کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک کو حاضر و ناظر خیال کر کے پڑھنا چاہیے۔ (ماخوذ از رسالہ فیض عام) (فتاویٰ عزیزی:۴۹۶)

"**الحمد للّٰہ**"، چونتیس (۳۴) مرتبہ "**اللّٰہ أکبر**" پڑھنے کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ عمل نبی کریم سے ثابت نہیں، لہذا اس قسم کے ذکر سے پرہیز کرنا چاہیے، سنت ہونے کے لیے حدیث فعلی کا ہونا ضروری ہے؛ اس لیے کہ جو کام خود آپ نے نہ کیا ہو، آپ دوسروں کو اس کا حکم کیسے دے سکتے ہیں؟ (عبدالمجید، یاقوت پورہ)

الجواب

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا:

"جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، موت کے سوا کوئی چیز اس کے داخل بہشت ہونے میں مانع نہیں ہے"۔(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے:

"جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، دوسری نماز تک اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائیں گے"۔(۲)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول اہل ثروت تو آگے بڑھ گئے؛ کیوں کہ جو ہم کہتے ہیں، وہ بھی کہتے ہیں اور مزید وہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں اور ہم نہیں کر پاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو اپنے اوپر سبقت لے جانے والوں سے بھی آگے بڑھ جاؤ اور وہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد ۳۳/دفعہ "**سبحان اللّٰہ**"، ۳۳/دفعہ "**الحمدللّٰہ**"، ۳۴/دفعہ "**اللّٰہ أکبر**" کہنے کا ذکر ہے"۔(۳)

(۱) دیکھئے: کنز العمال، رقم الحدیث: ۲۵۶۹-۲۵۷۰، باب فضائل آیة الکرسي، الأذکار۔ محشی

(من قرأ آیة الکرسی دبر کل صلاة لم یمنعه من دخول الجنة إلا الموت. (کنز العمال عن علی ورواه النسائی فی السنن الکبریٰ، ثواب من قرأ آیة الکرسی دبر کل صلاة (ح: ۹۸۴۸)/ وکذا فی عمل الیوم واللیلة، ثواب من قرأ آیة الکرسی دبر کل صلاة (ح: ۱۰۰)/ الدعاء للطبرانی، باب منه (ح: ٦٧٥)/ المعجم الأوسط، من بقیة من أول إسمه میم (ح: ۸۰٦۸) عن أبی أمامة بلفظ: من قرأ آیة الکرسی دبر کل صلاة مکتوبة لم یمنعه من دخول الجنة إلا أن یموت. وابن السنی عن علی رضی الله عنه، نوع آخر (ح: ۱۲۵) انیس)

(۲) دیکھئے: کنز العمال، رقم الحدیث: ۲۵٦٤، باب فضائل آیة الکرسي، الأذکار۔ محشی

(من قرأ فی دبر کل صلاة مکتوبة آیة الکرسی حفظ إلی الصلاة الأخریٰ ولا یحافظ علیها إلا نبی أو صدیق أو شهید. (کنز العمال عن أنس وکذا رواه البیهقی فی شعب الإیمان، تخصیص آیة الکرسی بالذکر (ح: ۲۱۷۵) انیس)

(۳) عن أبی ذر قال: یا رسول اللّٰه: ذهب أهل الأموال والدثور بالأجر یقولون کما نقول وینفقون کما ننفق، قال لی: إلا أخبرکم بأمر إذا فعلتموه أدرکتم من قبلکم وفتم من بعدکم تحمدون اللّٰه فی دبر کل صلاة وتسبحونه وتکبرونه ثلاثا وثلاثین وثلاثا وثلاثین وأربعا وثلاثین. (سنن ابن ماجة: ٦٦/۱، رقم الحدیث: ۹۲۷، باب ما یقال بعد التسلیم، نیز دیکھئے: الجامع للترمذي، رقم الحدیث: ٤۱۰، باب ما جاء في التسبیح في أدبار الصلاة، انیس)

ترمذی شریف میں بھی نماز کے بعد کے اذکار مذکور ہیں، (۱) حدیث کی دیگر کتابوں میں بھی ان اوراد کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ (۲)

قاعدہ یہ ہے کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہو، اس سے زیادہ اہمیت اس سنت کی ہوتی ہے، جس کی فضیلت واہمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے بیان کی ہو؛ کیوں کہ اگر کوئی بات صرف آپ کے فعل سے ثابت ہو تو اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ یہ شاید آپ کے ساتھ مخصوص ہو، یا آپ نے یہ فعل کسی خاص وجہ سے کیا ہو؛ لیکن جب آپ نے کسی بات کا حکم دیا ہو تو اس سے ظاہر ہے کہ یہ حکم آپ کے ساتھ خاص نہیں، امت سے بھی متعلق ہے؛ اس لیے جو بات حدیث قولی سے ثابت ہو، محدثین کے یہاں وہ اور زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے، البتہ یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ عدم ذکر عدم وجود کی دلیل نہیں؛ یعنی اگر کسی چیز کا ذکر نہ آیا ہو تو اس بات کی دلیل نہیں کہ اس کا ثبوت ہی نہیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اوراد کی فضیلت اور تاکید بیان کی ہے تو ضرور ہے کہ آپ نے خود بھی ان پر عمل کیا ہوگا، یہ سمجھنا درست نہیں کہ چوں کہ عام طور پر کتابوں میں خود آپ کے پڑھنے کی صراحت منقول نہیں؛ اس لیے آپ نے اسے پڑھا ہی نہیں ہے، بہر حال ان اوراد کو پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱۰۳/۳-۱۰۶)

فجر کی نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کا جہراً تسبیحات پڑھنا:

سوال: ہمارے محلّہ کے آدمی چوں کہ کاروبار میں رہتے ہیں، محلّہ کی جامع مسجد میں ہر وقت پابندی سے نماز جماعت میں شریک نہیں ہو پاتے، صرف نماز فجر میں سب شریک ہوتے ہیں؛ اس لیے جماعت نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام صاحب مع مقتدیوں کے جہراً تسبیح درود شریف ”**سبحان اللّٰہ وبحمدہ، صلی اللّٰہ علٰی سیدنا محمد صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم، استغفر اللّٰہ**“ بلاناغہ ہمیشہ فجر کی نماز کے بعد پڑھتے ہیں، امام صاحب

(۱) عن ابن عباس قال: جاء الفقراء إلى رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ علیہ وسلم فقالوا یا رسول اللّٰہ: إن الأغنیاء یصلون كما نصلي ویصومون كما نصوم ولهم أموال یعتقون ویتصدقون قال: فإذا صلیتم فقولوا: سبحان اللّٰہ ثلاثا وثلاثین مرة والحمدللّٰہ ثلاثا وثلاثین مرة واللّٰہ أكبر أربعا وثلاثین مرة ولا إله إلا اللّٰہ عشر مرات فإنكم تدركون به من سبقكم ولا یسبقكم من بعدكم. (الجامع للترمذي، رقم الحدیث: ٤١٠، باب ماجاء في التسبیح في أدبار الصلاة، انیس)

(۲) عن أبي ذر قال: قیل للنبی صلى اللّٰہ علیہ وسلم -وربما قال سفیان قلت: یا رسول اللّٰہ- ذهب أهل الأموال والدثور بالأجر یقولون كما نقول وینفقون ولا ننفق قال لی: ألا أخبركم بأمر إذا فعلتموه أدركتم من قبلكم وفتم من بعدكم، تحمدون اللہ فی دبر كل صلاة وتسبحونه وتكبرونه ثلاثا وثلاثین وثلاثا وثلاثین وأربعا وثلاثین. (سنن ابن ماجة: ٦٦/١، رقم الحدیث: ٩٢٧، باب مایقال بعد التسلیم/سنن النسائي، رقم الحدیث: ١٣٥٠، باب نوع آخر من عدد التسبیح، انیس)

سے پوچھا گیا تو موصوف نے جواب دیا کہ ہم ہمیشہ حصول ثواب وبرکت کے لیے پڑھتے ہیں، اگرچہ ایسا پڑھنا فرض وواجب میں سے نہیں ہے، نیز درود وغیرہ پڑھنے کے وقت ہم ہمیشہ پیچھے آنے والے مصلیوں کا خیال رکھتے ہیں؛ یعنی اگر مصلی حالت نماز میں ہیں تو ہم آہستہ پڑھتے ہیں، ورنہ جہراً۔ اب ایسا فجر کے بعد پڑھنا جائز ہے، یا منع ہے؟ نیز ایسا پڑھنے میں کوئی قباحت ہے، یا نہیں؟

الجو اب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نماز فجر کے بعد درود شریف، ذکر تسبیح، استغفار سب کچھ درست ہے، اگر دوسروں کو تشویش نہ ہو تو جہراً بھی درست ہے، (۱) مگر اس میں کسی کو مجبور نہ کیا جائے، امام صاحب کا جب تک دل چاہے پڑھتے ہیں، مقتدی جس کا دل چاہے بیٹھ کر، جب تک چاہے پڑھتا رہے اور جس کو کوئی کام کرنا ہو، اس کو اختیار رہے کہ اپنا کام کرے، مجبور کسی کو نہ کیا جائے، اگر کوئی چلا جائے تو اس پر ناراض نہیں ہونا چاہیے۔

دعا میں اصل اخفاء ہے: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾ (۲) تعلیم مقصود ہو، یا کوئی اور دینی مصلحت ہو تو جہراً بھی درست ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حسب مصالح دونوں طرح دعا ثابت ہے۔ (۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۱/۵-۶۶۲)

ہر نماز کے بعد درود شریف جہراً پڑھنا:

سوال: کشمیر میں نماز فجر اور عصر کے بعد درود شریف پڑھتے ہیں، وہ پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟

---

(۱) إن هنا أحاديث اقتضت طلب الجهر وأحاديث اقتضت طلب الإسرار والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذى المسلمين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر؛ لأنه أكثر عملاً، والتعدى فائدته إلى السامعين" آه. (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۹۸/۶، سعيد) (فرع: هل يكره رفع الصوت بالذكر والدعاء؟ انيس)

(۲) سورة الأعراف: ۵۵، انيس

(۳) وعن المغيرة بن شعبة رضى الله تعالىٰ عنه أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يقول فى دبر كل صلاة مكتوبة: "لا إله إلا الله وحده لاشريك له، له الملك، وله الحمد، وهو علىٰ كل شيء قدير، اللّٰهم! لامانع لما أعطيت، ولا معطى لما منعت، ولاينفع ذا الجد منك الجد". (متفق عليه) (صحيح البخارى، كتاب الأذان، باب: الذكر بعد الصلاة، ص: ۱۷۲، رقم الحديث: ۸۴۴، بيت الأفكار / الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب: استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، ص: ۲۳۵، رقم الحديث: ۵۹۴، انيس) / (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوٰة، باب الذكر بعد الصلوٰة، الفصل الأول، ص: ۸۸، رقم الحديث: ۹۶۲، قديمى)

الجو اب ــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جو درود شریف نماز میں پڑھا جاتا ہے، اس کو پڑھنا فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشا ہر نماز کے بعد؛ بلکہ ہر وقت دن رات میں درست ہے؛ (۱) لیکن جب لوگ نماز میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھیں، جس سے کسی کی نماز میں خلل نہ آئے، ورنہ ہلکی آواز سے بھی پڑھ سکتے ہیں اور کسی کو مجبور نہ کریں، ترغیب دینے میں مضائقہ نہیں ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۲/۵-۶۶۳) ☆

---

(۱) قال اللّٰہ عزوجل: ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلاَئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (سورة الأحزاب: ٥٦)

"عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من صلى علي واحدةً، صلى الله عليه عشرًا". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعد التشهد: ١٧٦/١، رقم الحديث: ٤٠٨، قديمي)/(أبو داؤد، كتاب الوتر، باب في الاستغفار، ص: ١٨١، رقم الحديث: ١٥٣٠، بيت الأفكار/سنن النسائي، باب الفصل في الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم: ٥٧/٢، رقم الحديث: ١٢٩٥، انيس)

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم علي الصلوة". (جامع الترمذي، أبواب الوتر، باب ماجاء في فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم: ١١٠/١، سعيد) (رقم الحديث: ٤٨٤، انيس)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے! كتاب الأذكار للنووي، كتاب الصلوٰة علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم: ١٥٣، مكتبة دار البيان دمشق.

(۲) (الإصرار على المندوب يبلغه إلىٰ حد الكراهة" آه. (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القرآءة: ٢٦٥/٢، سهيل اکیڈمی لاهور)

"قال الطيبي: وفيه: من أصر علىٰ أمر مندوب، وجعله عزمًا، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب من الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر علىٰ بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد (رقم الحديث: ٩٤٦) ج: ٣/ص: ٣١، رشدية)

☆ نماز کے بعد کی تسبیحات (اور صوم عرفہ) مستحب ہیں:

مسئلہ: بعد نماز کے تسبیح، تحمید، تکبیر مستحب ہے اور صومِ عرفہ بھی مستحب ہے، سنت موکدہ نہیں، شاہ عبد العزیز کے کلام کی مجھ کو خبر نہیں، سب کتب فقہ میں مستحب لکھا ہے۔ ((والكلام على ثلاثة مراتب: مستحب) أي المرتبة الأولى: مستحب (كالتسبيح) وهو أن يقول: سبحان الله (والتحميد) وهو أي يقول: الحمدلله (والتكبير) وهو أي يقول: الله أكبر (والصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم) وهو أي يقول: اللهم صل على سيدنا محمد وعلى آل سيدنا محمد وسلم ورضي الله عن أصحاب رسول الله أجمعين. (منحة السلوك في شرح تحفة الملوك: ٤٨٢/١، وزارة الأوقاف قطر. انيس)

(مجموعہ فرخ آباد، ص: ۱۹) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۷۶)

نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی اور ان کی تعداد:

سوال: نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی کا کیا حکم ہے؟ اور کیا صرف فجر اور عصر کے بعد ہی تسبیح فاطمی پڑھنی چاہیے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دس دس دفعہ ''سبحان الله، الحمد لله'' اور ''الله أكبر'' کہے اور بعض حضرات ۳۳/۳۳ دفعہ ''سبحان الله، الحمد لله'' اور ''الله أكبر'' کو بتاتے ہیں۔

(عبدالرب، بوکی)

الجواب

نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی کا پڑھنا مستحب ہے اور احادیث میں مختلف تعداد منقول ہیں، ایک روایت میں ہر نماز کے بعد دس دس دفعہ ''سبحان الله، الحمد لله'' اور ''الله أكبر'' کی تلقین کی گئی ہے، (۱) حضرت ابوذر کی روایت میں ۳۳/۳۳ دفعہ ''سبحان الله، الحمد لله'' ۳۴/دفعہ ''الله أكبر'' کہنے کا ذکر آیا ہے، (۲) اور حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ان کے علاوہ مزید دس دفعہ ''لا إلٰه إلا اللّٰه'' پڑھنے کا بھی ذکر ہے۔ (۳) مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ نے شرح ترمذی میں اور بھی روایتیں نقل کی ہیں، جس میں مختلف تعداد مذکور ہیں، ان روایتوں کو سامنے رکھ کر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حدیثوں میں جو تعداد مروی ہے، ان میں سے کسی بھی تعداد میں ان اذکار کا پڑھ لینا کافی ہے؛ تاہم یہ بات ظاہر ہے کہ جتنی زیادہ تعداد ہوگی، اسی نسبت سے اجر وثواب بھی زیادہ ہوگا۔

(۱) عن عبدالله بن عمرو عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: خصلتان أو خلتان لا يحافظ عليهما عبد مسلم إلا دخل الجنة هما يسير ومن يعمل بهما قليل، يسبح فى دبر كل صلاة عشرا ويكبر عشرا فذلك خمسون ومائة باللسان وألف وخمس مائة فى الميزان ويكبر أربعا وثلاثين إذا أخذ مضجعه ويحمد ثلاثا وثلاثين ويسبح ثلاثا وثلاثين فذلك مائة باللسان وألف فى الميزان. (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۵۰۶۵، باب في التسبيح عند النوم، انيس)

(۲) عن أبى ذر قال: قيل للنبى صلى الله عليه وسلم -وربما قال سفيان قلت: يا رسول الله- ذهب أهل الأموال والدثور بالأجر يقولون كما نقول وينفقون ولا ننفق قال لى: ألا أخبركم بأمر إذا فعلتموه أدركتم من قبلكم وفتم من بعدكم، تحمدون الله فى دبر كل صلاة وتسبحونه وتكبرونه ثلاثا وثلاثين وثلاثا وثلاثين وأربعا وثلاثين. (سنن ابن ماجة، حدیث نمبر: ۹۲۷، باب ما يقال بعد التسليم، انيس)

(۳) (عن ابن عباس قال: جاء الفقراء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا يا رسول الله: إن الأغنياء يصلون كما نصلي ويصومون كما نصوم ولهم أموال يعتقون ويتصدقون قال: فإذا صليتم فقولوا: سبحان الله ثلاثا وثلاثين مرة والحمدلله ثلاثا وثلاثين مرة والله أكبر أربعا وثلاثين مرة ولا إله إلا الله عشر مرات فإنكم تدركون به من سبقكم ولا يسبقكم من بعدكم (الجامع للترمذى، حدیث نمبر: ۴۱۰، باب ما جاء في التسبيح في أدبار الصلاة، انيس)

چونکہ نمازوں کے بعد ان تسبیحات کا پڑھنا بھی احادیث میں منقول ہے اور حدیث میں یہ بات بھی آئی ہے کہ فرض کے بعد آپ سنت کے لیے جلدی اٹھ جایا کرتے تھے؛(۱) اس لیے حنفیہ نے ان دونوں حدیثوں میں اس طرح تطبیق پیدا کی ہے کہ فجر وعصر میں جن کے بعد سنت نہیں ہے، فرض نماز سے متصل تسبیحات پڑھی جائیں اور ظہر، مغرب اور عشا کی نمازوں میں چوں کہ نمازوں کے بعد سنتیں ہیں؛ اس لیے پہلے سنتیں ادا کرلی جائیں، پھر تسبیحات پڑھی جائیں؛ تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہوجائے۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۰۸-۱۰۹)

تسبیحات فاطمی کی فضیلت:

سوال: میں نے ایک حدیث میں پڑھا ہے کہ ۳۳/مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳/مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴/مرتبہ اللہ اکبر، مطلب یہ ہے کہ سودانوں کو یہ تسبیح، جو شخص روزانہ صبح فجر کے وقت اور عشا کی نماز کے بعد، یا ہر نماز کے بعد پڑھے گا تو قیامت کے دن، اس کا مرتبہ بہت ہی بلند ہوگا؟

الجواب

آپ نے صحیح لکھا ہے، یہ کلمات وتسبیحات فاطمی کہلاتے ہیں؛ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سکھائے تھے، حدیث میں ان کے بہت سے فضائل آئے ہیں، (۲) جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدنی قدس سرہ کے رسالے ''فضائل ذکر'' میں جمع کردیئے گئے ہیں، یہ پاکیزہ کلمات ہر نماز کے بعد اور رات کو سوتے وقت بڑے اہتمام سے پڑھنے چاہییں۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۵۰۷)

تسبیحات فاطمی نہ پڑھنا:

سوال: ایک شخص فجر اور عصر کی نماز کے بعد والی تسبیح مسنونہ صحیح طور پر نہیں پڑھتا؛ بلکہ بہت جلد منہ بند کر کے انگلیوں کو حرکت دے کر، امام اور مقتدیوں کی تسبیح ختم ہونے سے پہلے، دعا مانگ کر چلا جاتا ہے، ان کا یہ فعل مقتدیوں کو بہت برا معلوم ہوتا ہے، یہ عادت غلط ہے، یا نہیں؟

---

(۱) عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إذا سلم لا یقعد إلا مقدار مایقول: اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تبارکت ذا الجلال والإکرام. (الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۲۹۸، باب ما یقول إذا سلم من الصلاة، انیس)

(۲) عن کعب ابن عجرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: معقبات لایخیب قائلهن أوفاعلهن دبر کل صلٰوة مکتوبة، ثلاث وثلاثون تسبیحة وثلاث وثلاثون تحمیدة، وأربع وثلاثون تکبیرة. (الصحیح لمسلم: ۲۱۹/۱، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاة وبیان صفته، رقم الحدیث: ۵۹۵، انیس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

یہ تسبیحات سنن مؤکدہ نہیں کہ ان کے تارک پر عتاب کیا جائے؛ بلکہ یہ مستحب ہے، جو شخص ان کو مستحب طریقہ پر پڑھے گا اجر وخیر حاصل کرے گا، نہیں پڑھے گا تو محروم رہے گا؛ تاہم گنہگار نہیں ہوگا، (۱) نمازی اس سے نفرت نہ کریں، برا نہ کہیں محبت و ہمدردی سے سمجھائیں، ترغیب دیں۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۶/۵-۶۶۷)

نمازوں کے بعد تسبیح:

سوال: میں فرض نماز پڑھنے کے بعد تسبیح فاطمہ؛ یعنی: "**سبحان اللّٰه، الحمد للّٰه، اللّٰه أكبر**" پڑھا کرتی تھی، ہمارے ابا جان نے یہ کہا کہ یہ تسبیح صرف فجر اور عصر میں پڑھنی چاہیے؛ مگر ہمارے استاد صاحب نے بتایا کہ ہر فرض کے بعد یہ تسبیح پڑھی جائے، آپ اس مشکل کا حل بتائیں؟ (عائشہ فردوس، گلبرگہ)

الجوابـــــــــــــــــــــــ

احادیث میں مطلقاً نمازوں کے بعد تسبیحات پڑھنے کا ذکر آیا ہے، کسی خاص نماز کی تخصیص نہیں، (۳) اور یہ بھی

---

(۱) عن كعب ابن عجرة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: "معقبات لايخيب قائلهن أوفاعلهن دبر كل صلوٰة مكتوبة: ثلاث وثلاثون تسبيحةً، وثلاث وثلاثون تمحيدةً، وأربع وثلاثون تكبيرةً". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۲۱۹/۱، رقم الحديث: ۵۹۵، قديمى)

"ويستحب أن يستغفر ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسى والمعوذات، ويسبح ويحمد ويكبر ثلاثاً وثلاثين، ويهلل تمام المائة، ويدعوويختم بسبحان ربک". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعيد)

(۲) عن تميم الدارى رضى اللّٰه عنه أن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال: "الدين النصيحة" قلنا: لمن؟ قال "للّٰه ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم...". قال النووى: "وأما نصيحة عامة المسلمين وهم من عداولاة الأمر، فإرشادهم لمصالحم فى آخرتهم و دنياهم وكف الأذى عنهم، فيعلمهم مايجهلونه من دينهم، ويعينهم عليه بالقول والفعل... وأمرهم بالمعروف ونهيهم عن المنكر برفق وإخلاص والشفقة عليهم وتوقير كبيرهم ورحمة صغيرهم... والنصيحة لازمة علىٰ قدرالطاقة إذا علم الناصح أنه يقبل نصحه و يطاع أمره وأمن علىٰ نفسه المكروه، فإن خشى أذى فهوفى سعة. واللّٰه أعلم: ۵۴/۱، قديمى) (الصحيح لمسلم مع شرحه للنووى، كتاب الإيمان، باب أن الدين النصحية، انيس)

(۳) عن ابن عباس قال: جاء الفقراء إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقالوا يا رسول اللّٰه: إن الأغنياء يصلون كما نصلى ويصومون كما نصوم ولهم أموال يعتقون ويتصدقون قال: فإذا صليتم فقولوا: سبحان اللّٰه ثلاثا وثلاثين مرة والحمدللّٰه ثلاثا وثلاثين مرة واللّٰه أكبر أربعا وثلاثين مرة ولا إله إلا اللّٰه عشر مرات فإنكم تدركون به من سبقكم ولا يسبقكم من بعدكم. (الجامع للترمذى، عن عبداللّٰه بن عباس، حديث نمبر: ۴۱۰، باب في التسبيح في أدبار الصلاة، انيس)

درست ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہوں؛ یعنی: ظہر، مغرب اور عشا، ان میں سنت کی ادائیگی میں تاخیر کرنا مکروہ ہے؛ اس لیے آپ یوں کریں کہ فجر وعصر میں تو فرض کے بعد ہی تسبیحات پڑھ لیں اور بقیہ نمازوں میں سنتیں ادا کرنے کے بعد ان تسبیحات کو پڑھیں۔ فقہ حنفی کی معروف کتاب کبیری میں ہے:

"... بل يحمل على الإتيان بها بعد السنة ولايخرجها تخلل السنة بينها وبين الفريضة عن كونها بعدها وعقيبها". (۱)(کتاب الفتاویٰ: ۱۰۳/۳)

کیا نماز کے بعد تسبیحات ضروری ہوتی ہیں؟

سوال: ہر نماز کے بعد نماز کی جو دعائیں ہوتی ہیں، مثلاً: دعائے استغفار اور آیت الکرسی وغیرہ پڑھنا ضروری ہوتی ہیں، یا نہیں؟

الجواب

نماز کے بعد اذکار اور آیت الکرسی اور تسبیحات ضروری نہیں، مگر ان کی بڑی فضیلت آئی ہے، ان کا اہتمام کرنا چاہیے، (۲) غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دینا، بڑی محرومی کی بات ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۹۶/۳) ☆

(۱) الكبيرى: ۳۳۱ (پوری عبارت اس طرح ہے: وأما ماورد من الأحاديث فى الأذكار عقيب الصلاة فلا دلالة فيها على الإتيان بها عقيب الفرض قبل السنة طل تحمل على الإتيان بها بعد السنة ولا يخرجها تخلل السنة بينها وبين الفريضة عن كونها بعدها وعقيبها لأن السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن أجنبية منها فما يفعل بعدها يطلق عليه أنه فعل بعد الفريضة وعقيبها،الخ.(الكبيرى شرح منية المصلى،صفة الصلاة: ۳٤۲،بولاق مصر.انيس)

(۲) عن أبى هريرة قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"لأن أقول:سبحان الله والحمد لله ولا إله إلاّ الله والله أكبر أحبّ إلىّ ممّا طلعت عليه الشمس". (مشكوٰة: ۲۰۰)(باب ثواب التسبيح والتحميد والتهليل والتكبير، الفصل الأول (ح: ۲۲۹۵) انيس)

أيضًا:وعن كعب ابن عجرة رضى الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:"معقبات لايخيب قائلهن أو فاعلهن دبر كل صلاة مكتوبة:ثلاث وثلاثون تسبيحة،ثلاث وثلاثون تحميدة،وأربع وثلاثون تكبيرة.(الصحيح لمسلم، كتاب المساجد،باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۲۱۹/۱)(ح: ۵۹۵) انيس)

وفى الدر المختار(۵۳۰/۱) كتاب الصلاة:ويستحب أن يستغفر ثلاثاً،ويقرأ آية الكرسى والمعوذات ويسبح و يحمده ويكبّر ثلاثاً وثلاثين،ويهلل تمام المائة ويدعو،ويختم بسبحان ربك.

☆ **بعد نماز فجر وعصر تسبیحات کا پڑھنا:**

سوال: فجر اور عصر کے بعد تسبیحات کا پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب

حامدًا ومصليًا ومسلمًا: پانچوں نمازوں کے بعد تسبیحات فاطمی پڑھنے کے فضائل احادیث میں بکثرت ==

فرائض وسنن کے درمیان وظیفہ:

سوال: یہاں کے امام صاحب بعد ظہر ومغرب وعشا تھوڑا وظیفہ پڑھ کر دعا مانگا کرتے ہیں، کبھی طویل مانگتے ہیں، اس کے بعد دیر تک وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ مقتدی دو تین رکعت نماز پڑھ سکتے ہیں، اس کے بعد امام صاحب سنت پڑھتے ہیں، ان کو سمجھایا گیا کہ جن نمازوں کے بعد سنت ہیں، مختصر دعا مانگ کر جلد سنت پڑھنا چاہیے؛ مگر وہ اپنی عادت نہیں چھوڑتے، ایسے امام کی اقتدا میں کچھ خرابی تو نہیں؟ فقط

(حاجی سید عبدالماجد، ۱۳/دسمبر/۵۰)

الجو ابـــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصليًا

افضل طریقہ تو یہی ہے کہ فرض نماز کے بعد متصلاً سنتیں پڑھی جائیں؛ لیکن اگر امام صاحب نہیں مانتے تو اصرار

== وارد ہیں، (عن كعب ابن عجرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "معقبات لايخيب قائلهن أوفاعلهن دبر كل صلاة مكتوبة: ثلاث وثلاثون تسبيحة وثلا ث وثلا ثون تحمدية، وأربع وثلاثون تكبيرة". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة، بيان صفته: ۲۱۹/۱، قديمي) (ح: ۵۹۵) انيس) /ويستحب أن يستغفر ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسی والمعوذات، ويسبح ويحمده ويكبر ثلاثاً وثلاثين، ويهلل تمام المائة، ويدعو، ويختم بسبحان ربك. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعيد) البتہ فجر وعصر کے بعد سنت وغیرہ نہیں ہے، اس لیے فوراً پڑھنا مناسب ہے اور بقیہ نمازوں میں فرض کے بعد سنت ہے اور سنت کو فرض کے بعد اولین فرصت میں ادا کرنا اور تسبیح فاطمی کو سنت ونفل کے بعد پڑھنا بہتر ہے، (فی فتاویٰ محمودیہ: (تسبیح فاطمی، معوذتین، آیۃ الکرسی وغیرہ) سنن ونوافل کے بعد افضل ہیں اور جس فرض کے بعد سنن ونوافل نہیں، جیسے! فجر وعصر تو بعد فرض متصلاً افضل ہے۔

عن عائشة قالت: كان النبی صلی اللّٰه عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول: "اللّٰهم أنت السلام، ومنك السلام تباركت ذا الجلال والإكرام". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۲۱۸/۱، قديمی) (ح: ۵۹۲) انيس)

"ويكره تأخير السنة إلا بقدر "اللّٰهم أنت السلام" الخ، قال الحلوانی: لابأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال، قال الحلبی: إن أريد بالكراهة التنزيهية، ارتفع الخلاف، قلت: وفی حفظی حمله على القليلة".

(قوله: ارتفع الخلاف)؛ لأنه إذا كانت الزيادة مكروهة تنزيهًا، كانت خلاف الأولٰى الذی هو معنی: لابأس... لابأس بالفصل بالأوراد: أی القليلة التی مقدار: "اللّٰهم أنت السلام" الخ. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذاأراد الشروع: ۵۳۱/۱، سعيد) (مطلب: هل يفارقه الملكان؟ انيس)

فإن الشيخ ولی اللّٰه الدهلوی رحمه الله يقول بتقديم التسبيحات على السنن والنوافل، لكن ابن الهام رحمه اللّٰه يقول بتقديم السنن على التسبيحات، كذا فی معارف السنن للبنوری، و التعامل على قول ابن الهمام فهو الراجح المختار. (معارف السنن، كتاب الصلاة) والله أعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۱۴۱۷/۱۱/۲۴ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۵۸/۲-۳۵۹)

وتشدد کی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ سنتوں سے پہلے وظیفہ پڑھنا بھی کچھ گناہ نہیں۔

قال العلامة الحصكفي رحمه اللّٰه تعالىٰ: "ويكره تأخير السنة إلا بقدر: "أللّٰهم أنت السلام" الخ. قال الحلواني: لابأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال. قال الحلبي: إن أريد بالكراهة التنزيهة، ارتفع الخلاف؛ لأنه إذا كانت الزيادة مكروهةً تنزيهًا كانت خلاف الأولى الذي هو معنى: لابأس، قلت: وفي حفظي حمله على القليلة... فالكراهة على الزيادة تنزيهة لما علمت من عدم دليل التحريمية" آه. (الدرالمختار والشامي)(۱)

"عن ورّاد مولى المغيرة بن شعبة قال: كتب مغيرة بن شعبة إلىٰ معاوية رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما: أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم كان إذا فرغ من الصلوٰة وسلم قال: لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لاشريك له، له الملك وله الحمد، وهو علىٰ كل شيء قدير، اللّٰهم! لامانع لما أعطيت، ولامعطي لما منعت، ولاينفع ذاالجد منك الجد". (۲) فقط واللّٰه سبحانه تعالىٰ أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۸ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۹/ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۶۳-۲۶۴)

تسبیحات فرائض کے بعد ہیں، یا سنن کے بعد:

سوال: تسبیح فاطمہ، معوذتین، آیۃ الکرسی وغیرہ، وظیفہ پڑھنے کے لیے فرائض کے بعد متصلاً پڑھنا افضل ہے، یا سنن ونوافل سے فارغ ہوکر؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

سنن ونوافل کے بعد افضل ہے اور جس فرض نماز کے بعد سنن ونوافل نہیں، جیسے فجر وعصر تو بعد فرض متصلاً افضل ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۶۴)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۵۳۰، سعيد) (مطلب: هل يفارقه الملكان؟ انيس

(۲) الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۱/۲۱۸، قديمي)/ (صحيح البخاري، باب: الذكر بعد الصلاة (ح: ۸۴۴) بيت الأفكار، انيس) مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: ("نفائس مرغوبة" تصنیف حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ)

(۳) "عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول: "اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام، تباركت ياذاالجلال والإكرام". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۱/۲۱۸، قديمي) (ح: ۵۹۲) انيس) ==

بعد فجر وعصر تسبیحات ودعا میں ترتیب:

سوال: فجر اور عصر کے فرض کے بعد دعا مانگنے سے قبل تکبیر وتحمید، تسبیح وغیرہ ایک سو مرتبہ پڑھنا مستحب ہے، یا دعا مانگنے کے بعد؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

تسبیح، تحمید، تکبیر کے بعد دعا کرنا مستحب ہے۔

"ویسبحون اللّٰہ تعالٰی ثلاثاً وثلاثین، ویحمدونه کذالک، ویکبرونه کذالک...ثم یدعون لأنفسهم وللمسلمین بالأدعیة المأثورة الجامعة...رافعی أیدیهم...ثم یمسحون بها: أی بأیدیهم وجوههم فی آخره" اه. (مراقی الفلاح مختصرًا، ص: ۱۸۳)(۱)

"ویستحب أن یستغفر ثلاثاً، ویقرأ آیة الکرسی والمعوذات، ویسبح ویحمد ویکبر ثلاثاً و ثلاثین، ویهلل تمام المائة، ویدعو ویختم بسبحان ربک". (۲) **فقط واللّٰہ سبحانه وتعالٰی أعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳۵۷/۲/۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۸/صفر/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۵/۵)

نماز کے بعد کی تسبیح صف سے ہٹ کر پڑھنا:

سوال: نماز فجر اور نماز عصر کے بعد جو تسبیح پڑھی جاتی ہے، کوئی شخص اگر تسبیح جماعت سے پیچھے ہٹ کر بیٹھ کر پڑھے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ سنا ہے کہ اس طرح سے بیٹھ کر پیچھے ہٹ کر صف سے پڑھنا افضل ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

وہ شخص محل اعتراض نہیں، اگر صف میں بیٹھ کر تسبیح پڑھنے سے دیکھنے والوں کو احتمال ہو کہ ابھی جماعت ہو رہی ہے، ابھی ختم نہیں ہوئی تو صف سے پیچھے ہٹ کر پڑھنا اس احتمال کو دفع کرنے کے لیے افضل ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۳/۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۶/۵)

== "ویکره تأخیر السنة إلا بقدر "أللّٰهم أنت السلام" الخ، قال الحلوانی: لابأس بالفصل بالأوراد، واختاره الکمال وقال الحلبی: إن أرید بالکراهة التنزیهیة، ارتفع الخلاف. قلت: وفی حفظی حمله علی القلیلة". (الدر المختار)

"(قوله: ارتفع الخلافة)؛ لأنه إذا کانت الزیادة مکروهةً تنزیهًا، کانت خلاف الأولٰی الذی هو معنی: لابأس ... لابأس بالفصل بالأوراد: أی القلیلة التی مقدار: أللّٰهم أنت السلام الخ". (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلٰوة، باب صفة الصلٰوة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۱/۱، سعید) (مطلب: هل یفارقه الملکان؟ انیس)

(۱) حاشیة الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی الأذکار، ص: ۳۱۵-۳۱۷، قدیمی

(۲) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعید

(۳) "ویستحب کسر الصفوف". (الدر المختار) ==

تسبیح کس ہاتھ پر پڑھی جائے:

سوال: فجر اور عصر نمازوں کے بعد پڑھی جانے والی تسبیحِ فاطمی دونوں ہاتھوں پر گنی جاسکتی ہے، یا دائیں ہاتھ کا استعمال ہی ضروری ہے؟ (سبحان محی الدین، ورنگل)

الجواب

چاہے فجر وعصر کے بعد تسبیح پڑھی جائے یا کسی اور موقعہ پر، ان کا ایک ہی حکم ہے، دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں پر پڑھی جاسکتی ہیں، حضرت یسیرہ بنت یاسر رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یامعشر النساء! اعقدن بالأنامل فإنهن مسئولات مستنطقات''. (۱)

(اے خواتین! انگلیوں کے پوروں سے تسبیحات کو شمار کرو کہ ان سے بھی پوچھ ہوگی اور ان کو بھی گویائی عطا کی جائے گی۔)

اس ارشاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں کوئی فرق نہیں فرمایا ہے، البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ!

''آپ وضو، کنگھا کرنے اور جوتا پہننے میں بھی اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ دائیں طرف سے ابتدا کی جائے''۔ (۲)

اس لیے پہلے دائیں ہاتھ کی انگلیوں پر تسبیح پڑھیں اور پھر بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۰۰)

نماز کے بعد کی تسبیحات انگلیوں پر گننا افضل ہے:

سوال: میں نے کہیں یہ مسئلہ پڑھا تھا کہ نماز کے بعد پڑھی جانے والی تسبیح (۳۳/ بار سبحان اللہ، ۳۳/ بار الحمد للہ اور ۳۴/ بار اللہ اکبر) ہاتھ کی انگلیوں پر گن کر پڑھنا مکروہ ہے، گزارش ہے کہ آپ اس سلسلے میں یہ فرمائیں کہ آیا یہ مسئلہ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

درست نہیں! انگلیوں پر تسبیحات کا گننا نہ صرف جائز ہے؛ بلکہ حدیث شریف میں تسبیحات کو انگلیوں پر گننے کا حکم آیا ہے:

عن يُسَيْرَةَ وكانت من المهاجرات قالت: قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: عليكن بالتسبيح والتهليل والتقديس واعقدن بالأنامل فإسنهنّ مسؤلات مستنطقات ولا تغفلن فتنسين الرحمة. (۳)

== ''قوله: (ويستحب كسر الصفوف) ليزول الاشتباه عن الداخل المعاين للكل في الصلاة''. (رد المحتار، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۱/۱، سعيد) (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، انيس)

(۱) الجامع للترمذی: ۵۲۱/۵، رقم الحديث: ۳۴۸۶، باب ماجاء في عقد التسبيح باليد

(۲) سنن النسائی، رقم الحديث: ۵۲۴۲، باب التيامن في الترجل. محشی

(۳) رواه الترمذی (كتاب الدعوات، باب فی فضل التسبيح والتهليل والتقديس، ص: ۵۶۲، ==

ترجمہ: ’’حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا جو ہجرت کرنے والیوں میں سے تھیں، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا کہ تسبیح وتہلیل اور تقدیس کو اپنے اوپر لازم کرلو اور ان کو انگلیوں پر گنا کرو؛ کیوں کہ ان سے سوال کیا جائے گا اور ان کو بلوایا جائے گا اور ذکر سے غفلت نہ کیا کرو، ورنہ رحمت سے بھلادی جاؤ گی‘‘۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/ ۵۰۷-۵۰۸)

بیج وغیرہ پر تسبیحات پڑھنا:

سوال: بیجوں پر، یا پروئی ہوئی تسبیح کے دانوں پر اذکار واوراد پڑھنا درست ہے، بعض حضرات اس کو بدعت کہتے ہیں؟

(انور محی الدین، گولکنڈہ)

الجواب

بہتر طریقہ تو یہی ہے کہ تسبیحات ہاتھ کی انگلیوں پر پڑھی جائیں؛ تاکہ انگلیاں بھی عبادت میں شریک سمجھی جائیں؛ لیکن اگر بیج، یا پروئی ہوئی مروجہ تسبیح پر اوراد پڑھیں جائیں اور ریا ونمائش مقصود نہ ہوتو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، چناں چہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ!

’’وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاتون کے پاس گئے، ان خاتون نے اپنے سامنے کچھ گھٹلیاں اور کنکریاں رکھی تھیں، جس پر وہ تسبیح پڑھا کرتی تھیں، آپ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا میں تم کو ایک ایسا طریقہ نہ بتاؤں، جو اس سے آسان بھی ہے اور بہتر بھی؟ کہ اس طرح کہو: اللہ نے جتنی چیزیں آسمان میں پیدا کی ہیں، اتنی بار ’’**سبحان الله**‘‘ اور جتنی چیزیں زمین میں پیدا کی ہیں، ان کے برابر ’’**سبحان الله**‘‘ اسی طرح ’’**الحمد لله، الله أكبر**‘‘ اور ’’**لا حول ولا قوة إلا بالله**‘‘. (۱)

ابوداؤد اور ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بیج یا پروئے ہوئے دانے پر تسبیح پڑھنا درست ہے؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا، علامہ شامیؒ نے پروئی ہوئی تسبیح کے بارے میں لکھا ہے:

’’**ولا يزيد السبحة علىٰ مضمون هذا الحديث إلا بضم النوى في خيط، ومثل ذلك لا يظهر تأثيره في المنع**‘‘. (رد المحتار: ۲/ ۴۲۱) (۲)

’’وہ اسی حدیث کے مطابق ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ اسے دھاگے میں پرودیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی وجہ ممانعت نہیں‘‘۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/ ۱۰۶-۱۰۷)

== رقم الحديث: ۳۵۸۳، بيت الأفكار، انيس) وأبوداؤد (كتاب الوتر، باب التسبيح بالحصىٰ، ص: ۱۷۹، رقم الحديث: ۱۵۰۱، بيت الأفكار، انيس) / مشكوٰة، ص: ۲۰۲ (كتاب الدعوات، باب ثواب التسبيح والتحميد والتهليل والتكبير، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۲۳۱۶، انيس)

(۱) سنن أبي داؤد، رقم الحديث: ۱۵۰۰، باب التسبيح بالحصى، كتاب الوتر / الجامع للترمذي، رقم الحديث: ۳۵۵۴، باب ثواب: سبحان الله عدد خلقه. محشي

(۲) كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: الكلام علىٰ اتخاذ المسبحة، انيس

فرض کے بعد آیۃ الکرسی:

سوال: امام کو بعد نماز فرض کس قدر مقدار سے ''آیۃ الکرسی'' پڑھتے رہنا چاہیے، امام دیر تک بیٹھا پڑھتا رہے، کیا مقتدی کو اس کی پیروی لازم ہے، یا دعا پڑھ کر سنت میں مشغول ہو جاوے؟

الجواب

بعد فرض کے قبل سنت اگر ''آیۃ الکرسی، وتسبیحات بعد الصلوٰۃ'' وغیرہ اوراد مختصرہ پوری کر کے سنت پڑھے تو کچھ حرج نہیں ہے اور وقت کی کچھ مقدار معین نہیں ہے؛ لیکن زیادہ تاخیر نہ کرے، (۱) اگر زیادہ اوراد پڑھنے ہوں تو بعد سنت کے پورا کر لیوے، یہ بہتر ہے اور امام اگر دیر تک بیٹھا پڑھتا رہے تو مقتدیوں کو اس کا اتباع لازم نہیں ہے، ان کو اختیار ہے کہ وہ خواہ فوراً، یا کچھ پڑھ کر سنتیں پڑھیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۱۶۵-۱۶۶)

نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت:

سوال: کتاب حصن حصین میں بتلائی گئی چند آیاتِ قرآنی مسجد میں بعد نمازِ فجر اور عصر کی دعاء کے بعد پڑھی جاتی ہیں، اس کا طریقہ یہ اختیار کیا گیا ہے کہ آیات کا مختصر حصہ امام صاحب پڑھتے ہیں اور مصلی اسے اجتماعی طور پر بہ آواز بلند دہراتے ہیں، اس طرح تمام آیات کی تلاوت ہوتی ہے، ابتداءً اس طریقے کو اس غرض سے اختیار کیا گیا تھا، کہ سب مصلیوں کو یاد ہو جائے اور کئی سال سے یہی طریقہ جاری ہے، ایک صاحب نے فرمایا کہ سورۂ اعراف کے آخری صفحہ میں حکم ربانی ہے کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو پوری توجہ سے سنو اور خاموش ہو جاؤ، اس طرح تمام مصلی کا بیک آواز بلند پڑھنا اس حکم ربانی سے مطابقت نہیں رکھتا، انہوں نے رائے دی کہ ایک صاحب پڑھیں اور سب خاموشی سے سنیں، سننے والوں کو زیادہ ثواب ملے گا، یا بغیر آواز خاموشی سے پڑھ کر، آیات یاد کر لیں اور الگ الگ انفرادی طور پر پڑھ لیں تو مناسب ہے؟ رہنمائی فرمائیں کہ کون سا طریقہ درست اور مناسب رہے گا؟ (محمد فصیح اللہ، دارالشفا)

الجواب

چند دنوں تک امام صاحب نے لوگوں کو یاد دلانے کے لیے جوزور سے آیات قرآنی پڑھا، یہ تو درست تھا، کیوں کہ اس کا مقصد تعلیم تھا؛ لیکن اس کو مستقل معمول بنالینا مکروہ ہے۔

(۱) ویکرہ تأخیر السنة إلا بقدر: ''اللّٰهم أنت السلام'' الخ، قال الحلوانی: لابأس بالفعل بالأوراد واختاره الکمال، قال الحلبی: إن أرید بالکراهة التنزیهیة ارتفع الخلاف. (الدرالمختار)

فکان معناها أن الأولٰی أن لایقرأ قبل السنة ولوفعل لابأس، فأفاد عدم سقوط السنة بذلک حتی إذا صلی بعد الأوراد تقع سنة لا علٰی وجه السنة ولذا قالوا: لوتکلم بعد الفرض لاتسقط لکن ثوابها أقل فلا أقل من کون قراءة الأوراد لاتسقطها، الخ. (رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل: ۱/۴۹۴، ظفیر) (مطلب: هل یفارقه الملکان، انیس)

"یکره للقوم أن یقرؤا القرآن جملة لتضمنها ترک الاستماع والإنصات المأمور بها، كذا في القنیة". (۱)

"قوم کے لیے یہ بات مکروہ ہے کہ ایک ساتھ قرآن پڑھیں، کیوں کہ سننے اور خاموش رہنے کا حکم (قرآن مجید میں) دیا گیا ہے، اس عمل کی وجہ سے وہ چھوٹ جاتا ہے"۔

لہٰذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ الگ الگ اور آہستہ آہستہ پڑھ لیں اور اس عمل کو واجب ولازم خیال نہ کریں۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۹۲-۹۴)

عصر کے بعد ذکر و دعا کا اہتمام:

سوال: جمعہ کے علاوہ عام دنوں میں عصر کے بعد غروب آفتاب کے قریب بہت سے لوگ دعا کا اہتمام کرتے ہیں، ایک عالم صاحب سے دریافت کرنے پر بتایا کہ صرف جمعہ کے دن ہی دعا کا اہتمام ثابت ہے، باقی دنوں میں احادیث سے خاص طور پر اس وقت ذکر و دعا کی فضیلت ثابت نہیں، اس سلسلہ میں حدیث کی روشنی میں وضاحت کیجئے؟

(حمید الدین قاسمی، عنبر پیٹ)

الجواب

جمعہ کے دن غروب آفتاب کے وقت کی دعا کے قبول و مستجاب ہونے کی حدیث تو ہے ہی، اور بہت سے اہل علم کی رائے ہے کہ رسول اللہ نے جمعہ کی جس ساعت کو دعا کی قبولیت کی ساعت قرار دیا ہے، وہ یہی وقت ہے؛ لیکن عام دنوں میں بھی غروب آفتاب کے قریب ذکر و دعا کا خصوصی اہتمام احادیث میں مروی ہے، مشہور محدث امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"یستحب الإكثار من الأذكار بعد العصر وآخر النهار أكثر، قال الله تعالىٰ: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا﴾ (سورة طٰه من الآية: ۱۳۰) **وقال الله تعالىٰ: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ﴾** (الغافر من الآية: ۵۵) **قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لأن أجلس مع قوم يذكرون الله عزوجل من صلاة العصر إلىٰ أن تغرب الشمس أحب إلي أن أعتق ثمانية من ولد إسماعيل".** (۲)

"عصر کے بعد دن کے اخیر حصہ میں زیادہ سے زیادہ ذکر کرنا مستحب ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ صبح وشام اپنے رب کے حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے، رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ نمازِ عصر سے غروب آفتاب تک ذاکرین کے ساتھ رکا رہنا مجھے اولاد اسماعیل میں سے آٹھ غلاموں کو آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے"۔

واضح ہو کہ دعا بھی من جملہ اذکار کے ہے؛ اس لیے دعا اور دیگر اذکار دونوں اس حدیث میں شامل ہیں۔

(کتاب الفتاویٰ:۳/۱۰۰-۱۰۲)

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۳۱۷/۵ (كتاب الكراهية وهو مشتمل علىٰ ثلاثين باباً، الباب الرابع فى الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر والدعاء ورفع الصوت عنه قراءة القرآن، انيس)

(۲) الأذكار للنووى، ص: ۱۲۸. محشى (باب ما يقول بعد العصر إلىٰ غروب الشمس، انيس)

بعد فرائض کے اوراد ووظائف:

سوال: اوراد ووظائف مسنونہ بعد مکتوبہ پڑھنے کو فقہا نے مکروہ فرمایا ہے، (**کما فی الکبیری وغیرہ من الکتب الفقھیۃ**) اور احادیث میں تصریح فرائض کی مذکور ہے، بالخصوص حدیث عمر رضی اللہ عنہ دال علی الندب ہے، رفع تعارض کیسے ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

یا تو حدیث میں تاویل ہو کہ احیاناً ایسا ہوا ہو، یا فقہا کا قول مؤول ہو کہ منقول سے زیادہ فصل مکروہ ہے۔ فقط

۱۹/ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ۔ (تتمہ اولیٰ: ۴۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۷۹۵)

نمازوں کے بعد طویل دعائیں:

سوال: آج کل اکثر ائمہ حضرات نمازوں کے بعد طویل دعائیں کرتے ہیں، حتی کہ بعض اوقات ہاتھ میں درد ہونے لگتا ہے، کیا نمازوں کے بعد اتنی طویل دعائیں کرنی چاہیے؟ (سید خواجہ معین الدین،، سدا سپو پیٹ)

الجواب ــــــــــــــــــــ

نفل نمازوں کے بعد خاص کر رات کے وقت تہجد کے موقع پر آپ سے طویل دعائیں کرنا ثابت ہے، (۱) فرائض کے بعد عام طور پر آپ مختصر دعا فرماتے تھے، حدیث میں ہے کہ آپ کی دعا: ''**اَللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالاِکْرَامِ**'' کے بقدر ہوتی تھی؛ (۲) اس لیے فرائض کے بعد مختصر دعا پر ہی اکتفا کرنا چاہیے،

---

(۱) عن زرارة بن أوفٰى أن عائشة رضی اللّٰه عنها سئلت عن صلاة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی جوف اللیل فقالت: کان یصلی العشاء فی جماعة ثم یرجع إلی أهله فیرکع أربع رکعات ثم یأوی إلی فراشه وینام وطهوره مغطی عند رأسه وسواکه موضوع حتی یبعثه اللّٰه ساعته التی یبعثه من اللیل فیتسوک ویسبغ الوضوء ثم یقوم إلی مصلاه فیصلی ثمانی رکعات یقرأ فیهن بأم الکتاب وسورة من القرآن وما شاء اللّٰه ولا یقعد فی شیء منها حتی یقعد فی الثامنة ولا یسلم ویقرأ فی التاسعة ثم یقعد فیدعوا بما شاء اللّٰه أن یدعوه ویسأله ویرغب إلیه ویسلم تسلیمة واحدة شدیدة یکاد یقوظ أهل البیت من شدة تسلیمه ثم یقرأ وهو قاعد بأم الکتاب ویرکع وهو قاعد ثم یقرأ الثانیة فیرکع ویسجد وهو قاعد ثم یدعوا ماشاء اللّٰه أن یدعوا ثم یسلم وینصرف فلم تزل تلک صلاة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم حتی بدّن فنقص من التسع ثنتین فجعلها إلی الست والسبع ورکعتیه وهو قاعد حتی قبض علی ذلک رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم. (سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ۱۳۴۶، باب في صلاة اللیل، انیس)

(۲) عن عائشة قالت: کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم إذا سلم لم یقعد إلا مقدار ما یقول: ''اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تبارکت ذا الجلال والإکرام''

==

بعض مخصوص مواقع پر آپ نے فرض نمازوں کے بعد کسی قدر طویل دعا فرمائی ہے، ایسا خاص کر اس وقت ہوتا تھا، جب آپ کوئی فوج کسی مہم پر بھیجتے، یا کچھ صحابہ دشمنوں کے قید میں پھنسے ہوتے اور انہیں مدینہ ہجرت کا موقع نہیں دیا جاتا، ایسے خصوصی مواقع پر اجتماعی اور کسی قدر طویل دعائیں، آپ سے ثابت ہیں؛ لیکن وہ بھی اتنی طویل نہیں ہوتیں کہ گراں خاطر ہو جائیں؛ اس لیے ائمہ حضرات کو نماز کے بعد عام حالات میں طویل دعاؤں سے گریز کرنا چاہیے۔

(کتاب الفتاویٰ:۳/۹۹)

فرائض کے بعد سنن سے پہلے دعا کی مقدار کیا ہے:

سوال: فرائض کے بعد سنن اور نوافل سے پہلے دعا میں ’’اللّٰهم أنت السّلام‘‘ الخ سے زیادہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ شاہ ولی اللہؒ نے ’’حجۃ اللہ البالغۃ‘‘ میں دیگر ادعیہ نقل کر کے ان کا پڑھنا اولیٰ لکھا ہے، اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب

ان ادعیہ و اذکار کا پڑھنا بعد نماز فرض کے قبل سنن رواتب جائز اور مستحب ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور بعض فقہا نے جو یہ لکھا ہے کہ بعد فرائض کے ’’اللّٰهم أنت السّلام‘‘ الخ سے زیادہ نہ پڑھے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور نہ غرض اس سے تحدید ہے اور اگر بعض فقہا کی بوجہ ظاہر بعض روایت حدیث کے یہ رائے ہو بھی تو دیگر اکثر فقہا بوجہ روایات کثیرہ احادیث کے دیگر اذکار و ادعیہ ماثورہ جائز و مستحب فرماتے ہیں، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۲/۲۰۰)

== وفی روایة ابن نمیر:’’یا ذاالجلال والإکرام‘‘.(الصحیح لمسلم، حدیث نمبر:۵۹۲،باب استحباب الأذکار بعد الصلاة/الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۲۹۸،باب ما یقول إذا سلم من الصلاة،انیس)

(۱) ویکره تأخیر السنة إلا بقدر’’اللّٰهم أنت السّلام‘‘ الخ، قال الحلوانی:لابأس بالفصل بالأوراد واختاره الکمال،الخ،ویستحب أن یستغفر ثلاثاً ویقرأ آیة الکرسی والمعوذات،الخ، ویدعوویختم بسبحان ربک، الخ.(الدر المختار علی هامش رد المحتار،باب صفة الصلاة،فصل فی کیفیة الصلاة :۱/۴۹٤،ظفیر)

(ومن أذکار مابعد الصلاة:استغفر اللّٰه ثلاثاً،اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والإکرام، لا إله إلا اللّٰه وحده لا شریک له ، له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر، اللّٰهم لا مانع لما أعطیت ولا معطی لما منعت،ولا ینفع ذا الجد منک الجد، لا إله إلا اللّٰه ولا نعبد إلا إیاه وله النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا إله إلا اللّٰه مخلصین له الدین ولو کره الکافرون، اللّٰهم إنی أعوذبک من الجبن وأعوذبک من البخل وأعوذبک من أرذل العمر وأعوذبک من فتنة الدنیا وعذاب القبر وثلاث وثلاثون تسبیحة وثلاث وثلاثون تحمیدة وأربع وثلاثون تکبیرة وروی من کل ثلاث وثلاثون وتمام المائة لا إله إلا اللّٰه وحده لا شریک له ،الخ، وروی من کل خمس وعشرون والرابع لا إله إلا اللّٰه ویروی یسبحون فی دبر کل صلاة عشراً ویحمدون عشراً ویکبرون عشراً وروی من کل مائة والأدعیة کلها بمنزلة أحرف القرآن من قرأ منها شیئاً فاز بالثواب الموعود والأولیٰ أن یأتی بهذه الأذکار قبل الرواتب، الخ.(حجة اللّٰه البالغة ، أذکار الصلاة وهیئاتها المندوب إلیها:۲/۱۹ـ۲۰، دارالجیل بیروت،انیس)

جن نمازوں کے بعد سنت نہیں ہے، دعا لمبی کرے:

سوال: بہشتی گوہر میں ہے: (مسئلہ) جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر، مغرب اور عشا، ان کے بعد بہت دیر تک دعا نہ مانگے؛ بلکہ مختصر دعا مانگ کر سنن کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں؛ جیسے فجر وعصر، ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے، یہ صورت شرعاً کیسی ہے؟

الجواب

اوفق بالا حادیث یہ صورت ہے جو کہ بہشتی گوہر سے منقول ہے کہ جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں، جیسے: فجر وعصر، ان میں حسب روایت نور الایضاح عمل کرے اور جن فرائض کے بعد سنن ہیں، ان کے بعد امام اور مقتدیان مختصر دعا مانگ کر سنتیں ادا کرلیں،(۱) خواہ فصل بالأ وراد کر کے بعد میں سنتیں پڑھیں اور پھر اجتماعاً دعا کی ضرورت نہیں ہے؛ کیوں کہ دعا اجتماعاً ایک ہی بار ہے، پھر دوبارہ بعد السنن مقتدیوں کو امام کی دعا کا انتظار کرانا اور اس کا التزام کرنا ضروری نہیں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۱۹۷)

فرض نمازوں کے بعد دعا جائز ہے، یا نہیں؟

سوال: فرضوں کے بعد دعا مانگنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کتنی دیر تک؟

الجواب

دعا مانگنا تمام فرضوں اور نمازوں کے بعد جائز ومستحب ہے، جس قدر مناسب ہو دعا کرے؛ مگر جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں، ان کے بعد زیادہ دیر دعا نہ کرے، دعا سے فارغ ہو کر سنتیں پڑھ لے۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۱۰)

---

(۱) وفي الحجة: الإمام إذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنة ولايشتغل بأدعية طويلة، كذا في التتارخانية. (الفتاویٰ الهندية، ط: مصر، كيفية الصلاة: ۷۲/۱، ظفير) (الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها وكيفيتها، انيس)

(۲) مسجد تو دراصل فرض نمازوں کے لیے ہے۔ نفل اور سنت کا گھروں میں پڑھنا افضل ہے۔

"والأفضل في النفل غير التراويح المنزل إلا لخوف شغل عنها، والأصح أفضلية ما كان أخشع وأخلص. (الدر المختار)

قوله: (والأفضل في النفل، الخ) شمل مابعد الفريضة وماقبلها، لحديث الصحيحين: "عليكم بالصلاة في بيوتكم، فإن خير صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة" وأخرج أبوداؤد: "وصلاة المرء في بيته أفضل من صلاته في مسجدي هذا إلا المكتوبة" وتمامه في شرح المنية. (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۶۳۸/۱) (كتاب الصلاة، مطلب: في الكلام على حديث النهي عن النذر، انيس)

==

نماز کے بعد دعا کا ثبوت:

سوال: بعد صلوٰۃ خمسہ جو امام اور مقتدی دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں، یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟ شافی جواب سے مطلع فرمادیں۔

الجو اب ______________ حامداً و مصلیًا

نفس دعا کا حکم قرآن شریف میں متعدد جگہ آیا ہے،(۱)اور ترک دعا پر وعید بھی ہے ،نماز کے بعد مطلقاً متعدد احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرنا ثابت ہے، چناں چہ چند روایات حافظ ابوبکر اندلسی کی کتاب "عمل الیوم واللیلۃ" سے نقل کی جاتی ہیں:

(۱) عن أم سلمة رضی اللّٰه تعالٰی عنها كان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم إذا صلی الصبح قال:"أللّٰهم إنی أسئلک علمًا،نافعًا،وعملاً متقبلاً،ورزقاً طیباً". (۲)

(۲) عن زید بن أرقم رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال:سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یدعو فی دبر الصلوٰة یقول:"ربنا ورب كل شیء أنا أشهد أنک أنت الرب وحدک لاشریک لک،أللّٰهم ربنا ورب كل شیء،أناأشهدأن محمدًا عبدک ورسولک،أللّٰهم ربنا ورب كل شیء أنا أشهد أن العباد أخو ة ، أللّٰهم ربنا ورب كل شئ اجعلنی مخلصًا لک فی كل ساعة واهدنی فی الدنیا والأخرة یا ذالجلال والإكرام،أللّٰهم اسمع واستجب،اللّٰه الأكبر اللّٰه الأكبر، نور السموت والأرض،اللّٰه الأكبر حسبی اللّٰه ونعم الوكیل،اللّٰه الأكبر اللّٰه أكبر. (۳)

== اس سے معلوم ہوا کہ نمازیوں کو سنت کے لیے روکنا اور اجتماعاً دعا کرنے کا دستور عہد نبوی میں نہیں تھا اور نہ اب یہ التزام درست ہے؛ اس لیے کہ حدیث کے خلاف ہے۔واللہ اعلم (ظفیر)

(۳) ثم یسلم عن یمینه ویساره(إلٰی قوله)ویستحب أن یستغفر ثلاثاً ویقرأ آیة الكرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویكبر ثلاثاً وثلاثین ویهلل تمام المائة و یدعوویختم بسبحان ربک.(الدرالمختارعلٰی هامش رد المحتار: ۴۹۵/۱)

ویكره تأخیر السنة إلا بقدر"اللّٰهم أنت السّلام"الخ،وقال الحلوانی:لابأس بالفصل بالأوراد واختاره الكمال. (أیضًا: ۴۹۴/۱،ظفیر)

حاشیة صفحه هذا:

(۱) قال اللّٰه تعالٰی:﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً،إِنَّهُ لاَ یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾(سورة الأعراف:۵۵)

قال اللّٰه تعالٰی:﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ﴾سورة المؤمن:۱۴)

قال اللّٰه تعالٰی:﴿وَإِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ،أُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ،فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾.(سورة البقرة:۱۸۶)

(۲) عمل الیوم واللیلة لابن السنی رحمه اللّٰه تعالٰی،باب مایقول فی دبر صلاة الصبح (رقم الحدیث: ۱۱۰) ص: ۱۰۰،مكتبة الشیخ،كراچی

(۳) عمل الیوم واللیلة لابن السنی رحمه اللّٰه تعالٰی،باب مایقول فی دبر صلاة الصبح (رقم الحدیث: ۱۱۴) ص: ۱۰۲

عن أبی أما مة رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال:ما دنوت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم فی دبر صلٰوة مکتوبة ولاتطوع إلا سمعته یقول:أللّٰھم اغفرلی ذنوبی وخطایای کلھا،أللّٰھم أنعِشْنِیْ واجبرنی واھدنی لصالح الأعما ل والأخلاق،إنه لایھدی لصالحھا ولایصرف سیئھا إلا أنت" .(۱)

(۴) عن معاذ بن جبل رضی اللّٰہ عنه قال:لقیت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال:"یا معاذ !إنی أحبک فلا تدع أن تقول فی دبر کل صلٰوة:أللّٰھم أعنی علٰی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک". (۲)

(۵) عن أنس بن ما لک رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه قال:"ما من عبد بسط کفیه فی دبر کل صلٰوة ثم یقول:أللّٰھم إلٰھی وإلٰه إبراھیم وإسحاق ویعقوب،وإلٰه جبرائیل ومیکائیل وإسرافیل.علیھم السلام.أسألک أن تستجیب دعوتی فإنی مضطر، وتعصمنی فی دینی فإنی مبتلی،وتنالنی برحمتک فإنی مذنب،وتنفی عنی الفقرفإنی مسکین، إلاکان حقاً علی اللّٰہ عزوجل أن لا یرد یدیه خائبتین،آہ". (۳)فقط واللّٰہ سبحانه تعالیٰ أعلم

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارن پور،۲۳/۲/۶۴ ۱۳ھ

نمازفرض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے؛مگر یہ صرف مستحب کے درجہ میں ہے،اس کا واجب کے برابر اہتمام والتزام ثابت نہیں ہے،جیسا کہ بعض جگہ کہا جا تا ہے۔(۴)

"قال الطیبی:وفیه:من أصرعلٰی أمرمندوب،وجعله عزمًا،ولم یعمل بالرخصة،فقد أصاب من الشیطان من الإضلال ، فکیف من أصرعلٰی بدعة أومنکر". (۵)

اوراسی وجہ سے بعض علمانے اس کو بدعت کہا ہے،ورنہ نفس دعا احادیث معتبرہ سے ہاتھ اٹھا کراور ہاتھ اٹھائے ہوئے دونوں طرح ثابت ہے۔(۶)

"قال سمعت أم سلمة رضی اللّٰہ عنھا تقول:کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم إذا صلی

---

(۱) عمل الیوم واللیلة لابن السنی،باب مایقول فی دبرصلاة الصبح،(رقم الحدیث :١١٦) ص:١٠٥،مکتبة الشیخ

(۲) عمل الیوم واللیلة لابن السنی رحمه اللّٰہ تعالٰی،باب مایقول فی دبرصلاة الصبح،(رقم الحدیث:١١٨)

(۳) عمل الیوم واللیلة لابن السنی ،باب مایقول فی دبرصلاة الصبح (رقم الحدیث:١٣٨) ص:١٢١

(۴) الإصرارعلی المندوب یبلغه إلٰی حدالکراھة آھ". (السعایة،کتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،قبیل فی فصل القرآءة:٢/٢٦٥،سهیل اکیڈمی لاهور)

(۵) مرقاة المفاتیح ،کتاب الصلاة، باب: الدعاء فی التشهد ، (رقم الحدیث:٩٤٦) :٣/٣١،رشدیة

(۶) وقال أبوموسٰی رضی اللّٰہ عنه:دعا النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم،ثم رفع یدیه،ورأیت بیاض إبطیه". (صحیح البخاری، کتاب الدعوات،باب رفع الأیدی فی الدعاء:٢/٩٣٨،قدیمی)(رقم الحدیث:٦٣٥٥،انیس)

الصبح قال: ''أللّٰهم إنی أسألک علمًا نافعًا، وعملاً متقبلاً ورزقاً''. (۱) فقط

سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شرعاً ثابت ہے اور مستحب ہے؛(۲) لیکن اگر اتفاقیہ طور پر کوئی شخص کبھی ترک کر دے، تو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔(۳)

صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۳/۶۴ ۱۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۷۶/۵-۶۷۸) ooo

---

(۱) عمل الیوم واللیلة لابن السنی، باب مایقول فی دبر صلاة الصبح (رقم الحدیث: ۱۱۰) ص: ۱۰۰.

(۲-۳) راجع الحاشیة السابقة آنفًا

ooo ۱- **نماز کے بعد دعا کے بارے میں دیگر آثار، اقوال وافعال مندرجہ ذیل ہیں:**

ارشادِ نبوی: حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے والد کی روایت ہے: ''ہم لوگ مرد وعورت صبح صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آدمی عرض کرتا تھا: اے اللہ کے رسول! جب میں نماز پڑھوں تو (نماز کے بعد) کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: کہا کرو ''اللهم اغفرلی وارحمنی واهدنی وعافنی وارزقنی'' اس میں تمہارے لیے دنیا وآخرت سب جمع کر دی گئی ہے''۔ (ابن خزیمہ) (عن أبی مالک الأشجعی عن أبیه قال: کنا نغدو إلٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه فیجئ الرجل وتجی المرأة فیقول: یارسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کیف أقول إذا صلیت ؟ قال: اللّٰهم اغفرلی وارحمنی و اهدنی وعافنی وارزقنی، فقدجمع لک دنیاک وآخرتک''. (أخرجه ابن خزیمة. ۳٦٦/۱) (أبواب الصلاة، باب جامع الدعاء بعد السلام)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر یہ جملہ فرمایا: مجھ کو تم سے محبت ہے اور اس کے بعد فرمایا: اے معاذ! میں تم کو تاکید کرتا ہوں کہ تم کسی نماز کے بعد یہ کہنا مت چھوڑو: اللّٰهم أعنی علٰی ذکرک وشکرک وحسن عبادک ''. (ابوداؤد ونسائی) (عن معاذبن جبل رضی اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال له: أوصیک یامعاذ! لا تدعن دبر کل صلاة أن یقول: ''اللّٰهم أعنی علٰی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک''. (أخرجه أبوداؤد والنسائی–جامع الأصول: ۲۰۹/٤) أبوداؤد، کتاب الصلاة، باب الاستغفار، النسائی، کتاب السهو، باب نوع آخرمن الدعاء. أخرجه غیرهما أیضاً مع خلاف فی اللفظ فی بدایة الحدیث، فقدأخرجه الحاکم (۲۷۳/۱) وابن خزیمة (رقم: ۷٥۱) وأحمد (۳٤٥/٥) وغیرهم فی هامش ابن خزیمة (۳٦۹/۱): اسناده صحیح، وکذا فی هامش جامع الأصول (۲۰۹/٤) وقال الحاکم ووافقه الذهبی علٰی شرط الشیخین)

۲- نماز کے بعد دعا:

کردارِ نبوی: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو کہتے تھے: اللّٰهم اغفرلی ماقدمت وماأخرت وما أسررت وما أعلنت وما أنت أعلم به منی أنت المقدم وأنت المؤخر''. (ابوداؤد وترمذی) (عن علی رضی اللّٰه عنه قال: کان رسول اللّٰه علیه وسلم إذا سلم من الصلاة قال: اللّٰهم اغفرلی ما قدمت''. (الحدیث أخرجه أبوداؤد والترمذی–جامع الأصول: ۲۲٦/٤-۲۲۷، کتاب الصلاة، باب مایقول الرجل إذا سلم الترمذی، أبواب الدعوات فی أول الصلاة، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح)

==

== حضرت کعب احبار نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوکر کہا کرتے تھے:

''اللهم اصلح لی دینی الذی جعلته لی عصمة أمری واصلح لی دنیای التی جعلت معاشی،اللهم إنی أعوذ برضاک من سخطک وأعوذ بعفوک من نقمتک وأعوذ بک منک''. (نسائی)(عن عطاء بن أبی مروان عن أبیه عن کعب بن مانع حلف له:باللّٰه الذی فلق البحر لموسیٰ أنا نجد فی التوراة أن داؤد نبی اللّٰه کان إذا انصرف من صلاته،قال: اللهم اصلح دینی الذی جعلته لی.(الحدیث) وحدثنی کعب أن صهیبا حدثه أن محمداً صلی اللّٰه علیه وسلم کان یقولهن عند انصرافه من صلاته.(أخرجه النسائی،جامع الأصول: ۲۲۸/۵) النسائی،أبواب السهو،باب أخر من الدعاء عند الإنصراف من الصلاة،وفی هامش جامع الأصول(۲۹۹/٤):إسناده حسن،رواه ابن خزیمة،أبواب الصلاة،باب جامع الدعاء بعد السلام فی دبر الصلاة ،وفی هامشه (۳٦۷/۱):اسناده صحیح)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کے بعد ان کلمات کے ساتھ تعوذ فرماتے تھے: ''اللّٰهم إنی أعوذ بک من الجبن وأعوذبک أن أرد إلیٰ أرذل العمر وأعوذبک من فتنة الدنیا وأعوذبک من عذاب القبر''. (بخاری)(عن سعد بن أبی وقاص رضی اللّٰه عنه کان یتعوذ دبر الصلاة بهؤلاء الکلمات:اللهم إنی أعوذبک الحدیث''.(أخرجه البخاری)البخاری،الجهاد،باب ما یتعوذ من الجبن)

نماز کے بعد متصلاً عملاً دعا روایات میں معروف ہے۔(ملاحظہ ہو:جامع الأصول: ۲۱۳/٤ـ۲۳۲،الأذکار للنووی (ص:۵۷-٦۰) عمل الیوم واللیلة لإبن السنی (۹۹ـ۱۲۵)

۳-فرض نماز کے بعد دعا:

ارشادِ نبوی: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کونسی دعا زیادہ قابل قبول ہے؟ فرمایا: رات کے آخری حصہ کی اور فرض نمازوں کے بعد''۔(ترمذی)(عن أبی أمامة قال:''قیل:یارسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یارسول اللّٰه أی الدعاء أسمع؟قال:''جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات''(أخرجه الترمذی-جامع الأصول: ۱٤۱/٤) الترمذی،أبواب الدعوات،باب رقم: ۸۰)وقال:هٰذا حدیث حسن. وفی إعلاء السنن (۱۵۹/۳) وقال فی الدرایة بعد ما عزاه إلیٰ الترمذی والنسائی :رجاله ثقات)

حضرت مسلم بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے آہستہ سے فرمایا: جب مغرب کی نماز سے فارغ ہوتو کسی سے بات کرنے سے قبل سات مرتبہ: ''اللّٰهم أجرنی من النار'' کہا کرو، اگر تم نے اس وقت اس دعا کو اسی طرح پڑھا اور رات میں تمہاری موت ہوگئی تو تمہارے لیے جہنم سے پناہ لکھی جائے گی اور فرمایا: نماز فجر سے فراغت کے بعد بھی اسی طرح کہا کرتو اس کے ساتھ بھی یہی فرمایا''۔(ابوداؤد)(عن الحارث بن مسلم عن أبیه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أسر إلیه فقال''إذا انصرفت من صلاة المغرب فقل اللهم أجرنی من النار سبع مرات زاد فی روایة-قبل أن تکلم أحدا-فإنک إذا قلت ذلک ثم مت فی لیتک کتب لک جوارمنها-وإذا صلیت الصبح ''.(الحدیث)(أخرجه أبوداؤد-جامع الأصول: ۲۳۱/٤) کتاب الأدب،باب ما یقول إذا أصبح، وفی هامش جامع الأصول (۲۳۱/٤):رواه أیضاً النسائی فی الکبریٰ وابن حبان فی صحیحه-وهو حدیث حسن وقد حسنه الحافظ فی تخریج الأذکار) ==

== حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی معروف حدیث جس کا تذکرہ نماز کے بعد دعا کے بیان میں آیا ہے، اس میں بعض محدثین نے روایت کیا ہے: ''ہر فرض نماز کے بعد یہ کہنا مت چھوڑو: ''اللّٰهم أعني الحديث''۔ (ابن السنی) (ملاحظہ ہو! حدیث ۱۵۷، أخرجه ابن السني بلفظ: فلاتدع أن تقول في دبر كل صلاة مكتوبة برقم: ١٨٨)

۴-فرض نماز کے بعد دعا:

کردار نبوی: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو داہنی طرف رہنے کو پسند کرتے تھے؛ کیوں کہ آپ اس رخ کو ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے تھے تو میں نے آپ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا: ''رب قني عذابك يوم تبعث عبادك''. (مسلم) (عن البراء بن عازب قال: ''كنا إذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم أحببنا أن نكون عن يمينه يقبل علينا بوجهه قال فسمعته يقول: رب قني عذابك يوم تبعث عبادك أو تجمع عبادك''. (أخرجه مسلم-جامع الأصول: ٢٢٨/٤) (مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب يمين الإمام)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد یوں کہا کرتے تھے: ''اللّٰهم إني أسألك علماً نافعاً وعملاً متقبلاً ورزقاً طيباً''. (ابن ماجہ واحمد) (عن أم سلمة: ''أن رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم كان يقول في دبر الفجر إذا صلى: اللهم إني أسألك، الحديث''. (جامع الأصول: ٢٣٠/٤) وفي هامش جامع الأصول (٢٣١/٤) أخرجه رزين والحديث في مسند أحمد (٢٩٤/٦) وسنن ابن ماجة (أبواب إقامة الصلاة) باب مايقال بعد التسليم... قال بوصيري في الزوائد: رجال اسناده ثقات خلا مولى أم سلمة فإنه لم يسم... وله شاهد عند الطبراني في الصغير فالحديث حسن وقد حسنه الحافظ ابن حجر في تخريج الأذكار-رواه ابن السني برقم: ١١٠، وهو في مجمع الزوائد (١١٤/١٠) وقال الهيثمي: رجاله ثقات)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ہم کو نماز پڑھاتے اور ہماری طرف متوجہ ہوتے تو یوں کہا کرتے تھے: ''اللّٰهم إني أعوذ بك من كل عمل يخزيني وأعوذبك من كل صاحب يؤذيني وأعوذبك من كل عمل يلهيني و أعوذبك من كل فقرينسيني وأعوذبك من كل يطغيني''. (بزار وابویعلی) (عن أنس قال: ''ما صلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بنا إلا قال أقبل علينا بوجهه-اللهم إني أعوذ بك''. (الحديث) (أخرجه البزار وأبو يعلى-مجمع الزوائد: ١١٣/١٠) وأخرجه ابن السني، رقم: ١٢٠ وقال الهيثمي (مجمع الزوائد بعد أن عزاه إلى البزار): فيه بكر بن خنيس وهومتروك وقد وثق، ورواه أبويعلى وفيه عقبة بن عبد الله الأصم وهو ضعيف جداً، أقول ففيه سعة بعد ان وثق بكراً بعضهم ولأجل تعدد الطرق أيضاً)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب بھی میں کسی فرض نماز، یا نفل کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہا تو آپ کو یہ کہتے سنا: ''اللّٰهم اغفرلي ذنوبي وخطاي كلها، اللهم أنْعِشْنِيُ واجبرني واهدني لصالح الأعمال والأخلاق، أنه لا يهدى لصالحها ولا يصرف سيئها إلا أنت''. (ابن السني) (عن أبي أمامة قال: ''ما دنوت من رسول صلى الله عليه وسلم في دبر مكتوبة ولا تطوع إلا سمعته يقول: اللهم اغفرلي الحديث''. (أخرجه ابن السني-الأذكار، ص: ٦٠) عمل اليوم والليلة لإبن السني رقم: ١١٦-وذكره الهيثمي في مجمع الزوائد (١١٥/١٠) وقال: رواه الطبراني ورجاله رجال الصحيح غير الزبيربن خريق وهو ثقة رواه من حديث أبي أيوب، وقال: رواه الطبراى في الصغير والأوسط وإسناده جيد)==

== فرض نمازوں کے بعد عملاً دعا کی روایات اور بھی ہیں اور معتبر بھی ہیں جن کو حسب موقع محدثین نے ذکر وجمع کیا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۱۰/۱۱۰-۱۱۱)

۵-دعا کے لیے ہاتھوں کو سینوں و مونڈھوں تک اٹھانا، ہتھیلیوں کو اچھی طرح کھلا رکھنا اور دعا کے خاتمہ پر ہاتھوں کو چہرہ سے ملنا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دعا کا طریقہ (وصورت) یہ ہے، کہ دونوں ہاتھوں کو (سینے کے بالمقابل) مونڈھوں تک اٹھاؤ''۔ (ابوداؤد) **(عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن المسألة أن ترفع یدیک حذومنکبیک". (الحدیث أخرجه أبوداؤد، جامع الأصول: ١٤٧/٤) أبوداؤد-الصلاة، باب الدعاء، فی هامش جامع الأصول (١٤٨/٤) بعد ذکر طرقه: أخرج هٰذه الروایات من طریق أبی داؤد ضیاء الدین المقدسی فی الأحادیث المختارة بما لیس فی الصحیحین... وهو حدیث حسن. أقول: ذکره الحافظ فی الفتح (١٤٣/١١) معزیاً إلٰی أبی داؤد والحاکم، وسکت علیه فهو مقبول-حسن علی الأقل علیٰ قاعدته)**

حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں: ''جب تم عزوجل سے سوال کیا کرو تو ہتھیلیوں کو کھول کر کیا کرو اور ہاتھوں کی پشت سے ان کو پلٹ کو سوال مت کیا کرو''۔ (ابوداؤد) **(عن مالک بن یسار السکونی أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: إذا سألتم اللّٰه عزوجل فاسئلوه ببطون أکفکم ولا تسألوه بظهورها". (أخرجه أبوداؤد-جامع الأصول: ١٤٨/٤) أبوداؤد، کتاب الصلاة، باب الدعاء. وفی هامش جامع الأصول (١٤٨/٤): وفی سنده أبوظبیة الکلاعی لم یوثقه غیر ابن حبان ولکن یشهدله الفقرة الثانیة من حدیث ابن عباس (الذی رواه أیضاً أبوداؤد) فهوبذلک حدیث حسن، وأقوال: قال فی التقریب، ص: ٧٣٨ فی ترجمة أبی ظیبة: "مقبول من الثانیة" فالحدیث مقبول وأقوال أیضاً: وقد روی عن ابی بکرة أیضاً، رواه الطرانی فی الکبیر (مجمع الزوائد: ١٧٢/١٠) وقال: رجاله رجال الصحیح غیرعماربن خالدوهو ثقة، رواه ابن أبی شیبة (٢١١/١٥) مرسلاً ثقات کما فی هامشه)**

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ کے لفظوں میں ارشاد نبوی نقل کرتے ہوئے یہ جملہ بھی نقل کیا ہے: ''... اور ہاتھوں کو چہروں پر پھیرا کرو''۔ (حاکم) **(عن ابن عباس رضی اللہ عنهما عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: "إذا سألتم فاسئلوه ببطون أکفکم ولا تسألوه بظهورها وامسحوابها وجوهکم". (المستدرک: ٥٣٠/١) وسکت عنه الحاکم الذهبی)**

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لیے ہاتھوں کو اٹھاتے تھے تو ہاتھوں کو گراتے نہیں تھے، حتیٰ کہ ان کو چہرے پر ملتے''۔ (ترمذی) **(عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم إذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطهما حتیٰ یمسح بهما وجهه". (أخرجه الترمذی، جامع الأصول: ١٤٩/٤) الترمذی، أبواب الدعوات، باب رفع الأیدی عند الدعاء. قال الترمذی: هٰذا حدیث غریب لا نعرفه إلا من حدیث حمادبن عیسٰی وقد تفرد به وهو قلیل الحدیث، وفی هامش جامع الأصول (١٤٩/١): قال الحافظ ابن حجرفی بلوغ المرام (٦١٢/٧): اختارقوته جمع من العلماء منهم النووی وابن حجروالمناوی وغیرهم)**

۶-نماز کے بعد کی دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا:

ارشاد نبوی: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے: ''نماز دو دو رکعت ہوتی ہے، ہر دو رکعت میں تشہد ہے اور خشوع وخضوع اور مسکنت کا اظہار ہے اور اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو اپنے رب کی طرف اس طرح اٹھاؤ کہ ہتھیلیاں تمہارے چہرے کی طرف ہوں اور ایسا ہے''۔ بعض روایات میں ہے کہ! ''جو ایسا نہ کرے، وہ ناقص ونقصان میں ہے''۔ (ترمذی) ==

== (عن الفضل بن عباس رضی اللّٰہ عنھما قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:" الصلاۃ مثنیٰ مثنیٰ تشھد فی کل رکعتین، وتخشع وتضرع،وتمسکن،وتقنع یدیک،یقول:ترفعھما إلیٰ ربک مستقبلاً ببطونھما وجھک وتقول یارب یا رب، ومن لم یفعل فھو کذاکذا . وفی روایۃ:فھوخداج".(أخرجہ الترمذی–جامع الأصول: ۴۲۳/۵ـ۴۳۳)الترمذی،أبواب الصلاۃ، باب ماجاء فی التخشع فی الصلاۃ.وفی إعلاء السنن (۱۱۵/۳):رواہ الترمذی والنسائی وابن خزیمۃ فی صحیحہ وتردد فی ثبوتہ،قلت:و ھو کذلک عندأبی داؤدوابن ماجۃ والحدیث رجالہ کلھم ثقات ولعل ابن خزیمۃ ترددفیہ؛لأن عبد اللّٰہ نافع ابن العمیاء لم یروعنہ غیرعمران بن أنس لکن عمران ثقۃ کما قالہ المنذری وشیخ عبد اللّٰہ ربیعۃ بن الحارث فلہ صحیحۃ، فالحدیث صحیح علی قاعدۃ ابن حبان فإنہ ذکرعبداللّٰہ بن نافع ھٰذا فی الثقات علیٰ قاعدتہ،وقد أطال صاحب الأعلاء فیہ. (راجع إعلاء السنن:۱۶۵/۳ـ۱۶۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے: جو بندہ نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر یوں دعا مانگے اور کہے:"اللّٰھم إلٰھی وإلٰہ إبراھیم وإسحاق ویعقوب،وإلٰہ جبرئیل ومیکائیل وإسرافیل أسألک أن تستجیب دعوتی فإنی مضطروتعصمنی فی دینی فإنی مبتلی وتنالی برحمتک فإنی مذنب وتنفی عنی الفقرفإنی متمسکن" تو اللہ پر حق ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی و ناکام نہ لوٹائے"۔(ابن السنی)(عن أنس رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أنہ قال:"ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلاۃ ثم یقول اللّٰھم إلٰھی وإلٰہ الحدیث"(أخرجہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیل،ص: ۱۲۱،رقم: ۱۳۸) قال المحقق فی الھامش: لم أجدہ عند غیرالمصنف وإسنادہ ضعیف لضعف عبدالعزیزبن عبدالرحمٰن القرشی و خفیف بن عبد الرحمن الجزری، أقول:خفیف قال فیہ فی التقریب(ص:۱۵۶):صدوق سئ الحفظ خلط بأخرۃ ورمی بالأرجاء.أقول:ففیہ نوع سعۃ فی مثل ھٰذا)

۷-نماز کے بعد کی دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا:

کردار نبوی: محمد بن ابی یحییٰ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نماز سے فراغت سے قبل ہی ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے دیکھا تو فرمایا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نماز سے فارغ نہیں ہوتے تھے ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے"۔(طبرانی)(عزاہ الھیثمی فی مجمع الزوائد (۱۷۲/۱۰)إلیٰ الطبرانی وقال:رجالہ ثقات)

علقمہ بن مرثد و اسماعیل بن امیہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور ایک دوسرے سے ملا کر یوں فرماتے:اللّٰھم اغفرلی ماقدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أنت أعلم بہ منی أنت المقدم وأنت المؤخر".(کتاب الزھد لابن المبارک)(أخرجہ ابن المبارک فی کتاب الزھد والرقاق،ص:۴۰۵)

۸-فرض نماز کے بعد دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا:

اسود عامری اپنے والد رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی سلام پھیرنے کے بعد آپ نے رخ موڑا اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمائی"۔(ابن ابی شیبہ وطبرانی)(عن الأسود بن عامرعن أبیہ قال:"صلیت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الفجر، فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا".(أخرجہ ابن أبی شیبۃ والطبرانی فی المعجم الکبیر.(إعلاء السنن:۱۶۴/۳) وفی معارف السنن(۱۲۳/۳):أسود ھٰذا ابن عبد اللّٰہ بن حاجب بن عامر من رجال أبی داؤد،ذکرہ ابن حبان فی الثقات،وقال الذھبی:محلہ الصدق، کما فی التھذیب أقول:وفی التقریب،ص:۵۶ فی ترجمۃ الأسود مقبول من السادسۃ)==

== حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رخ رہتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی''۔(ابن کثیر)(عن أبی هريرة رضی الله عنه رفع يديه بعدما سلم وهو مستقبل القبلة فقال اللهم...(أخرجه ابن أبی حاتم،وابن كثير: ٢/٤٤ ٢ تفسير سورة النساء: ٩٩،نقلاً عن ابن أبی حاتم)وفی معارف السنن (١٢٢/٣):فيه علی بن زيد بن جدعان روی له مسلم مقروناً بالغير وقال ابن دقيق العيد:علی بن زيد وإن ضعف فقد ذكر بالصدق، وقال العجلی:يكتب حديثه ومثله قال ابن المدينی وغيره)

۹-فجر و عصر میں کسی قدر طویل ذکر و دعا اور بقیہ نماز میں مختصر دعا ذکر:

احادیث میں فرض نمازوں کے بعد مختلف قسم کی دعائیں اور اذکار مختصر و مفصل آئے ہیں، نماز پڑھنے والا اپنے حالات کے اعتبار سے سب کو کرے، بعض کو کرلے اور نماز کے بعد متصلاً دعا و ذکر کا اہتمام کرے، یا متصلاً تو مختصر مانگ لے اور اذکار کو سنتوں کے بعد ادا کرے، سب کی گنجائش ہے۔

البتہ چوں کہ پانچ نمازوں میں سے تین کے بعد سنتیں ہیں اور دو کے بعد نہ سنت اور نہ نفل اور سنتوں کا اپنے فرائض سے اتصال پسندیدہ ہے؛ اس لیے علماء نے یہ تفصیل کی ہے کہ ظہر و مغرب و عشاء کے بعد بالخصوص امام مختصر دعا و ذکر پر اکتفا کرے؛ تاکہ سنتیں جلد ادا کی جاسکیں، جب کہ مقتدی ان امور میں امام کے ساتھ رہتے ہیں اور ان میں امام کی موافقت پسند کرتے ہیں اور اس کا فی الجملہ حکم بھی ہے اور مقتدیوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں تو جیسے نماز کے طول و تخفیف میں ان کا لحاظ کیا جاتا ہے یہاں بھی کیا جائے اور فجر و عصر کے بعد کچھ طویل ذکر (مثلاً تسبیح فاطمی) اور طویل دعا کا اہتمام کیا جائے کہ اوقات سنتوں سے خالی اور ذکر کی نسبت سے خاص فضیلت کے ہیں۔(إعلاء السنن:۳/۱۵۲-۱۵۴)

۱۰-نمازوں کے بعد دعا اور خصوصیت سے فرض نمازوں کے بعد دعا کی بابت کچھ وضاحت:

گذشتہ صفحات میں نمازوں کے بعد دعا سے متعلق جو احادیث ذکر کی گئی ہیں اور جن کا ذکر نہ کرکے ان کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے، وہ اتنی بڑی تعداد میں اور ایسی ہیں کہ جن کی روشنی میں نمازوں کے بعد متصلاً دعا کے ثبوت، اس کی اہمیت وفضیلت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، ان احادیث میں فرمان نبوی بھی ہے اور عمل نبوی بھی، حکم بھی اور ترغیب و وعید بھی کہ ایسا نہ کرنا محرومی کی بات ہے؛ اس لیے نمازوں کے بعد دعا سے صرف نظر کہ فرض و سنت و نفل وغیرہ کسی کے بعد دعا نہ مانگی جائے اور اس کو غلط قرار دیا جائے، یہ خود بہت بڑی غلطی اور محرومی کی بات ہے اور نہ کبھی کہی ہے اور نہ کہہ سکتا ہے۔

رہا فرض نمازوں کے بعد متصلاً دعا کا مسئلہ تو اس بارے میں بھی فرق کافی اور معتبر احادیث موجود ہیں، فرمان نبوی بھی کہ فرض نمازوں کے بعد کی دعا بہت قبول ہوتی ہے اور عمل بھی، دسیوں احادیث میں سلام پھرنے کے بعد اذکار اور صریح لفظوں میں مختلف قسم کی احادیث میں دعاؤں کا تذکرہ آیا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ سب متصلاً ہے؛ اسی لیے فرض نمازوں کے بعد متصلاً دعا کرنا، ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا، اس کو مطلقاً بدعت و منکر کہنا، درست نہیں ہے، نہ امام کے حق میں اور نہ مقتدیوں کے حق میں۔

ان روایات میں اگرچہ یہ نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تو صحابہ نے بھی-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ-دعا مانگی اور ساتھ دیا؛ لیکن ظاہر یہی ہے کہ وہ حضرات جب اس کے عادی تھے کہ آپ جو کریں، وہ دیکھ کر کریں اور ان کو حکم بھی تھا تو یقیناً آپ کے ساتھ وہ بھی دعا مانگتے تھے اور پھر وہ کیفیت ہوتی تھی، جو آج عموماً اپنے یہاں دیکھتے ہیں۔ ==

== یہی وجہ ہے کہ مذاہب اربعہ کے محققین علما نے فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا تذکرہ کیا ہے، حنفیہ نے بھی اور دوسرے تمام حضرات نے بھی، بلکہ دوسری فکر وخیال کے ممتاز علما نے بھی ہر زمانے میں فی الجملہ اس کی تاکید کی ہے اور اس کو مطلقاً منکر قرار دینے کی تردید کی ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ دعا نماز کا جزء وحصہ نہیں ہے کہ اس کے بغیر نماز نہ ہو، نماز کا آخری عمل و جزء سلام ہے، سلام پھیرنے کے بعد نماز کا عمل مکمل ہو جاتا ہے اور اس کے معاً بعد آدمی اٹھ جائے، اپنی جگہ سے ہٹ جائے، فوراً ہی جگہ بدل کر سنت پڑھنے لگ جائے، یا کچھ دیر ذکر وتلاوت کرے پھر سنت ادا کرے، یہ سب جائز ودرست ہے، اور اس کو غلط سمجھنا یا اس دعا کو ضروری سمجھنا، یا یہ سمجھنا کہ جب تک دعا نہ ہو جائے آدمی ایسے ہی پابند ہے جیسے قبل سلام تھا یہ سب غلط، سلام کے ساتھ آدمی نماز سے اور امامت واقتدا سے الگ و باہر ہو جاتا ہے۔

البتہ چوں کہ بکثرت نمازوں کے بعد متصلاً اذکار ودعاؤں کا تذکرہ آیا ہے؛ اس لیے اس کی عادت بنانا کہ سلام پھیرتے ہی اٹھ جانا ہے اور کچھ نہیں کرنا ہے، ناپسندیدہ ہے؛ بلکہ عادت یہ بنانی چاہیے کہ حسب موقع دعا وذکر کا اہتمام کیا جائے، آدمی اکیلے نماز پڑھنے والا ہو جیسا کہ نوافل میں عموماً ہوتا ہے اور کبھی فرض میں بھی کسی مجبوری کی وجہ سے یا جماعت سے نماز پڑھنے والا ہو اور پھر خواہ امام ہو یا مقتدی، امام کو مقتدیوں کا لحاظ اس میں رکھنا چاہیے؛ اسی لیے جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، مختصر دعا کا ذکر کا حکم ہے اور کن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں، کچھ طول اختیار کرنے کی اجازت ہے۔

یہ حکم وتفصیل مذاہب اربعہ کی ہے۔ (ملاحظہ ہو! إعلاء السنن: ۱۵۲/۳، ومعارف السنن: ۱۱۸/۳-۱۲۴، احسن الفتاویٰ: ۵۹/۳ وما بعد، الیواقیت الغالیۃ: ۸ (مکاتیب شیخ الحدیث مولانا محمد یونس): ۲۳۰/۱، المغنی: ۵۵۹/۱، والمجموع شرح المهذب: ۴۸۴/۳-۴۸۵)

اور ممتاز اہل حدیث علما کے فتاویٰ میں بھی اس کی صراحت موجود ہے کہ بعد نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مطلقاً بدعت نہیں؛ بلکہ احادیث سے ثابت ہے۔

(۱) حافظ عبداللہ صاحب روپڑیؒ فرماتے ہیں: ''فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر جو دعا مانگی جاتی ہے، وہ شرعاً درست ہے''۔ (فتاویٰ اہل حدیث: ۱۹۰/۲)

(۲) میاں صاحب مولانا نذیر حسین دہلویؒ فرماتے ہیں: ''صاحب فہم پر مخفی نہیں کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ومستحب ہے''۔ (فتاویٰ نذیریہ: ۲۶۵/۱)

(۳) مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: ''بعد نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا روایات میں ثابت ہے''۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ۵۲۷/۱)

(۴) نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں: ''دونوں حدیثیں یعنی حدیث ابوامامہ اور حدیث معاذ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعا کرنا چاہیے''۔ (دلیل الطالب علی ارجح المطالب، ص ۳۳۲)

(۵) مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری علیہ الرحمہ نے اپنی شہرۂ آفاق شرح ترمذی تحفۃ الأحوذی میں اس موضوع پر کافی تفصیل سے کلام کیا ہے، ابن القیم کا نقطۂ نظر اور کچھ تفصیل نیز حافظ ابن حجر کا تعاقب اور ان کا نقطۂ نظر ذکر کرنے کے ساتھ اہل حدیث حضرات کے دو نقطۂ نظر جواز وعدم جواز دونوں کا تذکرہ کیا ہے اور قائلین جواز کے دلائل کی کافی تفصیل کی ہے، جس کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ مولانا فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا رجحان رکھتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو! تحفة الأحوذي - كتاب الصلاة، باب ما يقول إذا سلم من الصلاة: ۱۷۶/۲-۱۸۰)

(۶) فتاویٰ اہل حدیث میں اس مضمون وموضوع کے کئی فتاویٰ انفرادی واجتماعی مذکور ہیں، ==

فرض نمازوں کے بعد دعا:

سوال: فرض نمازوں کے بعد دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، یا نہیں؟ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل، یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ بیان کرنا لازمی ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم أنه قال: "مامن عبد بسط کفیه فی دبر کل صلوة ثم یقول: اللّٰهم إلٰهی وإلٰه إبراهیم وإسحاق ویعقوب وإلٰه جبرائیل ومیکائیل وإسرافیل. علیهم السلام. أسألک أن تستجیب دعوتی، فإنی مضطر، و تعصمنی فی دینی فإنی مبتلی، وتنالنی برحمتک فإنی مذنب، وتنفی عنی الفقر فإنی متمسکن، إلا کان حقاً علی اللّٰہ عزوجل أن لا یرد یدیه خائبتین". (عمل الیوم واللیلة: ۳۸)(۱) **فقط واللّٰہ سبحانه وتعالٰی أعلم**

حررہ العبد محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۸۲/۵)

== جو مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی مولانا عبداللہ صاحب روپڑی اور میاں نذیر حسین صاحب وغیرہ کی طرف منسوب ہیں، ان فتاویٰ میں ضروری سمجھنے کی نفی کی گئی ہے اور یہ کہ اس میں کبھی کبھی ناغہ کردے؛ لیکن جواز واستحباب اور اس سلسلہ کی احادیث کے حسن؛ بلکہ حسن لذاتہ ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو! فتاویٰ اہل حدیث، طبع پاکستان: ۱۹۰/۱-۱۹۳)

(۷) شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کے ثبوت وجواز کی مطلقاً تردید نہیں کی ہے، کوئی آدمی تنہا دعا کرے، یا امام ومقتدی دونوں مل کر۔ کبھی کبھی ایسا کرلیں تو یہ خلاف سنت نہیں ہے، ہاں دوام والتزام کو انہوں نے بھی بدعت اور خلاف سنت کہا ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ: ۱۹۷/۲۰- ۵۰۰/۲۳-۵۱۳ وغیرہ)

جیسے کہ ماثورومعروف اذکار کے متعلق فرمایا کہ ضروری نہیں ہے، اس کے بغیر بھی مسجد سے جاسکتا ہے۔ (شرح بلوغ المرام: ۳۳۲/۲)

(۸) بعض حضرات کی نقل کے مطابق نماز کے بعد ماثور اذکار سے فراغت کے بعد دعا کو شیخ الاسلام نے مستحب لکھا ہے، جب کہ اس کے جملہ آداب درود وغیرہ کے اہتمام کے ساتھ دعا مانگی جائے۔ (شرح بلوغ المرام لعبداللہ بن عبدالرحمٰن البسام: ۳۳۶/۲)

(۹) اور شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن البسام- جو سعودیہ کے ہیئۃ کبار کے ایک رکن تھے، انہوں نے بلوغ المرام کی کئی احادیث کے تحت نماز کے بعد دعا کے استحباب کا ذکر کیا ہے اور اس کا کہ اکثر علماء کے نزدیک بعد کا مطلب فراغت کے بعد اور نماز کا مطلب فرض ہے کہ مطلق نماز سے فرض کو ہی مراد لیتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: ۳۲۱/۲-۳۲۲-۳۲۴-۳۳۴)

(۱۰) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام ومقتدی کے لیے سلام کے بعد ذکرودعا کو مستحب قرار دیا ہے۔ (کتاب الأم (طبع دارالمعرفۃ): ۱۲۷/۱، ولفظه: أستحب للمصلی منفرداً وللمأموم أن یطیل الذکر بعد الصلاة ویکثر الدعاء رجاء الإجابة بعد المکتوبة. (احکام نماز، احادیث وآثار)

(۱) **عمل الیوم و اللیلة لابن السنی، باب مایقول فی دبر صلاة الصبح (رقم الحدیث: ۱۳۸): ۱۲۱، مکتبة الشیخ)**

عن أبی أمامة رضی اللّٰہ عنه قال: قیل یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: أی الدعاء أسمع؟ قال: "جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات". (وقال الترمذی: هذا حدیث حسن. جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب: ۱۸۷/۲، **سعید)(رقم الحدیث: ۳۴۹۹، انیس)** ==

فرض نماز کے بعد دعا اور آمین:

سوال: فرض نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد امام کا اجتماعی دعا پڑھ کر مقتدیوں سے آمین کہلوانا درست ہے، یا نہیں؟ یا امام ومقتدی کو انفرادی دعا کرنا لازم ہے، یا بغیر دعا کے سنت پڑھ سکتا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصليًا

فرض نمازوں کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے، اس وقت دعا کرنا حدیث (۱) وفقہ سے ثابت ہے، (۲) جہراً دعا کرنا اور مقتدیوں سے آمین کہلوانا، اس کی پابندی ثابت نہیں۔ (۳) جس فرض نماز کے بعد سنت نماز بھی ہے؛ جیسے: ظہر، مغرب، عشاء، اس کے بعد مختصر دعا کر کے سنت میں مشغول ہو جائے (۴) اور جس کے بعد سنت نہیں؛ جیسے: فجر و عصر، ان کے بعد تسبیحات واذکار متعدد حدیثوں میں وارد ہیں، عمل الیوم واللیلۃ، ص: ۴۰/۳۰؛ یعنی دس صفحات میں روایات مذکور ہیں:

”عن صهيب رضى الله عنه أن رسول الله عليه وسلم كان يحرك شفتيه بعد صلوٰة الفجر

== ”عن وراد مولى المغيرة بن شعبة قال: كتب المغيرة بن شعبة إلىٰ معاوية بن سفيان: أن النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم كان يقول فى دبر كل صلاة مكتوبةً: لاإلٰه إلا اللّٰه وحده لاشريك له، له الملك، وله الحمد، وهو علىٰ كل شيء قدير، اللّٰهم لا مانع لما أعطيت، ولامعطى لما منعت، ولاينفع ذا الجد منك الجد“. (الصحيح للبخارى، كتاب الدعوات، باب الدعاء بعد الصلاة: ۲/ ۹۳۷، قديمى) (جامع الترمذى، أبواب الصلوٰة، باب مايقول إذا سلم: ۱/۶۶، سعيد)

(۱) عن أبى أمامة قال: قيل يارسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أى الدعاء أسمع؟ قال: ”جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات“. (وقال الترمذى: هذاحديث حسن. جامع الترمذى، أبواب الدعوات، باب: ۲/۱۸۷، سعيد) (رقم الحديث: ۳۴۹۹، انيس)

وإذا جمع مع الدعاء حضور القلب وجمعيته بكليته على المطلوب، وصادف وقتاً من أوقات الإجابة الستة، وهو: الثلث الأخير من اليل، وعند الأذان، وبين الأذان والإقامة، وأدبار الصلوات المكتوبات، وعند صعود الإمام يوم الجمعة على المنبر حتى تقضى الصلاة من ذلك اليوم، وآخر ساعة بعد العصر، وصادف خشوعاً فى القلب“. (الجواب الكافى فيمن سئل عن الدواء الشافى، المعروف بالداء والدواء لابن قيم الجوزية، فصل: أوقات الإجابة، ص: ۱۶، مكتبة روضة القرآن)

”أحوال الإجابة... ودبر الصلوات المكتوبات“. (الحصن الحصين للإمام محمد الجزرى: ۶۳، دار الإشاعت)

(۲) راجع للتخريج، ص: ۶۸۵، رقم الحاشية: ۱.

(۳) الإصرار على المندوب يبلغه إلىٰ حد الكراهة، آه“. (السعاية، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلاة، قبيل فى فصل القراءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمى لاهور)

”قال الطيبى: وفيه: من أصر علىٰ أمر مندوب، وجعله عزمًا، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب من الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر علىٰ بدعة أو منكر“. (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب: الدعاء فى التشهد (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳/۳۱، رشدية)

(۴) راجع، ص: ۶۸۵، رقم الحاشية: ۱.

بشيء،فقلت:يارسول اللّٰه!إنک تحرک شفتيک بشيء ماكنت تفعل،ماهٰذاالذی تقول؟قال : "أقول: أللّٰهم بک أحاول،وبک أصاول،وبک أقاتل". (۱)

"عن أنس رضی اللّٰه عنه قال:ماصلّٰی بنارسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم صلاةً مكتوبةً إلا أقبل بوجهه علينا، فقال :"اللّٰهم!إني أعوذ بک من كل عمل يخزيني،وأعوذ بک من كل صاحب يرديني، وأعوذ بک من يلهيني، وأعوذ بک من كل فقر ينسيني، وأعوذ بک من كل غني يطغيني". (حوالۂ بالا،ص: ۳۱۔۳۲)

"القيام إلى السنة التي تلي الفرض متصلاً بالفروض مسنون غيرأنه يستحب الفصل بينهما كما قال عليه السلام :إذا سلم يمكث قدرمايقول:"اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام وإليک يعود السلام تباركت يا ذاالجلال والإكرام" ثم يقوم إلى السنة ". (مراقی الفلاح: ۱۷۰)(۲) فقط واللّٰه تعالٰی أعلم

حررہ العبدمحمودعفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۲/۱/۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۲/۱/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶۸۳/۵۔۶۸۵)

بعدنمازِ پنجگانہ دعا سنت ہے:

سوال: بعدنمازِ پنجگانہ دعا کے واسطے ہاتھ اٹھانا سنت ہے، یا بدعت؟ زید نے دعا اس غرض سے ترک کردی کہ اس بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں، یہ فعل کیسا ہے؟

---

(۱) عمل اليوم والليلة لابن السني،باب مايقول فی دبرصلاة الصبح: ۱۰۵،رقم الحديث: ۱۱۷،مكتبة الشيخ)

(۲) عمل اليوم و الليلة: ۱۰۷،رقم الحديث : ۱۲۰۔

"عن وراد مولی المغيرة بن شعبة قال:كتب المغيرة بن شعبة إلٰى معاوية بن أبی سفيان رضی اللّٰه تعالٰی عنهما:أن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم كان يقول فی دبرصلاةٍ إذاسلم:لاإلٰه إلا اللّٰه وحده لاشريک له،له الملک وله الحمد ، و هوعلٰی كل شیء قدير، اللّٰهم لامانع لما أعطيت،ولامعطی لما منعت،ولاينفع ذاالجد منک الجد". (الصحيح لمسلم،كتاب الدعوات،باب الدعاء بعدالصلاة : ۹۳۷/۲،قديمی)(جامع الترمذی،أبواب الصلاة، باب مايقول إذا سلم : ۶۶/۱، سعيد)

(۳) حاشية الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح،كتاب الصلاة،فصل فی صفة الأذكار،ص: ۳۱۱،قديمی

"عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت:كان رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم إذا سلم لايقعد إلامقدارما يقول:"اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام،تباركت يا ذا الجلال والإكرام". (جامع الترمذی،أبواب الصلاة،باب مايقول إذا سلم من الصلاة: ۶۶/۱،سعيد)(رقم الحديث: ۲۹۸.انيس)/ (الصحيح لمسلم،كتاب المساجد،باب:استحباب الذكربعد الصلاة وبيان صفته: ۲۳۵،رقم الحديث: ۵۹۲،بيت الأفكار،انيس)

"ويكره تأخيرالسنة إلابقدر"اللّٰهم أنت السلام"إلخ. (ردالمحتار،باب صفة الصلاة، فصل:إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱،سعيد)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

نمازِ پنجگانہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ''حصن حصین'' جو معتبر کتاب حدیث کی ہے،اس میں احادیث مرفوعہ دعا میں ہاتھ اٹھانے اور بعد دعا کے منہ پر ہاتھ پھیرنے کی موجود ہیں،ان کو دیکھ لیا جاوے،(۱) نمازوں کے بعد دعا کا مسنون ہونا بھی اس میں مذکور ہے، پس زید کا یہ فعل ترک دعا بعد الصلوات خلاف سنت ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۱۹۸-۱۹۹)

ظہر،مغرب اور عشا کی نمازوں کے بعد کی دعا:

سوال: نماز ظہر،مغرب وعشا کے بعد کتنی مختصر اور کون سی دعا کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؟ نیز نماز جمعہ بھی اس میں شامل ہے، یانہیں؟ دعا میں کمی زیادتی جائز ہے، یانہیں؟

الجوابـــــــــــــــــــ حامداً و مصليًا

''اللّٰهم أنت السلام'' إلخ ''أستغفر الله،أستغفر الله،أستغفر الله'' مختلف کلمات ذکر منقول ہیں،(۳) مگر مختصر معمولی زیادتی ہوجائے تو بھی ممنوع نہیں گنجائش ہے، جمعہ بھی بظاہر ظہر کی طرح ہے، لاشتراك السبب، وهو أداء السنن بعد الفرضية.(۴) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ:۵/۶۸۹)

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سألتم الله فاسألوه ببطون أكفكم (إلٰى قوله) فإذا فرغتم فامسحوا بها وجوهكم'' ''رواه أبوداؤد''.(مشكٰوة،كتاب الدعوات،الفصل الثاني:١٩٤،رقم الحديث: ٢٢٤٣،المكتب الإسلامي)/(كتاب الوتر،باب الدعاء،رقم الحديث:١٤٨٦،بيت الأفكار،انيس)

وعن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رفع يديه فى الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه.''رواه الترمذى''. (مشكٰوة،كتاب الدعوات،الفصل الثاني: ١٩٥،ظفير(رقم الحديث:٢٢٤٥)/(الجامع للترمذى، كتاب الدعوات،باب ما جاء فى رفع اليدين عند الدعاء:٥٣٦،رقم الحديث:٣٣٩٦،بيت الأفكار،انيس)

(۲) ''ودبر الصلوات المكتوبات'' ''رواه الترمذى''.(حصن حصين، أحوال الإجابة : ٣٠)

(۳) ''عن عائشة رضى الله عنها قالت:كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم لايقعد إلا مقدارما يقول:''اللّٰهم أنت السلام و منك السلام،تباركت يا ذا الجلال والإكرام''.(جامع الترمذى،أبواب الصلاة،باب مايقول إذا سلم من الصلاة: ١/٦٦،سعيد)(رقم الحديث: ٢٩٨،انيس)/(رواه المسلم فى الصحيح،فى كتاب المساجد،باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ١/٢١٨، قديمى)(رقم الحديث:٥٩٢ ،انيس)

(۴) عن ثوبان قال:كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذاانصرف من صلٰوته،استغفر ثلاثًا،وقال:اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام، تباركت ياذا الجلال والإكرام''.قال الوليد:فقلت للأوزاعى:كيف الاستغفار؟ قال: تقول:''أستغفر اللّٰه أستغفر اللّٰه''.(الصحيح لمسلم،كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلٰوة وبيان صفته: ١/٢١٨، قديمى)(رقم الحديث: ٥٩١،انيس

ہر نماز کے بعد دعا:

سوال: پنج وقتہ نماز کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہیں، یہ اجتماعی دعا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد دعا مانگی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

کتب فقہ مراقی الفلاح، (۱) درمختار (۲) وغیرہ میں اجتماعی دعا کی ترغیب و تائید مذکور ہے، جس فرض نماز کے بعد سنتیں ہیں، اس فرض کے بعد تو مختصر دعائیہ کلمات پڑھ کر سنتوں میں مشغول ہو جانا چاہیے، (۳) اور جس فرض کے بعد سنتیں نہیں ہیں، (فجر، عصر) اس میں تسبیحات فاطمہ اور طویل دعا بھی لکھی ہے، (۴) کتاب ''عمل الیوم واللیلۃ'' میں ایک حدیث مذکور ہے، جس میں ہر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی ترغیب ہے، (۵) اور دعا کے قبول ہونے کی امید ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۸۸/۵-۶۸۹)

---

(۱) ''إذا انصرف من صلاته، استغفر اللّٰه تعالىٰ وقال: اللّٰهم أنت السلام... ثم يدعون لأنفسهم وللمؤمنين بالأدعية المأثورة لقول أبي أمامة... رافعي أيدهم حذاء الصدر... ثم يختمون بقوله تعالىٰ: ﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ الخ... ثم يمسحون بها: أي بأيديهم وجوههم في آخره''. (مراقي الفلاح علىٰ حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، فصل فيمايفعله المقتدي، ص: ۳۱۵-۳۱۸، قديمي)

(۲) ويهلل تمام المائة، و يدعوويختم بسبحان ربك''). (الدرالمختار، باب صفة الصلاة: ۵۳۰/۱، سعيد)

(۳) وقال الكمال عن شمس الأئمة الحلواني أنه قال: لابأس بقراءة الأوراد بين الفريضة والسنة، فالأولىٰ تأخير الوارد عن السنة، فهذا ينفي الكراهة، ويخالفه ماقال في الاختيار: كل صلاة بعدها سنة يكره القعود بعدها والدعاء بل يشتغل بالسنة كي لايفصل بين السنة والمكتوبة، وعن عائشة رضي اللّٰه عنها أن النبي صلى اللّٰه عليه و سلم كان يقعد مقدارما يقول: ''اللّٰهم أنت السلام إلخ'' كما تقدم، فلا يزيد عليه أو علىٰ قدره''. (مراقي الفلاح حاشية الطحطاوي، فصل في مايفعله المقتدي، ص: ۳۱۲-۳۱۳، قديمي)

(۴) راجع للتخريج، ص: ۶۵۸ (عن كعب ابن عجرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: معقبات لايخيب قائلهن أوفاعلهن دبر كل صلوٰة مكتوبة، ثلاث وثلاثون تسبيحة وثلاث وثلاثون تحميدة، وأربع وثلاثون تكبيرة. (الصحيح لمسلم: ۲۱۹/۱، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، رقم الحديث: ۵۹۵، انيس)

(۵) عن أنس بن ما لك رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: ''ما من عبد بسط كفيه في دبر كل صلاة ثم يقول: اللّٰهم إلٰهي، وإلٰه إبراهيم وإسحاق ويعقوب، وإلٰه جبرائيل وميكائيل وإسرافيل عليهم السلام. أسألك أن تستجيب دعوتي فإني مضطر، و تعصمني في ديني فإني مبتلي، وتنالني برحمتك فإني مذنب، وتنفي عني الفقر فإني مُتَمَسْكِن، إلا كان حقاً على اللّٰه عزوجل أن لا يرد يديه خائبتين''. (عمل اليوم والليلة، ص: ۳۸) (عمل اليوم والليلة لابن السني، باب مايقول في دبر صلاة الصبح، ص: ۱۲۱، رقم الحديث: ۱۳۸، مكتبه الشيخ كراچي)

ہرنماز کے بعد دعا کا اہتمام:

سوال: نماز کے بعد دعا مانگنے کے سلسلے میں ''عمل الیوم واللیلۃ'' والی روایت ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی دلیل میں حضرت نے جواب میں لکھوایا تھا، کیا کوئی حدیث ایسی بھی ہے، جس میں دونوں بات دواماً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یکجا طور پر ثابت ہوں؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

جو طریقہ دعا کے اہتمام کا آپ چاہتے ہیں، اس کا دوامی ثبوت عملی حدیث سے دشوار ہے، نفس ثبوت وہ کافی ہے، جو عرض کیا تھا؛ یعنی ''عمل الیوم واللیلۃ'' کی قوی حدیث، ''الکوکب الدری'' میں اس سے تعرض کیا ہے، غالبًا کتاب الدعوات میں ہے، وہاں دیکھئے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶۷/۶/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶۸۶/۵)

نماز کے بعد دعائیں:

سوال: دعائے ماثورہ جو بعد العصر والفجر احادیث میں وارد ہیں اور جو مطلق فرض کے بعد ہیں، وہ کیا کیا ہیں؟

(محمد شیر رنگونی)

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

''عن أم سلمة رضی الله عنها تقول: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم إذا صلی الصبح قال: ''اللّٰهم !إنی أسألک علماً نافعاً، وعملاً متقبلاً، ورزقاً طیباً''. (۲)

---

(۱) ویختم الدعاء بعد المکتوبة وقبل السنة علیٰ ماروی عن البقالی من أنه قال :الأفضل أن یشتغل بالدعاء ثم بالسنة...وهو المشهور المعمول به فی زماننا کما لایخفیٰ، فإنه مستجاب بالحدیث، و قد قال النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فی حدیث رواه ابن عباس: ''من لم یفعل ذٰلک فهو خداج'': أی من لم یدع بعد الصلاة رافعًا یدیه إلیٰ ربه مستقبلاً ببطونها إلیٰ وجهه ولم یطلب حاجاته قائلاً یارب یارب، فما فعله من الصلاة ناقصة عندالحق سبحانه...إلخ''. (الکوکب الدری، أبواب الدعوات (قال ربکم أدعونی)، ص: ۲۹۱، المکتبة الیحیویة، سهارنپور)

عن الفضل بن عباس قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: الصلاة مثنیٰ مثنیٰ تشهد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتمسکن وتقنع یدیک یقول: ترفعهما إلی ربک مستقبلا ببطونهما وجهک وتقول: یارب یارب ومن لم یفعل ذلک فهو کذا وکذا وقال غیر ابن المبارک فی هذا الحدیث: من لم یفعل فهی خداع. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی التخشع فی الصلاة (ح: ۳۸۵) انیس)

(۲) عمل الیوم واللیلة لابن السنی، ص: ۱۰۰، رقم الحدیث: ۱۱۰، مکتبة الشیخ (باب ما یقول فی دبر صلاة الصبح، انیس)

”وعن أنس رضی اللّٰہ عنہ قال:ماصلی بنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلاةً مکتوبةً إلا أقبل بوجھہ علینا، فقال:”اللّٰھم!إنی أعوذ بک من کل عمل یخزینی،وأعوذ بک من کل صاحب یُرْدینی،وأعوذ بک من کل أمل یلھینی،وأعوذ بک من کل فقرینسینی،وأعوذ بک من کل غنی یطغینی“.(۱)

ازص:۳۸تا:۵۱،عمل الیوم واللیلۃ میں کچھ اور پرتیس دعائیں اور بھی منقول ہیں۔

”عن معاذرضی اللّٰہ عنہ قال:سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول:”من قال بعد الفجر ثلاث مرات وبعد العصر ثلاث مرات:أستغفر اللّٰہ الذی لا إلٰہ إلاھو الحی القیوم وأتوب إلیہ،کفرت عنہ ذنوبہ وإن کانت مثل زبد البحر“.(رواہ ابن السنی)(۲)فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،۱۳۵۳/۲/۸ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۵/۶۸۵-۶۸۶)

---

(۱) عمل الیوم واللیلة لابن السنی،ص: ۱۰۷،رقم الحدیث: ۱۲۰،مکتبہ الشیخ (باب ما یقول فی دبر صلاة الصبح،انیس)

عن أبی أمامة الباھلی رضی اللّٰہ عنہ قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:من قرأ آیة الکرسی فی دبر کل صلاة مکتوبة لم یحل بینہ وبین دخول الجنة إلا الموت.(عمل الیوم واللیلة لابن السنی،نوع آخر: ۱۱۰،رقم الحدیث: ۱۲٤،دارالقبلة للثقافة الإسلامیة ومؤسسة القرآن جدة و بیروت.انیس)

(۲) عمل الیوم واللیلة لابن السنی،ص: ۱۱۲،رقم الحدیث: ۱۲٦،مکتبہ الشیخ (باب ما یقول فی دبر صلاة الصبح،انیس)

”عن وراد مولٰی المغیرةبن شعبة قال:کتب المغیرة إلٰی معاویة بن أبی سفیان:أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقول فی دبر صلاتہ اذا سلم:”لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ،لہ الملک،ولہ الحمد،وھو علٰی کل شئ قدیر،اللّٰھم لا مانع لما أعطیت،ولا معطی لما منعت،ولا ینفع ذا الجد منک الجد“.(صحیح البخاری،کتاب الدعوات،باب الدعاء بعد الصلاة: ۹۳۷/۲،قدیمی/وجامع الترمذی،أبواب الصلٰوة،باب مایقول إذا سلم من الصلاة: ٦٦/١،سعید)

عن أبی برزة الأسلمی قال:کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا صلی الصبح قال:لا أعملہ إلا قال فی السفر رفع صوتہ حتی یسمع أصحابہ:اللّٰھم أصلح لی دینی الذی جعلتہ عصمة أمری،اللھم أصلح لی دنیای التی جعلت فیھا معاشی -ثلاث مرات-اللھم أصلح لی آخرتی التی جعلت إلیھا مرجعی -ثلاث مرات-اللّٰھم إنی أعوذ برضاک من سخطک،اللّٰھم إنی أعوذبک منک -ثلاث مرات-اللّٰھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منک الجد.(عمل الیوم واللیلة لابن السنی،نوع آخر: ۱۱۵،رقم الحدیث:۱۲۷،انیس)

عن تمیم الداری رضی اللّٰہ عنہ قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:من قال بعدصلاة الصبح: أشھد أن لا إلہ إلا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ إلٰھاً واحداً صمداً لم یتخذ صاحبة ولا ولداً ولم یکن لہ کفواً أحد،کتب اللّٰہ عزوجل لہ أربعین ألف حسنة.(عمل الیوم واللیلة لابن السنی،نوع آخر: ۱۲۰،رقم الحدیث:۱۳٦،انیس)

زبدة الكلمات فی حكم الدعاء بعد الصلوات؛ فرائض کے بعد دُعا:

سوال: فرائض کی جماعت کے بعد دعا سے متعلق لوگوں کے مختلف نظریات پائے جاتے ہیں، بعض علماء سرے سے اس دعا ہی کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ فرائض کے بعد فوراً نوافل کے لیے کھڑے ہوجانا چاہیے، بعض اس دعا میں رفع یدین کا انکار کرتے ہیں، پھر جو رفع یدین کے قائل ہیں، ان کا عمل مختلف ہے، بعض سراً دعا کرتے ہیں اور اکثر ائمہ مساجد بلند آواز سے طویل دعائیں کرتے ہیں اور مقتدی آمین کہتے ہیں، ان میں سے شرعی نقطہ نگاہ سے صحیح طریقہ سنت کے مطابق کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

دعا بعد الفرائض سے متعلق اولاً احادیث اور عبارات فقہ ذکر کی جاتی ہیں، اس کے بعد ان سے ثابت ہونے والے احکام ذکر کئے جائیں گے۔

۱-احادیث:

(۱) عن أنس بن مالك رضی الله عنه عن النبی صلّى الله عليه وسلّم أنه قال:"ما من عبد بسط كفيه فی دبر كل صلاة ثم يقول:" اللّٰهم إلٰهی وإلٰه إبراهيم وإسحاق و يعقوب وإلٰه جبرائيل وميكائيل وإسرافيل عليهم السلام أسألك أن تستجيب دعوتی فإنی مضطر، وتعصمنی فی دينی فإنی مبتلى وتنالنی برحمتك فإنی مذنب،وتنفی عنی الفقر فإنی مُتَمَسْكِن إلا كان حقًا على الله عزوجل أن لايرد يديه خائبتين. (وفی إسناده عبد العزيزبن عبد الرحمن فيه مقال.(عمل اليوم والليلة لابن السنی)(۱)

(۲) عن الأسود العامری عن أبيه رضی الله عنه قال: صليت مع رسول الله صلّى الله عليه و سلّم الفجرفلما سلم انحرف ورفع يديه ودعا. (الحديث: رواه ابن أبی شيبة)(مجموعة الفتاوى بهامش الخلاصة: ۱/ ۱۰۰ .إمداد الفتاوى: ۱/ ۵٦۱ ،نفائس مرغوبة،ص: ۳۹)(۲)

اس حوالہ کی تحقیق تتمہ میں ہے۔

(۳) وقال الحافظ السيوطی فی فض الوعاء فی أحاديث رفع اليدين فی الدعاء: أخرج ابن أبی شيبة قال حدثنا محمّد بن يحيٰى الأسلمی قال رأيت عبد الله بن الزبيررضی الله عنهما ورأى

(۱) باب ما يقول فی دبر صلاة الصبح: ۷۲/۱ ،رقم الحديث: ۱۳۸ ،مكتبة دار البيان،انيس

(۲) مصنف ابن أبی شيبة،من كان يستحب إذا سلم أن يقوم أو ينحرف (ح:۳۰۹۳)انيس

رجلاً رافعًا يـديه يدعوا قبل أن يفرغ من صلاته فلما فرغ منها قال له أن رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم لم يكن يرفع يديه حتىٰ يفرغ من صلا ته،رجاله ثقات،آهـ. (فض الوعاء للسيوطى)(۱)

(۴) عـن الفضل بن عباس رضى اللّٰه عنه قال:قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: الصلاة مثنى مثنى،تشهد فى كل ركعتين وتخشع وتضرع وتمسكن وتقنع يديک-يقول: ترفعهما-إلى ربّک مستقبلاً ببطونهما وجهک،وتقول ياربّ!يا ربّ!من لم يفعل ذٰلک فهى كذا وكذا. (رواه الترمذى والنسائى وابن خزيمة فى صحيحه...رجاله كلهم ثقات)(إعلاء السنن:۲۰۸/۳)(۲)

(۵) أخرج عبد الرزاق عن النبى صلّى اللّٰه عليه وسلّم أى الدعاء أسمع؟أى أقرب إلى الإجابة قال:شطر الليل الأخير وادبارالمكتوبة". (وصححه،عبد الحق وابن القطان)(مصنف عبدالرزاق)(۳)

(۶) ذكر الإمام المحدث أبوالربيع فى كتاب مصباح الظلام عن النبى عليه الصلوٰة والسلام أنه قال:من كانت له إلى اللّٰه حاجة فليسألها دبر صلاة مكتوبة،آه. (مصباح الظلام)(۴)

(۷) عن أبى أمامة رضى اللّٰه عنه قال قيل يا رسول اللّٰه أى الدعا أسمع؟قال: "جوف الليل الاٰخر ودبر الصلوات المكتوبات". (أخرجه الترمذى وقال هٰذا حديث حسن) (فتح البارى: ۱۱۳/۱۱)(۵)

---

(۱) ص:۸٦،مكتبة الأردن،انيس

(۲) إعلاء السنن، كتاب الصلاة،باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء ولذكربعد الصلاة،بيان ما يقرأ إذا فزغ من الصلاة،رقم الحديث: ۹۳۸،إدارة القرآن والعلوم الإسلامية،كراتشى باكستان/ سنن الترمذى، باب ماجاء فى التخشع فى الصلاة (ح: ۳۸۵)/مسند البزار،ربيعة بن الحارث عن الفضل (ح: ۲۱٦۹)/السنن الكبرىٰ للنسائى،ذكر اختلاف شعبة والليث على عبد ربه (ح: ٦۱۸) وباب كيف الرفع (ح: ۱٤٤٤)/مسند أبى يعلىٰ الموصلى، مسند الفضل بن عباس (ح: ٦۷۳۸)/صحيح ابن خزيمة،باب ذكر الأخبار المنصوصة (ح: ۱۲۱۲)/سنن أبى داؤد،باب فى صلاة النهار (ح:۱۲۹٦)انيس)

(۳) أن أبا أمامة سأل النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فقال:ما أنت؟قال:نبى،قال:إلى من أرسلت؟قال:إلى الأحمر والأسود، قال:أى حين تكره الصلاة ؟ قال:من حين تصلى الصبح حتى ترتفع الشمس قيد رمح ومن حين تصفر الشمس إلى غروبها،قال:فأى الدعاء أسمع؟قال:شطر الليل الآخر وأدبارالمكتوبات،قال:فمتى غروب الشمس؟ قال:من أول ما تصفر الشمس حين تدخلها صفرة إلى حين تغرب الشمس.(مصنف عبد الرزاق،باب الساعة التى يكره فيها الصلاة (ح:۳۹٤۸)انيس)

(۴) مصباح الظلام:

(۵) فتح البارى، كتاب الدعوات،باب الدعاء بعد الصلاة،رقم الحديث: ۳۰۸۳/جامع الترمذى، كتاب الدعوات،باب بلا ترجمه،رقم الحديث: ۹٦۳٤،ص: ٥٥۱،بيت الأفكار،انيس

(۸) أخرج الطبرانی من روایة جعفربن محمد الصادق قال:الدعاء بعد المکتوبة أفضل من الدعاء بعد النافلة کفضل المکتوبة علی النافلة.(المواهب للقسطلانی نقلا عن الحافظ ابن حجر)(۱)

(۹) عن أبی أمامة رضی اللّٰه عنه قال:ما دنوت من رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم فی دبر صلاة مکتوبة ولاتطوع إلا سمعته یقول:"اللّٰهم اغفرلی ذنوبی وخطایای کلها،اللّٰهم انعشنی واجبرنی واهدنی لصالح الأعمال والأخلاق،إنه لا یهدی لصالح الأعمال ولایصرف سیئها إلا أنت.(۲)

وروی النسائی وغیره،اللّٰهم أصلح لی دینی الذی جعلته لی عصمة وأصلح لی دنیای التی جعلت فیها معاشی،اللّٰهم إنی أعوذ برضاک من سخطک،وأعوذ بعفوک من نقمتک، وأعوذبک منک،لا مانع لما أعطیت،ولا معطی لما منعت،ولا ینفع ذا الجد منک الجد.(۳)

وروی أبوداؤد إذا انصرفت من المغرب فقل:" اللّٰهم أجرنی من النار"سبع مرات،إذا قلت ذٰلک ثم مت فی لیلتک کتب لک جِوازٌمنها وإذا صلیت الصبح فقل کذٰلک،إن مت فی یومک کتب لک جِوازٌمنها.(ابن السنی)(۴)

(۱۰) عن عطاء بن أبی مروان،عن أبیه أن کعبا رضی اللّٰه عنه حلف له باللّٰه الذی فلق البحرلموسی إنا لنجد فی التوارة :إن داؤد نبی اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم،کان إذا انصرف من صلٰوته قال:اللّٰهم اصلح لی دینی الذی جعلته لی عصمة،واصلح لی دنیای التی جعلت فیها معاشی،اللّٰهم إنی أعوذ برضاک من سخطک،وأعوذ بعفوک من نقمتک،وأعوذبک منک ،لا مانع لما أعطیت،ولا معطی لما منعت،ولا ینفع ذاالجد منک الجد.قال وحدثنی کعب أن صهیبًاحدثه أن محمّدًا صلّی اللّٰه علیه وسلّم کان یقولهن عند انصرافه من صلاته.(النسائی)(۵)

(۱) المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة:۲۶۵/۳،المکتبة التوفیقیة القاهرة،انیس

(۲) عمل الیوم واللیلة لابن السنی،باب ما یقول فی دبرصلاة الصبح (رقم الحدیث: ۱۱۶)۶۱/۱،مکتبة دارالبیان، انیس

(۳) سنن النسائی،باب السلام نوع آخر من الدعاء عند الانصراف من الصلاة (رقم الحدیث: ۱۳۴۵) ۸۲/۲، دارالمعرفة بیروت، انیس

(۴) عمل الیوم واللیلة لابن السنی،باب یقول فی دبر صلاة الصبح (رقم الحدیث: ۱۳۹)۷۲/۱،دارالبیان بیروت/ سنن أبی داؤد،کتاب الأدب،باب ما یقول إذا أصبح (رقم الحدیث:۵۰۷۹)ص:۵۴۸،بیت الأفکار،انیس

(۵) سنن النسائی، باب السلام نوع آخرمن الدعاء عند الانصراف من الصلاة (ح:۱۳۴۵)۸۲/۲، دارالمعرفة بیروت/عمل الیوم واللیلة للنسائی،الاستعاذة فی دبر الصلوات (ح: ۱۳۷)/مسند البزار،کعب الأحبار عن صهیب (ح:۲۰۹۲)/ القدر للفریابی،باب ما روی فی أولاد المشرکین (ح: ۱۸۳)/الدعوات الکبیر،باب القول والدعاء والتسبیح فی دبر الصلاة (ح:۱۱۷) انیس

(۱۱) عن معاذ بن جبل رضی اللّٰہ عنه قال: أخذ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وعلٰی آله وسلم بیدی یومًا، ثم قال:یا معاذ واللّٰہ إنی لأحبک فقلت له بأبی وأمی:یارسول اللّٰہ !وأنا واللّٰہ أحبک ، فقال:أوصیک یا معاذ لا تدعن فی دبر کل صلاة أن تقول: اللّٰهم أعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک، قال: وأوصٰی بذٰلک معاذالصنابحی وأوصٰی الصنابحی أباعبد الرحمن الحُبُلِیَّ وأوصٰی أبوعبد الرحمٰن عقبة بن مسلم. (هٰذاحدیث صحیح علٰی شرط الشیخین ولم یخرجاه وقال الذهبی فی التلخیص: علٰی شرطهما) (المستدرک للحاکم: ۲۷۳/۱)/وأخرجه أبوداؤد/والنسائی/وصححه ابن حبان)(۱)

(۱۲) عن المغیرة بن شعبة رضی اللّٰہ عنه قال: إن رسول ا للّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم کان إذا فرغ من الصلٰوة وسلّم قال: لاإلٰه إلااللّٰہ وحده لاشریک له،له الملک وله الحمد وهوعلٰی کل شئ قدیر،اللّٰهم لامانع لماأعطیت،ولامعطی لما منعت،ولاینفع ذالجد منک الجد،ولفظ البخاری فی کتاب الاعتصام أنه صلّی اللّٰہ علیه وسلّم کان یقول هٰذه الکلمات دبرکل صلاة وفی کتاب الصلاة فی دبرکل صلاة مکتوبة. (رواه البخاری/ومسلم/وأبوداؤد/والنسائی)(۲)

(۱۳) عن أنس رضی اللّٰہ تعالٰی عنه أنّ النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلّم کان إذا صلّی وفرغ مسح بیمینه علٰی رأسه وقال: بسم اللّٰہ الذی لاإلٰه إلا هوالرحمن الرحیم ،اللّٰهم اذهب عنی الهم والحزن.(رواه الطبرانی والبزار)(۳)

(۱۴) عن أنس قال:ما صلّی بنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلّم صلاة مکتوبة قط إلا حین أقبل علینا بوجهه،قال:أللهم إنی أعوذ بک من کل عمل یخزینی، وأعوذبک من کل صاحب

(۱) المستدرک للحاکم، کتاب معرفة الصحابة رضی اللّٰہ تعالٰی عنهم،ذکرمناقب أحدالفقهاء الستة من الصحابة معاذ بن جبل رضی اللّٰہ عنه (ح: ۵۲۶۰)/سنن أبی داؤد،کتاب الوتر،باب فی الاستغفار (ح: ۱۵۲۲) ص: ۱۸۱،بیت الأفکار/سنن النسائی،نوع آخر من الدعاء (ح: ۱۳۰۲) ۶۱/۲،دارالمعرفة بیروت/صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان ، کتاب الصلاة ، فصل فی القنوت ، ذکر الأمر بسؤال العبدجل وعلا أن یعینه علٰی ذکره وشکره وعبادته فی عقب صلاته (ح: ۲۰۲۰_۲۰۲۱)۳۶۵/۵، مؤسسة الرسالة،انیس

(۲) صحیح البخاری، کتاب الدعوات،باب الدعاء بعد الصلاة (ح: ۶۳۲۰) ص: ۱۲۱۸،بیت الأفکار/ الصحیح لمسلم،کتاب المساجد،باب استحباب الذکر بعد الصلاة وبیان صفته (ح: ۵۹۳)ص: ۲۳۶،بیت الأفکار/ سنن أبی داؤد،کتاب الوتر،باب ما یقول الرجل إذا سلم (ح: ۱۵۰۵) ص: ۱۷۹،بیت الأفکار/سنن النسائی،نوع آخر من القول عند انقضاء الصلاة (ح: ۱۳۴۰) ص: ۷۹،دارالمعرفة،بیروت،انیس

(۳) الدعاء للطبرانی،باب منه (ح: ۶۵۹)/المعجم الأوسط،من اسمه بکر (ح: ۳۱۷۸)/حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء،معاویة بن قرة ومنهم البسام بالنهار : ۳۰۱/۲،انیس

يـرديـنـي،وأعوذ بک من کل عمل يلهيي، وأعوذ بک من کل فقرينسيي، وأعوذ بک من کل غني يطغييي. (رواه البزار/وأبو يعلى)(۱)

(۱۵) عن علي رضي الله تعالىٰ عنه قال كان النبي صلّى الله عليه وسلّم إذاسلم من الصلاة قـال: الـلّٰهم اغفرلي ما قدمت وماأخرت وماأسررت وماأعلنت وماأسرفت وماأنت أعلم به مني أنت المقدم وأنت المؤخر لاإلٰه إلاأنت. (رواه أبوداؤد)(۲)

(۱۶) عن ثوبان رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلّى الله عليه وسلّم كان إذاأرادأن ينصرف من صلاته استغفرثلاث مرات ثم قال أللّٰهم أنت السلام، إلخ. (رواه أبوداؤد)(۳)

(۱۷) عـن زيـد بـن أرقـم رضـي الله عنه قال: كان رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول في دبـر كـل صـلاتـه: اللّٰهم ربّنا وربّ كل شئ أنا شهيد أنک الرب لاشريک لک،اللّٰهم ربنا ورب كـل شئ أنا شهيد أن محمداً عبدک ورسولک،اللّٰهم ربنا ورب كل شئ أنا شهيد أن العباد كلهم إخـوة ، اللّٰهم ربّنا وربّ كل شئ اجعلني مخلصا لک وأهلي في كل ساعة من الدنيا والاٰخرة ياذا الجلال والإكرام أسمع واستجب الله الأكبر الله الأكبر، اَللّٰه نورالسمٰوات و الأرض ، اللّٰه الأكبر حسبي اللّٰه ونعم الوكيل ، اللّٰه الأكبر اللّٰه الأكبر. (رواه أبوداؤد والنسائي وأحمد)(۴)

(۱۸) عـن عـقبة بن عامر رضي الله تعالى عنه قال: أمرني رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم ان اقرأ بالمعوذات دبر كل صلاة. (رواه أبوداؤد)(۵)

(۱۹) فـي مسـنـد الإمـام أحمد وسنن ابن ماجة وكتاب ابن السني عن أم سلمة رضي اللّٰه

---

(۱) مسـنـد الـبـزار،مسندأبي حمزة أنس بن مالک (ح:٤٧٤٩)٣٢/١٤/مسـنـد أبي يعلى الموصلي،سعيد بن سنان عن أنس بن مالک (ح: ٤٣٥٢)/ یہی عبارت "عمل اليوم والليلة" میں بھی ہے؛لیکن اس میں:عن أنس،قال:ما صلّى بـنـا رسـول الـلّٰـه صـلى اللّٰه عليه وسلّم صلاة مكتوبة قط إلا حين أقبل علينا بوجهه،قال:أللّٰهم إني أعوذ بک من كل عـمـل يـخـزيني وأعوذبک من كل صاحب يرديني وأعوذ بک من كل عمل يلهيني وأعوذ بک من كل فقرينسيني وأعوذ بک مـن كـل غـنـي يـطـغيـنـي.(عـمـل اليـوم والـليـلة لابـن السـنـي،بـاب مـا يقول في دبـرصلاة الصبح (ح: ١٢٠)٦٣/١،مكتبة دارالبيان،انيس)

(۲) كتاب الوتر،باب مايقول الرجل إذا سلم (ح:١٥٠٩) ص: ١٨٠،بيت الأفكارانيس

(۳) كتاب الوتر،باب مايقول الرجل إذا سلم (ح:١٥١٣)ص: ١٨٠،بيت الأفكار،انيس

(۴) مسـنـد الإمـام أحـمـد،حديث زيد بن أرقم (ح:١٩٢٩٣)/سـنـن أبـي داؤد،بـاب مـا يقول الرجل إذا سلم (ح:١٥٠٨)/السنن الكبرىٰ للنسائي،نوع آخر في دبر الصلاة (ح:٩٨٤٩)انيس

(۵) مسـنـد الإمـام أحـمد بن حنبل ،بقية حديث عقبة بن عامر الجهني (ح: ١٧٧٩٢)/سـنن أبي داؤد،باب في الاستغفار (ح:١٥٢٣)انيس

تعالیٰ عنها قالت: كان رسول الله صلّى الله عليه وسلّم إذا صلّى الصبح قال: اللّٰهم إنى اسألك علما نافعًا وعملاً متقبلاً ورزقاً طيباً.(كتاب الأذكار للنوى)(۱)

(۲۰) وبعد صلوتى الصبح والمغرب أيضاً قبل أن يتكلم: اللّٰهم أجرنى من النار سبع مرات.(رواه أبوداؤد والنسائى وابن حبان)(الحصن الحصين للجزرى)(۲)

(۲۱) عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهما﴿فإذا فرغت فانصب﴾يقول: فإذا فرغت ممّا فرض عليك من الصلاة فاسأل اللّٰه وأرغب إليه وانصب له.(تفسير ابن جرير طبرى)(۳)

(۲۲) عن انس رضى اللّٰه عنه قال دخل النبى صلّى اللّٰه عليه وسلّم على أم سليم (إلٰى قوله) ثم قال: إلى ناحية من البيت فصلّى غيرالمكتوبة فدعا لأم سليم وأهل بيتها.(ا الحديث)(رواه البخارى)(۴)

(۲۳) عن عبد اللّٰه بن الزبير رضى اللّٰه عنهما أن النبى صلّى اللّٰه عليه وسلّم كان يقول فى دبرالصلاة: لا إلٰه إلاالـلّٰـه وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهوعلٰى كل شئ قدير لا حول ولا قوة إلا باللّٰه لاإلٰه اللّٰه ولانعبد إلا إيّاه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن الجميل لا الٰه إلا اللّٰه مخلصين له الدين ولو كره الكٰفرون.(رواه مسلم)(۵)

(۲۴) عن عبد الرحمن بن غنم رضى اللّٰه تعالى عنه عن النبى صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: من قال قبل أن ينصرف ويثنى رجليه من صلاة المغرب والصبح: لا الٰه الا اللّٰه وحده لا شريك له،الخ،عشر مرات،الخ.(رواه أحمد)(۶)

---

(۱) مسند الإمام أحمد،حديث أم سلمة زوج النبى صلى اللّٰه عليه وسلم (ح: ٢٦٥٢١)/سنن ابن ماجة،باب مايقال بعدالتسليم (ح: ٩٢٥)/مسند أبى يعلى الموصلى،مسند أم سلمة (ح: ٦٩٥٠)/ عمل اليوم والليلة لابن السنى،نوع آخر (ح: ٥٤)/كتاب الأذكار،باب الحث على ذكر اللّٰه تعالىٰ بعد صلاة: ١٤٥/١،انيس

(۲) مسند الإمام أحمد،حديث الحارث التميمى (ح: ١٨٠٨٤)/سنن أبى داؤد،باب مايقول إذا أصبح (ح: ٥٠٧٩)/صحيح ابن حبان،باب كتبة اللّٰه عزوجل جوازاً من النار (ح: ٢٠٢٢)/عمل اليوم والليلة لابن السنى، نوع آخر (ح: ١٣٩) / تحفة الذاكرين بعدة الحصن الحصين ، صفة الصلاة على النبى صلى اللّٰه عليه وسلم: ١٨٨/١،انيس

(۳) تفسير الطبرى،تفسير سورة الم نشرح: ٤٩٧/٢٤،دارهجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان.انيس

(۴) صحيح البخارى،باب من زار قوماً فلم يفطر عندهم (ح: ١٩٨٢)انيس

(۵) مسند الإمام أحمد،حديث عبداللّٰه بن الزبير بن العوام (ح: ١٦١٢٢)/الصحيح لمسلم،باب استحباب الذكر بعد الصلاة (ح: ٥٩٤)/سنن النسائى،نوع آخر من القول عند انقضاء الصلاة (ح: ١٣٤٠)انيس

(۶) مسند الإمام أحمد،حديث عبد الرحمن بن غنم الأشعرى (ح: ١٧٩٩٠)/المستدرك للحاكم،كتاب الدعاء والتكبير والتهليل والتسبيح ، عن البراء بن عازب (ح: ١٨٤٥)انيس

(۲۵) کان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم إذا صلّی الصبح وهو ثَانٍ رِجْلَه یقول: سبحان اللّٰہ وبحمده واستغفر اللّٰہ انه کان توابا ، سبعین مرّۃ ثم یقول سبعین بسبعٍ مائة. (الحدیث)(رواه الطبرانی فی الکبیر)(۱)

اوپر کی تین حدیثوں میں حمد وثنا کا بیان ہے، جو افضل ترین دعا ہے۔

قال صلّی اللّٰہ علیه وسلّم: خیر الدعاء دعاء یوم عرفة وخیر ما قلت أنا والنبیون من قبلی: لا إلٰه إلاّ اللّٰہ وحده لا شریک له، له الملک وله الحمد وهو علی کل شی قدیر. رواه مالک والترمذی وأحمد وغیرهم، (۲) شرح النقایة للقاری ... وقیل لابن عیینة : هٰذا ثناء فلم سماه رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم دعاء ، فقال: الثناء علی الکریم دعاء لأنه یعرف حاجته ، فتح، قلت: یشیر بهٰذا إلی خبر من شغله ذکری عن مسألة أعطیته افضل ما أعطی السائلین ومنه قول أمیة بن أبی الصلت فی مدح بعض الملوک:

أ أذکر حاجتی أم قد کفانی		ثناؤک ان شیمتک الحیاء
إذا أثنی علیک المرء یومًا		کفاه من تعرضک الثناء

(رد المحتار: ۱۹۰/۲)(۳)

(۲۶) إن اللّٰہ تعالی کره لکم ثلاثاً : اللغو عند القراٰن ورفع الصوت فی الدعاء والتخصر فی الصلوٰۃ. (عب) عن یحییٰ بن کثیر مرسلاً)(الجامع الصعیر: ۷۰/۱)(۴)

عبارات فقہ:

حنفیہ:

(۱) إذا دعا بالدعاء المأثورجهرًا وجهرمعه القوم أیضًا لتعلّموا الدعاء لابأس به وإذا تعلموا حینئذ یکون الجهر بدعة. (الفتاویٰ الهندیة: ۳۱۸/۵. البزازیة بهامش الهندیة: ۱۰۰/۴)(۵)

---

(۱) عمل الیوم واللیلة لابن السنی،نوع آخر (ح: ۱۴۱)/المعجم الکبیر للطبرانی،ضحاک بن زمل الجهنی (ح:۸۱۴۶) انیس

(۲) موطأ الإمام مالک،ماجاء فی الدعاء (ح: ۳۲) ت:عبدالباقی/مصنف عبدالرزاق الصنعانی،باب فضل أیام العشروالتعریف فی الأمصار (ح: ۸۱۲۵)/مسند الإمام أحمد،مسند عبداللّٰہ بن عمروبن العاص (ح: ۶۹۶۱)/ سنن الترمذی،باب (ح:۳۵۸۵)انیس

(۳) ردالمحتار،فصل فی الإحرام وصفة المفرد:۵۰۷/۲،دارالفکر بیروت.انیس

(۴) الجامع الصغیر وزیادته (رقم الحدیث:۳۵۵۳) ۳۵۵۳/۱،انیس

(۵) الفتاویٰ الهندیة،الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح ،الخ،انیس

(۲) واعظ يدعو كل اسبوع بدعاء مسنون جهراً لتعليم القوم ويخافته القوم إذا تعلم القوم خافت هو أيضاً وان جهر فهو بدعة. (الفتاویٰ البزازية على هامش الهندية: ٤٢/٤)

(۳) ويستحبّ للإمام (إلىٰ) وإن يستقبل بعده الناس (إلى) ثم يدعون لأنفسهم وللمسلمين رافعي ايديهم ثم يمسحون بها وجوههم فی اٰخره. (نور الايضاح)(۱)

(۴) قال العلامة الشاه محمد أنور قدس سره: نعم أصل سنة الدعاء يحصل بغير رفع اليدين و لذا قل النقل فی الرفع بعد الصلاة وإنما الرفع كمال فی السنة تحصل سنته به وبغيره فلا سبيل إلىٰ تبديع من رفع ولا إلىٰ تجهيل من ترک وأما الأمور المحدثة من عقد صورة الجماعة للدعاء كجماعة الصلاة والإنكار علىٰ تاركها ونصب إمام ثم ائتمام به فيه وغير ذٰلک من قلة العلم و كثر ة الجهل والجاهل إما مفرط أومفرّط واللّٰه الموفق للصواب. (النفائس المرغوبة للمفتی كفاية اللّٰه رحمه اللّٰه: ۳۷) (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۶۰-۶۴)

کیا نماز کے فوراً بعد دعا ہے یا وقفہ کے ساتھ:

سوال: زید کہتا ہے کہ فرض نماز کے سلام اور دعا کے درمیان تھوڑا وقفہ دیکر دعا مانگنا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصليًا

حدیث شریف میں نماز کے بعد دعا کا حکم ہے، وقفہ کا ذکر حدیث شریف میں نہیں، ''بعد'' سے بظاہر متصلاً ہی مراد ہے، تاہم اگر معمولی وقفہ ہو جائے، تب بھی مضائقہ نہیں۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۰/ جمادی الاولیٰ/ ۱۳۵۵ھ

جن فرض کے بعد سنت بھی ہے، اس کے بعد وقفہ نہیں چاہیے، جیسے: مغرب، عشا، ظہر اور جن کے بعد سنت نہیں ہیں، ان کے بعد وقفہ دے کر دعا ہے۔ (۳)

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۳/ جمادی الاولی/ ۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/ ۶۸۰-۶۸۱)

---

(۱) نور الإيضاح، فصل الأذكار الواردة بعد الفرض: ٦٧، المكتبة العصرية. انيس

(۲-۳) عن عائشة رضی اللّٰه تعالىٰ عنها قالت: كان النبی صلى اللّٰه عليه وسلم اذا سلم لم يقعد إلامقدار مايقول: "اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تباركت ياذا الجلال و الإكرام". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ٢١٨/١، قديمی) (رقم الحديث: ٥٩٢، انيس)

ويكره تأخير السنة إلا بقدر: اللّٰهم أنت السلام إلخ. قال الحلوانی: لابأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال. قال الحلبی: إن أريد بالكراهة التنزيهية، ارتفع الخلاف، قلت: وفی حفظی حمله على القليلة". (الدر المختار)

(قوله: ارتفع الخلاف)؛ لأنه إذا كانت الزيادة مكروهة تنزيهًا كانت خلاف الأولىٰ الذی هو معنى، لابأس ...

لابأس بالفصل بالأوراد أی القليلة التی بمقدار: "اللّٰهم أنت السلام إلخ". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ٥٣١/١، سعيد)

دعا نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد:

سوال: ہمارے ایک امام صاحب عیدین کی نماز کے فوراً بعد دعا کرتے ہیں، جب کہ قدیم طریقۂ کار کے مطابق خطبۂ عید کے بعد دعا ہوتی تھی؟ (خواجہ معین الدین، خانہ پور)

الجواب ــــــــــــــــــــ

دعا تو نہ نماز کے بعد واجب ہے اور نہ خطبہ کے بعد، البتہ نماز کے بعد ضروری سمجھے بغیر، دعا کرنے کی گنجائش ہے، رسول اللہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد مختصر دعا فرمایا کرتے تھے،(۱) اس دعا کو بھی انفرادی طور پر کرنا بہتر ہے، نماز میں بھی دعا ہے؛ لیکن چونکہ نماز میں ہر طرح کی دعا نہیں کی جاسکتی؛ اس لیے نماز کے بعد لوگ اپنی اپنی ضرورت کے مطابق دعا کرلیں، خطبہ کے بعد مستقل طور پر دعا کرنا، رسول اللہ، صحابۂ کرام اور سلف صالحینؒ سے ثابت نہیں۔

(کتاب الفتاویٰ:۳/۹۷-۹۸)

وتر کے بعد دعا:

سوال: تراویح میں وتر کے بعد امام کا بلند آواز سے اجتماعی دعا کرنا سنت ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہاں بھی آہستہ مستحب ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۱۲/۱۰/۱۳۸۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۷۰۸)

---

(۱) چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ سلام کے بعد ''اَللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلاَمُ وَ مِنْکَ السَّلاَمُ تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلاَلِ وَالاِکْرَامِ''، پڑھنے کے بقدر ہی بیٹھتے۔(الجامع للترمذي،رقم الحديث: ۲۹۸،باب ما یقول إذا سلم من الصلاة،محشی)

☆ **تراویح کے بعد دعا:**

سوال: تراویح ختم ہونے پر وتر سے پہلے اجتماعی دعا ہاتھ اٹھا کر کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملھم الصواب

اس سے متعلق کوئی صریح جزئیہ نہیں، البتہ دعا بعد الصلوٰۃ کے کلیہ میں یہ بھی داخل ہے؛ کیوں کہ تراویح مستقل نماز ہے، لہٰذا انفراداً دعا کی گنجائش ہے، امام کے ساتھ بصورت اجتماعیہ دعا بدعت ہے، بآواز بلند ہو تو دوسری بدعت اور بالالتزام ہو تو تین بدعات کا مجموعہ، اس سے احتراز لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۶/شوال ۱۳۸۸ھ۔(احسن الفتاویٰ:۳/۵۱۹)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ:﴿أُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً،إِنَّهُ لاَیُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾.(سورة الأعراف:۵۵) ==

وتر، خطبہ کی اذان اور نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم:

سوال: خطبہ کی اذان کے بعد اور نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا اور تراویح اور وتر کے بعد نفل پڑھ کر اجتماعی دعا مانگنا، ازروئے شریعت کیسا ہے؟ (المستفتی: مستری حافظ انعام الٰہی محلّہ فراشخانہ، دہلی)

الجواب

خطبہ کے وقت جو اذان ہوتی ہے، اس کے بعد امام کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے دل میں دعا کا تصور کرلے زبان سے دعا نہیں پڑھنی چاہیے، (۱) جنازے کی نماز خود دعا ہے۔ اس کے بعد کوئی اجتماعی دعا ثابت نہیں۔ تراویح ختم ہونے پر دعا مانگ لینا اور پھر وتر و نفل کے بعد انفرادی طور پر دعا مانگنا، یہ افضل ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۴۵۳/۹)

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا عدم جواز:

سوال: بعد سلام نماز جنازہ کے، دعا کرنا اچھا ہے، یا نہیں؟

الجواب

بعد سلام بھی نماز جنازہ میں دعا پڑھنا اچھا ہے۔

کتبہ احمد حسن

باردوم

سوال: بعد نماز جنازہ دعا مانگنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب اول

ازمولوی احمد حسن

یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔

== عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم أنہ قال: "خیر الدعاء الخفی"... "عن أنس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ مرفوعًا: "دعوۃ فی السر تعدل سبعین دعوۃً فی العلانیۃ". (إعلاء السنن، أبواب الوتر، باب إخفاء القنوت فی الوتر، الخ: ۹۳/۶، إدارۃ القرآن، کراچی)

وأما الأدعیۃ والأذکار فبالخفیۃ أولٰی. قلت: ... ویجتہد فی الدعاء، والسنۃ أن یخفی صوتہ لقولہ تعالٰی: ﴿أدعوا ربکم تضرعًا وخفیۃ﴾. (ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی شروط الجمع بین الصلاتین بعرفۃ: ۵۰۷/۲، سعید)

(۱) عن عبد اللّٰہ قال: کفی لغوًا إذا صعد الإمام المنبر أن تقول لصاحبک: أنصت. (رواہ ابن أبی شیبۃ) (إعلاء السنن: ۸۹/۶) (مصنف ابن أبی شیبۃ، فی الکلام إذا صعد الإمام المنبر وخطب (ح: ۵۲۹۲) انیس)

برجندی شرح مختصر وقایہ میں ہے:

" ولايقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة لأنه يشبه الزيادة فيها، كذا فى المحيط، وعن أبى بكر بن حامد أن الدعاء بعد صلاة الجنازة مكروه ، وقال محمد بن الفضل: لابأس به، كذا فى القنية". (۱۸۰/۱)(۱)

اور صلاۃ جنازہ گو حقیقۃً دعا ہے، مگر صورۃً تو نماز ہے اور ہر نماز کے بعد دعا مسنون ہے، **لعموم الأدلة**، پس اس عموم سے نماز جنازہ کے بعد بھی دعا کو مسنون کہہ سکتے ہیں اور جنھوں نے مکروہ کہا ہے تو ظاہر یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی مراد لیا ہے، اور **لا بأس به** کا کلمہ گو اکثر ترک اولیٰ (یعنی جس کا جانب مخالف جائز اور مباح ہو) کے موقعہ پر ہوا کرتا ہے، مگر کبھی مستحب کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔ (صرح به فى رد المحتار: ۱۲٤/۱)

پس یہ کلمہ یا تو یہاں مستحب پر محمول ہے، یا جواز پر بتقریر مذکور؛ بلکہ بقرینہ مقابلہ قولین بھی؛ کیوں کہ مکروہ تنزیہی کے معنی ظاہر ہیں کہ جس کا نہ کرنا اولیٰ ہو اور کرنا ناپسندیدہ ہو، سو اگر **لا بأس به** سے بھی یہی مراد ہوتی تو اس قول کا لکھنا بظاہر تکرار غیر مفید ہوتا۔

غرض دونوں طرف وسعت ہے، استحباب میں بھی اور عدم استحباب میں بھی اور احقر کے نزدیک استحباب راجح ہے۔ **"وللناس فيما يعشقون مذاهب"**۔ فقط

کتبہ احمد حسن

(جواب ثانی) الجواب ________ هو الموفق للصواب

اس مسئلہ میں کتب فقہ میں دو روایتیں پائی جاتی ہیں، ایک روایت عدم جواز کو مقتضی ہے اور دوسری روایت جواز بکراہت کو، چناں چہ البحر الرائق جلد دوم، صفحہ: ۱۸۳ میں ہے:

"(قوله: وهى أربع تكبيرات بثناء بعد الأولٰى وصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم بعد الثانية ودعاء بعد الثالثة)... وقيد بقوله: "بعدالثالثة " لأنه لا يدعو بعد التسليم، كما فى الخلاصة، وعن الفضلى: لابأس به" انتهٰى. (۲)

پہلی عبارت عدم جواز پر دال ہے، جس کو صاحب بحر نے قوی قرار دیا ہے اور دوسری عبارت جو بطور روایت فضلیؒ

(۱) ولايقوم الرجل بالدعاء بعد صلاة الجنازة، لأنه قد دعا مرة لأن أكثر صلاة الجنازة الدعاء. (المحيط البرهانى، الفصل الثانى والثلاثون فى الجنائز: ۲۰۵/۲، دارالفكر بيروت. انيس)

وعن أبى بكر بن حامد أن الدعاء بعد صلاة الجنازة مكروه ، وقال محمد بن الفضل: لابأس به. (قنية المنية لتتميم الغنية، باب الجنائز: ۳۳_۳٤، مخطوطة جامعة الملك سعود. انيس)

(۲) كتاب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۱۹۷/۲، دارالكتاب الإسلامى بيروت، انيس

سے نقل کیا ہے، جس میں لا بأس بہ مذکور ہے، وہ مشیر بجواز ہے، علیٰ هذا، برجندی میں جو محیط سے نقل کیا ہے، وہ یہ ہے:

”لايقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة لأنه يشبه الزيادة فيها، كذا في المحيط، وعن أبي بكر بن حامد: أن الدعاء بعد صلاة الجنازة مكروه، وقال محمد بن الفضل: لا بأس به“.(۱)

اوراسی طرح یہ دونوں قول صاحب قنیہ سے بھی نقل کئے گئے ہیں۔

اور ملا علی قاریؒ شرح مشکوٰۃ، باب الجنائز تحت حدیث مالک بن ہبیرہ تحریر فرماتے ہیں:

”ولا يدعو للميت بعد صلاة الجنازة؛ لأنه يشبه الزيادة في صلاة الجنازة“.(۲)

اور کبیری میں ہے:

”في السراجية: إذا فرغ من الصلاة لا يقوم بالدعاء“.(۳)

بالجملہ ان عبارتوں سے عدم جواز دعا کی ترجیح ثابت ہوتی ہے اور یہ گفتگو محض دعا بعد صلوٰۃ الجنازۃ کے متعلق ہے؛ لیکن اصل سوال اس دعا کے متعلق واقع ہے، جو اس زمانہ میں بعض بلاد میں متعارف ہو رہا ہے، بعض بلاد میں تو یہ متعارف ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک شخص حاضرین کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ ہر شخص بارہ بارہ دفعہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہونچائے اور بعض بلاد میں یہ متعارف ہے کہ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر دعا میں مشغول ہوتے ہیں اور اس دعا کا اس قدر التزام کیا ہے کہ واجب کے درجہ میں پہونچا دیا ہے کہ اگر کوئی شخص اس میں شریک نہ ہو تو اس کو وہابی اور بددین کہتے ہیں، ایسی حالت میں یہ دعا بعد صلاۃ الجنازہ اس وجہ سے بھی زیادہ ممنوع ہوگئی کہ حد بدعت میں داخل ہوگئی۔

علاوہ ازیں حدیث شریف میں جنازہ کے متعلق ”أسرعوا“ کا حکم ہے،(۴) اور یہ تاخیر جو سورۂ اخلاص پڑھنے کی وجہ سے، یا دعا میں مشغول ہو رہنے کی وجہ سے ہوئی، وہ اس امر بالاسراع کے منافی ہے، لہٰذا مکروہ اور ناجائز ہوگی۔ فقط

خلیل احمد عفی عنہ۔ (فتاویٰ مظاہر علوم: ۱/۱۲۵-۱۲۸)

---

(۱) تقدم: المحيط البرهاني: ۲/۲۰۵/ قنية المنية لتتميم الغنية، باب الجنائز: ۳۳-۳٤. انيس

(۲) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب المشي بالجنازة: ۲/۳٦۹، طبع: أصح المطابع، بمبئ (الفصل الثالث، رقم الحديث: ۱٦۸۷، انيس)

(۳) السراجية علىٰ هامش فتاوىٰ قاضي خان: ۱/۱٤۱، مطبع مصطفائي، كلكتة

(۴) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: ”أسرعوا بالجنازة، فإن تك صالحة فخير تقدمونها إليه، وإن يك سوىٰ ذلك، فشر تضعونه عن رقابكم“. متفق عليه (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب: حمل الرجال الجنازة دون النساء، ص: ۲۵٦، رقم الحديث: ۱۳۱۵، بيت الأفكار/ الصحيح لمسلم، كتاب الجنائز، باب: الإسراع بالجنازة، ص: ۳٦٦، رقم الحديث: ۹٤٤، بيت الأفكار/ كذا في المشكاة: ۱٤٤ (المشي بالجنازة والصلاة عليها، الفصل الأول، رقم الحديث: ۱٦٤٦، انيس)

پنجگانہ نماز میں دو دفعہ دعا کا التزام:

سوال: عرض خدمت یہ ہے کہ حسب ذیل مسائل کا حل از کتب احادیث بر طریقۂ ابوحنیفہ مع دلائل و براہین صراحۃً تحریر فرما کر عنداللہ ماجور فرما کر عندالناس مشکور فرمائیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ!

امام بلاناغہ پنجگانہ نماز میں دو وقت دعا مانگتا ہے، اول: بعد ادائے فریضہ، دوم: بعد اتمام سنت، ہر نماز میں بعد ادائے سنت جو دعاء مانگی جاتی ہے، اس میں فاتحہ کا پڑھنا لازمی سمجھا جاتا ہے، بعض مقتدیوں کو اس سے اختلاف ہے، لہذا یہ تحریر فرمائیے گا کہ دعائے اول وثانی کا حق امام کو ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی دلیل کیا ہے اور امام کا ہر نماز کے بعد دعا میں فاتحہ کا کہنا اور مقتدیوں کا تعمیل کرنا حنفی مذہب میں جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نفس دعا مطلقاً مامور بہ ہے،(۱) اور بعد صلوۃ خصوصیت سے مقرون بالا جابۃ ہوتی ہے، احادیث میں کثرت سے اس کی فضیلت وارد ہے؛ (۲) لیکن دو مرتبہ جیسا کہ سائل نے بیان کیا دعا مانگنا قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں، کتب معتبرہ حدیث وفقہ میں اس کا کہیں ذکر نہیں، پس معلوم ہوا کہ یہ طریقہ محدث (نئی بات) ہے، اس پر التزام کرنا اور بھی شنیع ہے۔ (۳) بعض نواح میں فرض، جیسا معاملہ اس دعا کے ساتھ کیا جاتا ہے؛ بلکہ فرض سے بڑھ کر، مثلا: اگر کوئی

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿أدعوا ربکم تضرعًا وخفیةً إنه لایحب المعتدین﴾. (الأعراف: ٥٥)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فادعوا اللّٰہ مخلصین له الدین ولو کره الکافرون﴾ (المؤمن: ١٤)

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وإذا سئلک عبادی عنی فإنی قریب، أجیب دعوة الداع إذا دعانِ فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلهم یرشدون﴾ (البقرة: ١٨٦)

(۲) عن أبی أمامة رضی اللّٰہ عنه قال: قیل یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: أی الدعاء أسمع؟ قال: "جوف اللیل ودبر الصلوات المکتوبات". (وقال الترمذی: هذا حدیث حسن. جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب بلا ترجمة: ١٨٧/٢، سعید) (رقم الحدیث: ٣٤٩٩، انیس)

وإذا جمع مع الدعاء حضور القلب وجمعیة بکلیته علی المطلوب، وصادف وقتاً عن أوقات الإجابة الستة، وهو: الثلث الأخیر عن اللیل، وعند الأذان، وبین الأذان والإقامة، وأدبار الصلوات المکتوبات، وعند صعود الإمام یوم الجمعة علی المنبر حتی تقضی الصلاة من ذلک الیوم، وآخر ساعة بعد العصر، وصادف خشوعًا فی القلب". (الجواب الکافی فیمن سئل عن الدواء الشافی، المعروف بالداء بالدواء لابن قیم الجوزیة، فصل: أوقات الإجابة، ص: ١٦، مکتبة روضة القرآن)

"أحوال الإجابة... ودبر الصلوات المکتوبات". (الحصن الحصین، ص: ٦٣، دار الإشاعت کراچی)

(۳) عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: "من أحدث ==

تارک صلوۃ ہو جو کہ بالاتفاق فرض عین اور قطعی الثبوت ہے، اس پر طعن وتشنیع نہیں کی جاتی؛ لیکن اگر کوئی دعائے ثانیہ کو چھوڑ آوے، جو کہ مستحدث و بے اصل ہے، اس پر سب وشتم، لعن وطعن کیا جاتا ہے، بسااوقات فساد کی نوبت آتی ہے، ایسے شخص کو مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے آدمی ایسے شخص کو دائرا سلام سے خارج سمجھتے ہیں، لہذا اس طریقہ کو ترک کرنا ضروری ہے۔

اگر کسی جگہ امر مندوب پر اصرار کیا جائے اور اس کو واجب کا درجہ دے دیا جائے تو وہ امر مندوب مکروہ ہوکر واجب الترک ہوجاتا ہے۔

"من أصرعلیٰ أمرمندوب وجعله عزمًا،ولم يعمل بالرخصة،فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصرعلیٰ بدعة أومنكر،وجاء فی حديث ابن مسعود رضی اللّٰه تعالیٰ عنه: إن اللّٰه عزوجل يحب أن تؤتی رخصه، كما يحب أن تؤتی عزائمه.انتهیٰ". (عن الطيبی شرح المشكوة)(۱)

بدعت پر عمل ہی جائز نہیں، اصرار کی گنجائش کہاں ہوسکتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ عامہ یہ تھی کہ فرض نماز مسجد میں باجماعت ادا فرماتے تھے اور سنن ونوافل مکان پر، اگرچہ اس کے خلاف بھی ثابت ہے؛ مگر قلت کے ساتھ، لہذا اصل مسنون طریقہ سنن ونوافل میں یہ ہے کہ

== فی أمرناهٰذا ما ليس فيه فهورد". (صحيح البخاری، كتاب الصلح،باب إذا اصطلحوا علیٰ صلح جورفهو مردود: ۳۷۰/۱، قديمی) (رقم الحديث: ۲۶۹۷،انيس)

"وتعريف الشمنی لها(أی البدعة)بأنها ما أحدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم من علم أوعمل أوحال بنوع شبهة واستحسان،وجعل ديناً قويمًا وصراطاً مستقيمًا". (ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۵۶۰/۱ـ ۵۶۱،سعيد)(مطلب:البدعة خمسة أقسام،انيس)

(۱) مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح ،كتاب الصلاة ، باب:الدعاء فی التشهد (رقم الحديث: ۹۴۶) : ۳ / ۳۱ ، رشيدية) السعاية: ۲۶۵/۴ـ۲۶۶)

"الإصرار علی المندوب يبلغه إلیٰ حدالكراهة" آه.(السعاية ،كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة : ۲۴۵/۲،سهيل اكيڈمی،لاهور)

"رحم اللّٰه طائفة من المبتدعة فی بعض أقطارالهند حيث واظبوا علیٰ أن الإمام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قراء تهم:"أللّٰهم أنت السلام ومنک السلام إلخ". ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعوالإمام عقب الفاتحة جهرًا بدعاء مرةً ثانيةً،والمقتدون يؤمنون علیٰ ذلک،وقد جری العمل منهم بذلک علیٰ سبيل الالتزام والدوام حتی أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل بإجتماع الإمام والمأمومين ضروری واجب...ومن لم يرض بذلک يعزلونه عن الإمامة ويطعنونه،ولايصلون خلف من لايصنع بمثل صنيعهم،وأيم اللّٰه!إن هذا أمرمحدث فی الدين". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة،باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء والذكربعد الصلاة: ۱۶۷/۳، إدارة القرآن، كراچی)(بيان ما يقرأ إذا فرغ من الصلاة،رقم الحديث: ۹۳۹،انيس)

مکان پر ادا کی جائیں، ایسی حالت میں دعائے ثانیہ بحیثیت اجتماعیہ کی کوئی صورت نہیں، نیز ہر فرض نماز کے بعد تو سنتیں ثابت بھی نہیں، امام کا دعا میں فاتحہ کہنا اور مقتدیوں کا اتباع کرنا بے اصل اور بدعت ہے، جولوگ اس کے ثبوت کے قائل ہیں، ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے۔

عن زيد بن ثابت رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:"صلاة المرء فى بيته أفضل من صلاته فى مسجدى هٰذا،إلا المكتوبة". (رواه أبوداؤد و سكت عنه والمنذرى اهـ".إعلاء السنن:۳۷/۷)(۱)

عن عبدالله بن شقيق قال:سألت عائشة رضى الله عنها عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن تطوعه؟فقالت:كان يصلى فى بيتى قبل الظهر أربعاً،ثم يخرج فيصلى بالناس،ثم يدخل فيصلى ركعتين،وكان يصلى بالناس المغرب،ثم يدخل فيصلى ركعتين،ويصلى بالناس العشاء،ويدخل بيتى فيصلى ركعتين،وكان يصلى من الليل تسع ركعات،فيهن الوتر.وكان يصلى ليلاً طويلاً قائمًا،وليلاً طويلاً قاعدًا وكان إذا قرأوهوقائم،ركع وسجد وهوقائم،وإذا قرأ قاعدًا،ركع وسجد وهوقاعد،وكان إذا طلع الفجر،صلى ركعتين". (رواه المسلم/وزاد أبوداؤد:"ثم يخرج فيصلى بالناس صلوة الفجر"/مشكاةالمصابيح،ص:۱۰۴)(۲)**فقط والله تعالىٰ أعلم**

حررہ العبدمحمودگنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارن پور،۱۳/۱/۱۳۶۰ھ

الجواب صحیح: سعیداحمدغفرلہ مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارن پور، ۲۶/۴/۱۳۶۰ھ

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہرعلوم سہارن پور، ۲۶/۴/۱۳۶۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶۹۴/۵-۶۹۸) ☆

---

(۱) رواه الشيخ ظفرأحمد العثمانى فى أعلاء السنن فى أبواب النوافل،باب أفضلية التطوع فى البيت ومع جوازه فى المسجد:۵۷/۷،إدارة القرآن،كراچى/رواه أبوداؤد فى سننه فى كتاب الصلاة،باب صلاة الرجل التطوع فى بيته: ۱۵۶/۱،إمدادية)(رقم الحديث: ۱۰۵۵)/مختصر صحيح مسلم للمنذرى ت:ألبانى،باب صلاة النافلة فى البيوت (ح: ۳۷۴) : ۱۰۳/۱،المكتب الإسلامى بيروت/الترغيب والترهيب للمنذرى ت:عمارة،الترغيب فى صلاة النافلة فى البيوت: ۲۸۰/۱، مكتبة مصطفى البابى الحلبى /انيس)

(۲) رواه مسلم فى صحيحه فى كتاب صلاة المسافرين،باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن وبيان عددهن: ۲۵۲/۱،قديمى/(باب:جوازالنافلة قائماوقاعداً،وفعل بعض الركعة قائماً وبعضها عدا،رقم الحديث: ۷۳۰،انيس)

ورواه أبوداؤد فى سننه فى كتاب الصلاة،باب تفريع أبواب التطوع وركعات السنة: ۱۸۵/۱، إمدادية، ملتان/مشكوة المصابيح،كتاب الصلاة،باب السنن وفضلها: ۱۰۴/۱،قديمى)

==

نماز کے بعد دعائے ثانیہ:

سوال: بمبئی میں ہر نماز کے بعد ''الفاتحة'' کہا جاتا ہے اور ایک آیت کا وقت بھی نہیں لگتا، نہ معلوم کیا پڑھتے ہیں، لہٰذا اس کا صحیح طریقہ اور بمبئی کے فاتحہ کا درست طریقہ حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

الجو اب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نماز کے بعد دعا ثابت ہے اور قبول ہوتی ہے، جس کا جو دل چاہے، دعا کرے، اس میں امام کو بھی حق ہے اور مقتدیوں کو بھی حق ہے۔(۱)

☆== فجر اور عصر کے بعد دو وقت دعا کرنا:

سوال: فجر و عصر کے بعد دو مرتبہ دعا مانگنے کا ثبوت سنت سے ثابت ہے، یا نہیں؟

حامدًا و مصليًا الجواب ــــــــ و باللّٰه التوفيق

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ فجر اور عصر؛ یعنی جن نمازوں کے بعد نوافل نہیں ہیں، داہنے یا بائیں مڑ کر تسبیح وتہلیل پڑھ کر دعا مانگنے کی تھی، (قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''لأن أجلس مع قوم يذكرون الله عزوجل من صلاة العصر إلٰى أن تغرب الشمس أحب إلي أن أعتق ثمانية من ولد إسماعيل''. (الأذكار للنووى، باب ما يقول بعد العصر إلٰى غروب الشمس: ۱۲۸. انيس)

''عن صهيب رضى اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم كان يحرك شفتيه بعد صلاة الفجر بشىء، فقلت: يارسول الله! إنك تحرك شفتيك بشىء ما كنت تفعل، ماهٰذا الذى تقول؟ قال: ''أقول: أللّٰهم بك أحاول، وبك أصاول، وبك أقاتل''. (عمل اليوم والليلة لابن السنى، باب مايقول فى دبر صلاة الصبح: ۱۰۵، رقم الحديث: ۱۱۷، مكتبة الشيخ، انيس)

لہٰذا دو دعاؤں کا ثبوت نہیں۔ والله تعالٰى أعلم وعلمه أتم وأحكم (مرغوب الفتاویٰ: ۲/۲۰۰)

(۱) عن أبى أمامة رضى الله تعالٰى عنه: قال: قيل يارسول الله تعالٰى عليه وسلم: أى الدعاء أسمع؟ قال: ''جوف الليل الأخير ودبر الصلوات المكتوبات''. (قال الترمذى: هٰذا حديث حسن. جامع الترمذى، أبواب الدعوات، باب (بلاترجمة): ۱۸۷/۲، سعيد) (رقم الحديث: ۳۴۹۹، انيس)

''وإذا جمع مع الدعاء حضور القلب وجمعيته بكليته على المطلوب، وصادف وقتاً عن أوقات الإجابة الستة، وهو: الثلث الأخير عن اليل، وعند الأذان، وبين الأذان والإقامة، وإدبار الصلوات المكتوبات، وعند صعود الإمام يوم الجمعة على المنبر، حتى تقضى الصلاة من ذلك اليوم، وآخر ساعة بعد العصر، وصادف خشوعًا فى القلب''. (الجواب الكافى فيمن سئل عن الدواء الشافى، المعروف بالداء بالدواء لابن قيم الجوزية، فصل: أوقات الإجابة، ص: ۱۶، مكتبة روضة القرآن)

لیکن سنتوں کے بعد سب کا اجتماعی طور پر دعا کرنا اور اس میں الفاتحہ پڑھنا اور اس کو اس طرح لازم سمجھنا کہ جو شخص اس میں شریک نہ ہو، اس کو ملامت کی جائے، یہ غلط ہے، نہ قرآن پاک سے ثابت ہے، نہ حدیث شریف سے ثابت ہے، جو لوگ اس طریقہ کو لازم سمجھتے ہیں، ان سے حوالہ طلب کیا جائے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۲/۱۸ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۲۰۵/۵۔۲۰۶) ☆

---

(۱) ''عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:''من أحدث فی أمرناهٰذا ما ليس فيه فهورد''.(صحيح البخاری، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علىٰ صلح فهومردود: ۳۷۰/۱، قديمی)(رقم الحديث: ۲۶۹۷/الصحيح لمسلم، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور (ح:۱۷۱۸)/سنن أبی داؤد، باب فی لزوم الجماعة (ح:۴۶۰۶) انيس)

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صنع أمرا غير أمرنافهو مردود.(مسند الإمام أحمد، مسند الصديقة عائشة (ح:۲۴۴۵۰)/سنن أبی داؤد، باب فی لزوم الجماعة (ح:۴۶۰۶)انيس)

وفی رد المحتار:''بأنها(أی البدعة)ما أحدث علىٰ خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أوعمل أوحال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويمًا وصراطًا مستقيمًا، آه، فافهم''.(كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱-۵۶۱، سعيد)(مطلب: البدعة خمسة أقسام، انيس)

''رحم الله طائفة من المبتدعة فی بعض أقطار الهند حيث واظبوا علىٰ أن الإمام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قراء تهم:''أللّٰهم أنت السلام ومنک السلام، إلخ''. ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعوالإمام عقب الفاتحة جهرًا بدعاء مرةً ثانيةً، والمقتدون يؤمنون علىٰ ذلک، وقد جرى العمل منهم بذلک علىٰ سبيل الالتزام والدوام حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل بإجتماع الإمام والمأمومين ضروری واجب...ومن لم يرض بذلک يعزلونه عن الإمامة ويطعنونه، ولايصلون خلف من لايصنع بمثل صنيعهم، وأيم الله!إن هذا أمرمحدث فی الدين''.(إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء والذكربعد الصلاة: ۱۶۷/۳، إدارة القرآن، كراچی)(بيان ما يقرأ إذا فرغ من الصلاة، رقم الحديث: ۹۳۹، انيس)

☆ دعائے ثانی کا حکم:

سوال: پنج وقتی نمازوں کے بعد دعائے ثانی مانگنا کیسا ہے؟

حامدًا ومصليًا الجواب ——— وبالله التوفيق

دعائے ثانیہ کا مروجہ طریقہ بعد نوافل اجتماعاً امام ومقتدیوں کا ثبوت عہد رسالت وصحابہؓ وتابعینؒ وائمۂ مجتہدین میں نہیں ملتا، یہ صرف رواج ہے، اسے ترک کرنا چاہیے اور اس کو اجتماعاً شرعاً ثواب سمجھ کر کرنا بدعت سیئہ ہے اور اپنی طرف سے بدون ثبوت شرعی ایک چیز کا دین میں اضافہ کرنا ہے، جو شرعاً معیوب وگناہ ہے۔

ہاں ہر شخص فرادیٰ فرادیٰ خواں سنت کے بعد خواہ نفل کے، جب چاہے دعا کرے، اسے اجازت ہے۔ والله تعالىٰ أعلم وعلمه أتم وأحكم (مرغوب الفتاویٰ:۲۰۰/۲)

دعائے ثانیہ وثالثہ:

سوال: احادیث سے الفاظ دعا کو تین، یا پانچ یا سات بار مانگنے کا حکم ثابت ہے؛ لیکن بعد فراغت نماز فرض تین بار ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت ہے، یا نہیں؟ اگر کوئی تین بار ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو جزء دین قرار دے اور تارک پر ملامت کرے تو ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

ایک نماز کے بعد متعدد مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت نہیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۵/۸/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۱۸/شعبان/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۰۶) ☆

(۱) ”عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ”من أحدث فی أمرنا ھٰذا ما لیس فیه فھورد“. (ردالمحتار) (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علیٰ صلح فھو مردود: ۱/۳۷۰، قدیمی)(رقم الحدیث: ۲۶۹۷، انیس)

”بأنھا (أی البدعة) ما أحدث علیٰ خلاف الحق المتلقی عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبھة واستحسان، وجعل دیناً قویمًا وصراطًا مستقیمًا، آہ، فافھم“. (کتاب الصلوٰۃ، باب الإمامة: ۱/۵۶۰-۵۶۱، سعید)(مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس)

☆ نماز جمعہ کے بعد دعائے ثانیہ:

سوال: جمعہ کی نماز جماعت سے ہونے کے بعد ثانی دعا کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

جمعہ کے بعد سنتیں پڑھ کر ہر شخص اپنی نماز سے فارغ ہو کر دعا کرلیا کرے، یہ بہتر اور مستحب ہے؛ لیکن سنتوں سے فارغ ہو کر سب کا منتظر رہنا اور امام صاحب اور مقتدیوں کا پھر مل کر دعا کرنا، جیسا کہ بعض علاقوں میں بعض فرقوں کا شعار بن چکا ہے اور اس پر اتنا اصرار ہوتا ہے کہ سب وشتم اور لعن وطعن کی نوبت آتی ہے، یہ ثابت نہیں؛ بلکہ غلط طریقہ ہے، اس کو ترک کرنا چاہیے۔(”رحم اللّٰہ طائفة من المبتدعة فی بعض أقطار الھند حیث واظبوا علیٰ أن الإمام ومن معه یقومون بعد المکتوبة بعد قراء تھم: ”ألّٰلھم أنت السلام ومنک السلام إلخ“. ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل یدعو الإمام عقب الفاتحة جھرًا بدعاء مرةً ثانیةً، والمقتدون یؤمنون علیٰ ذلک، وقد جری العمل منھم بذلک علیٰ سبیل الالتزام والدوام، حتی أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل بإجتماع الإمام والمأمومین ضروری واجب...ومن لم یرض بذلک یعزلونه عن الإمامة ویطعنونه، ولا یصلون خلف من لا یصنع بمثل صنیعھم، وأیم اللّٰہ! إن ھذا أمر محدث فی الدین“. (إعلاء السنن، کتاب الصلاۃ، باب الانحراف بعد السلام وکیفیته وسنیة الدعاء والذکر بعد الصلاۃ: ۳/۱۶۷، إدارۃ القرآن، کراچی)(بیان ما یقرأ إذا فرغ من الصلاۃ، رقم الحدیث: ۹۳۹، انیس) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۹۹)

فرض نمازوں کے بعد سنن ونوافل سے فارغ ہوکر فاتحہ پڑھنا (دعا ثانی):

سوال: ظہر، مغرب اور عشا کی نمازوں کے بعد دعا مانگنے کے دو طریقے دیکھے جاتے ہیں، پہلا طریقہ یہ ہے کہ نماز کے بعد امام ومقتدی مل کر ''اللّٰھم أنت السلام'' إلخ کے ساتھ دوسری چند ادعیہ ماثورہ (مگر زیادہ طویل نہیں) مانگی جاتی ہیں، اس کے بعد سنن ونوافل مسجد میں، یا گھر جا کر پڑھ کر خود بخود دعا کر لیتے ہیں، امام ومقتدی جمع ہو کر دعا نہیں کی جاتی۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ فرائض کے بعد فقط ''اللّٰھم أنت السلام'' إلخ والی دعا مانگی جاتی ہے، پھر سنن وغیرہ مسجد میں پڑھ کر امام ومقتدی اکٹھے ہو کر الفاتحہ کہہ کر جماعت سے دعا کی جاتی ہے، اس سے مصلی کو بڑی تشویش ہوتی ہے، اس طریقہ کو (سنن کے بعد مل کر زور زور سے دعا کرنے کو) ضروری سمجھا جاتا ہے، بڑے اہتمام، التزام اور پابندیوں سے کیا جاتا ہے، کبھی بھی فوت نہ ہو، امام کے ساتھ شرط کی جاتی ہے کہ اس طرح فاتحہ پڑھنا ہوگا، مذکورہ طریقہ کے ثبوت میں آیت قرآنی ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ﴾ (۱) (آپ جب فارغ ہوں تو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب کی طرف ہی رغبت کرو) حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ''الدعاء مخ العبادۃ'' (دعا عبادت کا مغز ہے) پیش کرتے ہیں اور پہلے طریقہ والے کو تارک فاتحہ، منکر دعا، وہابی، بدعقیدہ کہتے ہیں اور اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھتے ہیں، ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ ان دونوں میں مطابق سنت کون سا طریقہ ہے، پہلا، یا دوسرا؟

الجواب ــ

مسنون یہ ہے کہ جس طرح فرض نماز جماعت سے پڑھی ہے، دعا بھی جماعت کے ساتھ کی جائے؛ یعنی امام اور مقتدی سب مل کر دعا مانگیں اور جس طرح سنتیں اور نفلیں الگ الگ پڑھی ہیں، دعا بھی الگ الگ مانگیں۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں دونوں طریقوں میں سے پہلا طریقہ مسنون اور مطابق سنت ہے، دوسرا طریقہ خلاف سنت بے اصل، من گھڑت اور بلا دلیل ہے، الگ الگ سنتیں اور نفل پڑھنے کے بعد سب کا اکٹھا ہونا اور اکٹھے ہو کر دعا مانگنا نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل اور فرمان سے ثابت ہے نہ صحابہؓ وتابعینؒ، تبع تابعین اور ائمہ دین میں سے کسی کے قول وعمل سے ثابت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور سلف صالحین (رضی اللہ عنہم) کا طریقہ یہ تھا کہ فرض نماز جماعت سے ادا فرما کر دعا بھی جماعت کے ساتھ (امام اور مقتدی سب مل کر) مانگا کرتے تھے اور پھر

(۱) سورۃ الم نشرح:۷. انیس

(۲) سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل الدعاء (ح:۳۳۷۱)/ المعجم الأوسط، من اسمه بکر (ح:۳۱۹۶)/ الدعاء للطبرانی (ح:۸) انیس

سنتیں اور نفلیں الگ الگ پڑھا کرتے تو دعا بھی الگ الگ مانگا کرتے تھے، احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سنن گھر جا کر پڑھتے تھے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی یہی ہدایت فرماتے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے مسجد بنی عبدالاشہل میں نماز مغرب ادا فرمائی، نماز کے بعد دیکھا کہ جماعت میں شریک ہونے والے مسجد میں سنتیں اور نفلیں پڑھ رہے ہیں، فرمایا: یہ نمازیں تو گھر میں پڑھنے کی ہیں۔

(ابوداؤد اور ترمذی ونسائی، مشکوۃ شریف: ۱۰۵)(۱)

بہرحال جب یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اکثر وبیشتر سنتیں گھر جا کر ادا فرماتے تھے تو امام ومقتدی مل کر باجماعت دعا مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیا سنتیں گھر میں پڑھ کر دوبارہ مسجد میں جمع ہوتے تھے؟ اور جماعت کے ساتھ دعا مانگا کرتے تھے، دعا مانگنے کے لیے دولت خانہ سے مسجد میں آنا تو درکنار واقعہ یہ ہے کہ کبھی کسی مصلحت، یا ضرورت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں سنتیں پڑھنے کا اتفاق ہوا، تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کے ساتھ مل کر دعا نہیں فرمائی؛ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فراغت کا انتظار کئے بغیر ایک ایک کر کے چلے جاتے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز مغرب سنتوں میں اتنی طویل قرأت فرماتے تھے کہ مصلی مسجد میں سے چلے جاتے تھے۔

كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يطيل القراءة في الركعتين بعد المغرب، حتٰى يتفرق أهل المسجد. (أبوداؤد: ۱۹۱/۱)(۲)

---

(۱) عن كعب بن عجرة: أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم صلى المغرب في مسجد بني عبد الأشهل فلما صلى قام ناس يتنفلون، فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: عليكم بهذه الصلاة في البيوت. (المعجم الكبير للطبراني، عن سعد بن كعب عن أبيه (ح: ۳۲۰)/صحيح ابن خزيمة، باب الأمر أن يركع الركعتين بعد المغرب في البيوت (ح: ۱۲۰۱)/سنن النسائي، باب الحث على الصلاة في البيوت والفضل في ذلك (ح: ۱۶۰۰)/سنن الترمذي، باب ماذكر في الصلاة بعد المغرب أنه في البيوت (ح: ۶۰۴) انيس)

عن زيد بن ثابت رضى اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: "صلاة المرء في بيته أفضل من صلاته في مسجدي هٰذا، إلا المكتوبة". (أبوداؤد في سننه في كتاب الصلاة، باب صلاة الرجل التطوع في بيته: ۱۵۶/۱، إمدادية، رقم الحديث: ۱۰۵۵ مختصر صحيح مسلم للمنذري ت: ألباني، باب صلاة النافلة في البيوت (ح: ۳۷۴): ۱۰۳/۱، المكتب الإسلامي بيروت/الترغيب والترهيب للمنذري ت: عمارة، الترغيب في صلاة النافلة في البيوت: ۲۸۰/۱، مكتبة مصطفى البابي الحلبي/سنن النسائي، باب الحث على الصلاة في البيوت (ح: ۱۵۹۹)/ سنن الترمذي، باب ماجاء في فضل صلاة التطوع في البيوت (ح: ۴۵۰) انيس)

(۲) كتاب التطوع، باب: ركعتي المغرب أين تصليان؟ رقم الحديث: ۱۳۰۱، بيت الأفكار، انيس

اورحضرت ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشا کی نماز پڑھی، پھر نماز میں مشغول ہوگئے ، یہاں تک کہ مسجد میں سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی باقی نہ رہا۔(شرح معانی الآثار:۱/۲۰۱)(۱)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ سنن کے بعد امام ومقتدی مل کر دعا مانگنے کا دستور تھا ہی نہیں،لہٰذا یہ دستور اور طریقہ خلاف سنت ہے،اس کو ترک کرنا لازم ہے؛اس لیے کہ قبولیت عمل کے لیے ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ وہ مطابق سنت ہو۔حضرت فضیل بن عیاضؒ آیت کریمہ ﴿لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً﴾کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ!

”لأن العمل إذا كان خالصًا غير صواب لم يقبل،وكذلك إذاكان صوابًا غير خالص فالخالص أن يكون لوجه الله،والصواب أن يكون على السنة“. (۲)

یعنی جوعمل خالص (خاص خدا کے لیے) ہو،مگر صواب (مطابق سنت) نہ ہوتو وہ مقبول نہیں ہے،اسی طرح جوعمل صواب (مطابق سنت) ہو؛مگر خالص نہ ہو،وہ بھی مقبول نہیں ہوتا،عمل وہی مقبول ہوتا ہے،جو خالص ہواور صواب؛ یعنی مطابق سنت بھی ہو۔(تفسیر کبیر:۸/۲۴۳)(العبودیۃ:۱۹-۲۰)(۳)

حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے:

”لايستقيم قول وعمل ونية إلابموافقة السنة“.

(کوئی قول وعمل اور نیت ٹھیک نہیں ہوتی، جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ سنت کے مطابق نہ ہو)(تلبیس ابلیس:۹)(۴)

---

(۱) ”عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال:قال لی العباس رضی اللہ عنه:بت الليلة بآل رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم قال:فصلی رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم العشاء ثم صلی بعدها حتی لم يبق فی المسجد غيره“ .قال أبوجعفر: فهذا يدل علی أن رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم قد كان يتطوع فی المسجد هذا التطوع الطويل فذلك عندنا حسن إلا أن التطوع فی البيوت أفضل منه لقول رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم:”خير صلاة المرء فی بيته إلا المكتوبة“،وهذا قول أبی حنيفة وأبی يوسف ومحمد بن الحسن رحمهم اللہ تعالیٰ.(شرح معانی الآثار،باب التطوع فی المساجد: ۱/۳۳۹،رقم الحديث:عالم الكتب.انيس)

(۲) تفسير الرازی،قوله تعالیٰ:﴿ليبلوكم أيكم أحسن عملاً﴾سورة الملك: ۲،المسألة السادسة: ۳۰/۵۶، دارالفكربيروت،انيس

(۳) وكل محبة لا تكون للہ فهی باطلة وكل عمل لا يراد به وجه اللہ فهو باطل،”الدنيا ملعونة ملعون ما فيها إلا ماكان للہ“،ولا يكون للہ إلا ما أحبه اللہ ورسوله وهو المشروع.(العبودية لابن تيمية،كل عمل لا يراد به وجه اللہ باطل: ۱۲۰،المكتب الإسلامی بيروت.انيس)

(۴) الباب الأول فی الأمربلزوم السنة و الجماعة،ص:۵۷،رقم الحديث:۱۸،دارالوطن للنشر،انيس

حضرت غوث الاعظمؒ کا ارشاد ہے:

"ولاعمل بلا إخلاص وأصابة السنة". (الفتح الربانی: ۱٤/۲)

(اور کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا بغیر اخلاص اور سنت کی موافقت کے۔)

حضرت احمد بن الحواریؒ فرماتے ہیں کہ!

قال أحمدبن أبی الحواری: "من عمل عملا بلا اتباع سنة ، فباطل عمله". (الاعتصام: ۱/۱۱۴)(۱)

یعنی جو بھی عمل سنت کی اتباع کے بغیر کیا جائے گا وہ باطل ہے۔

حضرت امام غزالیؒ کا ارشاد ہے:

"اگر تم کوئی کام بدون حکم شارع علیہ السلام کے کرو، اگر چہ وہ بشکل عبادت ہی ہو تو وہ عبادت نہیں؛ بلکہ گناہ ہے"۔ (خط امام غزالیؒ بنام خاص شاگرد خود: ۷)

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ!

"سعادت دارین سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر موقوف ہے، جہنم سے نجات اور دخول جنت سید الابرار قدوۃ الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر موقوف ہے، اسی طرح خدا کی رضامندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ساتھ مشروط ہے، توبہ، زہد وتقویٰ، توکل وتبتل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ بغیر مقبول نہیں ہے اور ذکر وفکر، ذوق وشوق، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کے بغیر ناقابل اعتبار ہے"۔ (صلوات اللہ علیہ وسلامہ)

(مکتوب: ۱۰، بنام خواجہ محمد دینار)

اور فرماتے ہیں کہ!

"سنت نبوی کی روشنی کے بغیر صراط مستقیم دشوار ہے اور راہ نبوت اختیار کئے بغیر حصول نجات محض خیال ہے"۔

(مکتوب: ۲۲، بنام محمد حنیف)

ایک بزرگ کا ارشاد ہے:

بہ زہد وورع کوش وصدق وصفا ولیکن میفزای بر مصطفیٰؐ (۲)

(ترجمہ: پرہیزگاری وپارسائی اور سچائی اور صفائی میں کوشش کر؛ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ پڑھ۔)

---

(۱) الإعتصام ، فصل ماجاء عن الصوفية فی البدع، الوجه الرابع من النقل ما جاء فی ذم البدع وأهلها عن الصوفية المشهورين عند الناس: أصول الطريق: انيس

(۲) بوستان سعدی، باب چهارم در تواضع، انیس

مطلب یہ کہ جیسا اور جتنا کیا ہے، ایسا اور اتنا کر اپنی طرف سے زیادتی نہ کر۔

خلاف پیمبر کسی رہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید(۱)

(ترجمہ: جو شخص آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف (کوئی دوسری) راہ اختیار کرے گا، وہ ہرگز منزل مقصود تک نہیں پہونچ سکے گا۔)

حضرت ابوالعالیہ جلیل القدر تابعی ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"علیکم بالأمر الأول الذی کانوا علیه قبل أن یفترقوا". (تلبیس ابلیس:۸)(۲)

(ترجمہ: تم پر وہ پہلا طریقہ واجب ہے کہ جس پر اہل ایمان پھوٹ پڑنے سے پہلے متفق تھے۔)

حضرت امام اوزاعی ؒ فرماتے ہیں کہ!

"اصبر نفسک علیٰ السنة وقف حیث وقف القوم وقل بما قالوا و کف عما کفوا عنه واسلک سبیل سلفک الصالح". (تلبیس ابلیس)(۳)

(ترجمہ: طریقۂ سنت پر اپنے آپ کو مضبوطی سے جمائے رکھو، جہاں قوم (جماعت صحابہ) ٹھہر گئی، تم بھی ٹھہر جاؤ۔)

جو ان بزرگوں نے فرمایا:

وہی تم بھی کہو، جس کے بیان سے یہ حضرات رک گئے تم بھی رک جاؤ (عقل نہ چلاؤ) اور اپنے سلف صالحین کے راستہ پر چلتے رہو۔)

حضرت علامہ ابن الحاج کا فرمان ہے:

" فنحن متبعون لا مبتدعون فحیث وقف سلفنا وقفنا". (طحطاوی علی مراقی الفلاح:۳۵۴)(۴)

(یعنی! ہم سلف صالحین (صحابہؓ وغیرہم) کی پیروی کرنے والے ہیں، ایجاد کرنے والے نہیں ہیں تو جہاں ہمارے سلف ٹھہر گئے، ہم بھی ٹھہر جائیں گے۔)

اسی لیے سورج گرہن کی نماز باجماعت پڑھی جاتی ہے کہ ثابت ہے اور چاند گرہن کی نماز الگ الگ پڑھی جاتی ہے کہ جماعت ثابت نہیں ہے۔

عیدالاضحیٰ کے روز عیدگاہ آتے جاتے زور سے تکبیر پڑھتے ہیں کہ ثابت ہے اور عیدالفطر میں آہستہ آہستہ پڑھتے

---

(۱) بوستان سعدی، درنیابش خداوند. انیس

(۲) تلبیس إبلیس، الباب الأول، الأمر بلزوم السنة والجماعة: ۵۳/۱، رقم الحدیث: ۱۵، دارالوطن للنشر، انیس

(۳) تلبیس إبلیس، الباب الأول، الأمر بلزوم السنة والجماعة: ۵۳/۱، رقم الحدیث: ۱۶، دارالوطن للنشر، انیس

(۴) الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب أحکام الجنائز، فصل فی حملها و دفنها، انیس

ہیں کہ زور سے پڑھنا ثابت نہیں ہے، جمعہ کی نماز کے لیے دو اذانیں اور ایک اقامت کہی جاتی ہے کہ ثابت ہے اور عید کے لیے نہ اذان کہی جاتی ہے، نہ اقامت کہ ثابت نہیں ہے۔

نماز وتر ہلال رمضان دیکھ کر با جماعت پڑھتے ہیں کہ ثابت ہے اور عید الفطر کا چاند دیکھتے ہی الگ الگ پڑھنے لگ جاتے ہیں کہ جماعت ثابت نہیں ہے، اسی طرح فرائض کے بعد امام ومقتدی مل کر اجتماعی دعا کرتے ہیں کہ ثابت ہے اور سنن وغیرہ منفرداً پڑھ کر دعا بھی منفرداً (تنہا تنہا) مانگ لیتے ہیں کہ جماعت سے ثابت نہیں ہے، اس میں کیا خطا ہے؟

الغرض سوال میں جو دوسرا طریقہ بیان کیا گیا ہے اس کو امر دینی سمجھنا اور سنت کی طرح تھامے رکھنا دین میں اپنی طرف سے کمی بیشی کرنے کے مرادف ہے، جو بالکل ناجائز اور گناہ ہے، امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے عید کے روز عیدگاہ میں عید کی نماز سے پہلے ایک آدمی کو نفل نماز پڑھنے سے روکا تو اس شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! اللہ نماز پڑھنے سے عذاب نہیں کرے گا (تو پھر مجھے نماز سے کیوں روکا جا رہا ہے؟) حضرت علیؓ نے فرمایا: میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ کسی کام پر ثواب نہیں دیتا، جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہ کیا ہو، یا اس کی ترغیب نہ دی ہو، تیری یہ نماز اور (عبادت میں) عبث ہوگئی اور عبث کام حرام ہے؛ یعنی شاید خدا تجھ کو اس پر عذاب دے؛ اس لیے کہ تو نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا۔ (مجالس الابرار، م:۲۹)(۱)

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ!

''جس نے اسلام میں نئی بات ایجاد کی اور اسے بہتر سمجھا تو اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام خداوندی کی تبلیغ میں (معاذ اللہ) خیانت اور کمی کرنے والا ٹھہرایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**اليوم أكملت لكم دينكم**﴾ (آج میں نے دین مکمل کر دیا)، تو جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں دین میں داخل نہیں تھا (جس کو نہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور نہ کرنے کی ترغیب دی)، وہ آج بھی دین میں شامل نہیں ہو سکتا، **فما لم يكن يؤمئذ دينًا فلا يكون اليوم دينًا**. (الاعتصام: ۴۸/۱)(۲)

الغرض کوئی بھی انفرادی، یا اجتماعی کام جس طرح سید الانبیا محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے، اسی طرح کرنا اطاعت اور فرمانبرداری ہے اور جس قدر مشابہت بڑھتی رہے گی، اس کام کی فضیلت بڑھتی رہے گی اور اس

---

(۱) قال صاحب مجمع البحرين في شرحه: ان رجلاً يوم العيد في الجبانة أراد أن يصلي قبل صلاة العيد فنهاه علي، فقال الرجل: يا أمير المؤمنين! إني أعلم أن الله تعالیٰ لا يعذب على الصلاة، فقال علي: وإني أعلم أن الله تعالیٰ لا يثيب على فعل حتى فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم أو يحث عليه فيكون صلاتك عبثاً والعبث حرام فلعله تعالیٰ يعذبك به وبمخالفتك برسوله". (مجالس الابرار، المجلس التاسع عشر في بيان بدعة صلاة النوافل بالجماعة كالرغائب وغيرها. انيس)

(۲) الاعتصام، الباب الثاني: في ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، كمال الشريعة، انيس

میں کمال پیدا ہوتا رہے گا اور جتنا وہ مشابہت اور ہو بہو ہونے سے ہٹتا رہے گا، ناقص ہوتا رہے گا اور بالکل ہٹا ہوا ہوگا تو بدعت وضلالت ہوگا۔

اشراق اور چاشت کی نفلیں بہت فضیلت رکھتی ہیں؛ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا جماعت کے تنہا اپنے دولت کدہ میں یہ نفلیں پڑھی ہیں، ان کو اعلان ومظاہرہ کے ساتھ مسجد میں پڑھا جائے، یا ان کے لیے جماعت کی جائے تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو بدعت فرمایا ہے۔

"عن مجاهد قال: دخلت أنا وعروة بن الزبير المسجد ، فإذا عبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما جالس إلٰی حجرة عائشة، وإذا ناس يصلون فی المسجد صلاة الضحی، قال: فسألناه عن صلاتهم، فقال: بدعة". (صحیح البخاری: ۲۳۸/۱)(۱)

"وأما ما صح عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما أنه قال فی الضحٰی: هی بدعة ، فمحمول علٰی أن صلاتها فی المسجد والتظاهر بها كما كانوا يفعلونه بدعة". (النووی شرح مسلم: ۲۴۹/۱)(۲)

حضرت ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے:

"إن كان ولابد ففی بيوتكم". (اگر تمہیں نماز چاشت پڑھنی ہے تو اپنے گھروں میں پڑھو)۔ (فتح الباری: ۴۳/۳)(۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر دی گئی کہ ایک جماعت مغرب کے بعد بیٹھتی ہے، ایک شخص کہتا ہے: اتنی مرتبہ اللہ اکبر کہو، اتنی بار سبحان اللہ اور اتنی بار الحمدللہ کہو، وہ لوگ کہتے جاتے ہیں۔ سیدنا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لے گئے، جو کچھ وہ کر رہے تھے، اس کو سنا اور دیکھا، پھر فرمایا: میں عبداللہ بن مسعود ہوں، اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! نہایت تاریک بدعت ہے، جس میں تم مبتلا ہو، ورنہ یہ کہو کہ تم اتنے بڑے صاحب علم ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بھی بڑھ گئے ہو، پھر ان کو مسجد سے نکال دیا۔ (مجالس الابرار، م: ۱۸/۱۲۵)(الاعتصام: ۱۶۵/۲)(۴)

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب العمرة، باب کم اعتمر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، ص: ۳۳۸، رقم الحدیث: ۱۷۷۵، بیت الأفکار، انیس

(۲) النووی شرح مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، استحباب صلاة الضحٰی، انیس

(۳) فتح الباری، باب صلاة الضحی فی السفر: ۵۳/۳، دار المعرفة بیروت، انیس

عن مسروق قال: كنا نقرأ فی المسجد فيثبت الناس فی القراءة بعد قيام ابن مسعود ثم نقوم فنصلی للضحی، فبلغ ذلك ابن مسعود فقال: عباد اللّٰه لم تحملوا عباد اللّٰه مالم يحملهم اللّٰه، إن كنتم لا بد فاعلين ففی بيوتكم. (مصنف ابن أبی شیبة، من کان لایصلی الضحی (ح: ۷۷۷۷) انیس)

(۴) وهذا المعنی أراد عبد اللّٰه بن مسعود لما أخبر بالجماعة الذی كانوا يجلسون بعد المغرب وفيهم رجل يقول: كبروا اللّٰه كذا وكذا وسبحوا اللّٰه كذا وكذا واحمدوا اللّٰه كذا وكذا فيفعلون فحضرهم ==

دیکھئے: ان تسبیحات کے پڑھنے میں کوئی اختلاف یا قابل مواخذہ بات نہیں ہے، مگر پڑھنے کا طریقہ اور اس کا التزام خلاف سنت تھا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی نے اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ دیا۔

اسی لیے امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ!

''عبادات میں مخصوص کیفیات اور مخصوص طریقے اور اوقات مقرر کر لینا جو شریعت میں وارد نہیں ہیں، بدعت اور ناجائز ہے۔'' (الاعتصام: ۲۴/۱) (۱)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ!

''ہر وہ کام جس کے متعلق صاحب شریعت کی طرف سے ترغیب نہ ہو، اس کی ترغیب اور جس کا وقت مقرر نہ ہو، اس کا وقت مقرر کر لینا سنت سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے اور مخالفت سنت حرام ہے''۔ (مجموعہ فتاویٰ عزیزی: ۹۹/۱)

ولأن ذكر اللّٰه تعالىٰ إذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت أوبشى دون شيء لم يكن مشروعًا حيث لم يرد الشرع به؛ لأنه خلاف المشروع. (البحرالرائق: ۱۵۹/۲) (۲)

اور حضرت امام قرطبی فرماتے ہیں کہ ''کسی عبادت کو خاص کر لینا کسی وقت یا کسی جگہ کے ساتھ جس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث یا حکم نہیں ہے ممنوع ہے اور اس کو عقیدہ بنا لینا حرام ہے''۔

اسی لیے فقہا تحریر فرماتے ہیں کہ عیدین، شب برأت اور رمضان کی آخری دس رات اور ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں میں بیدار رہ کر عبادت کرنا مستحب ہے، مگر اس کے لیے مسجدوں میں جمع ہونا مکروہ ہے؛ کیوں کہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، نہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہ) سے۔

ومن المندوبات إحياء ليالي العشر من رمضان وليلتى العيدين وليالى عشر ذى الحجة وليلة النصف من شعبان كما وردت به الأحاديث، وذكرها فى الترغيب والترهيب مفصلة والمراد بإحياء الليل قيامه وظاهره الاستيعاب ويجوز أن يراد غالبه ويكره الاجتماع علىٰ إحياء ليلة من هذه الليالى فى المساجد. (البحرالرائق: ۵۲/۲) (۳)

== فلما سمع مايقولون قال فقال: أنا عبد اللّٰه بن مسعود فواللّٰه الذى لا إله غيره لقد جئتم ببدعة ظلماء أو لقد فقتم على أصحاب محمد عليه السلام علما يعنى أن ما جئتم به إما أن يكون بدعة ظلماء أو إنكم تداركتم على الصحابة ما فاتهم لعدم تنبههم له أو لتكاسلهم عنه فغلبتموهم من حيث العلم بطريق العبادة والثانى منتف فتعين الأول وهو كونه بدعة ظلماء. (مجالس الأبرار، المجلس الثامن عشر فى أقسام البدعة وأحكامها. انيس)

(۱) الإعتصام، فصل من البدع الإضافية إخراج العبادة عن حدها الشرعى. انيس

(۲) البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، انيس

(۳) البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، انيس

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

''افسوس ہزار افسوس بعضے از بدعتہا کہ در سلاسل دیگر اصلا موجود نیست دریں طریقہ علیہ احداث نمودہ اند ونماز تہجد را بجماعت میگزارند، اطراف وجوانب درآن وقت مردم از برائے نماز تہجد جمع می گردند وبجمعیت تمام ادا می نمایند واین عمل مکروہ است بکراہت تحریمہ''۔ (مکتوبات امام ربانی:۱/۱۴۴، مکتوب:۱۳۱)

(ترجمہ) افسوس ہزار افسوس کہ جن بدعات کا دوسرے بزرگوں کے سلسلوں میں بالکل وجود نہیں ہے، اس عظیم الشان طریقہ (نقشبندیہ) میں پیدا کردی گئی ہیں اور نماز تہجد جماعت سے پڑھتے ہیں، اس وقت آس پاس کے لوگ جمع ہوکر تہجد ادا کرتے ہیں اور بڑی جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں اور یہ عمل مکروہ ہے بکراہت تحریمی''۔

دیکھئے! نماز تہجد اکیلے پڑھنے کے بجائے جماعت سے پڑھنے کا دستور بنالیا گیا تو امام ربانی نے سخت ممانعت فرمائی اور اس کو مکروہ تحریمی ٹھہرایا۔

سنن ونوافل کے بعد اجتماعی دعا کے ثبوت کے لیے آیت قرآنی ﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾ (۱) اور مذکورہ حدیث (الدعاء مخ العبادة) پیش کرنا جہالت کی دلیل ہے، نماز کے بعد دعا کا کون منکر ہے؟ سوال تو سنن کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنے کے متعلق ہے، اس کے لیے آیت قرآنی اور حدیث صحیح تو درکنار، حدیث ضعیف بھی پیش نہیں کر سکتے، اگر آیت مذکورہ سنن کے بعد دعا اجتماعی کے متعلق ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرائض ادا کر کے حجرۂ مبارکہ میں کیوں تشریف لے جاتے تھے؟

ایسے بے اصل اور بلا دلیل خلاف سنت طریقہ کو اسلامی عقیدہ اور اہل سنت والجماعت کی علامت اور شعار بنالینا اور نہ کرنے والے کو منکر دعا، وہابی، بدعقیدہ اور اہل سنت والجماعت سے خارج بتلانا کہاں کی شریعت اور کہاں کی سنت اور کہاں کا انصاف ہے؟

بیشک یہ وہی زمانہ آگیا ہے، جس کی پیشن گوئی تیرہ سو سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زبانی ہوچکی ہے کہ تمہارا کیا حال ہوگا، جب کہ شائع شدہ بدعت کو سنت ٹھہرالیا جائے گا، اگر تم اس میں تغیر کروگے تو کہیں گے کہ سنت میں تغیر کررہے ہو، تمہیں منکر سنت کے نام سے مشہور کریں گے۔

(۱) حدیث میں سونے اور جاگنے کے وقت کی دعائیں آئی ہیں اور ثابت ہیں۔

(۲) اور گھر سے نکلتے وقت اور گھر میں داخل ہوتے وقت پڑھنے کی دعائیں۔

(۳) مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعا۔

---

(۱) سورة الم نشرح:۷.انیس

(۲) سنن الترمذی عن أنس بن مالک رضی الله عنه،باب ماجاء فی فضل الدعاء (ح:۳۳۷۱)انیس

(۴) کھانے سے پہلے اور اس کے بعد پڑھنے کی دعا۔

(۵) صبح اور شام پڑھنے کی دعا۔

(۶) وضو سے پہلے اور بعد میں اور درمیان میں پڑھنے کی دعا

(۷) چاند دیکھنے اور چاند وسورج گرہن کی دعا۔

(۸) کپڑے پہننے کی دعا۔

(۹) سفر میں جاتے وقت اور واپس آتے وقت کی دعا۔

(۱۰) وداع کرنے کی دعا۔

مبارک بادی، تیمار داری، ماتم پرستی اور حد یہ ہے کہ جماع سے پہلے اور جماع کے بعد اور بیت الخلا میں جانے سے قبل اور نکلنے کے بعد پڑھنے کی دعائیں بھی آئی ہیں۔

الحاصل صبح سے شام تک سینکڑوں دعائیں پڑھنی مسنون ہیں، انہیں کوئی نہیں پڑھتا، کسی کو یاد بھی نہیں ہیں اور اس کی کسی کو فکر بھی نہیں ہے، فکر ہے تو بدعت کی یا مسنون دعائیں چھوڑ کر غیر مسنون، غیر ثابت اور خلاف سنت امور کرنے کرانے اور انہیں قائم رکھنے کی جان توڑ کوشش کی جاتی ہے، افسوس یہ وہی زمانہ آ گیا ہے، جس کی پیشن گوئی حضرت ابن عباسؓ نے فرمائی ہے:

”لایأتی علی الناس زمان إلا أماتوا فیه سنة و أحیوا بدعة“. (غنیة الطالبین: ۵۸)(۱)

یعنی! ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ سنت طریقے کو نیست و نابود کر دیں گے اور بدعت کو زندہ اور جاری کریں گے۔

رخصت کرنے کے وقت جس طرح نہایت ضروری اور اہم نصیحتیں کی جاتی ہیں، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوامت کو نصیحتیں فرمائیں، ان میں سب سے زیادہ اہم وصیت یہ ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

”میرے بعد بہت کچھ اختلافات نہ رونما ہوں گے، پس تم پر لازم اور ضروری ہے کہ میری سنت (میرے طریقہ) کو اور خلفاء راشدین کے طریقہ کو (جو من جانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں) مضبوطی سے سنبھالے رکھو، اس کو دانتوں اور کونچلیوں سے پکڑ لو، نئی باتوں سے جو ایجاد کی جائیں، پوری احتیاط برتو اور ان سے قطعاً الگ رہو؛ کیوں کہ ہر ایجاد فعل بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے“۔ (مشکوۃ شریف: ۳۰، باب الاعتصام)(۲)

(۱) غنیة الطالبین، فصل فی بیان مقالة الفرق الضالة عن طریق الهدیٰ: ۱/۱۷۴، دار الکتب العلمیة بیروت. انیس
عن ابن عباس قال: لا یأتی علی الناس زمان إلا أحدثوا فیه بدعة و أماتوا فیه سنة حتی تحیا البدع و تموت السنن. (الإبانة الکبریٰ لابن بطة، باب ما أمر به من التمسک بالسنة و الجماعة (ح: ۲۲۵) انیس)

(۲) عن العرباض بن ساریة قال: وعظنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یوماً بعد صلاة الغداة ==

یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اوران کے نقش قدم پر چلنے والے سلف صالحین کسی ایسی چیز کو برداشت نہیں کرتے تھے، جوسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو،خواہ وہ کتنا ہی معمولی فعل معلوم ہوتا ہو۔ مثلاً:

''حضرت عمارہ بن روبیہؓ نے بشر بن مروان کوخطبہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے دیکھا تو بددعا فرمائی کہ خدا خراب کرے، ان دونوں چھوٹے چھوٹے نکمے ہاتھوں کو، پھر فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوبھی خطبہ دیتے ہوئے میں نے دیکھا ہے، حضرت عمارہ نے انگشت شہادت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی اس سے زیادہ نہیں کیا کرتے تھے؛ یعنی! ہاتھوں کوحرکت نہیں دیا کرتے تھے؛ بلکہ ضرورت ہوتی تھی تو انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا کرتے تھے''۔(ترمذی شریف:۶۸/۱)(۱)

''حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے نے نماز میں سورۂ فاتحہ کی ابتدا میں بسم اللہ زور سے پڑھی تو حضرت عبداللہ بن مغفلؓ نے فرمایا: بیٹا! بدعت ہے، اس سے احتیاط برتو، بدعت کے پاس بھی مت جاؤ، صحابہ میں سے کسی کو بھی بدعت سے زیادہ دوسری کسی چیز سے بغض رکھتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا''۔

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، ان میں سے کسی کوبھی بسم اللہ زور سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔(ترمذی شریف:۳۳/۱)(۲)

== موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب، فقال رجل: إن هذه موعظة مودع فماذا تعهد إلينا رسول الله؟ قال: أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وإن عبد حبشي فإنه من يعيش منكم يرى إختلافاً كثيراً وإياكم ومحدثات الأمور فإنها ضلالة فمن أدرك ذلك منكم فعليه بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی الأخذ بالسنة وإجتناب المحدثات (ح: ۲۶۷۶) انیس)

(۱) عن حصين قال: سمعت عمارة بن روبية وبشربن مروان يخطب فرفع يديه في الدعاء فقال عمارة: قبح الله هاتين اليدين القصيرتين، لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وما يزيد على أن يقول هكذا وأشار هشيم بالسبابة. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی كراهية رفع الأيدی على المنبر (ح: ۵۱۵) انیس)

(۲) عن ابن عبدالله بن مغفل قال: سمعني أبي وأنا في الصلاة أقول: بسم الله الرحمن الرحيم، فقال لي: أى بني محدث إياك والحدث، قال: ولم أر أحداً من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كان أبغض إليه الحدث في الإسلام يعني منه، وقد صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم ومع أبي بكر ومع عمر ومع عثمان فلم أسمع أحداً منهم يقولها إذا أنت صليت فقل: الحمد لله رب العالمين. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی ترک الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم (ح: ۲۴۴) انیس)

عن يزيد بن عبد الله بن مغفل عن أبيه رضى الله عنه أنه صلى خلف إمام جهر ببسم الله الرحمن الرحيم فقال له: أغن عنى كلماتک فإنى قد صليت خلف النبى صلى الله عليه وسلم وأبى بكر وعمر وعثمان رضى الله عنهم فلم أسمعها من أحد منهم. (الآثار لأبى يوسف، باب افتتاح الصلاة (ح: ۱۰۷)

حضرت امام نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے سامنے ایک شخص کو چھیک آئی، اس نے کہا:
"الحمد للّٰہ و السلام علیٰ رسول اللّٰہ"

حضرت عبداللہ نے فوراً ٹوکا، "والسلام علی رسول اللّٰہ" کی زیادتی کو ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پڑھنے کی تعلیم نہیں دی، آپ نے (صرف) "الحمد للّٰہ علی کل حال" پڑھنے کی تعلیم دی ہے۔(۱)

حضرت ابو مالک الاشجعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد طارقؓ سے پوچھا کہ آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے پیچھے نماز پڑھی ہے؟ کیا یہ حضرات نماز صبح میں دعا قنوت پڑھتے تھے؟ جواب دیا کہ "بیٹا" بدعت ہے۔(ترمذی شریف: ۱/۵۳)(نسائی شریف: ۱/۱۳۲)(۲)

(فتاویٰ رحیمیہ: ۱/۲۱۵-۲۲۵)

ایک بنیادی نکتہ جو کبھی فراموش نہ ہونا چاہیے:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معیار حق ہیں، ان کے جذبات و رجحانات صراط مستقیم کے مقدس نشانات اور دین کامل کی عملی تصویریں ہیں؛ کیوں کہ دین حق کے بانی حضرت حق جل مجدہ نے اپنے کلام پاک میں شہادت دی ہے کہ یہی ہیں راہ راست پر ﴿اُولٰئِکَ ھُمُ الرَّاشِدُون﴾ (سورہ حجرات: ۷)، یہی ہیں وہ پاک نفوس کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے، ایمان کو ان کے دلوں میں سجا دیا ہے، کفر فسق اور معیصت سے بہت سخت اور شدید نفرت ان کے اندر پیدا کر دی ہے۔(سورہ حجرات، ع: ۱)(۳) پرہیز گاری پر ان کو پختہ کر دیا ہے، کلمہ تقوی ان کے لیے لازم کر دیا ہے اور ان پر چپکا دیا ہے، یہ تقویٰ اور پرہیز گاری کے سب سے زیادہ مستحق اور اس کے پورے اہل ہیں۔(سورہ فتح، ع: ۳)(۴)

---

(۱)　عن نافع أن رجلاً عطس إلی جنب ابن عمر فقال: الحمد للّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ، قال ابن عمر: وأنا أقول: الحمدللّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ، ولیس ھکذا علمنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، علمنا أن نقول: الحمد للّٰہ علی کل حال. (سنن الترمذی، باب مایقول العاطس إذا عطس (ح: ۲۷۳۸) انیس)

(۲)　عن أبی مالک الأشجعی قال: قلت لأبی: یا أبة! إنک قد صلیت خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم وأبی بکر وعمر وعثمان وعلی بن أبی طالب ھاھنا بالکوفة نحوا من خمس سنین أکانوا یقنتون؟ قال: أی بنی محدث. (سنن الترمذی، باب فی ترک القنوت (ح: ۴۰۲)/ سنن النسائی، ترک القنوت (ح: ۱۰۸۰) انیس)

(۳)　﴿وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰئِکَ ھُمُ الرَّاشِدُوْنَ﴾. (سورة الحجرات: ۷)

(۴)　﴿فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَهُمْ کَلِمَةَ التَّقْوٰی وَکَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا﴾ (سورة الفتح: ۲۶، انیس)

غور فرمایئے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر شہادت کس کی ہوسکتی ہے۔ ان شہادتوں کا بار بار مطالعہ کیجئے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ جب یہ اکابر خلاف سنت معمولی سی بات کو بھی بدعت فرما دیتے ہیں اور بدعت سے اتنی نفرت کرتے ہیں کہ کسی چیز سے اتنی نفرت نہیں کرتے تو ایک صاحب ایمان کے لیے کہاں گنجائش نکلتی ہے کہ وہ کسی بدعت کو اختیار کرے اور اس کو وظیفہ عمل بنالے (معاذ اللہ)؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بدعت سے نفرت حب صحابہ کی علامت ہوگی اور جس قدر صحابہ کرام سے زیادہ محبت ہوگی اتنی ہی زیادہ بدعت سے نفرت ہوگی، حق تعالیٰ اپنے حبیب کے وسیلے سے ہمیں اچھی سمجھ، سنت سے حقیقی محبت اور بدعت سے حقیقی نفرت عطا فرمائے۔ (آمین)

صلی اللّٰه تعالٰی علٰی خیر خلقه محمد و اٰله و أصحابه أجمعین. (فتاویٰ رحیمیہ: ۱/۲۲۵-۲۲۶)

دعا ثانی (فاتحہ) کرنا کیسا ہے:

سوال: بعد سلام مسنون! ہمارے یہاں موریشش (MAURITIUS) میں بہت سی مساجد میں تقریباً سوا سو سال سے نمازوں کے بعد دعا ثانی کرنے کا اور نماز جنازہ کے بعد بالالتزام فاتحہ پڑھنے کا دستور چلا آرہا ہے، ایک ایسی ہی مسجد میں ایک نوجوان عالم کو امام مقرر کیا گیا اور ان کے ساتھ یہ شرط لگادی گئی کہ وہ دعا ثانی کریں گے، چھ ماہ تک وہ اس شرط پر عمل پیرا رہے، اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے، میں اس رواج پر عمل نہیں کروں گا، لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا اس پر عمل کرتے آرہے ہیں، پھر یہ کیوں کر بدعت ہوسکتا ہے؟ اور امام کو دعا ثانی (فاتحہ) کرنے پر مجبور کرتے ہیں، امام صاحب ان کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں، متولی حیران و پریشان ہے کہ مسلمانوں میں اس کی وجہ سے اختلاف رونما ہوجائے گا اور آپس میں جھگڑوں کی وجہ سے مسلمانوں کا وقار مجروح ہوگا؛ اس لیے متولی کی رائے یہ ہے کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے آپس میں پھوٹ اور خنلاف مت ڈالو اور پہلے سے دعا ثانی کا جو طریقہ چلا آرہا ہے اس پر عمل کرتے رہو، نجات کا دارومدار اسلام کے پانچ ارکان پر ہے، دعا ثانی کرنے نہ کرنے پر نہیں۔

محترم مفتی صاحب! آپ کی تصنیف لطیف فتاویٰ رحیمیہ ہمارے پاس ہے، ہم اس سے استفادہ کرتے رہتے ہیں، اس مسئلہ پر بھی کافی روشنی ڈالی گئی ہے؛ تاہم لوگ اپنی بات پر مصر ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا متولی حق بجانب ہے؟ اور لوگوں کا یہ کہنا کہ ہمارے باپ دادا یہ عمل کرتے آرہے ہیں ان کی یہ بات صحیح ہے؟ امید ہے کہ مفصل جواب مرحمت فرمائیں گے، بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا:

بے شک آپ کے یہاں موریشش میں سوسوا سو سال سے سنن ونوافل کے بعد اجتماعی دعا کا رواج ہوگا اور نماز

جنازہ سے فارغ ہوکر بالالتزام ہمیشہ فاتحہ پڑھنے کا بھی دستور باپ دادا سے چلا آتا ہوگا، مگر بھائی یہ کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اوراس کا سہارا لینا آپ کے شایان شان نہیں، یہ تو اہل باطل کا شیوہ ہے۔

قرآن مجید میں متعدد جگہ اس کو بیان فرمایا ہے۔ملاحظہ ہو!

(۱) ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَائَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاءُ هُمْ لاَ يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَّلاَ يَهْتَدُونَ﴾(سورة البقرة: ۱۷۰)

(یعنی: اور جب ان (مشرک) لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم (اپنے پیغمبر کے پاس) بھیجا، اس کے مطابق چلو تو (جواب میں) کہتے ہیں (کہ نہیں)؛ بلکہ ہم تو اسی (طریقہ) پر چلیں گے، جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، اگرچہ ان کے باپ دادا (دین کی) نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت اور شرعی دلیل رکھتے ہوں۔)

(۲) ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلٰى مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَائَنَا﴾(سورة المائدة: ۱۰٤)

(یعنی: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں، ان کی طرف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرو (یعنی شرعی دلیل معلوم کرو) تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی طریقہ کافی ہے، جس پر ہم اپنے باپ دادا کو عمل کرتے ہوئے پایا ہے۔)

(۳) ﴿وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاءُ نَا﴾(سورة الأعراف: ۷۰)

(یعنی: مشرک، بت پرستی کی مخالفت کے جواب میں کہتے ہیں: کیا) جن کو ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں، ان کو چھوڑ دیں۔)

(۴) ﴿أَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا﴾(سورة يونس: ۷۸)

(یعنی: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا گیا) کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم کو اس طریقہ سے ہٹا دو، جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔)

(۵) ﴿اَتَنْهَانَا أَنْ نَّعْبُدَ مَايَعْبُدُ آبَاءُ نَا﴾(سورة هود: ٦٢)

(یعنی: حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا) کیا تم ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو، جن کی عبادت ہمارے (بڑے) باپ دادا کرتے آئے ہیں۔)

(۶) ﴿أَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاءُ نَا﴾(سورة هود: ۸۷)

(یعنی: حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا کیا) ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں، جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔)

(۷) ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَائَنَا﴾(سورة لقمان: ۲۱)

(یعنی: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اس کا اتباع کریں گے، جس پر اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔)

(۸) ﴿بَلْ قَالُوْا اِنَّا وَجَدْنَا آبَائَنَا عَلٰی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰی اٰثَارِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾(سورة الزخرف:۲۲)

(یعنی: بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پایا ہے اور ہم بھی انہیں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔)

(۹) ﴿وَكَذٰلِكَ...اِنَّا وَجَدْنَا آبَائَنَا عَلٰی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰی اٰثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾(سورة الزخرف:۲۳)

(یعنی: اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا، مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انھیں کے قدم بقدم چلے جارہے ہیں۔)

آپ کے مناسب شان تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُولوالأمر اور ورثۃ الانبیاء علماء مجتہدین اور ائمہ دین کی اطاعت اور پیروی کریں۔

مسلمان کے لیے اللہ اور اس کے رسول اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اُولوالامر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور مجتہدین عظام کی پیروی ضروری ہے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان ہے۔

”علیكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثةٍ بدعة وكل بدعة ضلالة“. (أبوداؤد:۲۸۷/۲، سنن الترمذی:۹۲/۲، سنن ابن ماجة:۵، مشكاة المصابيح:۳۰)(۱)

(یعنی: میرے طریقہ کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشد کے طریقہ کو لازم پکڑو اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑلو، جو نئی باتیں ایجاد کی جائیں گی، ان سے احتراز کرو؛ اس لیے کہ ہر وہ نئی رسم جو (دین کے نام پر) ایجاد کی جائے، وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔)

احادیث میں سونے اور جاگنے کے وقت کی دعا منقول ہے، مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعا بھی مذکور ہے، ہمبستری سے پہلے اور ہمبستری کے بعد کی دعا بھی موجود ہے بیت الخلا میں جانے سے قبل اور نکلنے کے بعد کی دعا بھی ثابت و منقول ہے تو سنن و نوافل کے بعد کی دعا کیوں منقول نہیں؟ اگر ثابت ہوتی تو ضرور منقول ہوتی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازوں کے بعد کی سنن اپنے حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے جا کر پڑھتے تھے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی آپ کی اتباع کرتے ہوئے اپنے اپنے گھروں میں سنتیں ادا فرماتے تھے اور نماز سے

---

(۱) سنن الدارمی، باب اتباع السنة (ح: ۹۶)/سنن ابن ماجة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين (ح:۴۲)/سنن الترمذی، باب ماجاء فی الأخذ بالسنة واجتناب البدع (ح: ۲۶۷۶)/مسند البزار، مسند العرباض بن سارية (ح:۴۲۰۱)/مسندالإمام أحمد بن حنبل، حديث العرباض بن ساريه عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم: ۳۷۵/۲۸ (ح:۱۷۱۴۵) مؤسسة الرسالة، انيس

فراغت کے بعد گھر میں ہی دعا کرتے تھے، سب کا مسجد میں واپس آ کر دعا کرنا کہیں منقول نہیں، کبھی کسی وجہ سے مسجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ نے سنن ونوفل ادا فرمائی ہیں؛ مگر دعا سب نے مل کر مانگی ہو، یہ کہیں ثابت نہیں، صحابہ ؓ اپنی اپنی نمازیں پڑھ کر منتشر ہوجاتے تھے، چناں چہ حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز مغرب سنتوں میں اتنی طویل قرأت پڑھتے تھے کہ مصلی حضرات مسجد سے چلے جاتے تھے۔

"کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یطیل القراء ۃ فی الرکعتین بعد المغرب حتی یتفرق أھل المسجد". (أبوداؤد: ۱۹۱/۱)(۱)

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا، آپ عشا کی نماز کے بعد نماز میں مشغول رہے، حتی کہ مسجد میں بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی باقی نہیں رہا۔ (شرح معانی الآثار: ۲۰۱/۱)(۲)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنتوں کے بعد امام ومقتدی کے مل کر دعا کرنے کا دستور تھا ہی نہیں، لہذا اس طریقہ کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں؛ اس لیے اس کو پکڑے رہنا اور اس پر اصرار کرنا اور امام کو اس کا پابند بنانا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

عمل وہی مقبول ہے، جو خاص ہونے کے ساتھ صواب؛ یعنی سنت کے موافق بھی ہو، حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"لایستقیم قول وعمل ونیۃ إلا بموافقہ السنۃ". (تلبیس إبلیس: ۹)(۳)

محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں:

"ولا عمل بلا إخلاص وإصابۃ السنۃ". (الفتح الربانی: ۱۴، مجلس: ۲)

(یعنی: کوئی عمل بلا اخلاص اور سنت کی موافقت کے مقبول نہیں ہوتا۔)

مشہور بزرگ حضرت احمد بن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"من عمل عملاً بلا إتباع سنۃ فعملہ باطل". (کتاب الاعتصام: ۱۱۴/۱)

(یعنی: جو عمل بھی سنت کی موافقت کے بغیر کیا جائے گا وہ باطل ہوگا۔)

---

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب التطوع، باب: رکعتی المغرب أین تصلیان؟ حدیث نمبر: ۱۳۰۱، بیت الأفکار، انیس

(۲) "عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما قال: قال لی العباس رضی اللّٰہ عنہ: بت اللیلۃ بآل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: فصلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم العشاء ثم صلی بعدھا حتی لم یبق فی المسجد غیرہ". (شرح معانی الآثار، باب التطوع فی المساجد: ۳۳۹/۱، رقم الحدیث: عالم الکتب. انیس)

(۳) تلبیس إبلیس، الباب الأول، فی الأمر بلزوم السنۃ والجماعۃ: ۵۷، رقم الحدیث: ۱۸، دارالوطن للنشر، انیس

مولانا! کب تک مصلحت کا سہارا لیتے رہیں گے؟ بے شک فتنہ سے بچنا ضروری ہے؛ اس لیے سختی اور عجلت سے کام نہ لیں اور بتدریج صحیح مسئلہ کی اشاعت کی جائے اور نمازیوں کو جمع کر کے فتویٰ سنایا جائے، بار بار سنایا جائے، اور حکمت عملی کے ساتھ سب کو متفق کرنے کی کوشش کی جائے جب امام اور متولی اسے معمولی بات سمجھ کر اور فتنہ کا خوف بتلا کر خلاف سنت طریقہ کو پکڑے رہیں گے تو کیا اس کے مٹانے کے لیے آسمان سے فرشتے آئیں گے؟ کس کا انتظار ہے؟ سوا سو سال تو ہو چکے خدارا سنت کی قدر پہچانئے اور بدعت کی نحوست کو سمجھئے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ـــــــ کہ ہر گز بمنزل نخواہد رسید

مپندار سعدی کہ راہ صفا ـــــــ تواں رفت جز برپی مصطفیٰ (۱)

ترجمہ: جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا، وہ ہرگز منزل مقصود کو نہیں پہنچے گا۔

اے سعدی! یہ خیال مت کر کہ سیدھا راستہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر حاصل ہوسکتا ہے۔

بہ زہد وورع کوش وصدق وصفا ـــــــ ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ (۲)

لہٰذا اس سنت کو زندہ کرنے کی پوری کوشش کیجئے، حدیث میں ہے کہ مردہ (مٹی ہوئی) سنت کو زندہ کرنے والا سو شہیدوں کے ثواب کا مستحق ہوتا ہے، (۳) کون مسلمان ہوگا جس کو سو شہیدوں کا ثواب حاصل کرنے کی تمنا نہ ہوگی۔

نیز حدیث میں ہے:

"من أحيا سنتى فقد أحبنى ومن أحبنى كان معى فى الجنة". لیے (ترمذی شریف: ۹۲/۲)(۴)

(یعنی: جس نے میری سنت کو زندہ کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت کرے گا، وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔)

نیز حدیث میں ہے:

"من حفظ سنتى أكرمه الله بأربع خصال: المحبة فى قلوب البررة، والهيبة فى قلوب الفجرة والسعة فى الرزق، والثقة فى الدين". (شرح شرعة الإسلام: ۸، سيد على زاده) (۵)

(جس نے میری سنت کی حفاظت کی تو خدا تعالیٰ چار باتوں سے اس کی تکریم کرے گا: (۱) پاکباز لوگوں (بزرگوں) کے

---

(۱) بوستان سعدی، درنیایش خداوند. انیس

(۲) بوستان سعدی، باب چهارم در تواضع، انیس

(۳) عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال النبى صلى الله عليه وسلم: المتمسك بسنتى عند فساد أمتى له أجر شهيد. (المعجم الأوسط، من اسمه محمد (ح: ٥٤١٤) انيس)

(۴) سنن الترمذى، كتاب العلم، باب ماجاء فى الأخذبالسنة واجتناب البدع (ح: ٢٦٧٨) بيت الأفكار، انيس

(۵) شرح شرعة الإسلام، الفصل الأول فى التحريض الحث علىٰ اتباع سنة سيد المرسلين، انيس

دلوں میں اس کی محبت ڈالدے گا (۲) بدکار (بدمعاش) لوگوں کے دلوں میں ہیبت پیدا کردے گا (۳) روزی میں وسعت پیدا فرمادے گا (۴) اور دین میں پختگی نصیب فرمائے گا۔)

امام زہری کا مقولہ ہے:

"الاعتصام بالسنة نجاة". (۱) (یعنی: سنت کو مضبوط پکڑنے میں نجات ہے۔)

امام مالک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

"إن السنة مثل سفينة نوح من ركبها نجا ومن تخلف عنها غرق". (۲)

(یعنی: سنت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کے مانند ہے جو اس میں سوار ہوگیا (وہ گمراہی سے) بچ گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہوگیا (یعنی گمراہی کے گڑھے میں گر گیا۔)

خدا تعالیٰ سب کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اور طریقۂ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ (آمین یارب العالمین) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۸۳/۶-۱۹۰)

فرض نماز کے بعد امام کے لیے جلد اٹھنے کا حکم:

سوال: جن نمازوں کے بعد سنن ہیں، امام کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

پنج وقتہ نمازوں میں سے بعض نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، ان میں فرائض سے فراغت کے بعد امام کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ فوراً کھڑے ہوکر کچھ تقدیم وتاخیر کرکے باقی سنتیں ادا کرے، طویل ادعیہ میں مشغول ہونا خلاف اولیٰ ہے۔

لما قال العلامة عالم بن العلاء: وفي الحجة: الإمام إذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنة ولايشتغل بأدعية طويلة. (الفتاویٰ التاتارخانية، الفصل الثالث في بيان مايفعله المصلي في صلاته بعد الافتتاح: ۵۵۷/۱) (۳) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۰۸/۳)

نماز کے بعد دعا نہ کرنے پر وعید:

"عن الفضل بن عباس قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلم: "الصلاة مثنىٰ مثنىٰ تشهد

(۱) سنن الدارمي، باب إتباع السنة (ح: ۹۷) انيس

(۲) مجموع فتاویٰ ابن تيمية، أصول العلة واستعمالها: ۱۳۷/۴، مجمع الملك فهد. انيس

(۳) وفي الهندية: وفي الحجة: الامام إذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنة ولايشتغل بأدعية طويلة". (الفتاویٰ الهندية، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها وكيفيتها، إلخ: ۷۷/۱) (كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، انيس)

فی کل رکعتین وتخشّع وتضرع وتمسکن وتذرع،وتقنع یدیک ،یقول:ترفعهاإلٰی ربک،مستقبلا ببطونهما وجهک،وتقول:یارب یارب ومن لم یفعل ذلک فهو کذا وکذا". (سنن الترمذی: ۱/ ۵۰،باب ماجاء فی التخشع فی الصلوٰة)(۱)

(حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نماز دو رکعت ہے ہر دو رکعتوں میں تشہد ہے اور خشوع اور عاجزی اور مسکینی ہے اور دونوں ہاتھوں کا اپنے رب کی طرف اٹھانا اس حالت میں کہ تم کہو یاربِّ یاربِّ (اے میرے رب اے میرے رب) اور جس نے ایسا نہیں کیا، وہ ایسا ویسا ہے''۔)

ترمذی شریف کی شرح الکوکب الدری میں ہے:

"وهٰذا یثبت الدعاء بعد الصلاة برفع یدیه کما هو المحمول وإنکار الجهلة علیه مردود". (الکوکب الدری: ۱/۱۷۱)

(اس حدیث میں لفظ مستقبلاً سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے، یہی معمول ہے اور اس پر جہلا کا انکار مردود ہے۔)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ نفس نفیس نماز کے بعد دعا کرنا اور مختلف دعاؤں کا آپ سے منقول ہونا، احادیث کی روشنی میں:

(۱) عن وراد...قال أملی علی المغیرة بن شعبة رضی اللّٰه عنه فی کتاب إلٰی معاویة أن النبی صلّی اللّٰه علیه وسلم کان یقول فی دبر کل صلاة مکتوبة:" لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لا شریک له،له الملک وله الحمد وهوعلٰی کل شیء قدیر،اللّٰهم لا مانع لما أعطیت ولامعطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منک الجد". (صحیح البخاری: ۱/ ۱۱۷)(أبوداؤد: ۱/۲۱۸)،باب مایقول الرجل إذا سلم) (مشکاة المصابیح:۸۸)(بلوغ المرام:۳۷)(۲)

(حضرت وراد سے روایت ہے...... حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد'' **لا إله إلا اللّٰه وحده لا شریک له،له الملک وله الحمد وهوعلٰی کل شیء قدیر، اللّٰهم لا مانع لما أعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منک الجد**'' پڑھتے تھے۔)

(۲) عن أم سلمة رضی اللّٰه عنهاأن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یقول:إذا صلّی

---

(۱) سنن الترمذی،أبواب الصلاة (ح:۳۸۵) انیس

(۲) صحیح البخاری،باب الذکر بعد الصلاة (ح: ۸٤٤)/باب الدعاء بعد الصلاة (ح: ٦٣٣٠)/مشکاة المصابیح،الفصل الأول (ح: ٩٦٢)/بلوغ المرام من أدلة الأحکام،لا إله إلا اللّٰه وحدی لا شریک له له الملک (ح:۳۱۹): ۱/۹٤،دارالفلق الریاض.انیس

الصبح حين يسلم" اللّٰهم إنى أسئلک علمًا نافعًا ورزقاً طيباً وعملاً متقبلاً". (رواه أحمد وابن ماجة،قال فى النيل: ورجاله ثقات)(إعلاء السنن:۲۰۲/۳-۲۰۳)(۱)

(حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ لیتے تو سلام پھیر کر یہ دعا کرتے" اللّٰهم إنى أسئلک علمًا نافعًا ورزقاً طيبًا وعملاً متقبلاً" اس کو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔نیل الاوطار میں ہے کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں۔)

(۳) "عن عائشة رضى الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول:" اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تباركت ياذاالجلال والإكرم". (مشكاة المصابيح:۸۸،باب الذكر بعد الصلوٰة)(۲)

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نماز کے بعد "اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تباركت ياذا الجلال والإكرم" کی مقدار بیٹھتے تھے۔)

(۴) عن ثوبان رضى الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا انصرف من صلاته استغفر الله ثلاثًا وقال:" اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تبارک یاذاالجلال و الإكرام". (رواه مسلم)(بلوغ المرام:۳۷،باب صفة الصلوٰة)(۳)

(حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو جاتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے اور یہ دعا مانگتے:"اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تباركت ياذاالجلال والإكرم".)

(۵) عن سعد بن أبى وقاص رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يتعوذ منهن دبر الصلاة:"اللّٰهم إنى أعوذ بک من الجبن وأعوذ بک من البخل وأعوذ بک من أن أرد إلىٰ أرذل العمر،وأعوذ بک من فتنة الدنيا،وعذاب القبر". (رواه البخارى(بلوغ المرام:۳۷)(۴)

(حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان الفاظ کے ساتھ پناہ

---

(۱) مسند الإمام أحمد،حديث أم سلمة زوج النبى صلى الله عليه وسلم (ح: ۲۶۵۲۱)/سنن ابن ماجة،باب مايقال بعد التسليم (ح: ۹۲۵)/نيل الأوطار،باب فى الدعاء والذكر بعد الصلاة (ح:۸۰۸)۲۵۷/۲-۲۵۸، دارالحديث مصر. انيس

(۲) مشكاة المصابيح،الفصل الأول (ح:۹۶۰)/سنن ابن ماجة،باب مايقال بعدالتسليم (ح:۹۲۴) انيس

(۳) مسند الإمام أحمد،من حديث ثوبان (ح:۲۲۳۶۵)/الصحيح لمسلم،باب استحباب الذكر بعدالصلاة (ح:۵۹۱)/سنن الترمذى،باب مايقول إذا سلم (ح:۳۰۰)/بلوغ المرام (ح:۳۲۱):۹۵/۱،دارالفلق. انيس

(۴) صحيح البخارى ،كتاب الدعوات،باب: مايتعوذ من الجبن :۲۳/۴ (ح:۲۸۲۲) دارطوق النجاة/سنن الترمذى،باب ماجاء فى دعاء النبى صلى الله عليه وسلم (ح:۳۵۶۷)/بلوغ المرام (ح:۳۲۰)انيس

مانگتے تھے:''اللّٰھم إنی أعوذ بک من الجبن وأعوذ بک من البخل وأعوذ بک من أن أرد إلٰی أرذل العمروأعوذ بک من فتنة الدنیا وعذاب القبر''.)

(۶) ''عن علی رضی اللّٰه عنه قال: کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم إذاسلم من الصلٰوة قال:''اللّٰھم اغفرلی ماقدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أسرفت وما أنت أعلم به منی أنت المقدم وأنت المؤخرلا إلٰه إلا أنت''.(أبوداؤد: ۲۱۹/۱،باب مایقول إذا سلم)(۱)

(حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: ''اللّٰھم اغفرلی ما قدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أسرفت وما أنت أعلم به منی أنت المقدم والمؤخرلا إلٰه إلا أنت''.)

(۷) أخرج الحافظ أبوبکربن أبی شیبة فی مصنفه عن الأسود بن العامری عن أبیه قال: صلیت مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الفجرفلما سلم انحرف ورفع یدیه دعا.(بحواله مسلک السادات إلٰی سبیل الدعوات.(إمداد الفتاویٰ: ۷۹۸/۱) نیز،النفائس المرغوبة تحت تصویب قاضی رحمت اللّٰه محدث راندیری: ۳٤)(۲)

(اسود عامری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو آپ مڑ گئے اور آپ نے اپنے دست مبارک اٹھائے اور دعا فرمائی۔)

(۸) حدثنامحمد بن یحیی الأسلمی قال: رأیت عبد اللّٰه بن الزبیررأی رجلا رافعًا یدیه یدعوقبل أن یفرغ من صلٰوته،فلما فرغ منها قال له: إن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لم یکن یرفع حتٰی یفرغ من صلٰوته.(أخرجه ابن أبی شیبة،ورجاله ثقات،قاله الحافظ السیوطی فی رسالته''فیض الوعاء فی أحادیث رفع الیدین بالدعاء''کذا فی رسالة رفع الیدین فی الدعاء لمحمد بن عبدالرحمن الزبیدی الیمانی)(إعلاء السنن: ۲۰۲/۳)(۳)

(محمد بن یحیی اسلمی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا ہے، جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اس سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نماز سے فارغ نہ ہو جاتے تھے، دعا کے لیے ہاتھ نہ اٹھاتے تھے، اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں۔)

---

(۱) سنن أبی داؤد،کتاب الوتر،باب:مایقول الرجل إذا سلم،ص: ۱۸۰،رقم الحدیث: ۱۵۰۹،بیت الأفکار،انیس

(۲) مصنف ابن أبی شیبة،من کان یستحب إذا سلم أن یقوم أو ینحرف (ح:۳۰۹۳)انیس

(۳) إعلاء السنن، کتاب الصلاة ، باب الانحراف بعد السلام وکیفیة وسنیة الدعاء والذکربعدالصلاة ، بیان مایقرأ إذا فرغ من الصلاة،رقم الحدیث: ۹۲۵،إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشی،باکستان،انیس

ان احادیث سے صراحت کے ساتھ یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے، اس میں کسی طالب حق کو شک وشبہ کی گنجائش نہ ہونی چاہیے اور انہی احادیث سے بطریقۂ اشارۃ النص یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد دعا فرماتے تھے تو صحابہ یقیناً اس دعا میں آپ کے ساتھ شرکت فرماتے تھے؛ اس لیے مقام غور ہے کہ اگر کوئی مرشد کامل کسی مجلس میں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائیں تو کیا مریدین مرشد کی موافقت نہیں کریں گے؟ اگر استاذ درس میں اتفاقا ہاتھ اٹھا کر دعا کریں تو کیا درس میں حاضر باش طلبا استاذ کا منہ تکتے رہیں گے؟ اور دعا میں شرکت نہیں کریں گے؟ کیا یہ تسلم کیا جاسکتا ہے؟ تو جب یہ مسلم ہے کہ یقیناً مریدین اور طلبہ ضرور بالضرور مرشد اور استاذ کی اتباع میں ہاتھ اٹھا کر دعا میں شرکت کریں گے تو رسول مقبول رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائیں اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین جو مجسم اطاعت اور جذبۂ اتباع سے سرشار تھے (جنکی اطاعت اور اتباع کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی ہے)، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ دیکھتے رہے ہوں اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کی سعادت حاصل نہ کی ہو، نہ یہ سمجھ میں آتا ہے اور نہ یہ تسلم کیا جاسکتا ہے، یقیناً ضرور بالضرور صحابہؓ نے موافقت کی ہوگی اور اس سعادت کے حصول سے مجتنب نہ رہے ہوں گے اور یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے، حدیث میں ہے کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی تو حاضر باش صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا میں شرکت فرمائی۔

بخاری شریف میں ہے:

"قال يحيى بن سعيد سمعت أنس بن مالك رضى الله عنه قال:أتى رجل أعرابى من أهل البدو إلٰى رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة،فقال: يارسول الله ! هلكت الماشية، هلكت العيال هلك الناس،فرفع رسول الله صلى الله عليه وسلم يديه: يدعو،ورفع الناس أيديهم معه يدعون" إلخ. (البخاری: ۱/ ۱۴۰)(۱)

(حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے، عیال ہلاک ہو گئے، لوگ ہلاک ہو گئے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس کو اٹھا کر دعا فرمائی اور تمام لوگوں نے بھی اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعا مانگی۔)

ملاحظہ فرمایئے اس حدیث میں صراحۃً ذکر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعا میں شرکت فرمائی، لہذا یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ جب نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا

---

(۱) صحيح البخارى، كتاب الاستسقاء، باب: رفع الناس أيديهم مع الإمام فى الاستسقاء (ح: ۱۰۲۹)/ مستخرج أبى عوانة، باب بيان دعاء الذى دعاه النبى صلى الله عليه وسل (ح: ۲۴۹۷) انیس

فرماتے تھے تو صحابہ رضی اللہ عنہ بھی ضرور شرکت فرماتے تھے یہی اجتماعی دعا ہے اور اجتماعی دعا کے ثبوت کے لیے انشاء اللہ یہی کافی ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ کے بعد تابعین پھر ان کے بعد تبع تابعین پھر ان کے بعد اسلاف عظام اور علما اور صلحاء امت کا اسی پر عمل رہا ہے، سوائے شرذمہ قلیلہ کے کوئی اس کا منکر نہیں، امت کا یہ توارث اور تعامل بھی اس کے ثبوت کے لیے قوی دلیل ہے، حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ توارث کی اہمیت کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اتفاق سلف وتوارث ایشاں اصل عظیم است درفقہ"۔ (ازالۃ الخفاء، مطبع بریلی: ۵۸)

(سلف کا اتفاق اور ان کا توارث فقہ میں اصل عظیم ہے۔)

اس واضح ثبوت کے بعد بھی ثبوت کا مطالبہ کرنا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ ایک بے وقوف خادم نے اپنے آقا سے کہا تھا ایک خادم بڑا کوتاہ فہم اور بے ڈھنگا تھا اس کی بے وقوفی اور بے عقلی سے تنگ آ کر آقا نے ایک فہرست بنا کر اسے دے رکھی تھی کہ اس میں جو جو کام لکھے ہوئے ہیں انہیں کیا کر، ایک مرتبہ آقا اور غلام گھوڑے پر سفر کر رہے تھے راستہ میں آقا کی شال گرگئی، آقا نے اگلی منزل پر دیکھا کہ شال نہیں ہے تو خادم نے کہا وہ تو بہت دور گرگئی ہے آقا نے کہا: اٹھائی کیوں نہیں؟ یا مجھے کیوں نہیں کہا؟ خادم نے وہ فہرست دکھلا دی اور کہا کہ بتلاؤ اس میں کہاں لکھا ہے کہ "شال گر جائے تو اٹھا لینا یا کہہ دینا" یہی حال ان لوگوں کا بھی ہے، جو اس واضح ثبوت کے بعد بھی کہتے ہیں کہ ایسی حدیث دکھاؤ جس میں صراحۃً اجتماعی دعا کا تذکرہ ہو، کیا مندرجہ بالا احادیث اور ان سے ثابت ہونے والا مضمون کافی نہیں ہے؟ ان شاء اللہ یقیناً کافی ہے، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ پوری امت کا اسی پر عمل ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اور محدثین عظام اور فقہاء کرام نے بھی یہی لکھا ہے، فقہاء کرام وہ حضرات ہیں جو بقول امام ترمذی اعلم بمعانی الحدیث ہیں، اللہ نے ان کو فقہ فی الدین کی دولت سے نوازا ہے۔ قرآن وحدیث میں فقہ فی الدین کی تعریف فرمائی گئی ہے، حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بڑی عمدہ بات تحریر فرمائی ہے:

"فأما هذه الطبقة الذين هم أهل الحديث والأثرفإن الأكثرين منهم إنما كدهم الروايات و جمع الطرق وطلب الغريب والشاذ من الحديث الذى أكثره موضوع أومقلوب لايراعون المتون ولايتفهمون المعانى ولايستنبطون سرها ولايستخرجون ركازها وفقهها وربما عابوا الفقهاء وتناولوهم بالطعن وادعوا عليهم مخالفة السنن ولايعلمون أنهم عن مبلغ ماأوتوه من العلم قاصرون وبسوء القول فيهم آثمون". (الأنصاب مع ترجمة كشاف: ۵۳)(۱)

(طبقہ اہل حدیث واثر کا حال یہ ہے کہ ان میں اکثر کی کوشش روایتوں کا بیان کرنا اور سندوں کا اکٹھا کرنا اور غریب اور شاذ

---

(۱) الأنصاب،

کو اس حدیث سے تلاش کرنا ہے جس کا اکثر موضوع یا مقلوب ہے یہ لوگ نہ الفاظ حدیث کا لحاظ کریں اور نہ معانی کو سمجھیں اور نہ ان کے راز کو استنباط کریں اور نہ ان کے دفینہ اور رفقہ کو نکالیں اور بعض اوقات فقہا پر عیب لگاویں اور طعن سے ان کو برا کہیں اور ان پر مخالفت سنت کا دعویٰ کریں اور یہ نہیں جانتے کہ جس قدر علم فقہا کو دیا گیا ہے وہ خود اس سے قاصر ہیں اور فقہا کو برا کہنے سے گنہ گار ہوتے ہیں۔)

یہ ہے فقہاء کرام رحمہم اللہ کی علمی جلالت شان۔ جب محدثین اور فقہا یہی بات لکھ رہے ہیں تو کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ ان حضرات نے بلا ثبوت ہی یہ لکھ دیا ہوگا، یقیناً ثبوت ہے جب ہی لکھا ہے، اب بطور نمونہ چند حوالے ملاحظہ ہو!

محدث جلیل علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”والمختار أن الإمام والمأموم يخفيان الذكر إلاَّ إن أحتيج إلى التعليم“. (فتح الباری: ۲۶۹/۲)(۱)

(مختار طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی ذکر (دعا) آہستہ آواز سے کریں ہاں جب دعا کی تعلیم کی ضرورت ہو تو (سیکھنے تک) جہراً دعا کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔)

الکوکب الدری شرح ترمذی میں ہے:

”بل لابد من إتيان الدعاء مستقلا علىٰ حدة فيعزر تارک الدعوات بعد الصلوات ولايعذر علىٰ تركها“. (الكوكب الدرى: ۲۹۱/۲)(۲)

(بلکہ اس وقت ضروری ہو جاتا ہے کہ مستقلا الگ دعا کی جاتی رہے؛ اسی لیے نمازوں کے بعد تارک دعا کو سزا دی جائے اور ترک دعا پر معذور نہ سمجھا جائے۔)

حاشیہ میں ہے:

وفي شرح شرعة الإسلام: ويغتنم الدعاء بعد المكتوب فإنه مستجاب بالحديث، وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم في حديث رواه ابن عباس: ”من لم يفعل ذلک فهو خداج“. أي من لم يدع بعد الصلاة رافعًا يديه إلىٰ ربه مستقبلاً ببطونها إلىٰ وجهه ولم يطلب حاجاته قائلا: يارب يارب، فما فعله من الصلاة ناقصة عند الحق سبحانه، كذا حقق في التنوير.

وروى أنه كان للحسن البصري جار يحتطب علىٰ ظهره فكان إذا سلم الإمام خرج من المسجد سريعاً فقال له الحسن يومًا: يا هٰذا لِمَ لم تجلس ساعة؟ إن لم تكن لک حاجة في الآخرة، فلاحاجة لک في الدنيا، قف بعد الصلاة، وادع الله واسئله حمولة تحمل علىٰ ظهرها، ذكره في الخلاصة. (حاشية على الكوكب الدرى: ۲۹۱/۲)

---

(۱) فتح الباری، باب الذکر بعد الصلاة: ۳۲۶/۲، دارالمعرفة بيروت. انيس

(۲) الكوكب الدرى،

(شرح شرعہ الاسلام میں ہے فرض نماز کے بعد دعا کرنے کوغنیمت سمجھےاس لیے یہ دعا مقبول ہوتی ہے حدیث کی بناپر تحقیق کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں جس کوحضرت عبداللہ بن عباس بن عباسؓ نے روایت کی ہے فرمایا ہے:'' **من لم یفعل...**''،جس نے ایسانہیں کیا،وہ ناقص ہے۔(الحدیث)

یعنی جس نے اپنے رب کے سامنے اپنے ہاتھ اٹھا کر ہتھیلیاں اپنے چہرہ کی طرف کر کے دعا نہ کی اور یارب رب کہہ کراپنی حاجات اللہ سے نہ مانگے تو نماز کے جوافعال اس نے ادا کئے ہیں وہ حق سبحانہ کے نزدیک بالکل ہیچ ہیں ایسا ہی تنویر میں ہے اورمروی ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ کا ایک پڑوسی تھا،لکڑی کا بوجھا اپنی پیٹھ پرڈھویا کرتا تھا،امام جب سلام پھیرتا تو وہ شخص تیزی کے ساتھ مسجد سےنکل جاتا تھاایک روزحضرت حسن بصریؒ نے اس سے فرمایااے شخص تھوڑی دیرکیوں نہیں بیٹھ جاتا اگر تجھے اخروی ضرورت نہیں ہےتو کیا دنیوی حاجات بھی نہیں ہیں دعا کیا کراوراس سے باربرداری کا جانور مانگ کہ ان کی پیٹھ پر بوجھ اٹھایا کرے،یہ خلاصہ میں مذکور ہے۔)

غورکیجئے! اسلاف میں یہ طریقہ رائج تھا کہ نماز کے بعد دعا کیا کرتے تھے (جس سے اجتماعی صورت خود بخود پیدا ہوجاتی ہے) جب ہی تو حضرت حسن بصریؒ نے اپنے پڑوسی کوامام کے سلام پھیرنے کے بعد دعا کے لیےفرمایا،اگردعا کا طریقہ رائج نہ ہوتا تو آپ ہرگزاسے دعا کی ترغیب نہ دیتے،حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اشاد ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا''**أی الدعاء أسمع**'' کون سی دعا زیادہ مقبول ہے؟ تورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:''**جوف اللیل الآخر دبر الصلوت المکتوبات**'' (۱) رات کےآخری حصہ کی دعااورفرض نمازوں کے بعد کی دعا (یہ حدیث اسی جواب میں پہلےنقل کی جا چکی ہے) اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے صاحب اعلاء السنن مولانا ظفراحمد تھانوی علیہ الرحمہ تحریرفرماتے ہیں:

قوله:عن أبی أمامة،إلخ،قلت: فیه إثبات الدعاء بعد الصلاة،فاندحض به ماأورده ابن القیم أن الدعاء بعد السلام من الصلاة مستقبل القبلة أوالمأمومین،فلم یکن ذلک من هدیه صلی اللّٰه علیه و سلم أصلاً،ولا روی عنه بإسناد صحیح،ولاحسن،آه.(زاد المعاد: ۶۷/۱)(۲)

(یعنی:حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سےنماز کے بعد دعا کا ثبوت ہوتا ہے،لہٰذا جو بات علامہ ابن قیمؒ نے کہی ہے،سلام کے بعد قبلہ رخ ہوکر یامقتدیوں کی طرف رخ کر کے دعا کرنا یہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اورآپ کا طریقہ نہیں ہے،یہ چیزحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سندحسن کے ساتھ مروی ہےاورنہ سندصحیح کے ساتھ۔)

---

(۱) سنن الترمذی،باب (ح:۳۴۹۹)انیس

(۲) زاد المعاد،فصل فی کیفیة جلوسه وأشارته فی التشهد/إعلاء السنن،بیان ما یقرأ إذا فرغ من الصلاة :۱۹۴/۳،إدارة القرآن والشئون الإسلامیة کراتشی. انیس

قلت: قد ثبت ذلک عنه صلی اللّٰه علیه وسلم قولاً وفعلاً فهٰذا حدیث أبی أمامة فیه إرشاد الإمامة بالدعاء بعد الصلوات المکتوبات. (إعلاء السنن:۱۹۹/۳)(۱)

اس حدیث سے علامہ ابن قیمؒ کے دعویٰ کی تردید ہوتی ہے، میں کہتا ہوں نماز کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا کرنا قولا اور فعلا ثابت ہے اور اس حدیث میں فرض نمازوں کے بعد دعا کی ترغیب ہے۔ پس صلحا کا جو معمول ہے کہ فرض نمازوں کے بعد دعا کرتے ہیں بے اصل نہ ہوا۔

حضرت ابوامامہ کی مذکورہ حدیث اور حضرت معاذ بن جبل کی حدیث (جس کا ذکر اس جواب میں پہلے آیا ہے) ان دونوں حدیثوں کو مولانا نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی کتاب "**دلیل الطالب علٰی أرجح المطالب**" میں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''**وایں ہر دو حدیث دلالت وارد برآں کہ دعا بعد فریضہ می باید**'' یہ دونوں حدیثیں نماز فرض کے بعد دعا مسنون ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ (دلیل الطالب علیٰ ارجح المطالب: ص۳۲۳)

ظاہر ہے کہ یہ مسنونیت ہر ایک کے لیے ہے، جب تمام اس سنت پر عمل کریں گے تو اجتماع ہوگا، یا نہیں؟ (یہ حوالہ پہلے آچکا ہے، موقع کی مناسبت سے دوبارہ ذکر کیا گیا ہے)۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے: "**یدعو ... جهرًا لتعلیم القوم ویخافته القوم إذا تعلم القوم خافت هو أیضًا وإن جهر فهو بدعة**". (الفتاویٰ البزازیة مع الهندیة: ۴۲/۴)(۲)

امام مقتدیوں کو سکھانے کے لیے جہراً دعا کرے اور قوم آہستہ دعا کرے اور جب مقتدی سیکھ جائیں تو مقتدی اور امام دونوں آہستہ دعا کریں، اگر زور سے دعا کی تو یہ بدعت ہے۔

امداد الفتاح شرح نور الایضاح میں ہے:

ثم یدعون لأنفسهم وللمسلمین بالأدعیة المأثورة الجامعة لقول أبی أمامة: قیل: یارسول اللّٰه: أی الدعاء أسمع؟ قال جوف اللیل الأخیر ودبر الصلوات المکتوبات. (رواه الترمذی والنسائی)(۳)

وکان صلی اللّٰه علیه وسلم یدعو دبر کل صلاة، (رواه البخاری فی تاریخه الأوسط. (۴) إلٰی قوله) **رافعی أیدیهم حذاء الصدر وبطونها ممایلی الوجه بخشوع وسکون ثم یختمون بقوله تعالٰی:**

---

(۱) إعلاء السنن، کتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وکیفیة وسنیة الدعاء والذکر بعد الصلاة، بیان ما یقرأ إذا فرغ من الصلاة، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشی، باکستان، انیس

(۲) الفتاویٰ البزازیة علی هامش الهندیة، کتاب الصلاة، الحادی عشر فی القراء ة، انیس

(۳) سنن الترمذی، باب (ح: ۳۴۹۹)/السنن الکبریٰ للنسائی، باب ما یستحب من الدعاء دبر الصلوات المکتوبات (ح: ۹۸۵۶) انیس

(۴) التاریخ الأوسط للبخاری، عن المغیرة بن شعبة، البنایة شرح الهدایة: ۱۴۶/۳، دار الکتب العلمیة. انیس

﴿سبحان: ربک رب العزة عما یصفون﴾الآیة (إلیٰ قوله)ثم یمسحون بها أی بأیدیهم وجوههم فی آخره یعنی عند الفراغ منه لقول ابن عباس رضی اللّٰه عنهما: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: إذا دعوت اللّٰه فادع بباطن کفیک ولا تدع بظهورهما فإذا فرغت فامسح بها وجهک". (رواه ابن ماجة)(۱)ولقول ابن عمر رضی اللّٰه عنهما: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطهما وفی روایة لم یردهما حتی یمسح بهما وجهه. (رواه الترمذی) (۲)(إمداد الفتاح شرح نور الإیضاح: ۱۳۷-۱۳۸، قلمی)(نور الإیضاح: ۸۵)

(پھر (تسبیحات کے بعد امام اور مقتدی) اپنے لیے اور مسلمانوں کے لیے جامع منقول دعاؤں کے ساتھ دعا کریں، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشادفرمایارات کے آخری حصہ کی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا، رواہ الترمذی والنسائی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد دعا فرماتے تھے۔ (رواہ البخاری فی تاریخہ الأوسط) اپنے ہاتھوں کو سینوں کے مقابل اٹھا کر اس حال میں کہ ہاتھوں کی ہتھلیاں چہرے کی طرف ہوں خشوع اور سکون کے ساتھ پھر ﴿سبحان ربک رب العزة عما یصفون﴾ پڑھ کر دعا ختم کریں پھر دعا سے فارغ ہوکر اپنے ہاتھ اپنے چہروں پر پھیر لیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کی بنا پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا جب تم اللہ سے دعا کرو تو اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے دعا کرو ہاتھوں کی پشت سے نہ کرو، پھر جب تم فارغ ہوجاؤ تو اپنا ہاتھ اپنے چہرے پر پھیر لو۔ (رواہ ابن ماجہ) اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کی وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھاتے تو جب تک اپنے چہرے پر ہاتھ نہ پھیر لیتے ان دونوں کو نیچے نہیں کرتے۔ (رواہ الترمذی)

امداد الفتاویٰ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللّٰه الرحمن الرحیم، نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم

بعد حمد وصلوۃ کے واضح ہو کہ یہ رسالہ کتاب مسلک السادات الی سبیل الدعوات کا خلاصہ ہے، جس کو علامہ فاضل شیخ محمد علی بن شیخ حسین مرحوم مفتیٔ مالکیہ مقیم مکہ مکرمہ نے ۱۳۲۱ھ میں تحریر فرمایا ہے اور اس میں عموما احکام دعا کی تحقیق اور بالخصوص دعا کا مستحب ہونا ہر منفرد او رامام اور جماعت کے لیے (احادیث معتبرہ اور مذاہب اربعہ کی روایات فقہیہ سے) ثابت فرمایا ہے، میں نے اس رسالہ کا خلاصہ لکھ دیا؛ تاکہ ان بیباک لوگوں کی زبان بند ہوجائے جو دعا بعد نماز پر بدعت ہونے کا حکم کرتے ہیں اور اس تلخیص کا نام "استجاب الدعوات عقیب الصوات" رکھ دیا، الخ، یہ پورا رسالہ قابل

---

(۱) سنن ابن ماجة، باب رفع الیدین فی الدعاء (ح: ۳۸٦٦)انیس

(۲) سنن الترمذی، باب ماجاء فی رفع الأیدی عندالدعاء (ح: ۳۳۸٦)انیس

مطالعہ ہے۔(امدادالفتاویٰ:۱/۷۹۶تا۸۱۶،مبوب مع حاشیہ جدیدہ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:"فرائض کے بعد دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور آپ کی سنت ہے"۔(النفائس المرغوبۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ:۱۰) یہ پورا رسالہ بھی قابل مطالعہ ہے۔

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"امام اور مقتدی سب آہستہ آہستہ دعا مانگیں"۔(احکام دعاء:۱۱)

مفتاح الجنۃ میں ہے:

"اور امام سلام سے فراغت پائے تب داہنے یا بائیں پھر کے اور جو دعا چاہے پڑھے، مگر بہتر یہ ہے کہ ایک مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے، بعد اس کے دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کے برابر اٹھاوے، اس طرح پر کہ دونوں بغل ظاہر ہوئے اور جو حاجت چاہے اللہ سے مانگے اور چاہے تو یہ مناجات پڑھے:﴿رَبَّنَا لاَ تُزِغْ قُلُوْبَنَا﴾ الخ"۔(مفتاح الجنۃ:۶۸،مؤلفہ مولانا شاہ کرامت علی جون پوری)

نیز بہشتی گوہر میں ہے:

مسئلہ:۳ بعد نماز (فرض) ختم کر چکنے کے دونوں ہاتھ سینے تک اٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے دعا مانگے اور امام ہو تو تمام مقتدیوں کے لیے بھی اور بعد دعا مانگ چکنے کے دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لے، مقتدی خواہ اپنی اپنی دعا مانگیں، یا امام کی دعا سنائی دے تو خواہ سب آمین کہتے رہیں۔(بہشتی گوہر:۳۶،فرض نماز کے بعض مسائل مسئلہ نمبر:۶)

نیز بہشتی گوہر میں ہے:

مسئلہ: جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، جیسے: ظہر، مغرب، عشاان کے بعد بہت دیر تک دعا نہ مانگے؛ بلکہ مختصر دعا مانگ کر ان سنتوں کے پڑھنے میں مشغول ہو جاوے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں، جیسے: فجر، عصر، ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے اور امام ہو تو مقتدیوں کی طرف دہنی یا بائیں طرف کو منہ پھیر کر بیٹھ جائے، اس کے بعد دعا مانگے، بشرطیکہ کوئی مسبوق مقابلہ میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔

حاشیہ میں عالمگیری سے عبارت نقل کی ہے:

"ویستقبل القوم بوجهه إذا لم یکن بحذائه مسبوق فإن کان ینحرف یمنة أویسرة والصیف والشتاء سواء هوالصحیح کذا فی الخلاصة،وفی الحجة الإمام إذا فرغ من الظهروالمغرب والعشاء یشرع فی السنة ولایشتغل بأدعیة طویلة". (۱)(بہشتی گوہر:۳۶،فرض نماز کے بعض مسائل)

---

(۱) الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة، الباب الرابع : فی صفة الصلاة، الفصل الثالث فی سنن الصلاة وآدابها وکیفیتها: ۸۵/۱،دارالکتب العلمیة،بیروت،لبنان انیس

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم نے بڑی عمدہ بات تحریر فرمائی ہے:
یا مثلاً شریعت کا حکم یہ ہے کہ جو عبادت اجتماعی طور پر ادا کی گئی ہے، اس کے بعد تو دعا اجتماعی طور پر کی جائے، مگر جو عبادت الگ الگ ادا کی گئی ہے، اس کے بعد دعا بھی انفرادی طور پر ہونی چاہیے۔ (بینات، اختلاف امت اور صراط مستقیم:۱۱۸)
مذکورہ تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ فتاویٰ رحیمیہ کا فتویٰ بحمدہ تعالیٰ احادیث اور فقہ اور اسلاف کے تعامل کے موافق ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب
سید عبدالرحیم لاجپوری ثم راندیری غفر اللہ لہ ولوالدیہ، ۱۴؍رجب المرجب ۱۴۰۷ھ۔ (فتاویٰ رحیمیہ:۷؍۲۴۵-۲۵۸)

سلام کے بعد بغیر دعا مقتدی کا چل دینا کیسا ہے:

سوال: نماز پڑھ کر امام سے پہلے دعا مانگ کر بھاگ جانا کیسا ہے؟

الجواب

بے شک یہ فعل اگر بلا ضرورت شرعی ہو تو خلاف سنت اور مکروہ ہے اور اس کی عادت کر لینا گناہ ہے۔
قال علیه الصلاة والسلام: "إنما جعل الإمام ليؤتم به". (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲؍۱۶۸)

مقتدی امام سے پہلے دعا مانگ کر جا سکتا ہے:

سوال: فجر کی نماز میں امام وظیفہ پڑھ کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں، میں چونکہ ملازم ہوں، ساڑھے آٹھ بجے ڈیوٹی پر حاضری دینا ہوتی ہے، دودھ لانا، ناشتہ تیار کرنا، پھر کھانا، کپڑے بدل کر تیار ہو کر بس کا انتظار کرنا، ایسی صورت میں کیا میں ان کے ساتھ دعا میں شریک ہوں، یا اپنی مختصر دعا مانگ کر مسجد سے آ جاؤں؟

الجواب

امام کے ساتھ دعا مانگنا کوئی ضروری نہیں، آپ نماز سے فارغ ہو کر اپنی دعا کر کے آ سکتے ہیں؛ کیوں کہ امام کے

(۱) مشكاة، كتاب الصلاة، باب القراءة في الصلاة، الفصل الثاني: ۲۷۱ (ح: ۸۵۷) المكتب الإسلامي، انيس في المشكاة: (كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الثاني: ۳۰۰ (ح: ۹۵٤) الكمتب الإسلامي، انيس) عن أنس أن النبي صلى الله عليه وسلم حضّهم على الصلاة ونهاهم أن ينصرفوا قبل انصرافه من الصلوٰة. (رواه أبو داؤد) (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب فيمن ينصرف قبل الإمام، ص: ۹۰ (ح: ٦۲٤) بيت الأفكار، انيس)
وقدوۃ المشائخ شیخ عبدالحق دہلویؒ در اشعۃ اللمعات، ص: ۷؍۴۴۷، فرمودہ:
نہی کرد از یں کہ برگردند پیش از برگشتن وے صلی اللہ علیہ وسلم از نماز خود چنانچہ پیشتر از حضرت سلام بدہند و از نماز برآیند یا بعد از سلام دادن پیشتر آنکہ حضرت برخیزد و برخیزند و منتظر ذکر و دعا نہ نشینند و نہی بر اول تحریمی است و بر ثانی تنزیہی ست، انتہی۔ (جمیل الرحمٰن)

سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کا تعلق امام سے ختم ہو جاتا ہے؛ اس لیے مقتدیوں کے لیے فرض نماز کے بعد امام کے ساتھ اجتماعی طور پر دعا کرنا ضروری نہیں۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۵۰۱)

فجر اور عصر میں دعا سے پہلے اٹھ جانا:

سوال: نمازِ فجر اور نمازِ عصر میں امام کے دعا کرنے سے قبل اٹھ جانا اور چلا جانا کیسا ہے؟

(محمد ریاض احمد، وجئے نگر کالونی)

الجواب

دعا جو نمازوں کے بعد کی جاتی ہے، وہ نماز کا حصہ نہیں ہے؛ اس لیے اگر کوئی شخص دعا میں شامل نہ ہو تو بُرا نہ سمجھنا چاہیے؛ کیوں کہ جو چیز واجب نہ ہو، اس کو واجب کا درجہ دے دینا بدعت ہے، (۱) البتہ نمازوں کے بعد دعائیں بھی مقبول ہوتی ہیں، یہ حدیث سے ثابت ہے؛ (۲) اس لیے ان اوقات میں کوشش کرنی چاہیے کہ دعاؤں کا اہتمام کریں۔

(کتاب الفتاویٰ:۳/۹۴-۹۵) ☆

---

(۱) ”کل مباح یؤدی إلیه أی (إلی اعتقاد الجهلة سنیتها) فمکروه“. (غنیة المستملی المعروف بالکبیری، فصل فی مسائل شتیٰ: ۵۶۹)

”الإصرار علی المندوب یبلغه إلیٰ حد الکراهة“ آه. (السعایة، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبیل فی فصل القرآءة: ۲/۲۶۵، سهیل اکیڈمی لاهور، انیس)

(۲) قیل: یا رسول اللّٰه! أي الدعاء أسمع؟ قال: جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات“. (الجامع للترمذي، رقم الحدیث: ۳۴۹۹، عن أبي أمامة)

☆ سلام کے بعد والی دعا میں مقتدی کی شرکت:

سوال: مقتدی کو امام کے سلام کے بعد دعا میں اقتدا و شرکت ضروری ہے یا مستحب؟

الجواب

مستحب ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۲/۱۹۰)

امام کے ساتھ دعا میں شرکت مستحب ہے:

سوال: زید ایک مسجد میں امام ہے، اس کا کہنا ہے کہ جو لوگ نماز ختم ہوتے ہی اٹھ کر چلے جاتے ہیں اور امام کے ساتھ دعا میں شریک نہیں ہوتے وہ غلط کار ہیں، کچھ نمازی امام صاحب کے سلام پھیرتے ہی کسی سبب سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں، یا سنن و نوافل کی ادائیگی میں مصروف ہو جاتے ہیں، کیوں کہ امام صاحب مختصر وظیفہ پڑھنے کے بعد دعا مانگتے ہیں اور اکثر ان کی دعا طویل ہو جاتی ہے، زید کا کہنا ہے کہ جو لوگ اٹھ جاتے ہیں، ان کا یہ فعل درست نہیں ہے۔ کیا دعا میں بھی شرکت اور امام کی پیروی ضروری ہے اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے ہیں وہ گنہ گار ہیں؟

==

فجر وعصر کی نماز کے بعد قبل دعائے امام چلے جانا:

سوال: فجر وعصر میں بعد سلام امام اپنی دعا پوری کر کے (قبل اس کے کہ امام دعا سے فارغ ہو) چلے جانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بلا عذر اس طرح کرنا خلاف سنت ہے اور مکروہ تنزیہی ہے، اور اس کی عادت بنالینا گناہ ہے۔

عن أنس رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم حضهم على الصلاة ونهاهم أن ينصرفوا قبل انصرافه من الصلاة. (۱)

یعنی: نہی کرد از یں کہ برگردند پیش از برگشتن وے صلی اللہ علیہ وسلم از نماز خود چنانکہ پیشتر از حضرت سلام بدہند واز نماز برآیند یا بعد از سلام دادن پیشتر ازاں کہ آں حضرت برخیزد برخیزند بروند ومنتظر ذکر ودعا نہ نشینند ونہی بر معنی اول تحریمی وبر ثانی تنزیہی است۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ:۱/۴۴۷) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۸/۱۴۴،۱۴۵)

دعا میں امام کی اقتدا کا حکم:

سوال: نماز میں امام کی پیروی کہاں تک کرنے کا حکم ہے؟ بعض آدمی دعا مانگ کر اپنے مصلیٰ سے اٹھ جاتے ہیں جب کہ مقتدی دعا مانگتے رہتے ہیں۔ کیا دعا میں امام کے ساتھ منہ پر ہاتھ نہ پھیر کر بعد تک بعد مانگ سکتا ہے؟ تنہا بعض آدمی کی چند رکعت چھوٹ جاتی ہے پوری کرنے کے بعد اگر چاہیں تو امام کے ساتھ دعا میں شریک ہو سکتے ہیں؛ لیکن وہ اپنی تسبیح پڑھ کر دعا مانگتے ہیں کیا دعا مانگے، یا تسبیح پڑھ کر الگ دعا کرے؟

الجواب حامدًا ومصلیًا

امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی کے لیے اب اقتدا ضروری نہیں، مقتدی دیر تک دعا مانگ سکتا ہے، اسی طرح مسبوق اپنی تسبیح پوری کر کے دعا مانگ سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ:۴/۸۲)

==

ھو المصوب

نماز بعد دعا میں امام کے ساتھ شریک ہونا اور پیروی کرنا ضروری نہیں، جو لوگ شرکت نہیں کرتے، وہ گنہگار نہیں؛ بلکہ ایک مستحب وبہتر عمل میں شرکت نہیں پائی جاتی ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۱۳۸-۱۳۹)(۱)

(۱) **سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب فيمن ينصرف قبل الإمام، ص: ۹۰ (ح: ٦٢٤) بيت الأفكار، انيس**

دعا بعدالسنن کے مسئلہ میں افراط وتفریط سے بیزار ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا بعد السنّت علی ہیئت الا جتماعیہ جائز ہے، یا نہیں؟ آپ حضرات کے فتویٰ سے جواب ظاہر ہے، مگر خیر المدارس ملتان کے مفتی صاحب عدم جواز کے قائل ہیں، ہمارے علاقہ میں لوگ داالعلوم حقانیہ کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں، مگر بعض اس سے انکاری ہیں، یہ پوسٹر حاضر خدمت ہے، جس میں دونوں جانب دلائل اور ردموجود ہیں، اب ہم کیا کریں؟ کس کی بات کو مانیں؟ مدلل جواب ارسال کر کے ممنون فرمائیں؟ بینواتوجروا۔

(المستفتی: ملک جہاں نزیب افریدی درہ آدم خیل، ۱۲/محرم/۱۴۰۵ھ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعیہ سے نہ فرائض کے بعد دعا کی ہے اور نہ سنن رواتب کے بعد اور نہ ''ألـلّٰهـم أنت السلام'' کو ہیئت اجتماعیہ سے پڑھا ہے، البتہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ (کما فی کنز العمال وغیرہ) پس ہیئت اجتماعیہ سے نماز کے بعد دعا کرنا ممنوع نہیں ہے، نہ فرائض کے بعد اور نہ سنن رواتب کے بعد، ممنوع صرف التزام ہے۔

والمختار هو بعد الرواتب عند الجمهور و بعد الفرائض عند البقالی و تمام الکلام فی المقالات.

جواب ــــــــــــــ اشتہار:

ہمارا مسلک اور صوبہ سرحد کے علما کا مسلک، مسلک دیوبندی ہے، اس پر پوسٹر کے مضمون میں افراط وتفریط موجود ہے، ہم بریلویت اور سلفیت دونوں سے بیزار ہیں، دعا بعد السنن بہیئۃ الاجتماعیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ بعد الفرائض کی ہے اور نہ بعد السنن، ومن ادعی فعلیہ البیان، البتہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کی ترغیب دی ہے اور فقہا کی اکثریت نے دعا بعد السنّت کو افضل قرار دیا ہے، اختلاف فضیلت میں ہے، نہ کہ جواز اور عدم جواز میں، البتہ التزام مالا یلزم دونوں صورتوں میں مکروہ ہے۔

جن علماء کرام نے بعد السنن دعا کو بدعت قرار دیا ہے، ہم ان سے متفق نہیں ہیں، اکثر فقہا نے دعا کو بعد السنن افضل قرار دیا ہے۔ ہاں امام بقالی رحمۃ اللہ نے بعد الفرائض کو افضل مانتے ہیں، وهو مختار أکثر الأکابر، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد السنن دعا نہیں کی ہے، لہٰذا بالاجماع بدعت ہے تو ان سے پوچھنا چاہیے کہ احادیث کی کونسی کتاب میں ہے کہ نہیں کی ہے عدم ذکر اور ذکر العدم میں فرق موجود ہے اور اگر یہ مان لیا جائے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ دعا نہیں کی۔

وإلا لنقل عنه البتة وهو التحقيق أيضًا فيقال إن القول هو الأقوىٰ من غيره أنه ثبت بأحاديث قولية مندوبية الدعاء علىٰ وجه الاجتماع ولم يثبت ما يعارضها؛ لأنه لم يثبت عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى رواية ما أنه لم يدع علىٰ وجه الاجتماع بخلاف أذان العيد فإنه ثبت فيه رواية العدم فى سنن أبى داؤد وغيره. وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۶۲-۲۶۳)

فرض وسنن کے بعد اجتماعی دعا، حدیث قولی کی بناپر مسنون اور فعلی کی بناپر غیر معمول ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا یا سنت کے بعد مانگنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر فرض نماز کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعی سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہو تو اس کی وضاحت بھی فرمائیں؟ (وأجركم على الله)

(المستفتی: محمد لقمان شمس آباد، اٹک......۴/صفر/۱۴۰۵ھ)

الجواب

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعی سے ادا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ (كما في الدارمي والفتح وغيره) (۱) اور بذات خود ہیئۃ اجتماعی سے نہ فرائض سے، متصل دعا مانگی ہے اور نہ سنن رواتب کے بعد اور نہ ''أللّٰهم أنت السلام'' ہیئت اجتماعیہ سے پڑھا ہے۔ پس ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے میں بعد الفرائض اور بعد الرواتب فرق نہیں ہے، حدیث قولی کی بنا ہر دونوں مسنون ہیں اور حدیث فعلی کی بنا پر دونوں غیر معمول ہیں۔ فافهم (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۵۷)

(۱) قال الحافظ ابن الحجر: وأخرج الحاكم عن حبيب بن سلمة الفهرى سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "لايجتمع ملأ فيدعو بعضهم ويؤمّن بعضهم إلا أجابهم الله تعالىٰ". (فتح البارى شرح صحيح البخارى، باب التأمين: ١٤/ ٣٠٨) (كتاب الدعوات، رقم الحديث: ٦٤٠٢، انيس)

(۲) وفى المنهاج: والجواب عن الأمر الأول أنه معارض بالقرآن والأحاديث الصريحة فى مشروعية الدعاء والذكر علىٰ وجه الاجتماع، قال الله تبارك وتعالىٰ: "قد أجيبت دعوتكما"، وروى القرطبى عن أبى العالية أن موسىٰ عليه السلام كان يدعو وهارون عليه السلام يؤمّن، وقال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: " لايجتمع ملأ فيدعو بعضهم ويؤمّن بعضهم إلا أجابهم الله تعالىٰ". رواه الحاكم وذكره فى كنز العمال. وقال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة إلا كان حقاً على الله أن لا يرد أيديهم". رواه الدارمى وذكره الحافظ فى الفتح... ما تبين من الجواب الأول أنه ثبت بأحاديث قولية مندوبية الدعاء علىٰ وجه الاجتماع و لم يثبت ما يعارضها؛ لأنه لم يثبت عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى رواية ما أنه لم يدع علىٰ وجه الاجتماعى بخلاف أذان العيد فإنه ثبت فيه رواية العدم فى سنن أبى داؤد وغيره، فالجواب من هذا القائل فى أنه لم يفرق بين عدم الرواية وبين رواية العدم، ولو سلم أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يدع بعد الصلاة علىٰ وجه الاجتماع وإلا لنقل عنه البتة وهو التحقيق أيضًا فيقال أن القول هو الأقوىٰ من غيره، إلخ. (منهاج السنن شرح جامع السنن، مبحث الدعاء علىٰ هيئة الاجتماعية: ١٧٤/٢)

علماءِ احناف سنن کے بعد اور بقالی المعتزلی فرائض کے بعد دعا کو افضل سمجھتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علما کہتے ہیں کہ سنن کے بعد دعا ہیئت اجتماعی کے ساتھ حرام اور بدعت سیئہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مستحب اور بدعت حسنہ ہے۔قول فیصل ذکر کر کے ممنون فرماویں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولوی سیف الرحمٰن برول باڈہ ضلع دیر، ۱۹۷۰/۷/۲۵ء)

الجواب

واضح رہے کہ ہیئت اجتماعی کے ساتھ دعا کرنا خیرالقرون میں معمول نہ تھا، نہ فرائض کے بعد اور نہ رواتب کے بعد(۱) ومن ادعی فعليه البيان والدليل ولن يأتوبه ولو كان بعضهم لبعض ظهيرًا، البتہ حدیث قولی سے دعا کرنا ثابت ہے، وہ حدیث: ''دبر الصلوات المكتوبات'' (ہے)۔(۲) وهوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۶۵-۲۶۶)

---

(۱) وليعلم أن الدعاء المعمول في زماننا من الدعاء بعد الفريضة رافعين أيديهم على الهيئة الكذائية لم تكن المواظبة عليه في عهده عليه الصلاة السلام، إلخ. (العرف الشذى على الترمذى، باب ما جاء فى كراهية أن يخص الإمام نفسه بالدعاء: ۱/۸۶)

(۲) عن أبى أمامة قال: قيل يا رسول اللّٰه ! أى الدعاء أسمع؟ قال: ''جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات''. (رواه الترمذى) (كتاب الدعوات ، باب بلا ترجمة ، ص: ۵۵۱ ، رقم الحديث: ۳۴۹۹ ، بيت الأفكار ، انيس) (مشكوة المصابيح ، الفصل الثانى باب الذكر بعد الصلاة: ۱/۸۹) (رقم الحديث: ۹۶۸ ، انيس)

اور یہ حدیث دونوں پر صادق آتی ہے ، لأن الدعاء بعد الرواتب يصدق عليه أنه دبر المكتوبات لا أنه قبل المكتوبات، و أيضًا صرح العلامة الشامى وابن الهمام أن مايفعل بعد الرواتب يطلق عليه أنه دبر المكتوبات فليراجع وصرح فى البحر والخلاصة وإرشاد السارى وغيره أن الدعاء عند الحنفية بعد الرواتب نعم قال البقالى المعتزلى أنه بعد الفرائض (وفى شرح شرعة الإسلام و يغتنم الدعاء بعد المكتوبة قبل السنة علىٰ ماروى عن البقالى (المعتزلى فى الأصول ، الحنفى فى الفروع ومثل صاحب الكشاف) من أنه قال الأفضل أن يشتغل بالدعاء ثم بالسنة وبعد السنن و الأوراد علىٰ ماروى عن غيره وهوالمشهور المعمول فى زماننا فإنه مستجاب بالحديث). (تعليق الكوكب الدرى: ۲/۲۹۱) (وهٰكذا فى السعاية، باب صفة الصلاة: ۲/۲۶۱)

فعلم أن فى الأمر توسعًا والأولىٰ هوالإتيان بعد الرواتب وأما الهيئة الاجتماعية فهى من آداب الدعاء كالحمد والصلاة وغيره لحديث ذكر فى معارف السنن وغير واحد من كتب الأحاديث (قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ: قد أجيبت دعوتكما، وروى القرطبى عن أبى العالية أن موسىٰ عليه السلام كان يدعو وهارون عليه السلام يؤمّن، وقال النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: '' لايجتمع ملأ فيدعوبعضهم ويؤمّن بعضهم إلا أجابهم اللّٰه تعالىٰ''. رواه الحاكم، و ذكره فى كنز العمال. وقال النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: ''ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة إلا كان حقاً على اللّٰه أن لا يرد أيديهم''. رواه الدارمى وذكره الحافظ فى الفتح...ثبت بأحاديث قولية مندوبية الدعاء علىٰ وجه الاجتماع. (منهاج السنن شرح جامع السنن، مبحث الدعاء علىٰ وجه الاجتماع: ۲/۱۷۴)

دعا بعد السنّت اور بعد الفرض پر التزام ممنوع اور دوام مشروع ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعا بہ ہیئت اجتماعیہ زیادہ بہترین اور افضل ہے اور سنت کے بعد بہ ہیئت اجتماعی دعا کا کوئی ثبوت نہیں، بعض اہل علم سنن کے بعد دعا کو لازم سمجھتے ہیں براہ مہربانی قول فیصل سے نوازکر مشکور فرماویں۔ بینوا توجروا۔

(المستفتی: ناصر شاہ محلّہ سیدان حلبی صوابی، ۱۹۷۲/۱۲/۵ء)

الجواب ـــــــــــــــــــ

واضح رہے کہ بالالتزام بدعت ہے خواہ فرائض کے بعد ہو یا رواتب (سنن) کے بعد؛ لیکن التزام بہت سے لوگوں پر خفی ہے، التزام کا معنی ہے، کسی چیز کو لازم اور واجب سمجھنا، یا کسی چیز کے فاعل یا تارک پر واجب، جیسا انکار کرنا اور برا ماننا اور صرف دوام اور پابندی کو التزام نہیں کہا جاتا ہے؛ ورنہ تہجد، اوابین، ضحیٰ، وغیرہ مستحبات تمام کے تمام بدعات ہوجائیں گے، "**والأمر ليس كذلك؛ لأنهم لا يعتقدونها واجبات ولا ينكر على تاركها مثل الإنكار على تارك الواجب**" اور فقہ حنفی میں یہ مذکور ہے کہ جمہور احناف کے نزدیک سنن کے بعد دعا کرنا بہتر ہے اور امام بقالیؒ کے نزدیک فرائض کے بعد بہتر ہے اور اسی کو اکثر اکابر دیوبند نے مختار کیا ہے، (۱) لہٰذا اس میں تشدد نہ کرنا چاہیے اور اسی بلاد میں اسلم یہی ہے کہ سنن کے بعد دعا کی جائے؛ تاکہ عام فقہا سے مخالفت نہ ہو اور فتنہ برپا نہ ہو، ورنہ امام بقالی جو کہ حنفی فی الفروع اور معتزلی فی الأصول ہے، ان کے قول پر عمل کرنا بھی جائز ہے، **وإن شئت الإطلاع على دلائل الطرفين فراجع إلى المقالات.** (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۶۶-۲۶۷)

سنتوں کے بعد اجتماعی دعا:

سوال: رواتب یا وقتی سنتوں کے بعد امام کا اجتماعی دعا پڑھ کر مقتدیوں سے آمین کہلوانا ضروری ہے، یا مقتدی بعد سنت انفرادی طور پر دعا پڑھ کر جاسکتا ہے؟

الجوابـــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

اس طرح سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا اہتمام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی عنہم

---

(۱) **قال المفتي الأعظم كفايت الله رحمه الله:** (**دعاء بعد السنن والنوافل**) کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں کسی طرح کا التزام نہ ہو اور اس سے بہتر اور افضل نہ سمجھا جائے اور اس کے تارک پر ملامت نہ کی جائے اور اجتماع کا اہتمام نہ کیا جائے اور امام کو اس کے لیے مقید نہ کیا جائے تو بعد سنتوں کے جو لوگ اتفاقی طور پر موجود ہوں اگر وہ دعا مانگ لیں تو جائز ہے۔ (کفایت المفتی: ۳/۳۴۰، سنن ونوافل کے بعد دعائے اجتماعی کا ثبوت ہے، یا نہیں؟ فصل اول)

(۲) مقالات میں سے یہ مقالۂ دعا اگلے صفحات پر برائے افادہ نقل کیا جاتا ہے۔ (از مرتب)

سے ثابت نہیں؛ بلکہ عامۃً سنتیں اپنے اپنے مکان پر جا کرادا کیا کرتے تھے، مسجد میں اسی کی نوبت کم ہی آتی تھی، (۱) فقہا نے بھی یہی لکھا ہے کہ سنتوں کو مکان میں پڑھنا افضل ہے:

"والأفضل فی السنة أدائها فی المنزل إلا التراویح". (البحر الرائق: ۵۰/۲) (۲) فقط واللّٰہ سبحانہ تعالیٰ أعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۱/۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۱/۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۷۰۷)

سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کرنا بدعت ہے:

سوال: ظہر اور عشا کی سنتوں کے بعد دو دفعہ دعا کرتا ہوں اور یہ دعا اجتماعیت کے ساتھ کر رہا ہوں، خواص کے لیے اور عوام کے لیے دعا بحیثیت اجتماعی بدعت سیئہ ہے، یا بدعت حسنہ؟ شرعی جواب ارشاد فرمائیں؟

الجواب

سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کے لیے امام اور مقتدیوں کا بیٹھے رہنا اور پھر مل کر دعا کرنا صحیح نہیں، اس کا اہتمام والتزام بدعت ہے، (۳) بدعت کا لفظ مطلق بولا جائے تو بدعت سیئہ ہی مراد ہوتی ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۵۰۱-۵۰۲)

---

(۱) ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال: صلیت مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سجدتین قبل الظهر وسجدتین بعد الظهر وسجدتین بعد المغرب وسجدتین بعد العشاء وسجدتین بعد الجمعة، فأما المغرب والعشاء ففی بیته". (صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب التطوع بعد المكتوبة: ۱۵۶/۱، قدیمی) (رقم الحدیث: ۱۱۷۲، انیس)

قال العینی رحمه اللّٰه تعالیٰ: "قوله: "فأما المغرب": أی فأما ستة المغرب، وكلمة "أما" للتفصیل وقسیمها محذوف یدل علیه السیاق: أی وأما الباقیة ففی المسجد". (عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب التطوع بعد المكتوبة: ۳۳۸/۷ (رقم الحدیث: ۱۱۷۲) دارالكتب العلمیة، بیروت)

(۲) البحرالرائق، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۸۷/۲، رشیدیة

عن زید بن ثابت رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: صلوة المرء فی بیته أفضل من صلوته فی مسجدی هٰذا إلا المكتوبة. (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب صلاة الرجل التطوع فی بیته: ۱۵۶/۱، إمدادیة)

"ورحم اللّٰہ طائفة من المبتدعة فی بعض أقطار الهند حیث واظبوا علیٰ أن الإمام ومن معه یقومون بعد المكتوبة بعد قراء تهم: "أللّٰهم أنت السلام ومنك السلام، الخ". ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل یدعوا الإمام عقب الفاتحة جهرًا بدعاء مرةً ثانیةً، والمقتدون یؤمنون علیٰ ذلك، وقد جری العمل منهم بذلك علیٰ سبیل الالتزام والدوام حتی أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل بإجتماع الإمام والمأمومین ضروری واجب... ومن لم یرض بذلك یعزلونه عن الإمامة ویطعنونه، ولایصلون خلف من لایصنع بمثل صنیعهم، وأیم اللّٰه! إن هٰذا أمر محدث فی الدین". (إعلاء السنن، کتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكیفیته وسنیة الدعاء والذكر بعد الصلاة: ۱۶۷/۳، إدارة القرآن، كراچی)

(۳) ورحم اللّٰه طائفة... الخ. (إعلاء السنن: ۱۶۷/۳)

==

ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنا مندوب ہے، بدعت نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اندریں مسئلہ کہ پنج وقتہ نمازوں کے بعد خواہ فرائض کے بعد متصل ہو، یا سنن رواتب کے بعد، اجتماعی دعا درست ہے، یا نہیں؟ بعض لوگ جو کہ سرزمین حجاز اور مکہ مکرمہ سے پڑھ کر آتے ہیں تو نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کو فرائض کے بعد اور خصوصاً سنن کے بعد نا جائز اور بدعت کہتے ہیں اور مسلمانوں کو نماز کے بعد دعا مانگنے سے منع کرتے ہیں، شریعت اور علماء احناف کے مسلک کی رو سے اس کا حل کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد اقبال، ڈنڈل ٹیکشن تربت مکران بلوچستان، ۲۷/رمضان/۱۴۰۵ھ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرائض کے بعد دعا کی ترغیب دی ہے، **كما في حديث الترمذي: "قيل: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم! أى الدعا أسمع ؟ قال: "جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات".** (۱)

اور "**دبر المكتوبات**" سے مراد میں اختلاف ہے، بعض محدثین مابعد متصل مراد لیتے ہیں اور بعض غیر متصل اور دبر کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے؛ کیوں کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی فرائض پر مقدم نہیں ہیں، (۲) واضح رہے کہ دعا کے لیے بہت سے آداب ہیں، جو کہ اس حدیث میں مذکور نہیں ہیں اور دیگر احادیث میں مذکور ہیں، (۳) بعض ان آداب میں سے ہیئت اجتماعی ہے، **لحديث الحاكم و كنز العمال: "لايجتمع ملأ فيدعو بعضهم ويؤمّن بعضهم إلا أجابهم الله"، ولحديث الدارمي وأبى نعيم: "ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة إلا كان حقًا على الله أن لا يرد أيديهم".** (ذكره الحافظ في فتح الباري) (۴)

== أيضًا: عن عائشة رضى الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أحدث فى أمرنا هٰذا ما ليس منه فهو رد". (صحيح البخاري: ۳۷۰/۱، كتاب الصلح) (بخاری میں "منه" کے بجائے "فيه" ہے، باب إذا اصطلحوا علىٰ صلح جور فالصلح مردود، رقم الحديث: ۲۶۹۷، انیس) (نیز تفصیل کے لیے دیکھئے: کفایۃ المفتی: ۳۳۶/۳-۳۴۰)

(۱) سنن الترمذي، باب ماجاء في جامع الدعوات: ۱۸۸/۲ (رقم الحديث: ۳۴۹۹/ مشكوٰة المصابيح، الفصل الثاني، باب الذكر بعد الصلاة: ۸۹/۱، رقم الحديث: ۹۶۸، انیس)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: وأما ما ورد من الأحاديث فى الأذكار عقيب الصلاة فلا دلالة فيه على الإتيان بها قبل السنة، بل يحمل على الإتيان بها بعدها؛ لأن السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن أجنبية عنها، فما يفعل بعدها يطلق عليه أنه عقيب الفريضة. (ردالمحتار هامش الدرالمختار، قبيل مطلب فى ما لوزاد، إلخ: ۳۹۱/۱) (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، انیس)

(۳) مثل رفع اليدين، التثليث، التحميد، الصلاة، التأمين

(۴) فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب التأمين: ۳۰۸/۱۴ (المستدرك للحاكم، ذكر مناقب حبيب بن مسلمة الفهري (ح: ۵۴۷۸) / كنز العمال، الفصل الرابع إجابة الدعاء باعتبار الذوات (ح: ۳۳۶۷) / حلية الأولياء وطبقات الأصفياء: ۲۲۶/۳، دارالكتاب العربي بيروت. انیس)

پس ہیئت اجتماعی سے دعا کرنا مندوب ہے، منکر اور بدعت نہیں ہے، البتہ بدعت لغوی ہے؛ کیوں کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعی سے نہ فرائض کے بعد دعا مانگی ہے اور نہ سنن کے بعد، (۱) **ونظیره الإزار والسراويل. وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۶۴-۲۶۵)

دعاءِ مروج کا تجزیہ:

(۱) عوام اسے سنن صلوٰۃ میں سے سمجھنے لگے ہیں۔

(۲) اس کا اس قدر التزام ہونے لگا ہے کہ تارک کو ہدفِ ملامت بنایا جاتا ہے، اگر کوئی امام اس طریقہ پر دعا نہ کرائے تو اسے امامت سے علاحدہ کر دیا جاتا ہے۔

(۳) اخفاء کی افضلیت پر اجماع کے باوجود جہری پر اصرار کیا جاتا ہے۔

ان وجوہ کی بنا پر نمازوں کے بعد عام مساجد میں دعا کا مروجہ طریقہ ختم کرنا چاہیے اور علما کو اس طرف زیادہ توجہ مبذول کرنا چاہیے، روایت سادسہ وثامنہ میں جو اجازت دی گئی ہے، ظاہر ہے کہ وہ بھی **مقید بالسلامة من القبائح المذكورة** ہے، التزام کی وجہ سے تو امر مندوب و مستحب بھی واجب الترک ہو جاتا ہے، چہ جائیکہ جس کا کوئی ثبوت ہی نہ ہو اور پھر اسے نماز کے متعلقات میں شمار کیا جانے لگے؛ اس لیے ائمہ مساجد پر لازم ہے کہ جہر کی رسم کو تو بالکلیہ ختم کر دیں اور اجتماعاً سرّی دعا سے متعلق بھی مقتدیوں کو یہ تبلیغ کرتے رہیں کہ یہ طریقہ سنت سے ثابت نہیں؛ اس لیے اس کا زیادہ اہتمام نہیں کرنا چاہیے؛ بلکہ ائمہ حضرات کبھی کبھار عملاً بھی اجتماعی دعا میں ناغہ کر دیا کریں؛ تا کہ عوام کے ذہن سے اس طریقہ کی سنیت کا خیال نکل جائے، مگر عملی اقدام سے قبل بطریق احسن ملاطفت اور نرمی سے لوگوں کو مسئلہ کی حقیقت سمجھائیں اور خوب ذہن نشین کرائیں؛ تا کہ انتشار وفتنہ کی صورت پیدا نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

الحاق:

روایات ذیل سے اجتماعی دعا کے ثبوت کا اشتباہ ہوسکتا ہے۔

(۱) **"من آداب الدعاء: تأمين الداعي والمستمع".** {خ، م، د، س} (حصن حصین، ص: ۵) (۲)

(۲) **قوله تعالیٰ:** ﴿قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا﴾ (۳) کے تحت کتب تفسیر میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی اور حضرت ہارون علیہ السلام نے آمین کہی۔

---

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بعد دعا کرنا اور ہاتھوں کا اٹھانا ثابت ہے۔ عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يديه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال: اللهم اخلص الوليد بن الوليد ... ، إلى آخر الدعاء. (منهاج السنن: ۲/۱۷۱، تفسير ابن كثير: ۳/۱۷۲)

(۲) حصن حصين، فصل في آداب الدعاء. انیس

(۳) سورة يونس: ۸۹، انیس

(۳) حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے غزوۂ احد میں اس طرح دعا مانگی کہ پہلے ایک نے دعا کی، اس پر دوسرے نے آمین کہی، پھر دوسرے نے دعا کی، اس پر پہلے نے آمین کہی۔(۱)

(۴) "**لا یجتمع ملأ فیدعو بعضهم ویؤمن بعض إلا أجابهم الله**". (تلخیص الذهبی مع المستدرک:۳/۳٤۷)(۲)

ان روایات کا نماز کے بعد والی دعا سے کوئی تعلق نہیں، یہ سب اس صورت سے متعلق ہیں کہ کوئی شخص دعا کررہا ہو، اتفاقاً کسی دوسرے نے سن لی تو وہ اس پر آمین کہے، نماز کے بعد تو ہر شخص کے لیے موقع دعا ہے، پھر ہر شخص کا مقصد الگ ہوتا ہے، ہر شخص اپنے مقصد کے لیے دعا میں مشغول ہوگا تو دوسرے کی دعا پر آمین کیسے کہے گا؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ پانچ بار علانیہ باجماعت نماز ادا فرماتے تھے، اگر آپ نے نماز کے بعد کبھی اجتماعی دعا فرمائی ہوتی تو اس کو کوئی متنفس تو نقل کرتا، مگر ذخیرۂ حدیث میں اس کا کہیں نشان نہیں ملتا، اگر اس کا استحباب تسلیم بھی کرلیا جائے تو التزام بہرصورت بدعت ہے۔ **وفقنا الله الجميع لما يحب ويرضىٰ،فقط والله تعالىٰ أعلم**

(ضمیمہ تتمہ میں) ۱۰؍ربیع الاول ۱۴۰۴ھ (احسن الفتاوی:۳؍۶۰-۶۸)

اجتماعی دعا کے آداب:

سوال: فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کے آداب کیا ہیں؟ مقتدی اس بات کے خواہش مند ہوتے ہیں کہ سلام کے بعد فوراً دعا کی جائے اور اکثر امام وظائف پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں، امام کے طرز عمل سے مقتدیوں کی یکسوئی ختم ہوتی ہے اور اکتاہٹ پیدا ہوتی ہے اور اگر امام مقتدیوں کی خواہش کا احترام کرے تو اسے آداب دعا میں کمی محسوس ہوتی ہے، صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامدًا ومصليًا ومسلمًا:

سلام کے بعد اقتدا ختم ہوجاتی ہے، اب مقتدی اس کا پابند نہیں ہوتا کہ امام سے بندھا رہے،(۲) البتہ قاعدہ یہ ہے کہ جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں، ہر شخص کے لیے مسنون ہے کہ "**اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام**

---

(۱) المستدرک للحاکم، ذکر مناقب حبیب بن مسلمة الفهری (ح:٥٤٧٨)انیس

(۲) فی الدر:وتنقضی قدوة بالأول قبل علیکم علی المشهور عندنا.

وفی الرد:قوله:(وتنقضی قدوة بالأول)أی بالسلام الأول.قال فی التجنیس:الإمام إذا فرغ من صلاته،فلما قال السلام جاء رجل واقتدی به قبل أن یقول علیکم لایصیر داخلاً فی صلاته.(الدر المختار مع رد المحتار،کتاب الصلاة،باب صفة الصلاة:۱٦۲/۲،زکریا،دیوبند)(مطلب:لاینبغی أن یعدل عن الدرایة إذا وافقتها روایةً،انیس)

وإلیک یعود السلام تبارکت یا ذا الجلال و الإکرام“ یا اسی مقدار کی دعا سے فصل کر کے سنتوں کے لیے کھڑا ہو جائے،(۱) پھر سنتوں سے فراغت کے بعد اور جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں، ان میں فرض ہی کے بعد امام اگر چاہے تو مقتدیوں کی طرف رخ کر لے اور جو لوگ چاہیں، شریک رہیں اور اپنے اپنے اوراد پورے کر کے اپنے اور مسلمانوں کے لیے یکجائی طور پر دعا کر لے تو اولیٰ اور افضل ہے۔(۲) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حنیف غفرلہ، ۱۰/۸/۱۴۰۷ھ۔ الجواب صحیح: عبداللہ غفرلہ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۶۳/۲-۳۶۴)

نماز کے بعد اسی ہیئت پر دعا کرنا:

سوال: کوئی شخص جماعت سے نماز پڑھ کر، بعد سلام کے، اس جگہ سے الگ ہو کر بیٹھ جاوے تو اس میں کیا نقصان ہے، حدیثوں میں کیا حکم ہے؟ آیا اسی جگہ پر بیٹھا رہنا ثواب ہے، یا اس جگہ سے الگ ہونے میں کوئی نقصان ہے؟

(سائل: عبدالرحمٰن گھڑی ساز، معرفت عارف الرحمٰن نور کہالی)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس جگہ سے علیٰحدہ ہو جانے میں کچھ نقصان نہیں؛ بلکہ جائز ہے،(کذا فی الکبیری، ص: ۳۰۱ وغیرہ)(۳) البتہ

---

(۱) عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت: کا ن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إذاسلم لایقعد إلا مقدارما یقول: اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام، تبارکت یاذا الجلال والإکرام. (الجامع للترمذی، کتاب الصلاة، باب مایقول إذا سلم من الصلاة، رقم الحدیث: ۲۹۸، ص: ۶۹، بیت الأفکار، انیس)

وقد روی عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه کان یقول بعد التسلیم ”لا إله إلا اللّٰه وحده لا شریک له، له الملک، وله الحمد، یحیی ویمیت وهو علیٰ کل شیء قدیر، اللّٰهم لامانع لما أعطیت ولا معطی لما منعت، ولاینفع ذاالجد منک الجد“ (جامع الترمذی، کتاب الصلاة، باب مایقول إذا سلم من الصلاة: ۶۶/۱، سعید)(ح: ۲۹۹) انیس)

فی الرد: (قول الحلوانی: لابأس بالفصل بالأوراد) أی القلیلة التی بمقدار اللّٰهم أنت السلام الخ لما علمت من أنه لیس المراد خصوص ذلک، بل هو أوماقاربه فی المقدار بلا زیادة کثیرة، فتأمل. (الدر المختار مع الرد، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۳۵۶/۱، نعمانیة، دیوبند)(مطلب: هل یفارقه الملکان؟ انیس)

(۲) ویسبحون اللّٰه تعالیٰ ثلاثین، ویحمدونه کذلک، ویکبرونه کذلک ... ثم یدعون لأنفسهم وللمسلمین بالأدعیة المأثورة الجامعة رافعی أیدیهم، ثم یمسحون بها: أی بأیدهم وجوههم فی آخرہ. (الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی الأذکار: ۲۱۰، مصری)

(۳) فإذا تمت صلاة الإمام فهو مخیر إن شاء انحرف عن یساره، وجعل القبلة عن یمینه، وإن شاء انحرف عن یمینه، وجعل القبلة عن یساره. (الحلبی الکبیر، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۳۴۰، سهیل اکیڈمی)

عن أنس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان ینصرف عن یمینه. (الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب جواز الانصراف من الصلوٰة عن الیمین والشمال: ۲۴۷/۱، قدیمی)(رقم الحدیث: ۷۰۸، انیس) ==

فجر کی نماز کے بعد بعض روایات میں اسی ہیئت پر بیٹھ کر کچھ دعا پڑھنے کا ذکر آیا ہے، لہذا اگر اسی دعا کو پڑھنے کی خواہش ہوتو اسی جگہ اسی ہیئت پر بیٹھ کر اس دعا کا پڑھنا افضل اور موجب ثواب ہوگا۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳۵۲/۵/۲۶ھ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۹۳-۲۹۴)

فجر اور عصر بعد "اللّٰهم أنت السلام" پڑھنا، پھر دعا مانگنا دعا ثانی ہے:

سوال: اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ نماز فجر وعصر با جماعت پڑھی جاتی ہے، امام صاحب سلام پھیرتے ہی "اللّٰهم أنت السلام" پڑھ لیتے ہیں اور پھر تھوڑی دیر کے بعد امام صاحب جماعت کے ساتھ دوبارہ دعا مانگتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جو دعا دوبارہ مانگی گئی ہے، وہ دعائے ثانیہ میں شمار ہوگی، یا نہیں؟ اور "اللّٰهم أنت السلام" جو فوراً سلام پھیرنے کے بعد مانگی گئی ہے، وہ نماز میں شامل ہے، یا دعا میں؟

حامدًا و مصليًا الجواب ــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

فجر اور عصر کے بعد صرف "اللّٰهم أنت السلام" پڑھ کر پیٹھ پھیر کر تسبیح وتہلیل پڑھ کر امام جو اجتماعی دعا پڑھتا ہے، یہ دعا اس دعائے ثانیہ کے حکم میں نہیں، جو اجتماعاً نوافل کے بعد مانگی جاتی ہے۔

== يستحب للإمام التحول ليمين القبلة: يعني يسار المصلي لتنفل أوورد. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۵۳۱، سعيد)

(۱) عن عبدالرحمن بن غنم رضي اللّٰه تعالىٰ عنه عن النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "من قال قبل أن ينصرف ويثني رجله من صلاة المغرب والصبح: لاإلٰه إلا اللّٰه وحده لاشريك له، له الملك وله الحمد، يحيي ويميت، وهو علىٰ كل شيء قدير، عشر مرات كتب له بكل واحدة عشر حسنات، ومحي عنه عشر سيئات، ورفع له عشر درجات، وكانت حرزًا من كل مكروه، وحرزًا من الشيطان الرجيم، ولم يحل لذنب أن يدركه إلا الشرك، وكان من أفضل الناس عملاً إلا رجلاً يفضله بقول أفضل مما قال".

عن أبي أمامة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه عليه وسلم: "من قال دبر كل صلاة الغداة: لاإلٰه إلا اللّٰه وحده لاشريك له، له الملك وله الحمد، يحيي ويميت، بيده الخير، وهو علىٰ كل شيء قدير مائة مرةً قبل أن يثني رجليه، كان يومئذ من أفضل أهل الأرض عملاً إلا من قال مثل ماقال أوزاد علىٰ ما قال". رواه الطبراني في الكبير و الأوسط، ورجال الأوسط ثقات". (مجمع الزوائد للهيتمي، كتاب الأذكار، باب مايقول بعد صلاة الصبح و المغرب: ۱۰/۱۰۷-۱۰۸، دار الفكر بيروت)(رقم الحديث: ۱۶۹۵۶-۱۶۹۵۹، انيس)

"اللّٰهم أنت السلام" نماز میں شامل نہیں، سلام پھیرنے کے بعد تو نماز سے خارج ہوگیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر فرض نماز کے بعد دعا وذکر ثابت ہے۔

افضل یہ ہے کہ فجر اور عصر کے بعد تسبیح وتہلیل پڑھ کر دعا کرے اور متصل فرض کے "اللّٰهم أنت السلام" وغیرہ نہ پڑھے؛ لیکن اس طرح پڑھنا اور پھر تسبیح وتہلیل کے بعد اجتماعاً دعا کرنا جائز ہے۔ فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم وعلمه أتم و أحكم (مرغوب الفتاویٰ:۱۹۹/۲)

دعا کا ایک مخصوص طریقہ:

سوال: میں مندرجہ ذیل تسبیح پڑھ کر دعا کرلیا کرتا ہوں؛ لیکن اس پر کوئی پابندی نہیں کرتا، کبھی چھوڑ بھی دیتا ہوں، میرا یہ فعل کسی قسم کی بدعت میں تو داخل نہیں؟

"لا حول ولا قوة إلا باللّٰه العلى العظيم". (۱)

"حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ". (۲)

﴿لاَ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ سُبْحَانَکَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ﴾(سورة الأنبياء:۸۷)(۳)

---

(۱) عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال : "أكثرمن قول:لا حول ولا قوة إلا باللّٰه،فإنها من كنزالجنة".قال مكحول : فمن قال : لاحول ولا قوة إلا باللّٰه ، ولا منجا من اللّٰه إلا إليه ،كشف عنه سبعون بابًا من الضرأدناهن الفقر". (جامع الترمذى،أبواب الدعوات،باب بلا ترجمة: ۲۰۰/۲،قديمى)/ورواه البخارى بمعناه فى كتاب الدعوات،باب قول:لاحول ولاقوة إلا باللّٰه:۹٤۸/۲،قديمى)

وقد جاء فى الحديث:" إذا قال العبد:لاحول ولاقوة إلا باللّٰه:"(أسلم عبدى واستسلم)".قلت:أخرجه الحاكم من حديث أبى هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه بسند قوى .وفى رواية له:قال لى:"يا أبا هريرة ! ألا أدلک علىٰ كنزمن كنوز الجنة"؟ قلت:بلىٰ يا رسول اللّٰه!قال:" تقول:لاحول ولاقوة إلا باللّٰه،فيقول اللّٰه:"(أسلم عبدى واستسلم)".وزاد فى روايةٍ له:"ولامنجا ولا ملجأ من اللّٰه إلا إليه". (فتح البارى،كتاب القدر،باب لا حول ولا قوة الا باللّٰه: ٦۱۲/۱۱،قديمى)

(۲) عن ابن عباس رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما قال:"كان أخر قول ابراهيم حين ألقى فى النار،حسبى اللّٰه ونعم الوكيل". (صحيح البخارى،كتاب التفسير،باب﴿إِنَّ النَّاسَ قَدْجَمَعُوْا لَكُمْ﴾الآية:٦٥٥/۲، قديمى)

عن أبى هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم : "اذاوقعتم فى الأمر العظيم فقولوا:"حسبنا اللّٰه ونعم الوكيل". (تفسير ابن كثير،(سورة آلِ عمران:۱۷۳): ٤۳۰/۱،سهيل اكيڈمى،لاهور)

(۳) وفى جامع الترمذى وصحيح الحاكم من حديث سعد بن أبى وقاص رضي اللّٰه تعالىٰ عنه عن النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قال:"دعوة ذى النون اذ دعا وهو فى بطن الحوت:أن لا اله الا أنت سبحانک انى كنت من الظالمين، أنه لم يدع بها مسلم فى شئ الا استجاب اللّٰه له". قال الترمذى:حديث صحيح". (الجواب الكافى فيمن سئل عن الدواء الشافى،المعروف بالداء والدواء لابن قيم الجوزية،فصل أوقات الاجابة،أدعيةماثورة،ص: ۱۹،روضة القرآن پيشاور)

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

صورت مسئولہ میں یہ طریقہ بدعت نہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۳/۲۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۴/۵، ۷۱۴-۷۱۵)

"اللّٰهم أنت السلام" کے وقت ہاتھ اٹھانا:

سوال: فرض نماز کے بعد "اللّٰهم أنت السلام" پڑھتے وقت ہاتھ اٹھائیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: گل فراز نوشہرہ......۲۶/محرم الحرام ۱۳۹۵ھ)

الجواب ــــــــــــــــ

یرفع الأیدی عند زیادة الکلمات الدعائیة وعند عدم الزیادة لم یثبت الرفع وکذا لایقتضیه الأصل،(۲) إلاأن یقال: إن الثناء علی الکریم دعاء.(۳) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۴۸)

امام کا نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا:

سوال: فجر اور عصر کی نماز کے بعد امام مقتدیوں کی طرف منہ کر کے اور قبلہ کی طرف تقریباً پشت کر کے کیوں دعا مانگتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

کیوں کہ نماز سے تو فارغ ہو چکے، اب مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنا چاہیے، باقی نمازوں میں چونکہ مختصر دعا کے بعد سنتوں کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں؛ اس لیے اس مختصر وقفہ ہونے کی وجہ سے مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا اور فجر اور عصر کے بعد تسبیحات پڑھ کر دعا کی جاتی ہے؛ اس لیے طویل وقفے میں مقتدیوں کی

---

(۱) تقدم تخریجه قریباً. انیس

(۲) وفی المنهاج: اعلم أنه لم یثبت مواظبة النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علیٰ ذکر خاص وکذا لم یثبت رفع الأیدی عند مثل هذه الأذکار وأما رفع الأیدی عند الدعوات خارج الصلاة فقد ثبت بأحادیث کثیرة قولیة وفعلیة فی الأمهات الست وغیرها منها ما أخرجه ابن أبی حاتم وذکره الحافظ ابن کثیر فی تفسیره: ۱۷۲/۳: عن أبی هریرة أن رسول صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم رفع یدیه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال اللّٰهم أخلص الولید بن الولید إلیٰ آخر الدعاء الخ. (منهاج السنن، باب ما یقول إذا سلم: ۱۷۱/۲)

(۳) قال العلامة سید أحمد الطحطاوی: قوله: والدعاء هذا لاینافی الإتیان باللّٰهم أنت السلام إلخ؛ لأنه لیس دعاء بل ثناء إلا أن یراد بالدعاء مایعم الذکر أو هو بالنظر إلیٰ قوله فحینا إلخ دعاء علیٰ ما فیه (الطحطاوی شرح مراقی الفلاح، فصل فی صفة الأذکار، ص: ۱۳۱)

طرف منہ کرکے بیٹھتے ہیں، نماز کے بعد امام کو رخ بدل لینا چاہیے، خواہ دائیں جانب کرلے یا بائیں جانب، یا مقتدیوں کی طرف، بہرحال مقتدیوں کی طرف پشت کرکے نہ بیٹھے۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۵۰۴)

دعا کس طرح کی جائے، بلند آواز سے یا آہستہ:

سوال: امام جماعت کی نماز مکمل کرنے کے بعد دعا آہستہ مانگے یا بلند آواز سے؟ (ڈاکٹر سید غوث، جگتیال)

الجواب

امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ ہی اقتدا ختم ہوجاتی ہے، اب امام اور مقتدی دونوں اپنے اپنے عمل میں آزاد ہیں، اور حسب منشا اپنی اپنی دعا کرسکتے ہیں، دعا زور سے بھی کی جاسکتی ہے اور آہستہ بھی، البتہ آہستہ کرنا نسبتاً بہتر ہے، کیوں کہ قرآن نے دعا کا ادب ہی یہ بتایا ہے کہ دعا میں فروتنی اور پست آواز ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً﴾ (۲)

اور اس میں یہ سہولت ہے کہ ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق دعا کرسکتا ہے، کیوں کہ ہر شخص کی ضرورت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے، ویسے زور سے دعا کرنے میں بھی کراہت اور مضائقہ نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۹۸-۹۹)

دعا زور سے مانگنا:

سوال: امام کو دعا آہستہ مانگنا افضل ہے، یا بہ آواز بلند، دعا نماز کا جز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) عن سمرة بن جندب قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلّى صلاة، أقبل علينا بوجهه. (البخاري: ۱۱۷/۱) (كتاب الأذان، باب: يستقبل الإمام الناس إذا سلم، رقم الحديث: ۸٤٥، انيس)

وفي صلاة لا تطوع بعدها كالفجر والعصر يكره المكث قاعدًا في مكانه مستقبل القبلة والنبي عليه الصلوٰة والسلام سمى هٰذا بدعة، إلخ. (الهندية: ۷۷/۱) (الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها، انيس)

وكذا يكره مكثه قاعدًا في مكانه مستقبل القبلة في صلاة لا تطوع بعدها، إلخ. (ردالمحتار: ۵۳۱/۱) (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: فيمالوزادعلٰى العددفي التسبيح عقب الصلاة، انيس)

أيضًا: وأما بيان مايستحب للإمام أن يفعله عقيب الفراغ من الصلاة فنقول: إذا فرغ الإمام من الصلاة فلا يخلو إما إن كانت صلاة لا تصلى بعدها سنّة أو كانت صلاة تصلى بعدها سنّة فإن كانت صلاة لا تصلى بعدها سنة كالفجر والعصر، فإن شاء الإمام قام، وإن شاء قعد في مكانه يشغل بالدعاء... لما روى أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم كان إذا فرغ من صلاة الفجر استقبل بوجهه أصحابه ... ثم اختلفت المشائخ في كيفية الانحراف ... وقال بعضهم: هومخيرإن شاء انحرف يمنة، وإن شاء يسرة، وهوالصحيح ... وإن كانت صلاة بعدها سنة، يكره له المكث قاعدًا. (بدائع الصنائع: ۳۹۳/۱-۳۹٤، كتاب الصلاة، فصل وأما بيان ما يستحب للإمام، طبع رشيدية)

(۲) سورة الأعراف: ۵۵۔

الجو اب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

دعا آہستہ مانگنا افضل ہے، اگر دعا کی تعلیم مقصود ہو تو بلند آواز سے بھی مضائقہ نہیں؛ مگر اس بلند آواز سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ ہو، نماز سلام پر ختم ہو جاتی ہے، اس کے بعد دعا نماز کا جز نہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

(فتاویٰ محمودیہ: ۶۹۲/۵۔۶۹۳)

نماز کے بعد جہراً دعا:

سوال (۱) فرض نماز باجماعت ختم ہونے کے بعد، کیا کوئی آیت پڑھنا چاہیے، یا دعا بعد نماز فرض مانگنا فرض ہے، یا کہ نہیں؟

(۲) بغیر آیت درود شریف پڑھے، کیا درود شریف ”اللّٰھم صل علیٰ محمد“ صحیح نہیں ہوگی؟

الجو اب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱۔۲) دعا کی ترغیب بھی ہے، فضیلت بھی ہے۔ اس کو عبادت کا مغز فرمایا گیا ہے، (۲) اور نماز کے بعد دعا قبول ہونے کی بشارت بھی ہے اور درود شریف کی تاکید اور اس کی فضیلت مستقل ہونے کے علاوہ اس کو دعا قبول ہونے میں بڑا دخل ہے۔ (۳)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿أُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً، إِنَّهُ لاَ یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾ (سورة الأعراف: ٥٥)
عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم أنه قال: ”خیر الدعاء الخفی“.
”عن أنس رضی اللّٰہ عنه مرفوعًا: ”دعوة فی السر تعدل سبعین دعوةً فی العلانیة“. (إعلاء السنن، أبواب الوتر، باب إخفاء القنوت فی الوتر، إلخ: ٩٣/٦، إدارة القرآن، کراچی) (رقم الحدیث: ١٧٤٣۔١٧٤٥، انیس)
وأما الأدعیة والأذکار فبالخفیة أولیٰ، آه. قلت: ... ویجتهد فی الدعاء، والسنة أن یخفی صوته لقوله تعالیٰ: ﴿أدعوا ربکم تضرعًا وخفیةً﴾ (ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی شروط الجمع بین الصلاتین بعرفة: ٥٠٧/٢، سعید)
”إذا دعا بالدعاء المأثور جهرًا ومعه القوم أیضًا لیتعلموا الدعاء، لا بأس به“. (الفتاوی الهندیة، کتاب الکراهیة، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح وقراءة القرآن والذکر والدعاء، الخ: ٣١٨/٥، رشیدیة)

(۲) عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم قال: ”الدعاء مخ العبادة“. هذا حدیث غریب من هذا الوجه لانعرفه إلا من حدیث ابن لهیعة“. (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء: ١٧٥/٢، سعید) (رقم الحدیث: ٣٣٧١، انیس) (رواه الدیلمی فی مسند الفردوس: ٢٩١٠/٢)
”عن النعمان بن بشیر عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم قال: ”الدعاء هو العبادة“ ثم قرأ: ﴿وقال ربکم ادعونی استجب لکم، إن الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جهنم داخرین﴾. (المؤمن: ٦٠) هذا حدیث حسن صحیح“. (جامع الترمذی: ١٧٥/٢، کتاب الدعوات، سعید) (باب ماجاء فی فضل الدعاء، رقم الحدیث: ٣٣٧٢، انیس)

(۳) ”فضالة بن عبید یقول: سمع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم رجلاً یدعو فی صلاته لم یحمد اللّٰہ، ==

بغیر درود شریف کے دعاء معلق رہتی ہے، درجۂ قبول کو نہیں پہنچتی ہے؛(۱) مگر دعا میں اخفا افضل ہے اور درود شریف بھی دعا ہے، اس کو بھی آہستہ پڑھنا افضل ہے،(۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾ الآية (الأعراف: ۵۵) اس لیے افضل طریقہ یہ ہے کہ امام ومقتدی سب آہستہ پڑھیں، درود شریف بھی، دعا بھی، جس کو بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق ہے، وہ ضرور درود شریف پڑھے گا اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ محبت وعقیدت کا تعلق مسلمان کا ایمان ہے۔(۳)

یہ طریقہ کہ امام بلند آواز سے درود پڑھے، پھر سب مقتدی بلند آواز سے پڑھیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہیں، نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث شریف میں اور نہ فقہ میں؛ اس لیے اس طریقہ کو ختم کر کے سنت کے مطابق عمل کیا جاوے؛ کیوں کہ اتباع سنت میں خیر ہے۔(رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجۃ)(مشکوۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص:۳۰، قدیمی)(۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۴/۱۳۹۰ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۵/۶۹۰-۶۹۱)

== ولم يصل على النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: عجلت أيها المصلی، ثم علمهم رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلاً يصلی، فحمد الله وحمده، وصلى على النبی صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"أدع تجب وسل تعط". (سنن النسائی، كتاب السهو، باب التمجيد، والصلوٰة على النبی صلى الله عليه وسلم فی الصلوٰة: ۱/ ۱۸۹، قديمی) (رقم الحديث: ۱۲۸۳، انيس)

(۱) عمر بن الخطاب رضی الله تعالىٰ عنه قال: إن الدعاء موقوف بين السماء والأرض لايصعد منه شیء حتى تصلی علىٰ نبيک صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (جامع الترمذی، كتاب الصلاة، باب ما جاء فی صفة الصلاة على النبی صلى الله عليه وسلم: ۱/ ۱۱۰، سعيد)(رقم الحديث: ۴۸۷، انيس)

(۲) قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالىٰ تحت الآية الآتية متنًا:"وجاء من حديث أبی موسىٰ الأشعری أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال لقوم يجهرون:"أيها الناس! اربعوا علىٰ أنفسكم، إنكم لاتدعون أصم ولا غائباً، إنكم تدعون سميعًا بصيرًا، وهو معكم، وهو أقرب إلىٰ أحدكم من عنق راحلته" والمعنى: ارفقوا بأنفسكم واقصروا من الصباح فی الدعآء". (روح المعانی: ۸/ ۱۳۹، دار الإحياء التراث العربی، بيروت)(مبحث فی تفسير قوله تعالىٰ: ﴿أدعوا ربكم تضرعاً وخفية﴾ إلخ (سورة الأعراف: ۵۵، انيس)

(۳) عن أنس رضی الله تعالىٰ عنه قال: قال النبی صلى الله عليه وسلم:"لايؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين". (صحيح البخاری، كتاب الإيمان، باب حب الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من الإيمان: ۱/ ۷، قديمی) (رقم الحديث: ۱۵، انيس)

(۴) "وعنه (أی عن العرباض بن سارية) فی حديث طويل... فقال:"أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة... فعليكم بسنتی وسنة الخلفآء الراشدين المهديين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، ==

نماز کے بعد ذکر جہری:

سوال: پنجگانہ نماز کے بعد جہراً ذکر، مثلاً: آیۃ الکرسی، یا اس کے مثل اور دعا، بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جس فرض نماز کے بعد سنتیں ہیں، اس نماز کا سلام پھیر کر، مختصر سی دعا(۱) پڑھ کر، وہاں سے ہٹ کر، حجرہ شریف میں جا کر، سنتیں پڑھنے کا معمول تھا، (۲) اور سنتوں کا گھر میں پڑھنے کی ترغیب وفضیلت بھی بیان کی گئی ہے۔

"عن زيد بن ثابت عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: "صلاة المرء في بيته أفضل من صلاته في مسجدي هٰذا إلا المكتوبة". (۳)

اس جگہ جماعت کے ساتھ جہراً اذکار و تلاوت کرنے کا معمول نہیں تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ سبحانہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۶/۷/۱۴۰۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۵۸/۵)

== وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة". (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۱۶۵)/ مسند الإمام أحمد، حديث العرباض بن سارية عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: ۳۶۸/۲۸، رقم الحديث: ۱۷۱۴۲، مؤسسة الرسالة/ سنن أبي داؤد، كتاب السنة، باب لزوم السنة، ص: ۵۰۴، رقم الحديث: ۴۶۰۷، بيت الأفكار)/ (جامع الترمذي، كتاب العلم، باب ماجاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدع، ص: ۴۳۳، رقم الحديث: ۲۶۷۶، بيت الأفكار)/ سنن ابن ماجة، كتاب المقدمة، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدين المهديين، ص: ۲۲، رقم الحديث: ۴۲، بيت الأفكار، انيس)

"قال الغزالي: قيل لإبراهيم بن أدهم: مابالنا، ندعو فلا يستجاب لنا، وقد قال تعالىٰ: ﴿أدعوني أستجب لكم﴾؟ قال: لأن قلوبكم ميتة، قيل: وما الذي أماتها؟ قال: ثمان خصال: عرفتم حق اللّٰه فلم تقوموا به، وقرأتم القرآن فلم تعملوا بحدوده، وقلتم: نحب رسول اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم وتركتم سنة، إلخ. (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۳۲۷۱/۶، مكتبة نزار الباز، رياض)

(۱) عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا سلم لايقعد إلا مقدار ما يقول: "اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام، تباركت ياذا الجلال و الإكرام". (جامع الترمذي، كتاب الصلاة، باب مايقول إذا سلم من الصلاة، ص: ۶۹، رقم الحديث: ۲۹۸، بيت الأفكار، انيس)

وقد روي عن النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم أنه كان يقول: بعد التسليم "لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لاشريك له، له الملك، وله الحمد، يحيي ويميت وهو على كل شيء قدير، اللّٰهم! لامانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد". (جامع الترمذي، كتاب الصلاة، باب مايقول إذا سلم من الصلاة: ۶۶/۱، سعيد) (رقم الحديث: ۲۹۹، انيس)

(۲) عن ابن عمر رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما قال: صليت مع النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم ركعتين بعد المغرب في بيته. (جامع الترمذي، كتاب الصلاة، باب ماجاء أنه يصليهما في البيت: ۹۸/۱، سعيد) (رقم الحديث: ۴۳۲، انيس)

(۳) سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب صلاة الرجل التطوع في بيته: ۱۵۶/۱، إمدادية ملتان (ح: ۱۰۵۵، انيس)

ہرنماز کے بعد دعاء جہری کا التزام:

سوال: ایک امام صاحب نے مسجد میں روزانہ بعد نماز فجر، یہ معمول بنالیا کہ سورۃ حشر کی آخری تین آیتیں، کلمہ طیبہ، درود شریف اور مخصوص دعا بلند آواز سے پڑھتے ہیں اور مقتدیوں سے بھی پڑھنے کے لیے کہا جاتا ہے، یہ معمول بلاناغہ بنالینا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

تعلیم دینا تو بہت اچھی اور مفید بات ہے، مگر نماز کے بعد اس طرح بلند آواز سے سب کا پابندی کے ساتھ بلاناغہ التزاماً پڑھنا ٹھیک نہیں، (۱) اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ بھی نماز کا آخری جز یا تتمہ ہے؛ اس لیے اس طریقہ کو بند کیا جائے، پھر نماز کی ہیئت کو ختم کر کے کچھ دیر کے لیے اسی طرح بیٹھ جایا کریں، جس سے کسی اور کی نماز میں خلل نہ آئے اور پوری نماز سب کی سن کر اصلاح کر دیا کریں، جو یاد نہ ہو، وہ صحیح یاد کرادیں، جو یاد ہو، اس کا مطلب سمجھادیں، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مختصر سا مدرسہ ہوجائے گا اور سب کی نمازیں بھی درست ہوجائیں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۸۷/۵)

امام بآواز بلند دعا مانگ سکتا ہے:

سوال: کیا امام دعا بآواز بلند مانگ سکتا ہے، اگرچہ اس صورت میں مقتدی بھی آواز سے، یا آہستہ سے دعا مانگ رہے ہوں، خواہ آیاتِ قرآنی سے، امام دعا مانگ رہا ہو؟

الجوابــــــــــــــــــــ

دعا آہستہ مانگنا اچھا ہے۔ قال تعالیٰ: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً﴾ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۳/۲)

(۱) (البدعة) ماأحدث علٰى خلاف الحق الملتقى عن رسول اللّٰه عليه وسلم من علم أوعمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دينًا قويمًا وصراطاً مستقيمًا. ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٦٠/١، سعيد) (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انيس)

(الإصرار على المندوب يبلغه إلٰى حدالكراهة، آهـ". (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل فى القراءة: ٢٦٥/٢، سهيل اكيڈمى لاهور)

"قال الطيبى: وفيه: أن من أصرعلٰى أمرمندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصرعلٰى بدعة أومنكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء فى التشهد، الفصل الأول (رقم الحديث: ٩٤٦): ٣١/٣، رشدية)

(۲) سورة الأعراف، الركوع: ٧۔

باآواز بلند دعا کرنے اور آمین کہنے کا حکم:

سوال: نماز کے بعد امام دعا بالجہر مانگے، یا بالسر؟ آمین دعا ہونے کی وجہ سے نماز میں آہستہ کہتے ہیں، پھر دعا بالجہر کس طرح صحیح ہوگی؟ اور مقتدی حضرات دعا کے وقت آمین بالجہر کہیں، یا بالسر؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ہر نماز کے بعد دعا کرنا ضروری نہیں ہے اور دعا میں افضل یہ ہے کہ آہستہ کی جائے؛(۱) مگر اس غرض سے کہ ایک ہی مقصد کے لیے سب مسلمان بیک زبان ہوکر عرض کریں۔ امام کا بالجہر دعا کرنا اور دعا کے وقت لوگوں کا آمین بالجہر کہنا جائز ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی (فتاویٰ امارت شرعیہ:۱۲۹/۲)

امام کی دعا پر ''آمین'' کہے، یا اپنی دعا مانگے:

سوال: امام کی دعا میں فقط آمین کہنا چاہیے، یا مقتدی اپنی بھی دعا مانگ سکتا ہے، کون اولیٰ ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اپنی دعا مانگے، یا آمین کہتا رہے، دونوں درست ہے، دعا میں خفی افضل ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳۶۱/۷/۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۴/ شعبان ۱۳۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارن پور، ۴/ شعبان ۱۳۶۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۷۰۹/۵)

---

(۱) ﴿أُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾(سورة الأعراف:۵۵)

(۲) ''إذا دعا بالدعاء المأثور جهرًا ومعه القوم أيضًا ليتعلّموا الدعاء لا بأس به''. (الفتاوى الهندية: ۳۱۸/۵) (الباب الرابع فى الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر و الدعاء،إلخ. انيس)

(۳) (قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿أُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً،إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ (سورة الأعراف: ۵۵)

عن النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: ''خير الدعاء الخفى''.

عن أنس رضى اللّٰه تعالىٰ عنه مرفوعًا: ''دعوة فى السر تعدل سبعين دعوةً فى العلانية. (إعلاء السنن، أبواب الوتر، باب إخفاء القنوت فى الوتر، إلخ: ۹۳/۶، إدارة القرآن، كراچى)(رقم الحديث: ۱۷۴۳_۱۷۴۵، انيس)

وأما الأدعية والأذكار فبالخفية أولىٰ قلت: ويجتهد فى الدعاء والسنة أن يخفى صوته لقوله تعالىٰ: ﴿أُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾. ردالمحتار، كتاب الحج، مطلب فى شروط الجمع بين الصلاتين بعرفة: ۵۰۷/۲، سعيد)

''لايجتمع ملأ فيدعو بعضهم، ويؤمن بعضهم، إلا أجابهم اللّٰه''. (كنز العمال، الباب الثامن فى الدعاء الإكمال فى إجابة الدعاء باعتبار الذوات والأوقات الذوات، رقم الحديث: ۳۳۶۷: ۱۰۷/۲، مكتبة التراث الإسلامى)

دعاء ثانیہ سے دوسروں کی نماز میں خلل ہونے کا حکم:

سوال: ہم نماز مسجد میں ادا کررہے ہیں اور امام صاحب اور مؤذن دعاء ثانی شروع کردی تو اس سے ہماری نماز میں خلل ہوتا ہے، یا نہیں؟ یا نماز کا اعادہ کرایا جائے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس طرح دعائے ثانیہ کرنا، جس سے دوسروں کی نماز میں خلل آئے، مکروہ ہے، (۱) اس کو ترک کرنا چاہیے اور اس طرح پر دعائے ثانیہ کا ثبوت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے، دعائے ثانیہ کی وجہ سے اگر کوئی فرض، یا واجب ترک نہ ہو تو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۷/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۹۸/۵-۶۹۹)

امام کا بلند آواز سے دعا مانگنا جس سے مسبوق کو خلل ہو، ناجائز ہے:

سوال: بروقت نماز مصلی مسبوق ہو، امام صاحب فرض نماز ختم کرکے بآواز بلند دعا مانگے، جس سے مصلیوں کی نماز میں خلل واقع ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

حامدًاو مصليًا الجواب ــــــــــــ و باللّٰه التوفيق

امام کا بعد فراغت اس قدر بلند آواز سے دعا مانگنا، جس سے مصلیوں کی نماز میں تشویش، یا خلل ہوتا ہو، ناجائز ومکروہ ہے۔

---

(۱) هل يكره رفع الصوت بالذكر و الدعاء؟قيل:نعم.(الدر المختار)

"قوله:(قيل نعم)يشعر بضعفه مع أنه مشى عليه فى المختار والملتقٰى،فقال:وعن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أنه كره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنازة والزحف والذكير" إلخ.(ردالمحتار،كتاب الحظر والإباحة،فصل فى البيع:٣٩٨/٦،سعيد)

"نعم الجهر المفرط ممنوع شرعًا وكذا الجهر الغير المفرط إذاكان فيه إيذاء لأحد من نائم أومصل، أوحصلت فيه شبهة رياء،أولوحظت فى خصوصيات غيرمشروعة ".(مجموعة رسائل اللكنوى رحمه اللّٰه تعالٰى، سباحة الفكرفى الجهربالذكر،الباب الأول فى حكم الجهربالذكر:٣٤/٣،إدارة القرآن)

(٢) الإصرارعلى المندوب يبلغه إلٰى حد الكراهة،آه.(السعاية،كتاب الصلٰوة،باب صفة الصلٰوة:٢٦٥/٢، سهيل اكيڈمى لاهور)

"قال الطيبى:وفيه:أن من أصرعلٰى أمرمندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقدأصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصرعلٰى بدعة أومنكر".(مرقاة المفاتيح،كتاب الصلاة،باب:الدعاء فى التشهد،الفصل الأول (رقم الحديث:٩٤٦):٣١/٣،رشدية)

"فی حاشية الحموی عن الإمام الشعرانی: أجمع العلماء سلفاً و خلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد و غیرها، إلا أن یشوش جهرهم علیٰ نائم أو مصل أو قاری، إلخ. (۱)

فی الهداية: والجهر المفرط یلزم مفاسد منها إیقاظ النیام و منها شغل قلوب المصلین و هو یفضی إلیٰ سهوهم و منها ترک الخشوع عما ینبغی إلیٰ غیر ذلک من المفاسد التی لا تحصیٰ. (۲)
واللّٰه تعالیٰ أعلم و علمه أتم و أحکم (مرغوب الفتاویٰ: ۲/۱۹۷)

نماز کے بعد جہر سے کلمات پڑھنا اور لاؤڈ اسپیکر پر ذکر بالجہر کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ!

(۱) نماز باجماعت ادا ہونے کے بعد فوراً زور زور سے امام اور مقتدیوں کا "لا إلٰه إلا أنت، الخ" کا ورد کرنا کیسا ہے؟ جبکہ مسبوقین کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے؛ بلکہ اکثر غلط ہو جاتے ہیں۔

(۲) نماز عشا کے بعد امام اور پانچ چھ مقتدیوں کا لاؤڈ اسپیکر پر جہراً "لا إلٰه إلا اللّٰه" پڑھنا کیسا ہے؟ جب کہ جوش میں آکر کچھ اور الفاظ بھی منہ سے نکلتے ہیں، جس کو وجد وغیرہ کہتے ہیں، جب کہ یہ عمل عام اہل محلّہ اور دوسرے مسبوقین کی نماز اور آرام میں خلل انداز ہوتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد نادر خان ضلع نوشہرہ، ۲۵/شوال ۱۴۱۰ھ)

الجواب

(۱) ذکر بالجہر جائز ہے؛ لیکن جب مسبوق کے لیے ضرر رساں ہو تو مکروہ ہے۔ (شامی)

(۲) یہ بھی مکروہ ہے، جب کہ نمازی وغیرہ کو ضرر رساں ہو، (شامی) (۳) البتہ جن لوگوں کو لاؤڈ اسپیکر میں ذکر کرنے سے جذب حاصل ہوتا ہو اور بغیر لاؤڈ اسپیکر کے مزہ نہیں دیتا ہو تو یہ ذاکر بیمار ہے، (۴) اور جس سامع کو ضرر رساں ہو اور گانے سننا ضرر رساں نہ ہو تو وہ بھی بیمار ہے۔ وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۵۴-۲۵۵)

---

(۱) رد المحتار علی الدر المختار: ۱/۶۹۱ (باب ما یفسد الصلاة، مطلب فی رفع الصوت بالذکر: ۲/۴۳۴، بیروت)

(۲) ہدایہ میں یہ عبارت باوجود تلاش کے نہ ملی۔ مرتب

(۳) قال العلامة ابن عابدين عن الإمام الشعرانی: أجمع العلماءُ سلفًا و خلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد و غیرها إلا أن یشوش جهرهم علیٰ نائم أو مصل أو قارئ. (ردالمحتار هامش الدر المختار، مطلب فی رفع الصوت بالذکر: ۱/۴۸۸) (کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها، انیس)

(۴) قال العلامة آلوسی: عن ابن عمرو قد رأی ساقطاً من سماع القرآن فقال إنا نخشیٰ اللّٰه تعالیٰ و ما نسقط هٰؤلاء یدخل الشیطان فی جوف أحدهم... هذا نعت أولیاء اللّٰه تعالیٰ: قال تقشعر جلودهم و تبکی أعینهم و تطمئن قلوبهم إلیٰ ذکر اللّٰه تعالیٰ و لم ینعتهم اللّٰه سبحانه بذهاب عقولهم و الغشیان علیهم إنما هذا فی أهل البدع ==

کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں، تو تبلیغی نصاب پڑھنا:

سوال: محترمی مفتی صاحب! میں عرصہ دراز سے جامعہ مسجد صدیقیہ شاہ جمال سے منسلک ہوں، عرصہ دراز سے عشا کی نماز کے بعد تبلیغی نصاب سے ایک واقعہ اور ایک حدیث شریف پڑھ کر سناتا ہوں، ابھی دو دن پہلے کی بات ہے کہ ایک بزرگ نے اعتراض کیا کہ آپ کتاب کچھ دیر کر کے پڑھا کریں؛ کیوں کہ کچھ نمازی کچھ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں، میں نے بزرگ کو جواب دیا کہ جہاں اجتماعی کام شروع ہو جائے، وہاں انفرادی کام کو چھوڑ کر اجتماعی کام میں شامل ہو جانا چاہیے؛ لیکن اس بزرگ نے میری بات نہ مانی، اب آپ مہربانی فرما کر یہ مسئلہ بتائیں کہ میں ایک دو نمازی کا انتظار کر کے کتاب پڑھوں، یا پھر جو نمازی نماز پڑھ کر ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں، ان کو کتاب پڑھ کر سناؤں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

بعد میں آنے والے نمازیوں سے گذارش کریں کہ آپ نماز ذرا فاصلہ پر پڑھیں؛ تا کہ یہ کام بھی ہوتا رہے اور ان کی نماز میں بھی خلل نہ آئے، نمازیوں کا خیال بھی بہت ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، ۱۷/۱۰/۱۴۰۷ھ۔ (خیر الفتاویٰ:۲/۲۵۶-۲۵۷)

نماز کے بعد دعا کا پہلا اور اخیر لفظ جہراً کہنا:

سوال: دہلی میں رواج ہے کہ کثرت مقتدین کی وجہ سے جب امام دعا شروع کرتا ہے تو ایک شخص: "**الحمد للہ رب العالمین**" اور ختم دعا کے وقت "**برحمتک**" الخ بالجہر کہہ دیتا ہے تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجوابــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جائز ہے، مگر اہتمام کی ضرورت نہیں۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲/۹/۱۳۶۴ھ

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۶۹۲)

== وإنما هو من الشيطان. وأخرج ابن أبي شيبة عن ابن جبير: قال الصعقة من الشيطان، وقال ابن سيرين: بيننا وبين هؤلاء الذين يصرعون عند قراءة القرآن أن يجعل أحدهم علىٰ حائط باسطاً رجليه ثم يقرأ عليهم القرآن كله فإن رمىٰ بنفسه فهو صادق. (تفسير روح المعاني: ١٣/٢٨٤، سورة الزمر، الآية: ٢٣)

(۱) الإصرار على المندوب يبلغه إلىٰ حد الكراهة، آه. (السعاية، باب صفة الصلاة: ٢/٢٦٥، سهيل اكيڈمی)

"قال الطيبي: وفيه: أن من أصر علىٰ أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر علىٰ بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب: الدعاء في التشهد، الفصل الأول (رقم الحديث: ٩٤٦): ٣/٣١، رشدية)

دعا کی ابتدا وانتہا کے لیے زور سے کوئی کلمہ کہنا کیسا ہے:

سوال: بعض لوگوں کی خواہش ہے کہ فرض نماز کے بعد امام کی دعا کے ابتدا پر مؤذن صاحب ''**اللّٰھم آمین** '' اورختم پر'' **برحمتک یا أرحم الراحمین** '' کہہ دیا کریں؛ تاکہ مقتدی حضرات کو امام کے دعا کی ابتدا وانتہا کا علم ہوسکے تو مؤذن صاحب کا ان اوقات میں مندرجہ بالا الفاظ کہنا کیسا ہے، کوئی حرج تو نہیں؟ پانچوں نمازوں میں اگر یہ الفاظ کہہ دیں تو کیسا ہے؟

الجوابــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

صراحۃً کوئی جزئیہ باوجود تتبع کثیر کے نہیں مل سکا، البتہ تعلیلاتِ فقہاء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ؛اس لیے کہ اس کا بھی مقصد اعلام حاضرین ہے اور تکبیر اور تکبیرات انتقالیہ کی تبلیغ جو مامور بہ ہے، اس کی بھی علت یہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ:۸۳/۴)

نماز کے بعد دعا ''الحمد'' سے شروع کرنا:

سوال: فرض نما کے بعد'' **الحمد للّٰہ رب العلمین** '' سے دعا شروع کرنا کیسا ہے؟ بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں؟

الجوابــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

دعا سے پہلے حمد وثنا آداب میں سے ہے، الحمد للہ اس کا اعلی مصداق ہے، جس کی تعلیم خداوند تعالیٰ نے دعا '' ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ إلخ'' سے پہلے دی، اس کو بدعت کہنا ناواقفیت ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶۸۱/۵)

---

(۱) ''عن فضالة بن عبيدالله قال : بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم قاعدًاإذدخل رجل فصلى فقال:أللّٰهم اغفرلي وارحمني،فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:''عجلت أيها المصلى !إذا صليت فقعدت،فاحمد الله بماهوأهله،وصل علي،ثم ادعه ''. قال:ثم صلى رجل آخربعد ذلک ،فحمدالله،وصلى على النبى صلى الله عليه وسلم،فقال النبى صلى اللّٰه عليه وسلم:''أيها المصلى ! أدع تجب''.هذاحديث حسن''.جامع الترمذی،أبوب الدعوات،باب بلا ترجمة:۱۸۵/۲، سعيد)(رقم الحديث:۳۴۷۶ ،انيس)

''واستقبل الداعى القبلة،وكان علىٰ طهارة،ورفع يديه إلى الله،وبدأ بحمد الله والثناء عليه،ثم ثنّٰى بالصلاة علىٰ محمد عبده ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم''.(الجواب الكافى فيمن سئل عن الدواء الشافى،المعروف بالداء بالدواء لابن قيم الجوزية،فصل أوقات الإستجابة،ص:۱۶ ،مكتبه حقانية)

فجر کی دعا میں ''الفاتحة'' پڑھنا:

سوال: بعد نماز فجر دعاؤں کے آخر میں **الفاتحة** لازماً پڑھ کر پھر خاموشی کے بعد ''**قال اللّٰہ تعالیٰ فی شان حبیبه**'' کے بعد آیت: ﴿**إِنَّ اللّٰهَ وَمَلائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى النَّبِيِّ**﴾ الخ، (سورة الأحزاب: ٥٦) پڑھ کر امام ومقتدی کا بآواز بلند درود پڑھنا کیسا ہے؟ بعد دعا امام صاحب سے لازم جان کر مصافحہ ومعانقہ کرنا کیسا ہے؟

(۱) خیر القرون میں یہ طریقہ تھا یا نہیں؟

(۲) سنت ہے یا بدعت؟

(۳) بدعت پر عمل کرنا کیسا ہے؟

هو المصوب

(۱) خیر القرون میں یہ طریقہ نہ تھا۔

(۲) یہ بدعت ہے۔(۱)

(۳) بدعت پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔(۲)

تحریر: مسعود حسن حسنی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۳۳/۳-۳۳۴)

دعا میں ''إن اللّٰه وملا ئكته'' پڑھنے کا التزام:

سوال: ہماری مسجد میں بعد نماز عصر دعاؤں کے آخر میں ''**وقال اللّٰہ تعالیٰ فی شان حبیبه**'' پڑھ کر پھر قرآن کی آیت ﴿**إِنَّ اللّٰهَ وَمَلائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا**﴾ پڑھ کر بلند آواز سے درود شریف پڑھنا لازم سمجھتے ہیں، بغیر مذکورہ آیت پڑھے نماز و دعا نامکمل سمجھتے ہیں، کیا یہ صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہے؟ حدیث کی کن کتابوں میں مذکور ہے؟ یہ سنت ہے کہ بدعت، بدعت پر عمل کرنا کیسا ہے؟

هو المصوب

بعد نماز عصر، یا کسی بھی نماز کے بعد، حالت دعا میں، یا کسی بھی حالت میں مذکور آیت: ﴿**إِنَّ اللّٰهَ وَمَلائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ**، الخ﴾ (۳) پڑھ کر درود شریف پڑھنا اور اسے لازم سمجھنا، سنت سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی

---

(۱) ''من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد''. (الصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة (ح: ١٧١٨)

(۲) ''وإياكم والأمور المحدثات فإن كل بدعة ضلالة''. (سنن ابن ماجة: ١/ ٢٨ (ح: ٤٢٠) (كتاب المقدمة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، انيس)

(۳) سورة الأحزاب: ٥٦

سلف نے اس طرح کا عمل کیا ہے، ہاں درود کی کثرت باعث اجر وثواب ہے؛ لیکن نماز کے بعد اس کو پڑھے بغیر نماز کو نامکمل سمجھنا غلط ہے، جو بدعت ہے، جو عمل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ سے ثابت نہ ہو، وہی بدعت ہے۔(۱)

تحریر: مسعود حسن حسنی۔تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۳/۳۳۳)

''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلاَ ئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ'' پڑھ کر دعا ختم کرنا:

سوال: فی زماننا بعد صلوۃ العصر وبعد الفجر دعائے معمولہ پڑھنے کے بعد لفظ ''**الفاتحة**'' کہہ کر اس آیت مبارکہ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلاَئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ﴾ الخ (سورۃ الأحزاب:٥٦) کو پڑھا جاتا ہے، بعدہ جمیع مقتدی وپیش امام درود شریف پڑھ کر دعا ختم کرتے ہیں۔

(۱) زمانۂ سلف میں اس امر مذکور الصدر کا وجود یا ائمہ کا عمل کسی کتب فقہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے، یا نہیں؟

(۲) آیت مبارکہ کی تلاوت وجوب درود شریف پر دلالت کرتی ہے، یا نہیں؟

(۳) اگر یہ امر یا معمول بطور دعا ہو، نہ بطریق ایصال تو کیا اس کے کرنے میں کوئی سقم شریعت مطہرہ کے اصول میں واقع ہوسکتا ہے، یا کوئی شائبہ ممکن ہے؟

(۴) بعض جہلاً اس طریق پر اختتام دعا کو مکروہ تحریمی یا الالتزام مالا یلزم، مکروہ تنزیہی کا موجب خیال کرتے ہیں اور جب آیت مبارکہ سنتے ہیں تو **ففروا إلی البیت** ہوجاتے ہیں، وہ لوگ جن کا ادعاء اہل سنت والجماعت ہے، اس امر مستحسن؛ بلکہ حسن پر طعن کر کے اہل حق کی تذلیل پر کمربستہ ہیں، حالاں کہ فقہا کی عبارت سے ثبوت موجود ہیں، عبارات حسب ذیل ہیں:

(الف) **'' قال أستاذنا: لكنها مستحسنة للعادة والأٰثار''**.(الفتاویٰ الهندية: ١/٤١٢)

(ب) **''قراء ة الفاتحة بعد المكتوبة لأجل المهما ت مخافتةً أوجهرًا مع الجمع مكروهة''**.(أيضًا)

(ج) **''واختار القاضی بديع الدين: أنه لاتكره''**.

(د) **''واختار القاضی الإمام جلال الدين: إن كا نت الصلاة بعدها السنة تكره وإلا فلا، كذا فی التاتر خانية''**.

(ہ) **''قوم يجتمعون ويقرؤون الفاتحة جهرًا دعاء، لايمنعون عادة، والأولی المخافة''**.

---

(۱) **''من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهورد''**.(الصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة، رقم الحديث: ١٧١٨)

(و) ”وفی الخجندی:إمام یعتادکل غداة مع الجماعة قراء ة آیة الکرسی وآخرالبقرة وشهد اللّٰہ ونحوها جهرًا،لابأس به،کذا فی القنیة“.(۱)

عبارت مذکورسے جواز بالشرع موجود ہے؛لیکن چوں کہ بالشریعت ہے،ونیزبجوائے آیت مبارکہ ﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِاِنْ کُنْتُمْ لاَ تَعْلَمُوْنَ﴾(سورة النحل: ٤٣)اہل ذکرہی سے ہوسکتا ہے،لہٰذا بغرض استصواب باعث تصدیق ہوا،براہ کرم مفصلاً جواب بحوالہ کتب معتبرہ عنایت فرما کر براہ ذرہ نوازی جواب سے جلد مطلع فرمادیں؟

(احقرالعبدمقیم الدین،پیش امام فتح پور،شیخاوٹی،ضلع جے پور)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) میں نے قرون مشہود لھا بالخیر،یا ائمہ مجتہدین کے وقت میں،اس مخصوص دعا کا ثبوت،کتب فقہ میں نہیں دیکھا۔(۲)

(۲) اس آیت کی وجہ سے عمر بھر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے،وقوله :﴿یٰاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ﴾قد تضمن الأمربالصلوٰة علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وظاهره یقتضی الوجوب وهوفرض عندنا،إلخ“.(أحکام:٤٥٦/٣)(۳)

باقی دیگرحالات کے اعتبار سے واجب،سنت،مستحب،مکروہ حرام کے احکام بھی اس پر جاری ہوتے ہیں۔(جن کی تفصیل طحطاوی،حاشیہ مراقی الفلاح،ص:۱۴۷)(۴)میں موجود ہیں۔

(۱) الفتاوی الهندیة،الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح،وقراء ة القرآن والذکروالدعاء، الخ:٣١٧/٥،رشیدیة

(۲) آثار السنن،باب ترک رفع الیدین فی غیرالافتتاح،ص: ١٣٢،إمدادیة،ملتان

”ولا یسن رفع یدیه إلا فی سبع مواطن“.(الدرالمختار)

”(قوله:إلا فی سبع) إشارة إلیٰ أنه لا یرفع عند تکبیرالانتقالات،خلافاً للشافعی وأحمد،فیکره عندنا ، ولا یفسد الصلاة إلا فی روایة مکحول عن الإمام“.(ردالمحتار، کتاب الصلاة، فصل فی بیان تألیف الصلاة إلیٰ انتهائها:٥٠٩/٢،سعید)

(۳) أحکام القرآن للجصاص(سورة الأحزاب:٥٦):٥٤٤/٣، قدیمی

(۴) وهی فرض فی العمرمرةً واحدة،وتقوم مقامها الصلاة الواقعة فی مکتوبة،أوغیرها بعد البلوغ،وتجب کلما ذکرعلیٰ أحد قولین،وتسن فی کل تشهد أخیرمن الفرض،وفی کل تشهد نفل إلا فی سنة الظهرالقبلیة،والجمعة القبلیة والبعدیة،وتندب فی أوقات الإمکان، وتحرم علی الحرام،وتکره عند فتح التاجرمتاعه،ولایکره إفرادها عن السلام علی الأصح عندنا.وهذا الخلاف فی حق نبینا صلی اللّٰہ علیه وسلم،أما فی حق غیره من الأنبیاء،فلا خلاف فی عدم کراهة الإفراد لأحد من العلماء ذکر الحموی محشی الأشباه“.(حاشیة الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح،خطبة الکتاب،ص: ١٢،قدیمی)

(۳) جس چیز کا شرعی ثبوت نہ ہو، اس کو شرعی چیز سمجھنا درست نہیں۔

"من أحدث فی أمرنا ھٰذامالیس منه،فھورد". (متفق علیه)(۱)

(۴) جب وہ لوگ ثبوت سے بے خبر ہیں اور اس طریقۂ مروجہ کو محدث تصور کر کے اس میں موافقت نہیں کرتے؛ بلکہ حدیث:"من أحدث"الخ پر عمل کرتے چلے جاتے ہیں تو ان کا یہ عمل شریعت کے بالکل موافق ہے اور وہ اپنے ادعائے اہل سنت والجماعت میں حق بجانب ہیں، ان کو جہلا کہہ کر حقیر و ذلیل سمجھنا جائز نہیں؛ بلکہ بڑی معصیت ہے، اگر ان کا یہ عمل آپ کے نزدیک طریق اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے تو"ما أنا علیه أصحابی" کی روشنی میں ان کو مطمئن کر دیجئے، ان لوگوں کو بھی بلا تحقیق کسی امام پر طعن کرنا صحیح نہیں ہے۔

جو فعل امام سے ان کے نزدیک خلاف شرع واقع ہو، اولاً اس کو امام سے دریافت کریں، اگر وہاں تشفی نہ ہو تو دیگر اہل حق علما سے حل کریں، نیز اگر کسی اہل حق امام یا غیر امام سے کوئی فعل خلاف شرع سرزد ہو جائے تو اس فعل کی تردید حسب حیثیت لازم ہے؛ لیکن اس کی وجہ سے اہل حق کی تذلیل جائز نہیں ہے، اس سے ہمیشہ اجتناب ضروری ہے، مسلم کا اکرام واعزاز اور اس کا حق بہت بڑا ہے۔

جو عبارات عالمگیری سے پیش کی ہیں، ان میں سے کسی میں الفاتحة اور"إِنَّ اللّٰهَ وَمَلاَئِكَتَهُ،إلخ" کا ذکر نہیں، پھر ان سے اس طریقہ مروجہ پر استدلال کیسے ہوسکتا ہے؟ اس لیے کسی جواب کی ضرورت نہیں؛ تاہم شرعاً ان کے متعلق بھی مختصر طور پر تحریر کیا جائے۔

(الف) اس عبارت میں "لکنھا"کی ضمیر خدا جانے کس طرف راجع ہے اور یہ کس سے استدراک ہے؟

(ب) اس سے معلوم ہوا کہ اصل مذہب کراہت ہے۔

(ج) یہ اصل مذہب اور قول جمہور کے خلاف ایک شخص کی رائے ہے، اس سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں۔

(د) انہوں نے تشقیق کر کے ایک شق میں جمہور کی موافقت کی، دوسری میں مخالفت۔

(ہ) اس سے معلوم ہوا کہ عدم منع کی وجہ عادت ہے، نہ کہ امر شرعی اور امر شرعی وہ ہے، جو کہ (شمار نمبر: ب) میں مذکور ہے۔

---

(۱) بخاری میں"فیه" ہے، انیس (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذااصطلحوا علٰی صلح جور فھو مردود: ۳۷۰/۱، قدیمی)((رقم الحدیث: ۲۶۹۷، انیس)

"بأنھا(البدعة)ماأحدث علٰی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من علم أوعمل أوحال بنوع شبھة واستحسان،وجعل دینًا قویمًا وصراطًا مستقیمًا،آه"فافھم.(ردالمحتار، کتاب الصلاة،باب الإمامة: ۵۶۰/۱_۵۶۱،سعید)(مطلب:البدعة خمسة أقسام،انیس)

(و) اس میں فقط ”لابأس“ ہے، جوکہ بالاصالہ خلاف اولیٰ میں مستعمل ہے، جس کا مفاد غالب احوال میں کراہت تنزیہی ہوتا ہے، اسی طرح عالمگیری کی اسی صفحہ پر (د) اور (ہ) کے درمیان ایک اور بھی عبارت ہے جوکہ سہواً یا مصلحۃً سوال میں نہیں لکھی گئی، وہ یہ ہے:

”قراء ۃ الکافرون إلی الأخر مع الجمع مکروھۃ ؛ لأنھا بدعۃ لم تنقل عن الصحابۃ ولا عن التابعین رضی اللّٰہ عنھم، کذا فی المحیط“آہ.

چند سطر بعد ہے:

”یکرہ للقوم أن یقرؤا القرآن جملۃ لتضمنھا ترک الاستماع والإنصات المأمور بھا، کذا فی القنیۃ“. (۱) یہ علت فاتحہ غیر فاتحہ سب میں مشترک ہے۔

جولوگ اس پر انکار کرتے ہیں ان کا استناد امور ذیل سے ہے:

(۱) اس طریقۂ مروجہ کا قرآن شریف، حدیث شریف، فقہ سے ثبوت نہیں، لہٰذا یہ مضمون (بوجہ) حدیث: **”من أحدث، إلخ“** قابل رد ہے۔ (۲)

(۲) فاتحہ یا آیت: ”إن اللّٰہ“ إلخ پڑھ کر بلند آواز سے درود شریف پڑھا جاتا ہے، حالاں کہ بعض لوگ مثلاً: مسبوق یا منفرد نماز میں مشغول ہوتے ہیں، اس بلند آواز سے ان کو تشویش ہوتی ہے، ایسے جہر کی ممانعت شامی وغیرہ کتب فقہ میں صراحت مذکور ہے۔ (۳)

(۳) اس ہیئت کے اجتماع کو فقہائے کرام نے بدعت لکھا ہے: **”قد صح عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ أنہ سمع قومًا اجتمعوا فی مسجد“ إلخ.** (الفتاوی البزازیۃ، ص: ۳۷۸) (۴)

---

(۱) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الرابع فی الصلاۃ والتسبیح، وقراءۃ القرآن، الخ: ۳۱۷/۵ ، رشیدیۃ

(۲) صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور آہ: ۳۷۰/۱، قدیمی) (ح: ۲۶۹۷، انیس)

(۳) ”ھل یکرہ رفع الصوت بالذکر والدعاء؟ قیل: نعم“. (الدرالمختار)

”قولہ: (قیل نعم) یشعر بضعفہ مع أنہ مشٰی علیہ فی المختار الملتقٰی فقال: وعن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أن کرہ رفع الصوت عند قراءۃ القرآن والجنازۃ والزحف والذکیر... لما صح عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ أنہ أخرج جماعۃ من المسجد یھللون ویصلون علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم جھرًا وقال لھم: ما أراکم إلا مبتدعین“. (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع: ۳۹۸/۶، سعید)

(۴) العبارۃ بتمامھا: ”وقد صح عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ أنہ کرہ رفع الصوت عند قراءۃ القرآن والجنازۃ والزحف والذکیر... لما صح عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ أنہ سمع قوماً اجتمعوا فی مسجد یھللون ویصلون علیہ الصلاۃ والسلام جھرًا فراح إلیھم، فقال ما عھدنا ذلک علٰی عھدہ علیہ السلام، ما أراکم إلا مبتدعین ومازال یذکر ذلک حتٰی أخرجھم عن المسجد“. (الفتاوی البزازیۃ علٰی ھامش الھندیۃ، کتاب الاستحسان، نوع: ۳۷۸/۶، رشیدیۃ کوئٹۃ)

(۴) اس پر اصرار کیا جاتا ہے، حالاں کہ اصرار سے امر مندوب بھی مکروہ ہو جاتا ہے: ''الإصرار علی المندوب يبلغه إلٰى حد الكراهية''. (السعاية)(۱) بلکہ طیبی شرح مشکوۃ میں رخصت کو عزیمت قرار دینے کو ضلالت لکھا ہے، (۲) جب امر مندوب مکروہ ہو جاتا ہے تو مباح بطریق اولیٰ ہو جاتا ہے:

''الجهر المفرط ممنوع شرعًا وكذا الجهر الغير المفرط إذا كان فيه إيذاء لأحد من نائم أو مصل، أو حصلت فيه، الخ، كما صرح به علي القاري في ''شرح المشكوة'' والحصكفي ''في الدر المختار وغيرهما'' آه. (سباحة الفكر، ص: ۷۲)(۳)

(۵) جو شخص اس میں شریک نہ ہو، اس پر لعن طعن سب وشتم کیا جاتا ہے، حالاں کہ حدیث شریف میں ہے: ''سباب المسلم فسوق'' آه. (۴) وإلٰى غير ذلك من المفاسد. فقط والله سبحانه تعالىٰ أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳۶۲/۹/۲۱ھ۔

جوابات صحیح ہیں: اس مسئلہ پر ایک رسالہ ''الدلیل الخیرات فی ترک المنکرات'' شائع ہو چکا ہے، جس میں مشاہیر علماء ہند کا فتویٰ درج ہے، مزید تحقیق کے لیے اس کا مطالعہ کیا جائے۔ فقط

سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور، ۱۳۶۲/۹/۲۲ھ۔

صحیح عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارن پور، ۲۲/رمضان/۱۳۶۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۵۰-۷۴۰/۵)

دعا کی قبولیت کے لیے اوّل وآخر درود شریف کا ہونا زیادہ امید بخش ہے:

سوال: کیا دعا کے اوّل اور آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی؟

الجواب

دعا کے اول وآخر درود شریف کا ہونا دعا کی قبولیت کے لیے زیادہ امید بخش ہے۔ (۵)

---

(۱) السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ۲۶۵/۲، سهيل اكيڈمي لاهور

(۲) ''قال الطيبي رحمه الله تعالىٰ: وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو على منكر''. (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول (رقم الحديث: ۹٤٦): ۳۱/۳، رشيدية)

(۳) مجموعة رسائل اللكنوي رحمه الله تعالىٰ: سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول في الحكم الجهر بالذكر: ۳٤/۳، إدارة القرآن، كراچی

(۴) صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن أن يحبط عمله وهو لا يشعر: ۱۲/۱، قديمي)(ح: ٤٨)انيس)

(۵) ونص العلماء على استحبابها (الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم) في مواضع.. وأول الدعاء وأوسطه وآخره. (ردالمحتار: ۵۱۸/۱، مطلب: نص العلماء على استحباب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم في مواضع (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، انيس)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دعا آسمان وزمین کے درمیان معلق رہتی ہے، جب تک کہ اس کے اول وآخر میں درود شریف نہ ہو۔(۱)(آپ کے مسائل اوران کا حل:۵۱۱/۳)

دعا کے قبول ہونے کا مطلب:

سوال: ہمیں دعا کرنے کا حکم ہے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ واقعی دعا سے کچھ ہوتا ہے؟ طویل مدت سے اپنی اہلیہ کی صحت کی بھیک مانگ رہا ہوں؛ مگر ہنوز ناکامی ہے، ہر ڈھنگ سے جیسا مجھے علم تھا، آخری رات میں اور دوسرے جوطریقے معلوم ہوسکے، اس طرح دعا مانگی مگر کچھ نہیں بنا۔''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ''۔ معلوم ہوتا ہے کہ دعا سے کچھ نہیں ہوتا، جو ہونا ہوتا ہے، ہوجاتا ہے اور جو کچھ نہیں ہونا ہوتا ہے، نہیں ہوتا محض طفل تسلی ہے، ہمیں پردہ میں رکھا جاتا ہے۔

الجو اب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

دعا کا حکم ہے،(۲) اور قبول فرمانے کا وعدہ ہے،(۳) جن دعاؤں پر دنیا میں بظاہر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا، وہ بھی بیکار نہیں۔(۴) قیامت میں ایسی دعا کو دکھلا کر فرمایا جائے گا کہ ان کا معاوضہ یہ جنت کے درجات ونعمتیں ہیں، جن کو

---

(۱) عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنه قال:إن الدعاء موقوف بین السماء والأرض،لایصعد منه شئ حتی تصلی علیٰ نبیک''.(رواہ الترمذی)(مشکاۃ المصابیح: ۸۷)(کتاب الصلاۃ،باب الصلاۃ علی النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم وفضلها، الفصل الثالث،رقم الحدیث:۹۳۸،انیس)

وکذا عن علی رضی اللّٰہ عنه.(سنن الترمذی: ۹۶/۱)(کتاب الصلاۃ،باب ما جاء فی فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم،رقم الحدیث:۴۸۶،انیس)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ:﴿أُدْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾.(سورۃ الغافر: ۶۰)

(۳) قال اللّٰہ تعالیٰ:﴿وَإِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ،فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ،أُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾.(سورۃ البقرۃ:۱۸۶)

واللّٰہ تعالیٰ یجیب الدعوات ویقضی الحاجات لقوله تعالیٰ:﴿أُدْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾.(سورۃ الغافر: ۶۰)ولقوله علیه السلام:''یستجاب الدعاء للعبد مالم یدع بأثم أوقطیعة رحم مالم یستعجل''.ولقوله علیه السلام:''إن ربکم حی کریم یستحیی من عبدہ إذا رفع یدیه إلیه أن یردها صغرًا''.(شرح العقائد النسفیة للتفتازانی،ص:۱۷۳،قدیمی)

(۴) عن جبیر بن نفیرأن عبادۃ بن الصامت رضی اللّٰہ عنه حدثهم أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال:''ما علی الأرض مسلم یدعواللّٰہ بدعوۃ إلا آتاہ اللّٰہ إیاها،وصرف عنه من السوء مثلها مالم یدع بأثم أوقطیعة رحم''.فقال رجل من القوم:إذا نکثر،قال:''اللّٰہ أکبر''.(جامع الترمذی،أبواب الدعوات،باب فی انتظار الفرج وغیر ذلک:۱۹۸/۲،سعید)(رقم الحدیث:۳۵۷۳،انیس)

''ورواہ الحاکم أبوعبداللّٰہ فی المستدرک علی الصحیحین من روایة أبی سعید الخدری رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه و زاد فیه:''أو یدخرمن الأجرمثلها''.کتاب الأذکارللنووی رحمه اللّٰہ تعالیٰ،باب الدلیل علیٰ أن دعاء المسلم یجاب بمطلوبه أو غیرہ وأنه لایستعجل بالإجابة،ص:۴۹۴-۴۹۵،دارالبیان،بیروت)(رقم الحدیث:۱۲۶۴،انیس) ==

دیکھ کر بندہ کہے گا کہ کیا اچھا ہوتا کہ دنیا میں میری کسی دعا کا کوئی صلہ وغیرہ مجھے نہ ملتا؛(۱) بلکہ سب دعاؤں کو ذخیرہ بنا کر رکھ دیا جاتا اور سب کا معاضہ آخرت میں ملتا، پس دعا یقیناً نافع ہے، اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں، حق تعالیٰ محترمہ کو صحت بخشے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی دارالعلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲/۵۱۷-۱۳)

تعریف وتوصیف کے الفاظ بھی دعا ہیں:

سوال: نماز کے بعد دعا جہاں تک میرا خیال ہے، دعائیہ الفاظ سے ہونی چاہیے، یا پھر اللہ تعالیٰ کی توصیف وتعریف کے ساتھ دعا مانگی جاسکتی ہے، ہماری مسجد کے امام صاحب مغرب کی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا... اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ پڑھتے ہیں، ان الفاظ میں اخراجات سے متعلق اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، دعائیہ کوئی بات نہیں ہے، اسی طرح فجر کی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ ... وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ پڑھتے ہیں، ان میں بھی دعائیہ الفاظ نہیں ہیں، اس میں اللہ کی توصیف تو ہے؛ لیکن طلب نام کی بات نہیں ہے، بغیر حساب کے بعد اگر رزق میں وسعت طلب کی جائے تو دعا بنتی ہے، اس پر ایک دو صاحبان لاریب کہتے ہیں، اس کے علاوہ کبھی کبھی مولوی صاحب ﴿رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ﴾ والی دعا بھی مانگتے ہیں، جو کہ خالص انفرادی دعا ہے، اجتماعی نہیں ہے، میرا موقف یہ ہے کہ یہ دعا امام کو مقتدیوں کے ساتھ نہیں مانگنی چاہیے، اس سلسلے میں آپ میری رہنمائی فرمائیں؟

الجواب

اللہ تعالیٰ کی تعریف اور توصیف کے کلمات ادا کرنا بھی دعا ہے، اسی طرح "قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ" سے "بِغَيْرِ حِسَابٍ" تک یہ بھی دعا ہے اور "رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ" یہ بھی دعا ہے، الغرض جتنے کلمات اللہ کی تعریف اور توصیف کے کہے جائیں، وہ سب دعا میں شامل ہیں۔ واللہ اعلم

ان چیزوں پر بحث ومباحثہ نہیں ہونا چاہیے۔ والسلام (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۵۱۷)

== "ولاينبغي للعبد أن يمل من الدعاء لأنه عبادة وتأخير الإجابة إما لأنه لم يأت وقته لأن لكل شيء وقتاً مقدرًا في الأزل، أو لأنه لم يقدر في الأزل قبول دعائه في الدنيا فيعطى في الأخرة من النواب عوضه أويؤخر دعاء ليلح ويبالغ في الدعاء فإن الله يحب الملحين في الدعاء ولعل عدم قبول دعائه بالمطلوب المخصوص خبر له من تحصيله والله يعلم وأنتم لاتعلمون". (المرقاة، كتاب الدعوات: ۵/۱۰، رشيدية) (رقم الحديث: ۲۲۲۷، انيس)

(۱) اس لیے کہ دنیا میں مانگنے کا جو صلہ بھی ملے کم ہے، آخرت کے مقابلہ میں بہت حقیر اور معمولی چیز مانگی جاتی ہے اور جو کچھ یہاں اس مانگنے پر ملتا ہے وہ بھی معمولی ہے۔

بعدفرائض دعامیں آمین وغیرہ کاحکم:

سوال: بعد جماعت کے جودعاامام کے ساتھ مانگتے ہیں،اس میں آمین کہنا چاہیے، یاجومرضی ہو، دعامانگے ؟

الجواب

جودعاچاہے مانگے ، یہ ضروری نہیں کہ امام کی دعاپرآمین کہے۔(۱)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۰۱)

فرض نمازکے بعددعا کی کیفیت کیاہونی چاہیے:

سوال: بعض امام صاحب ہرنمازکے بعددعاعربی میں مانگتے ہیں،کیااردومیں دعامانگ سکتے ہیں،یانہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ دعامختصرہونی چاہیے،یالمبی؟

الجواب

فرض نمازکے بعددعامختصرہونی چاہیے،(۲)اورآہستہ کی جانی چاہیے،(۳)اپنے اپنے طورپرجس شخص کی جوحاجت ہو،اس کے لیے دعاکرے،عربی الفاظ ہمیشہ بلندآوازسے نہ کہے جائیں۔(۴)(آپ کے مسائل اوران کاحل:۳/۲۹۵)

---

(۱) ثم يسلم،إلخ،مع الإمام، إلخ، ويدعوويختم بسبحان ربک.(الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار،باب صفة الصلاة،فصل في كيفية الصلاة : ٤٨٩/١)

(۲) عن عائشة رضى اللّٰه عنها قالت:كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا سلّم لايقعد إلاّ مقدارما يقول: "اللّٰهمَّ أنت السلام ومنک السلام،تبارک ياذا الجلال والإكرام.(جامع الترمذى: ٣٩/١،أبواب الصلاة،باب ما يقول إذا سلم(من الصلاة،رقم الحديث:٢٩٨،ص:٦٩،بيت الأفكار،انيس).(الصحيح لمسلم: ٢١٨/١)

وفى الدرالمختار: ٥٣١/١،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة:ويكره تأخيرالسُّنَّة إلاّ بها اللّٰهُمَّ أنت السلام.

(۳) عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال:خيرالدعاء الخفى...وعن أنس رضى اللّٰه عنه مرفوعًا،ودعوة السرتعدل سبعين دعوة فى العلانية.(إعلاء السنن: ٩٣/٦،أبواب الوتر) (إخفاء القنوت فى الوتروألفاظه وحكم القنوت فى الفجر،رقم الحديث:١٧٤٣-١٧٤٥،انيس).

وفى الدرالمختار: ٥٠٧/٢ (ردالمحتار،كتاب الحج،مطلب:فى شروط الجمع بين الصلاتين بعرفة: ٥٠٧/٢ ، سعيد،انيس)):وأما الأدعية والأذكارفبالخفية أولىٰ قلت:ويجتهد فى الدعاء،والسنة أن يخفى صوته لقوله تعالىٰ:" أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ".(سورة الأعراف:٥٥،انيس)

وقال العلامة الآلوسى فى روح المعانى(١٣٩/٨،طبع دارإحياء التراث العربى)(مبحث فى تفسيرقوله تعالىٰ: ﴿أدعواربكم تضرعاًوخفية﴾إلخ(سورة الأعراف: ٥٥،انيس):وجاء من حديث أبى موسىٰ الأشعرى أنّه صلى اللّٰه عليه وسلم قال لقوم يجهرون:أيّها الناس!اربعوا علىٰ أنفسكم،إنّكم لا تدعون أصم ولا غائبًا،إنّكم تدعون سميعًا بصيرًا،وهومعكم وهوأقرب إلىٰ أحدكم من عنق راحلته،والمعنى ارفقوابأنفسكم واقصروامن الصياح فى الدعاء)

(۴) الإصرارعلى المندوب يبلغه إلىٰ حد الكراهة.(السعاية:٢٦٥/٢،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،سهيل اكيڈمى)==

دعا کا مسنون طریقہ:

سوال: سنت کے مطابق دعا مانگنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ جس کے مطابق دعا کرنے سے قبول ہو، وضاحت سے بیان فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

باوضو قبلہ رو دوزانو باادب بیٹھ کر آہستہ خشوع و خضوع سے دعا کرے، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا مثلاً ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنَ﴾ پھر درود شریف پھر دعا، پہلے اپنے لیے، پھر والدین کے لیے، پھر سب مومنین کے لیے، پوری امت کو دعا میں شامل کئے بغیر دعا ناقص رہتی ہے، دعا کا ہر مضمون بار بار دہرایا جائے، کم از کم تین بار تکرار کیا جائے، دعا کے درمیان بار بار درود شریف پڑھا جائے۔ یا أرحم الراحمین، یا ذا الجلال والإکرام سے پکارا جائے، آخر میں درود شریف کے بعد ﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ، وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾(۱) پڑھ کر آمین پر دعا ختم کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱/ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۵۸/۳)

دعا کرنے کا بہتر طریقہ کیا ہے:

سوال: نماز کے بعد دعا مانگنے کے وقت ہاتھ کھلے رکھے جائیں، یا ملا کر؟ بغل کھلی رکھے، یا بند؟ یعنی کہنیاں پہلو سے علیحدہ رکھے، یا ملی ہوئی؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھا کر دعا کرے اور دونوں کے درمیان قدرے فاصلہ ہو، ملا کر رکھنا خلاف اولیٰ ہے۔

(فيكون بينهما فرجةً)(الدرالمختار)

قوله: (ويكون بينهما فرجة) أى وإن قلت، قنية. (ردالمحتار: ۴۷۴/۱)(۲) فقط واللّٰه أعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۳۰۴/۴)

== قال الطيبي: وفيه أنّ من أصر علىٰ أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال. (مرقاة المفاتيح: ۱۴/۲، كتاب الصلاة، باب الدعاء فى التشهد، طبع أصح المطابع بمبئى) (الفصل الأول، رقم الحديث: ۹۴۶، انيس)

(۱) سورة الصافات: ۱۸۰-۱۸۲، انيس

(۲) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: فى إطالة الركوع للجائى، انيس

دعاکےآداب:

سوال: نماز کے بعد بغیر درود شریف کے بیماروں کے لیے دعا کرنا کیسا ہے؟ دعا قبول ہوگی، یانہیں؟

الجواب

دعاکےآداب میں سے یہ ہے: پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے، پھر اپنے لیے اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے دعائے مغفرت کرے، پھر جو حاجت ہو، وہ مانگے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی حاضر خدمت تھے، میں نماز سے فارغ ہوا تو میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا، پھر میں نے اپنے لیے دعا کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مانگ تجھ کو دیا جائے گا، مانگ تجھ کو دیا جائے گا''۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، ص:۸۷)(۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ!

''دعا آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہری رہتی ہے، اس میں سے کوئی چیز اوپر نہیں چڑھتی، یہاں تک کہ تم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھو''۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، ص:۸۷)(۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۴۹۴/۳)

دعا کس نیت سے مانگی جائے:

سوال: سب کچھ من جانب اللہ ہے تو محض اس نیت سے دعا کی جائے کہ ہوگا تو وہی جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے؛ لیکن ہم کو مانگنے کا حکم ہے، لہذا مانگیں، عطا ان کا فضل ہے، نہ ملے تو اس میں عین خوشی اور مل جائے تو شکر کریں، ایسا خیال کیسا ہے؟

---

(۱) عن عبد اللّٰه بن مسعود قال: كنت أصلى والنبى صلى اللّٰه عليه وسلم و أبوبكروعمر معه، فلماجلست بدأت بالثناء على اللّٰه تعالٰى، ثم الصلوٰة على النبى صلى اللّٰه عليه وسلم، ثم دعوت لنفسى، فقال النبى صلى اللّٰه عليه وسلم: سل تعطه سل تعطه. (رواه الترمذى)(مشكاة المصابيح، ص: ۸۷، باب الصلوٰة على النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وفضلها (كتاب الصلاة، الفصل الثانى، رقم الحديث: ۹۳۱، انيس)/(سنن الترمذى، كتاب الجمعة، باب ماذكرفى الثناء على اللّٰه والصلاة على النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قبل الدعاء، ص: ۱۱۹، رقم الحديث: ۵۹۳، بيت الأفكار، انيس)

(۲) عن عمر بن الخطاب رضى اللّٰه تعالٰى عنه قال: إن الدعاء موقوف بين السماء والأرض لا يصعد منها بشئ حتٰى تصلى علٰى نبيك. (رواه الترمذى)(مشكاة المصابيح، ص: ۸۷، كتاب الدعوات)/سنن الترمذى، باب ماجاء فى فضل الدعاء على النبى صلى اللّٰه عليه وسلم (ح: ۴۸۶)/شرح السنة للبغوى، باب أدب الدعاء ورفع اليدين فيه: ۲۰۵/۵، المكتب الإسلامى، بيروت/مسند الفاروق لابن كثير، كتاب الصلاة: ۱۷۶/۱، دارالوفاء المنصورة. انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

گو یہ خیال فی نفسہ صحیح ہے؛ لیکن اس میں ایک قسم کا استغنا ہے؛ اس لیے دعا اس طرح مانگنا چاہیے کہ بہت ہی حاجت ہے، مالک تو ہی حاجت پوری فرما اور دل میں یہ بھی رکھے کہ اگر نہ دینے میں مصلحت ہو تو اس میں بھی راضی ہوں اور اللہ پاک میرے دل کو اسی پر اطمینان ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۱۲/۲۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۱۷-۱۲۷)

نماز کے بعد سجدہ میں دعا کرنا:

سوال: بعض نمازیوں کی یہ عادت ہے کہ نماز کے بعد سجدہ میں ہاتھ پھیلا کر دعا کرتے ہیں، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب ــــــــــــــــــــ

دعا کا عام مسنون طریقہ ہی افضل ہے، اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، سجدۂ مناجات اکثر فقہا کے نزدیک مکروہ ہے۔ ''اشعۃ اللمعات'' میں ہے:

''سوم سجدۂ مناجات وظاہر کلام اکثر علماء آنست کہ مکروہ است؛ یعنی تیسرا سجدۂ مناجات ہے، اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہے''۔ (اشعۃ اللمعات: ۱/۶۲۰)

شرح سفر السعادت میں ہے:

''ودیگر سجدۂ مناجات ست بعد از نماز وظاہر از کلام اکثر آنست کہ ایں مکروہ است''۔ (شرح سفر السعادت: ۱۵۹) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۶/۳۲۰)

---

(۱) عن أنس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ''إذا دعا أحدکم فلیعزم المسألة، ولا یقولن: أللّٰھم إن شئت فأعطنی، فإنہ لا مکروہ لہ''. (صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب: فلیعزم المسئلة فإنہ لامکروہ لہ: ۲/۹۳۸. قدیمی) (رقم الحدیث: ۶۳۳۸، انیس)

والمراد أن الذی یحتاج إلی التعلیق بالمشیئة ما إذا کان المطلوب منہ یتأتّٰی إکراھہ علی الشیء فیخفف الأمر علیہ ویعلم بأنہ لایطلب منہ ذلک الشی إلا برضاہ، وأما اللہ سبحانہ فھو منزہ عن ذلک فلیس للتعلق فائدة وقیل: المعنی أن فیہ صورة الاستغناء عن المطلوب والمطلوب منہ... قال لأبن عبدالبر: لایجوز لأحد أن یقول: أللّٰھم أعطنی إن شئت و غیر ذلک من أمور الدین والدنیا؛ لأنہ کلام مستحیل لاوجہ لہ؛ لأنہ لایفعل إلا ماشاء''. (فتح الباری، کتاب الدعوات، باب فلیعزم المسألة، فإنہ لامکروہ لہ: ۱۱/۱۶۸-۱۶۹، قدیمی) (رقم الحدیث: ۶۳۳۹، انیس)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: (إحیاء علوم الدین للغزالی رحہ اللہ تعالیٰ: کتاب الأذکار والدعوات، آداب الدعاء وھی عشرة، ص: ۳۸۹-۳۹۸، مکتبة حقانیة پشاور)

مؤذن کو دعا شروع کرتے وقت "اللّٰھم آمین" کہنے کا پابند بنانا:

سوال: میں ایک مسجد میں مؤذن ہوں مسجد کے متولی صاحب مجھے کہتے ہیں کہ امام صاحب جمعہ کی نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو "اللّٰھم آمین" کہو اور جب امام صاحب دعا سے فارغ ہو جائیں تو "**برحمتک یا أرحم الراحمین**" کہا کرو، جبکہ دعا جہراً ہوتی ہے تو متولی صاحب مجھے جو کہتے ہیں، ایسا کرنا کیسا ہے؟ اور وہ مجھے اس کا پابند بنا سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

نماز کے بعد دعا سراً مانگنا چاہیے،(۱) مقتدی دعا شروع اور ختم کرنے میں امام کا پابند نہیں ہیں، امام سے پہلے بھی دعا شروع کر سکتے ہیں اور امام دعا ختم کر لے، اس کے بعد بھی دعا مانگ سکتے ہیں، لہٰذا سوال میں درج شدہ جملے کہنے کی ضرورت نہیں ہے، مؤذن کو اس کا پابند بنانا اور اس پر یہ ذمہ داری ڈالنا زیادتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۹۹/۸)

مؤذن کا دعا کے شروع میں "اللّٰھم آمین" اور آخر میں "برحمتک" الخ کہنا:

سوال: جماعت کے بعد امام کے شروع دعا میں مؤذن کا پکار کر "**اللّٰھم آمین**" اور دعا کے ختم پر "**برحمتک یا أرحم الراحمین**" کہنا جائز ہے، یا نہیں؟

حامدًا و مصليًا الجواب ـــــــــــــــــ و باللّٰه التوفيق

نماز کے سلام کے بعد دعا کے شروع میں "**اللّٰھم آمین**" اور دعا کے ختم پر "**برحمتک یا أرحم الراحمین**" کہنا، اس غرض سے کہ سب کو دعا کے آغاز و انجام کا علم ہو جائے، جائز ہے، مگر سنت یا مستحب نہ سمجھا جائے اور تارک پر لعن، طعن نہ ہو ورنہ، بدعت ہوگا۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ أتم وأحکم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلوی، وارد حال رنگون۔ الجواب صحیح: مرغوب احمد۔ (مرغوب الفتاویٰ: ۲۰۰/۲-۲۰۰۱)

دعائے ماثورہ میں واحد کی جگہ جمع کا صیغہ:

سوال: احادیث میں بعض دعاؤں میں واحد متکلم کا صیغہ ہے، اجتماعی دعاؤں میں جمع متکلم کا صیغہ استعمال کرنا درست ہے، یا نہیں؟ مثلاً: "**اھدنی**" کی جگہ "**اھدنا**"۔

---

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو؛ فتاویٰ رحیمیہ: ۳۲۶/۴-۳۳۴

(۲) **فكم من مباح يصير بالالتزام ... مكروها۔ (سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول: ٣٤-مجموعة رسائل للكهنوی: ص: ٤٩٠)**

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

درست ہے۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۲/۱۴۱۰ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۵/۷۲۴-۷۲۵)

دعاماثورہ میں اضافہ:

سوال: فرض نماز کے بعد"**اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذاالجلال والإكرام**" میں بعض امام"**ومنك السلام**" کے بعد"**وإليك يرجع السلام حينا ربنا بالسلام وأدخلنا دار السلام**"بڑھادیتے ہیں،کیا جائز ہے؟

الجوابـــــــــــــــــــــــــــ

فرض نماز کے بعد کی مسنون ادعیہ میں اپنی طرف سے ان الفاظ کے اضافہ کی عادت خلاف سنت ہے۔حضرت علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ "**ومنك السلام**"کے بعد مذکورہ الفاظ کی زیادتی کی گئی ہے،یہ حدیث سے ثابت نہیں، بے اصل ہے،واعظین کی ایجاد ہے۔

قال الشيخ الجزري في تصحيح المصابيح: وأما مايزاد بعد قوله:"ومنك السلام من نحو وإليك يرجع السلام فحينا ربنا بالسلام وأدخلنا دارك دارالسلام"فلا أصل له بل مختلق بعض القصاص. (مرقاة المفاتيح شرح المشكوة:۳۵۸/۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)(۱) **فقط والله أعلم بالصواب**

(فتاویٰ رحیمیہ:۱/۲۴۱-۲۴۲)

مذکورہ فتوے پر اشکال اوراس کا جواب:

سوال: آپ کے فتاویٰ رحیمیہ جلد اول:۲۱۴-۲۴۲ میں ہے:

جواب: فرض نماز کے بعد کی مسنون ادعیہ میں اپنی طرف سے ان الفاظ(**وإليك يرجع السلام حينا ربنا بالسلام وأدخلنا دار السلام**)کے اضافہ کی عادت خلاف سنت ہے،الخ۔

مگر نظام الفتاویٰ:۱۶۵، میں ہے:

''اس کو دعا میں بعد نماز کے شامل کر لینا ناجائز ونادرست، یا خلاف تعلیم نبوی علیہ السلام نہ ہوگا''۔

اب آپ کی کیا رائے ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) **مرقاة المصابيح،كتاب الصلاة،باب الذكر بعد الصلاة،الفصل الأول،في شرح رقم الحديث: ۹٦٠،انيس**

الجواب

فتاویٰ رحیمیہ احتیاط پر مبنی ہے، دعائے ماثورہ کے درمیان اضافہ یا ردوبدل پسندیدہ نہیں ہے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو دعا تعلیم فرمائی، جس میں ''بنبیک الذی أرسلت'' کے الفاظ تھے، صحابی نے بغرض تعظیم لفظ نبی کی جگہ لفظ رسول؛ یعنی ''برسولک الذی أرسلت'' پڑھا تو فوراً روک دیا گیا اور اپنے تعلیم فرمودہ کلمات کہنے کی ہدایت فرمائی۔ (سنن الترمذی:۲/۱۷۵، باب ماجاء فی الدعاء اذا آوی الی فراشہ)(۱)

مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

''دعا ماثورہ کے جتنے الفاظ حدیثوں میں ثابت اور مقبول ہوں، اس کو انہیں الفاظ پر رکھنا چاہیے، (الی قولہ) اسی طرح کسی دعاء ماثورہ میں اپنی طرف سے یہ اضافہ مکروہ ہے''۔

محمد کفایت اللہ عفا اللہ عنہ (کفایت المفتی:۳/۱۰-۱۱)

آپ کا دوسرا فتویٰ:

سوال: اذان کی دعا میں ''والفضیلة'' کے بعد ''الدرجة الرفیعة'' اور بعد ''وعدته'' کے ''وارزقنا شفاعته'' بڑھانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: ''الدرجة الرفیعة'' اور ''وارزقنا شفاعته یوم القیامة'' کا ثبوت نہیں ہے، پس غیر ثابت الفاظ کو نہ پڑھنا ہی بہتر ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص اس اعتقاد کے ساتھ کہ یہ الفاظ ثابت نہیں ہیں، پڑھے تو مضائقہ بھی نہیں۔ (کفایت المفتی:۳/۲۱)

یہ موقع انفرادی دعا کا ہے اور فرائض کے بعد کا موقعہ اجتماعی دعا کا موقعہ ہے اور عوام سے غیر ثابت کلمات کے بارے میں عدم اعتقاد کی توقع رکھنا مشکل ہے؛ بلکہ وہ تو اس کو مسنون ہی سمجھیں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۵/۱۴۳-۱۴۴)

نماز کے بعد عربی اور اردو میں دعائیں:

سوال: نماز سے فارغ ہوکر میں درود ابراہیمی، سورۂ فاتحہ اور ایک دعا ''رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا'' پڑھ کر باقی دعا اردو میں مانگتا ہوں، کیوں کہ مزید دعائیں (عربی) میں یاد نہیں ہیں، کیا میرا یہ عمل مسنون ہے؟

الجواب

کوئی حرج نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۵۰۱)

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدعوات، رقم الحدیث: ۳۵۷٤. ترمذی میں یہ باب بلا ترجمہ ہے، یہی حدیث مسلم میں بھی ہے: الصحیح المسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب ما یقول عند النوم وأخذ المضجع، ص ۱۰۸٦، رقم الحدیث: ۲۷۱۰، بیت الأفکار، انیس)

نماز باجماعت کے بعد اردو میں دعا مانگنا:

سوال: نماز باجماعت کے بعد اردو میں دعا مانگنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز باجماعت کے بعد دعا عربی میں مسنون ہے، دوسری زبان میں خلاف افضل ہے، لہٰذا اس کی عادت نہ کی جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۳۵۸/۶)

مسجد وغیرہ میں غیر عربی زبان میں دنیوی واخروی مقصد کے لیے دعا کرنے کا تفصیلی حکم:

سوال: ایک خط درباره دعا اندرون نماز ایک صاحب کے پاس ایک عالم کے یہاں سے آیا ہے، جو ہمرشتۂ عریضہ ہذا ارسال خدمت کرتا ہوں، چونکہ مجھ کو اس کے مضمون میں شک ہے، لہٰذا مکلّف خدمت عالی ہوں کہ سوالات ذیل کے جواب باصواب سے معزز فرمایا جاوے، فرض یا سنت نماز میں سجدہ، یا کسی دوسرے رکن میں عربی، یا کسی دوسری زبان میں کوئی دعا غیر منقول دنیا وآخرت کے لیے مانگنا جائز ہے، یا نہیں؟ دوران نماز میں مطلقاً کوئی دعا مفسد نماز ہے، یا نہیں؟ خاص کر سجدہ میں بعد تسبیح (اس خط کی نقل یہ ہے) سجدہ میں دعا کرنے کے متعلق صاف حدیثیں ہیں، ہاں یہ سچ ہے کہ تسبیح کے علاوہ یہ ہیں اور تسبیح مقدم ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب السجود میں ہے:

كان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یقول فی سجوده: "اللّٰهم اغفرلی ذنبی کله دقه وجله وأوله وآخره وعلانیته وسره". (رواه مسلم)(۱)

اور مسلم میں ہے:

عن أبی هريرة قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "أقرب مایکون العبد من ربه وهو ساجد فأكثروا الدعاء". (۲)

یہاں سجدوں میں خصوصیت سے کثرت دعا کا حکم دیا ہے، اس کے علاوہ اور بھی حدیث ہیں، مگر یہ دو کافی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی ہے کہ دعاء سجدہ میں علاوہ تسبیحات ماثورہ کے مانگتے تھے اور یہ حکم بھی ہے کہ دعا سجدہ میں بہت مانگا کرو، جب دعا کا حکم ہے تو جس زبان میں انسان چاہے مانگے، ایک شخص عربی نہیں جانتا تو وہ اپنی زبان میں ہی دعا مانگ کر اس حکم کو پورا کرسکتا ہے، مسلمانوں کی نمازیں اسی لیے بے اثر ہوگئی ہیں کہ نماز میں اور بالخصوص سجدوں میں کثرت دعا سے کام نہیں لیتے، آہ۔

---

(۱) مشکوٰة، کتاب الصلوٰة، باب السجود/الصحیح لمسلم، باب مایقال فی الرکوع والسجود (ح: ۴۸۳) انیس

(۲) الصحیح لمسلم، باب مایقال فی الرکوع والسجود (ح: ۴۸۲) انیس

الجواب ــــــــــــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

اولاً مقدمات ذیل معروض ہیں مع ان کے دلائل کے:

(۱) دعا کا اطلاق حمد پر بھی آیا ہے۔

عن جابر رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم:'' أفضل الذکر: لاإلٰه إلااللّٰہ، وأفضل الدعاء: الحمد للّٰہ''. (رواه الترمذی وابن ماجة)(مشکاة: ۱۹۲/۱)(۱)

(۲) اصل نماز فرض میں جماعت ہے واصل جماعت میں تخفیف ہے۔

عن أبی هریرة قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم:''إذا صلی أحدکم للناس فلیخفف فإن فیهم السقیم والضعیف والکبیر، وإذاصلی أحدکم لنفسه فلیطول ماشاء''. (متفق علیه)(مشکاة: ۹۳/۱)(۲)

(۳) تطویل صلوٰۃ وادعیہ طویلہ بقرینہ مقدمہ: ۲ نوافل کے ساتھ مخصوص ہے۔

ویؤیده ماروی عن محمد بن مسلمة قال: إن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم إذا قام یصلی تطوعًا، قال:''اللّٰہ أکبر''(إلٰی قوله)اللّٰھم أنت الملک، لا إلٰه إلا أنت، سبحانک وبحمدک''ثم یقرأ. (رواه النسائی)(مشکاة: ۷۰/۱)(۳)

(۴) اصل اور سنت مستمرہ رکوع اور سجود میں تسبیح ہے۔

عن حذیفة رضی اللّٰہ تعالٰی عنه أنه صلی مع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فکان یقول فی رکوعه:''سبحان ربی العظیم''وفی سجوده''سبحان ربی الأعلٰی''. (الحدیث رواه الترمذی وأبوداؤد والدارمی و النسائی وابن ماجة)(مشکاة: ۷۵/۱)(۴)

---

(۱) کتاب الدعوات، باب ثواب التسبیح والتمحید و التهلیل والتکبیر، رقم الحدیث: ۲۳۰۶/سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة، ص: ۵۳۰، رقم الحدیث: ۳۳۸۳، بیت الأفکار/سنن ابن ماجة، کتاب الأدب، باب فضل الحامدین، ص: ۴۰۶، رقم الحدیث: ۳۸۰۰، بیت الأفکار، انیس)

(۲) (کتاب الصلاة، باب ماعلی الإمام، الفصل الأول، رقم الحدیث: ۱۱۳۱/صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب: إذاصلی لنفسه فلیطول ما شاء، ص: ۱۴۹، رقم الحدیث: ۷۰۳، بیت الأفکار/(الصحیح لمسلم، کتاب الصلاة، باب: أمر الأئمة بتخفیف الصلاة فی تمام، رقم الحدیث: ۴۶۷، ص: ۱۹۵، بیت الأفکار، انیس)

(۳) کتاب الصلاة، باب ما یقرأ بعد التکبیر، الفصل الثالث، رقم الحدیث: ۸۲۱/سنن النسائی، نوع آخر من الذکر والدعاء بین التکبیر (ح: ۸۹۸) انیس

(۴) کتاب الصلاة، باب الرکوع، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۸۸۱/سنن لدارمی، باب مایقال فی الرکوع (ح: ۱۳۴۵)/سنن ابن ماجة، باب التسبیح فی الرکوع والسجود (ح: ۸۸۸)/سنن الترمذی، باب ماجاء فی التسبیح فی الرکوع (ح: ۲۶۲)/سنن أبی داؤد، باب مایقول الرجل فی رکوعه وسجوده (ح: ۸۷۱) انیس

(۵) اصل محل دعا کا نماز میں قعدہ کی حالت ہے بعد درود شریف کے۔

عن فضالة بن عبيد،قال:بينما رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قاعد إذدخل رجل فصلى، فقال:"اللّٰهم اغفرلي وارحمني"فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:"عجلت أيهاالمصلى!إذا صليت فقعدت،فاحمد اللّٰه بماهو أهله،وصل عليّ،ثم ادعه"،قال:ثم صلى رجل آخربعد ذلك ،فحمد اللّٰه وصلى على النبى صلى اللّٰه عليه وسلم،فقال له النبى صلى اللّٰه عليه وسلم:"أيها المصلى!ادع تجب". (رواه الترمذى وروى أبوداؤد والنسائى نحوه)(مشكاة: ۷۸/۱)(۱)

ان مقدمات میں تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فریضہ کے سجدہ میں دعاء کی عادت کرنا خلاف قواعد سنت ہے، کئی وجہ سے، اول وہ موجب ہے تطویل صلوٰۃ کو، جو فریضہ میں حالت جماعت میں ناپسند ہے اور ترک جماعت خود ناپسند ہے، خصوص جب کہ دعا کے اس ادب کو بھی ملحوظ رکھا جاوے، جس کا اہتمام وارد ہے کہ اس کے قبل درود شریف بھی ہو، یہ سب مل کر تو بہت ہی تطویل ہو جاوے گی، دوسرے تغیر ہے محل دعا کی کہ حالت قعود کی ہے، تیسرے عدول ہے، اصل وظیفہ سجود سے کہ اکتفا ہے تسبیح پر، جیسا ظاہر نصوص کا مقتضا ہے اور سنن مؤکدہ میں بہت احکام میں مشابہ فرض کے ہیں تو اس میں بھی احتیاطاً اس کے ساتھ ملحق کہی جاویں گی، پس جن احادیث میں دعاء فی السجود وارد ہے، یا تو محمول ہے فعل احیاناً پر اور یا نوافل پر اور بعض محمول ہو سکتی ہیں مطلق حمد وثنا وتسبیح پر؛ تاکہ نصوص وروایات اور ان کے مقتضیات وقواعد میں تعارض نہ ہو تو یہ گفتگو تھی مطلق دعا میں، اب خصوصیت سے باقی رہی بحث دعا بغیر العربیۃ فی الصلوٰۃ کی، سو فقہا نے اس سے مع نقل اثر کے تعرض کیا ہے، چناں چہ درمختار میں ہے:

"**ودعا بالعربية وحرم بغيرها**"،نهر.(الدرالمختار)

ردالمحتار میں ہے:

قال فى غررالأفكارشرح دررالبحارفى هذه المحل:وكره الدعاء بالعجمية؛لأن عمرنهى عن رطانة الأعاجم،آه (إلىٰ قوله) ولايبعد أن يكون الدعاء بالفارسية مكروهًا تحريمًا فى الصلاة وتنزيهًاخارجها. (۵٤۳/۱)(۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نماز کے اندر غیر زبان عربی میں دعا کرنا، یا حرام ہے، یا مکروہ تحریمی اور حضرت عمر رضی

---

(۱) كتاب الصلاة ، باب الصلاة على النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وفضلها،الفصل الثانى،رقم الحديث: ۹۳۱/ جامع الترمذى،كتاب الدعوات،باب ماجاء فى جامع الدعوات عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم، باب بلاترجمه.رقم الحديث: ۳٤۷۵،ص:٥٤۸،بيت الأفكار/سنن النسائى،باب التحميد والصلاة على النبى صلى اللّٰه عليه وسلم (ح:۱۲۸٤)/سنن أبى داؤد،باب الدعاء (ح:۱٤۸۱)انيس

(۲) ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،مطلب:فى الدعاء لغيرالعربية،انيس

اللہ عنہ کا اثر اسی پر محمول ہے اور نیز یہ وجہ بھی ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عجمی کو اس کی اجازت نہیں دی اور رہا یہ کہ بے سمجھے دعا میں حضور نہ ہوگا، سوایسی مختصر دعاؤں کا جو کہ نماز میں اپنے محل پر پڑھی جاتی ہیں، کسی سے پوچھ کر ترجمہ، یا اس کا حاصل معلوم کر لینا اور اس کا استحضار کرنا، دشوار ہے، ورنہ اسی عذر سے شدہ شدہ بجائے قرآن مجید کے اس کا ترجمہ نماز میں پڑھنے کی رائے دی جانے لگے گی۔

۲۹/ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ (تتمہ رابعہ: ۲۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۱۲/۱-۴۱۵)

کیا حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے:

سوال: کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کیا کرتے تھے؟ اگر کیا کرتے تھے تو کوئی حدیث، بحوالہ بیان کریں؟

الجواب

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی صراحت تو منقول نہیں، البتہ فرض نماز کے بعد دعا کرنے کی ترغیب آئی ہے اور ہاتھ اٹھا کر مانگنا دعا کے آداب میں سے فرمایا ہے؛ اس لیے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ارشاداتِ نبوی کے عین مطابق ہے، مگر بلند آواز سے دعا نہ کی جائے، جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل پیدا ہو۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۰۱/۳)

دعا میں ہاتھ زیادہ اٹھانا:

سوال: کیا دعا کے وقت منھ آسمان کی طرف کر کے اور کندھوں سے اوپر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً

صلوۃ استسقا کے بعد اسی طرح دعا کی جاتی ہے، اس کو ابتہال کہتے ہیں، دوسرے اوقات میں یہ طریقہ مسنون نہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳۶۸/۲/۱۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۱/صفر/۶۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵-۷۱)

(۱) عن أنس بن مالک رضی اللّٰه عنه قال: کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لایرفع یدیه فی شیء من دعاءه إلا فی الاستسقاء وإنه یرفع حتٰی یری بیاض إبطیه. (صحیح البخاری، أبواب الاستسقاء، باب: رفع الإمام یده فی الاستسقاء: ۱/۱۴۰، قدیمی) (رقم الحدیث: ۱۰۳۱، انیس)

"ظاهره نفی الرفع فی کل دعاء غیر الاستسقاء، وهو معارض بالأحادیث الثابتة بالرفع فی غیر الاستسقاء، وقد تقدم أنها کثیرة ... ==

دعا میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں:

سوال: دعا مانگتے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھانے چاہییں؟ بعض کندھوں تک بتاتے ہیں اور بعض سینے تک، صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

دونوں طرح درست ہے۔

قال شارح التنوير رحمه اللّٰه تعالىٰ: (فيبسط يديه) حذاء صدره (نحو السماء)؛ لأنها قبلة الدّعاء.

وقال ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالىٰ: كذا روى عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهما من فعل النبى صلّى اللّٰه عليه وسلّم، قنية عن تفسير السمان. (رد المحتار: ۴۷۴/۱)(۱)

وفى المراقى: رافعى أيديهم حذاء الصدر، وبطونها مما يلى الوجه.

قال الطحطاوى رحمه اللّٰه تعالىٰ: الذى فى الحصن الحصين وشرحه أن يرفعهما حذاء منكبيه باسطاً كفيه نحو السماء لأنها قبلة الدعاء، آه.

قال بعض الأفاضل: ولا منافاة بينهما؛ لأن المراد أن لايجعل بطونهما جهة الأرض والتفاوت فى مقدار الرفع قليل كما يشير إليه ما فى أبى داؤد عن ابن عباس رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما، قال: المسئلة أن ترفع يديك حذو منكبيك، أو دونهما. (الطحطاوى على المراقى: ۱۷۳)(۲) فقط واللّٰه تعالىٰ أعلم

۱۱/ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۵۷/۳-۵۸)

== وذهب آخرون الى تأويل حديث أنس المذكور لأجل الجمع بأن يحمل النفى على صفة مخصوصة، إما الرفع البليغ فيدل عليه قوله: "حتىٰ يرى بياض إبطيه" ويؤيد ه أن غالب الأحاديث التى وردت فى رفع اليدين فى الدعاء إنما المرادبه مد اليدين، وبسطهما عند الدعاء، وكأنه عند الاستسقاء مع ذلك زاد رفعهما إلىٰ جهة وجهه حتى حاذتاه وبه حينئذ يرى بياض إبطيه. (فتح البارى، أبواب الاستسقاء، باب رفع الإمام يده فى الاستسقاء: ۶۵۸/۲، قديمى) (شرح رقم الحديث: ۱۰۳۱، انيس)

عن ابن عباس رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما أن رسول اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قال: "هذاالاخلاص يشيربإصبعه التى تلى الإبهام وهٰذاالدعاء فرفع يديه حذومنكبيه، وهذا ابتهال، فرفع يديه مدًا. (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب فى بعض الآداب الدعاء: ۱۷۱/۳، إدارة القرآن كراچى)

عن أبى سعيد يقول: وقف رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بعرفة فجعل يدعو هكذا وجعل ظهر كفيه مما يلى وجهه ورفعهما فوق ثندوته وأسفل من منكبيه. (مسند الإمام أحمد، مسند ابى سعيد الخدرى (ح: ۱۱۸۰۶) انيس

(۱) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصلٌ إذا أراد الشروع، مطلب: فى إطالة الركوع للجائى، انيس

(۲) فصل فى صفة الأذكار، انيس

دعا میں انگلیاں قبلہ رخ رکھنا مستحب ہے:

سوال: کیا دعا میں انگلیاں قبلہ رخ رکھنا سنت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

مستحب ہے۔ **کما نقل الطحطاوی رحمه اللّٰه تعالیٰ عن شرح الحصن الحصین.** (الطحطاوی علی المراقی ص:۱۷۳)(۱)**فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم**

۱۱/ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۵۸/۳)

وقت دعا دونوں ہاتھوں میں فصل:

سوال: دعا نماز کے بعد اور علاوہ نماز کے دونوں ہاتھوں کو ملا کر مانگنا چاہیے، یا دونوں ہاتھوں کے درمیان کچھ فاصلہ ہونا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــ حامداً ومصلیاً

کچھ فاصلہ رکھنا افضل ہے۔

"والأفضل فی الدعاء أن یبسط کفیه ویکون بینهما فرجة وإن قلت"، آه. (الهندية: ۳۱۸/۵)(۲)
فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۳/۷/۱۳۶۱ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۴/شعبان ۱۳۶۱ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارن پور ۴/شعبان ۱۳۶۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵-۷)

دعا میں ہاتھوں کے درمیان کچھ فاصلہ مستحب ہے:

سوال: دعا میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں اور دونوں ہاتھ آپس میں ملا کر رکھے جائیں، یا کچھ فاصلے سے، ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ امداد الفتاویٰ میں ملا کر رکھنا لکھنا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) **فصل فی صفة الأذکار، انیس**

(۲) **الفتاویٰ الهندية، کتاب الکراهية، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح وقراءة القرآن والذکر والدعاء، إلخ: ۳۱۸/۵، رشیدية)**

"(والرفع بحذاء أذنیه) کالتحریمة ... (فیسبط یدیه) حذاء صدره (نحو السماء)؛ لأنها قبلة الدعاء، ویکون بینهما فرجة". (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۰۷/۱، سعید)

الجواب ـــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

دعا میں ہاتھ سینے تک اٹھائے جائیں اور دونوں ہاتھوں کے درمیان قدرے فاصلہ رکھنا افضل ہے۔

فی الباب الرابع من كراهية الهندية: والأفضل فی الدعاء أن يبسط كفيه ويكون بينهما فرجة وإن قلت ولايضع إحدى يديه على الأخرى فإن كان فی وقت عذرأوبرد شديد فأشارالمسبحة قام مقام بسط كفيه والمستحب أن يرفع يديه عند الدّعاء بحذاء صدره، كذا فی القنية. (الفتاویٰ الهندية: ۳۱۸/۱، المطبعة الكبرىٰ الأميرية بمصر)(۱)

امداد الفتاویٰ میں ضم الكفين فقہ حنبلی کی کتاب شرح المقنع سے نقل کیا ہے:

ونصه: وتكون يداه مضمومتين لما روى الطبرانی فی الكبيرعن ابن عباس رضی الله تعالىٰ عنهما كان النبیّ صلّی الله عليه وسلّم إذادعا : ضم كفيه وجعل بطونهما يلی وجهه ، وضعفه فی المواهب. (۲)

اس روایت کی بنا پر اگر کوئی ضم الكفين کی افضلیت کا قول کرے تو اس کی گنجائش ہے اور یوں تطبیق بھی دی جاسکتی ہے کہ ضم سے مراد تقریب ہے، جو فرجہ قلیلہ کے منافی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۵۱/۳-۵۲)

سوال مثل بالا:

سوال: کیا دعا کے وقت دونوں ہاتھوں کو باہم ملایا جائے، یا کشادہ رکھا جائے؟ اس سے متعلق مولانا محمد اجمل صاحب رسالہ آداب الدعاء میں فرماتے ہیں:

”علامہ طحطاوی النہر الفائق کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

وفی النهر: من فعل كيفيته المستحبّة أن يكون بين الكفين فرجة وإن قلت. (۳)

---

(۱) كتاب الكراهة، الباب الرابع فی الصلاة والتسبيح وقراء ة القرآن، إلخ، انيس

(۲) المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، النوع السابع من عبادته: ۵۲۱/۳، المكتبة التوفيقية القاهرة. انيس

عن ابن عباس قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دعا جعل باطن كفه إلی وجهه. (المعجم الكبير للطبرانی، سعيد بن جبير عن ابن عباس (ح: ۱۲۲۳٤) انيس)

عن ابن عباس أن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال: الإخلاص هكذا ورفع إصبعا واحدة من اليد اليمنیٰ والإبتهال هكذا ومد يديه وجعل بطن الكف مما يلی الأرض والدعاء هكذا وجعل يديه بطونهما مما يلی السماء. (الدعاء للطبرانی، باب رفع اليدين على المنبر فی الاستسقاء (ح: ۲۱۷۸) انيس)

(۳) المستحب أنه يرفع يديه عند الدعاء نحو إبطيه باسطاً كفيه ويكون بينهما فرجة وإن قلت. (النهر الفائق، فرع: ۲۱۹/۱، دارالكتب العلمية بيروت. انيس)

اوراس کے آگے علامہ موصوف حصن حصین کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ!

دعاکے آداب سے ایک یہ بھی ہے کہ دونوں ہاتھوں کو باہم ملایا جائے اور انگلیوں کا رخ بجانب قبلہ ہونا چاہیے۔

وفی شرح الحصن والظاهر أن من الأدب أيضًا ضمّ اليدين وتوجيه أصابعهما نحو القبلة.

اورآگے فرماتے ہیں کہ باہم ملانا افضل اور بہتر ہے اوراگرمعمولی کشادگی رکھی جائے تو بھی جائز ہے اورامام شعرانی لواقح الانوار،ص:۲۹۷ پرفرماتے ہیں:

’’آسمان کی طرف دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے میں حکمت یہ ہے کہ دربارخداوندی سے معنوی عطیات حاصل کرنے کے لیے ہاتھ ایک ذریعہ ہے، پس دونوں کو باہم اس قدرضم کیا جائے،جس طرح پانی پینے والا اپنے دونوں ہاتھوں کو باہم ملاتا ہے‘‘۔(رسالہ آداب الدعاء،ص:۴۰)

اس کے بعدناکارہ نے بعض کتب حدیث دیکھیں،مرقاۃ میں ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب الدعوات کی فصل ثالث میں حدیث:’’**عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما أنه يقول ان رفعكم أيديكم**‘‘إلخ کے ذیل میں یہ حدیث نقل فرماتے ہیں:

وقد ورد أنه صلّى اللّٰه عليه وسلّم فى الدعاء يوم عرفة جمع بين كفيه وجعلهما مقابل صدره كاستطعام المسكين. (مرقاۃ المصابیح:۴۷/۵)(۱)

لیکن اس کی کوئی سند نہیں لکھی،احقرنے مجمع الزوائد دیکھی تواس میں حدیث مذکورنقل کرنے کے بعد حافظ نورالدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحریرفرماتے ہیں:

رواه الطبرانى فى الأوسط وفيه الحسين بن عبد اللّٰه بن عبيد اللّٰه وهو ضعيف. (۲)

اورملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مرقاۃ،ج:۵،ص:۴۲ پرفرماتے ہیں:

إنّ الضعيف حجّة فى الفضائل إتفاقاً،آه. (۳)

نیزحسب ذیل احادیث سے بھی ضم یدین عندالدعاء کی تائید ہوتی ہے:

عن أنس بن مالك رضى اللّٰه تعالىٰ عنه قال:رفع رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يديه بعرفة يدعو فقال أصحاب النبىّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم هٰذا الابتهال ثم خاضت الناقة ففتح إحدى يديه فأخذها وهو رافع الأخرى،رواه البزار والطبرانى فى الأوسط بنحوه إلاّ أنه:قال فرفع يديه فسقط

(۱) مرقاه المصابيح،كتاب الدعوات:۱۵۳۷/٤،دار الفكر بيروت.انيس

(۲) مجمع الزوائد،باب ماجاء فى الإشارة فى الدعاء ورفع اليدين:۱٦۸/۱۰،مكتبة القدسى القاهرة.انيس

(۳) مرقاه المصابيح،كتاب الدعوات:۱۵۳۲/٤،دار الفكر بيروت.انيس

زمام الناقة فتناوله ورفع يديه وزاد هٰذا الابتهال والتضرّع ورجال البزار رجال الصحيح غير أحمد بن يحيٰى الصّوفى وهو ثقة ولكن الأعمش لم يسمع من أنس رضى اللّٰه تعالٰى عنه. (مجمع الزوائد: ۱۶۹/۱۰)(۱)

"وعن سلمان رضى اللّٰه تعالٰى عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: ما رفع قوم أكفهم إلى اللّٰه عزوجلّ يسئلونه شيئًا إلا كان حقًّا على اللّٰه أن يضع فى أيديهم الذى سألوا".

قلت: له حديث فى السنن غير هٰذا رواه الطبرانى ورجاله رجال الصحيح. (حوالۂ بالا)(۲)

اور وہ تمام احادیث بھی ضم یدین کی مؤید ہیں جن میں مسح یدین علی الوجہ بعد الدعاء اور نزول برکات سماویہ وانوار الٰہیہ کا ذکر ہے۔

نیز عقلاً بھی احقر کو ضم یدین میں تواضع وانکساری محسوس ہوتی ہے، اس کے برخلاف فرجہ بین الیدین میں تکلف معلوم ہوتا ہے، نیز فرجہ بین الیدین کی تائید میں احقر کو ابھی تک کوئی حدیث نہیں ملی۔

امید ہے کہ حضرت والا اپنے محاکمہ اور تحقیق انیق سے احقر کو مطلع فرمائیں گے؟ بڑا کرم واحسان ہوگا۔ (جزاكم اللّٰه أحسن الجزاء)

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

رسالہ آداب الدعاء میں یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت مذکورہ حاشیہ در میں ہے، یا کہ مراقی الفلاح کے حاشیہ میں؛ اس لیے دونوں کتابوں کی طرف رجوع کرنا پڑا، طحطاوی علی الدر المختار میں تو کوئی ایسی عبارت دستیاب نہیں ہوئی، البتہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں موجود ہے؛ مگر اس کے کسی جز سے بھی بوقت دعا ضم الیدین کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی؛ بلکہ اس کے برعکس فرجہ بین الیدین کے استحباب کو ترجیح ثابت ہوتی ہے۔ پوری عبارت ملاحظہ ہو:

وفى النهر: من فعل كيفيته المستحبّة أن يكون بين الكفين فرجة وإن قلت: وأن لايضع إحدى يديه على الأرض، فإن كان لايقدر على رفع يديه لعذر، أو برد فأشار بالمسبحة أجزأ، اه.

لٰكن فى شرح الحصن الحصين، والظاهر أن من الأدب أيضًا ضمّ اليدين وتوجيه أصابعهما نحو القبلة. وفى شرح المشكوٰة، ورد أنه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يوم عرفة جمع بين كفيه فى الدعاء

---

(۱) مجمع الزوائد، باب ماجاء فى الإشارة فى الدعاء ورفع اليدين: ۱۶۹/۱۰، مكتبة القدسى القاهرة، مسند بزار، حدیث رجل من مزینۃ (ح: ۷۵۵۸) میں "ثم حاصت الناقة" ہے، انیس

(۲) كذا فى المعجم الكبير، سعيد الجريرى عن أبى عثمان عن سلمان (ح: ۶۱۴۲)/ الملخصيات من الثانى عشر (ح: ۲۸۱۵) انیس

وإن أريد بالضمّ في الكلام القرب التام لاينافي وجود الفرجة القليلة،وأما قوله:جمع بين كفيه لاينافيه أيضًا لأن المعنى جمع بينهما في الرفع ولايفرد أحدهما به. (الطحطاوی علی المراقی:۱۷۳)(۱)

رسالہ آداب الدعاء کی عبارت میں دوسرا تسامح یہ ہوا ہے کہ ضم الیدین کے استحباب کو حصن حصین کی طرف منسوب کیا ہے،حالاں کہ یہ عبارت حصن حصین کی نہیں؛ بلکہ شرح الحصن کی ہے،ممکن ہے کہ یہ ناسخ کا سہو، یا کاتب کی غلطی ہو۔

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح الحصن کی عبارت کو نہر کے جزئیہ سے تطبیق دینے کی جو صورت بیان فرمائی ہے، بندہ نے بعینہٖ یہی وجہ تطبیق مورخہ ۲۴/ جمادی الاولیٰ ۹۶ھ کے محررہ فتویٰ میں قنیہ کے جزئیہ اور شرح المقنع کی عبارت میں تحریر کی تھی، **فللّٰہ الحمد علیٰ توفیقه لموافقة الأکابر.**

لواقح الانوار تلاش کی گئی، لطائف المنن کے حاشیہ پر دستیاب ہوئی، مستقل نہیں ملی ؛اس لیے حوالہ میں لکھا ہوا صفحہ نمبر کارآمد نہ ہوا، سرسری تلاش سے عبارت مذکورہ دستیاب نہ ہوئی، اگر اعتماداً اس عبارت کا وجود لواقح الانوار میں تسلیم کرلیا جائے تو مؤلف کی طرف سے طحطاوی کے جزئیہ کی طرح اس میں بھی عبارت کے فہم میں یا نقل میں تسامح کا احتمال ہے، علاوہ ازیں امام شعرانی شافعی ہیں؛اس لیے ان کا قول احناف کے لیے حجت نہیں، ممکن ہے کہ عند الشوافع ضم الیدین افضل ہو، جیسا کہ شرح المقنع سے عند الحنابلہ بھی ضم الیدین کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، احناف کی مندرجہ ذیل کتب میں استحباب فرجہ کی تصریح موجود ہے۔

(۱) درمختار فرجہ کی تصریح موجود ہے۔

(۲) قنیہ کا جزئیہ شامیہ فصل تالیف الصلوٰۃ اور عالمگیریہ کتاب الکراہۃ میں مذکور ہے۔

(۳) شامیہ میں علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی پر اعتماد فرمایا ہے۔

(۴) عالمگیریہ میں اسی پر اعتماد کیا گیا ہے۔

(۵) النہر الفائق کی عبارت اوپر طحطاوی کے حوالہ سے گذر چکی ہے۔

(۶) علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہر کے جزئیہ کے خلاف شرح المشکوٰۃ کی روایت اور شرح الحصن کی عبارت ذکر فرمانے کے باوجود نہر کے جزئیہ کو ترجیح دی ہے۔

(۷) حضرت مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ حصن حصین کے حاشیہ میں حصن حصین کی شرح الحرز الثمین لعلی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیقات اس قدر کثرت سے لائے ہیں کہ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ الحرز الثمین کو بالاستیعاب نقل فرمایا ہے، مع ہٰذا اس موقع پر الحرز الثمین کی عبارت کی بجائے قنیہ کا جزئیہ ذکر فرمایا ہے، جس میں فرجہ کا استحباب مذکور ہے۔

---

(۱) فصل فی صفة الأذكار،انیس

یہاں کتب فقہ کا استقرا نہیں کیا گیا، ممکن ہے اور بھی کئی کتب میں یہ حکم موجود ہو۔

طحطاوی نے شرح المشکوٰۃ سے جو روایت نقل کی ہے یہ بعینہٖ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ لعلی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ میں مذکور ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت میں شرح المشکوٰۃ سے مرقاۃ اور شرح الحصن الحصین سے الحرز الثمین مراد ہے، الحرز الثمین دستیاب نہ ہوسکی، اگر واقعۃً اس میں ضم الیدین مذکور ہے تو اس سے ثابت ہوگا کہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے صرف ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت میں ضم الیدین کا ذکر ہے، علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی تاویل "**القرب التام**" کرکے اختلاف عبارت کو رفع فرمادیا ہے، بالفرض شرح الحصن کی عبارت کو اس کے ظاہر ہی پر رکھا جائے تو اس سے احناف میں سے صرف ایک فرد کا تفرد ثابت ہوگا، بہر حال شرح الحصن کی عبارت، یا مؤوّل عن الظاہر ہے، یا اس میں تفرد ہے؛ اسی لیے حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ نے حصن حصین کے حاشیہ میں اس کی بجائے قنیہ کا جزئیہ ذکر فرمایا۔

رجوع الی الحدیث:

رجوع الی الحدیث مقلد کا وظیفہ نہیں، مع ہٰذا برائے تسکین خاطر خام بقدر ضرورت تحریر ہے:

(۱) شرح المشکوٰۃ کی روایت:

اس کا جواب علامہ طحطاوی رحمہ اللہ سے اوپر نقل کیا جاچکا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ جواب محض تأویل ہی نہیں؛ بلکہ متبادر مطلب یہی ہے؛ اس لیے کہ سوال کے لیے ایک ہاتھ پھیلانے اور ایک ہاتھ سے اخذ عطاء معمول ہے، اس کے پیش نظر دعا میں بھی اس کا مظنہ تھا، اس کو رفع کرنے کی غرض سے "جمع بین کفیہ" کے الفاظ لائے گئے، چنانچہ انہی الفاظ کی بنا پر حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے کراہت افرادید کا فتویٰ دیا ہے۔ **کما قدمناہ عن العلامۃ الطحطاوی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ عن النہر.**

مرقاۃ کے الفاظ "**کاستطعام المسکین**" (۱) کی شرح عنقریب آرہی ہے۔

(۲) روایۃ البزار والطبرانی عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ تعالیٰ.

آپ نے اس روایت میں "**ففتح إحدی یدیہ**" سے استدلال کیا ہے، حالاں کہ یہ الفاظ شرح المشکوٰۃ کی روایت میں تاویل مذکور کی تائید کررہے ہیں، الفاظ مذکورہ کے معنی یہ ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کی مہار تھامنے کے لیے ایک ہاتھ بڑھایا اور دوسرا ہاتھ دعا کے لیے بدستور اٹھا رہا، اس سے ثابت ہوا کہ دعا میں اصل یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اٹھائے جائیں، اکتفاء علی الواحد بحالت عذر ہے، لہٰذا "جمع بین کفیہ" میں جمع فی الرفع مراد ہونا ظاہر ہے۔

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات: ۱۵۳۷/٤، دار الفکر، انیس

(۳) فی روایۃ الطبرانی عن أنس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کان حقًا علی اللّٰہ أن یضع فی أیدیھم ماسألوا، ودیگر احادیث متعلقہ مسح الیدین علی الوجہ بعد الدعاء ونزولِ برکات السماویہ والانوار الالٰہیہ۔

ان احادیث میں ضم الیدین کا کوئی اشارہ نہیں ملتا، وضع فی الید کنایہ ہے اعطاء سے، اسی طرح رفع الیدین کا استطعام الطعام اور مسح علی الوجہ سے صرف تمثیل مقصود ہے، امور ذیل پر غور کرنے سے اس حقیقت کے سمجھنے میں مزید سہولت ہوگی۔

(۱) دعا بلا رفع الیدین کی صورت میں بھی یقیناً برکات وانوار عطا ہوتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ صرف ہاتھوں ہی میں دیتے ہیں تو اس حالت میں ظرف ہی موجود نہیں۔

(۲) ہاتھوں کا ظرف ان کی عطا کی بہ نسبت بہت چھوٹا ہے، بالخصوص جس کے ہاتھ بھی چھوٹے ہوں، وہ تو بہت ہی خسارہ میں رہے گا۔

(۳) بوقت دعا ہاتھوں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رہنا چاہیے، اس حالت میں ہتھیلیاں تقریباً سیدھی رہیں گی؛ اس لیے ظرف میں امساک طعام کی صلاحیت بہت کم ہو جائیگی، بالخصوص جب کہ مظروف سیال ہو، کما زعم الشعرانی رحمہ اللّٰہ تعالٰی، گویا ظرف کا صرف تلا موجود ہے، دیواریں نہیں۔

(۴) دعا شروع کرنے کے بعد ہاتھوں کا ظرف تو فوراً ہی پر ہو جائے گا؛ اس لیے فوراً ہی منہ پر مل لینا چاہیے، ورنہ ہاتھ بھر جانے کے بعد مظروف گرنے لگے گا؛ بلکہ مظروف سیال ہے تو تھوڑی دیر کے بعد وہ ویسے ہی ہاتھوں سے بہہ جائے گا۔

اپنا ایک قصہ یاد آ گیا، ایک بار مجھے نماز جنازہ پڑھانے کو کہا گیا، میں نے دیکھا کہ میت کی چارپائی پر سے چادر زمین تک لٹکا کر چارپائی کے نیچے کا خلا بند کر دیا گیا ہے، میں نے وجہ دریافت کی تو اس کی حکمت یہ بتائی گئی کہ دعا چارپائی کے نیچے سے نہ نکل جائے۔

ان امور پر توجہ کرنے سے یہ امر خوب واضح ہو گیا کہ رب کریم کی عطاء صرف ہاتھوں کے ساتھ خاص نہیں اور نہ ہی ان کے ید سحّاء اللّیل والنّھار اور ''یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء'' کی شان کے یہ لائق ہے کہ وہ صرف سائل کے ہاتھوں کے ظرف کے برابر ہی عطا کریں، لہٰذا رفع الیدین سے مقصد صرف تشبہ بالسائل ہے، نہ کہ عطا کی حفاظت۔

بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ہاتھوں سے عطائی کی حفاظت مقصود ہے تو عطاء کثیر کے؛ یعنی اوراٹھانے کی حالت میں دونوں ہاتھوں کے درمیان لازماً فرجہ رکھنا پڑتا ہے؛ اس لیے کہ عطاء کثیر اگر سیال یا جامد فتیت ہے تو وہ کسی بڑے برتن میں ڈال کر دی جائے گی اور اگر جامد غیر فتیت ہے، مثلاً: بکر، مسلم وغیرہ تو اس کا حجم کافی بڑا ہوگا، دونوں صورتوں

میں ہاتھوں کو کشادہ رکھنا پڑے گا، ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ رخ ہونے پر جو اشکال تھا، اس صورت میں وہ بھی ختم ہو جاتا ہے؛ اس لیے کہ بڑے حجم کی چیز کو اٹھاتے وقت ہاتھوں کو چلو نہیں بنایا جاتا؛ بلکہ ہاتھ تختی کی طرح سیدھے رہتے ہیں، یہ سب کچھ آپ کے زعم کے مطابق لکھ دیا ہے، ورنہ حقیقت وہی ہے کہ ہاتھوں سے عطا کی حفاظت مقصود ہی نہیں۔

فرجہ بین الیدین سے متعلق ممکن ہے کہ حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی نظر میں کوئی صریح حدیث ہو، ورنہ کم از کم کسی حدیث سے استنباط تو ضرور کیا ہوگا، ان حضرات کے فیصلے ہوائی تیر نہیں ہوتے۔

حاصل یہ کہ بوقت دعا فرجہ بین الیدین مستحب ہے اور ضم الیدین کی بھی اجازت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غرۂ ربیع الآخر ۱۳۹۸ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۵۲-۵۷)

دعا میں ہاتھوں کا رخ آسمان کی طرف رکھنا مستحب ہے:

سوال: دعا مانگتے وقت ہاتھوں کی ہتھیلیاں چہرے کی طرف رکھی جائیں، یا اوپر آسمان کی طرف صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

دعا میں ہاتھوں کا رخ آسمان کی طرف رکھنا مستحب ہے۔

قال العلاء رحمه اللّٰه تعالیٰ: (فيبسط يديه) حذاء صدره (نحو السماء)؛ لأنها قبلة الدّعاء ويكون بينهما فرجة. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ٤٧٤) (۱) **فقط والله تعالیٰ أعلم**

۱۷/ جمادی الآخرہ ۱۳۹۹ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۵۷)

دعا کے لیے لائٹ بند کرنا:

سوال: مسجد میں رات کو تاریکی کر کے اجتماعی دعا کرنا کیسا ہے؟ یہ عمل شیعوں کے شام غریباں کے مماثل تو نہیں؟

ھو المصوب ــــــــــــ

مذکور عمل کی کوئی اصل شرعی نہیں، یہ عمل مہمل ہے اور اس کو لازم سمجھنا غلط ہے۔

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳/ ۳۴۷)

اعمال کے وسیلہ سے دعا:

سوال: میرے بھائی ایک مشکل میں گرفتار تھے، میں نے خدا سے دعا کی: ”اے اللہ! اگر میں نے یا میرے

(۱) کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، انیس

بھائی نے زندگی میں کوئی ایسا کام کیا ہو، جو تیری نظر میں پسندیدہ عمل ہو تو اس کے وسیلہ سے میرے بھائی کو اس مشکل سے نکال دے''۔ کیا میرے یہ دعائیہ الفاظ درست ہیں؟ (ثمینہ نسرین، گلبرگہ)

الجواب ــــــــــــــــــــ

دعا میں اعمال صالحہ کا وسیلہ لینا بالاتفاق درست ہے، (۱) یہاں تک کہ جو علما وسیلہ کی بعض صورتوں کے قائل نہیں ہیں، وہ بھی اس کو درست قرار دیتے ہیں؛ اس لیے آپ کے کلمات دعا درست ہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۹۴/۳)

ہدایت اور اللہ کی رضا کی دعا:

سوال: میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے ہدایت سے نواز دے، میرا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے سو فیصد راضی ہو جائیں، اور میرے ذمے جو فرائض اور حقوق ہیں، ان کی ادائیگی کر سکوں، کیا یہ دعا مانگنا صحیح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

بس یہ دعا کافی ہے کہ یا اللہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرامؓ اور بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور مجھ سے جو کوتاہیاں اور لغزشیں ہوں، انہیں محض اپنے فضل اور احسان سے معاف فرما، اپنے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۱۷/۳)

درازیٔ عمر کی دعا:

سوال: کسی بزرگ نے مجھے دعا دی کہ ''اللہ پاک تیری عمر دراز کرے'' تو کیا اللہ پاک میری عمر کو بڑھا دیگا، کیوں کہ سنا ہے کہ اللہ نے ہر انسان کی عمر لکھ دی ہے، اس کے اندر کمی بیشی نہیں کر سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

حقیقۃً اگر چہ عمر میں درازی نہ ہو؛ لیکن عمر میں دین کا کام زیادہ لینا یہ بھی برکت ہے، جو کہ ایک قسم کی درزیٔ عمر ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۱۷/۵)

---

(۱) احادیث میں وسیلہ کے ذریعہ دعا کرنے اور بارگاہ ایزدی میں اس دعا کے قبول ہونے کی صراحت موجود ہے، دیکھئے: صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۹۷۴، عن ابن عمر، باب إجابة دعاء من برّ والديه. محشی

(۲) وذلک فیما رواه ابن سعد بإسنا د صحيح عنه عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه: قال "أللّٰهم أكثر ماله وولده، وأطل عمره، واغفر ذنبه". (فتح الباری، كتاب الصوم، باب من زار قومًا فلم يفطر عندهم: ٢٨٦/٤، قديمی) (ح: ١٩٨٢، انيس)

عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه قال: قالت أم سليم وهی أم أنس خُوَيْدِمُكَ ألا تدعو له؟ فقال: أللّٰهم أكثر ماله وولده، وأطل حياته، واغفر له". (فتح الباری، كتاب الدعوات، باب دعوة النبی صلی الله عليه وسلم لخادمه بطول العمر و بكثرة ماله: ١٤٥/١١، قديمی) (ح: ٦٢٤٤، انيس)

==

تریسٹھ سال عمر ہونے کی دعا کرنا:

سوال: اگر کوئی شخص اتباع سنت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریفہ کی دعا کرے کہ مجھے بھی ۶۳ر سال کی عمر ملے تو درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر کسی شخص میں اتباع سنت کا داعیہ قوی ہے کہ اخلاق، اعمال، اقوال، وضع قطع، معاشرت، رہائش، عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، صدقہ، جہاد وغیرہ غرض جملہ امور میں اتباع کامل کرتا ہے اور کوئی چیز خلاف سنت اختیار نہیں کرتا اور جذبۂ اتباع کے ماتحت یہ دعا بھی کرتا ہے تو شرعاً مذموم نہیں؛ بلکہ ان شاء اللہ وہ اجر کا مستحق ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ، ۳/۱/۱۳۸۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۷-۱۸)

== "(قوله أطال اللّٰه بقائه): أي وجوده، والمراد الدعاء بالبركة في عمره لأن الأجل محتوم، وذكر عن الشرعة و شرحها مايفيد كراهة الدعاء بذلك، أقول: يرد عليه أنه عليه الصلاة والسلام دعا لخادمه أنس رضى اللّٰه تعالىٰ عنه بدعوات منها: " وأطال عمره" ومذهب أهل السنة أن الدعاء ينفع وإن كان كل شيء بقدر". (رد المحتار، مقدمة المؤلف: ۳۲/۱، سعيد)

(والحديث رواه ابن أبي شيبة في مصنفه، عامر بن عبد قيس (ح: ۳۵۱۱۱)/ابن ماجة في سننه، باب في المكثرين (ح: ۴۱۳۳)/وأبي يعلى الموصلي في مسنده، أبو عمران الجوني عن أنس (ح: ۴۲۳۶) انيس)

(۱) عن أبي هريرة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "من تمسک بسنتي عند فساد أمتي، فله أجر مائة شهيد". (مشكاة المصابيح، باب الاعتصام بالكتابه والسنة، الفصل الثاني: ۳۰، قديمى) (كتاب الإيمان، رقم الحديث: ۱۷۶)/المعجم الأوسط، من اسمه محمد (ح: ۵۴۱۴)/الإبانة الكبرىٰ لابن بطة، باب ما أمر من التمسک بالسنة والجماعة (ح: ۲۱۲)/أمالي ابن بشران: ۲۱۸، دارالقطن الرياض، انيس)

ومنها الدعاء فإني يفتح باباً عظيماً من المحاضرة ويجعل الإنقياد التام والاحتياج إلى رب العالمين في جميع الحالات بين عينيه وهو قوله صلى اللّٰه عليه وسلم: "الدعاء مخ العبادة"، وهو شبح توجه النفس إلى المبدأ بصفة الطلب الذي هو السر في جلب الشيء المدعو إليه. (حجة اللّٰه البالغة، باب اسرار أنواع البر: ۱۴۳/۱، دار الجيل، انيس)

الدعاء عبادة وله أثر بالغ وفائدة عظيمة ولولا ذلک لم يأمرنا الحق عزوجل بالدعاء ولم يرغب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فيه فكم رفعت محنة بالدعاء وكم من مصيبة أو كارثة كشفها اللّٰه بالدعاء ... وكان من جملة أسباب النصر في بدر دعاء النبي صلى اللّٰه عليه وسلموالدعاء سبب أكيد لغفران المعاصي ولرفع الدرجات ولجلب الخير ودفع الشر، ... وذهب جمهور الفقهاء إلى جواز كل دعاء دنيوي وأخروي ولكن الدعاء بالمأثورأفضل من غيره. (الموسوعة الفقهية الكويتية: ۲۵۹/۲۰-۲۶۲، دارالسلاسل، انيس)

ناجائز دعا کرنا منع ہے، دعا کی حد کیا ہے:

سوال: دعا کی حد کیا ہے؟ خطباتِ موعظہ ماہ ربیع الاول کے پہلے خطبہ میں ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا سے منع فرمایا ہے اوراس کی حد ہونا چاہیے کر کے لکھا ہے، اس کی کیا حد ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جس چیز کا آدمی کا حق نہ ہو، اس کی دعا مانگنا حد سے بڑھنا ہے، ناجائز کی دعا مانگنا منع ہے،(۱) یہ مطلب نہیں کہ زیادہ دیر تک دعاء مانگنا منع ہے؛ بلکہ جب تک دل لگے، دعا کی طرف متوجہ رہنا چاہیے اور دل کو متوجہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔(۲)

شب وروز کی زندگی کے مختلف احوال میں بہت دعائیں ثابت ہیں۔(۳) واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۵/۵-۲۱۶)

---

(۱) قال اللّٰه عزوجل: ﴿أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً،اِنَّهٗ لَايُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ﴾(سورة الأعراف:٥٥)

''عن أبی نعامة أن عبد اللّٰه بن مغفل رضی اللّٰه عنه سمع ابنه يقول:اللّٰهم إنی أسئلک القصر الأبيض عن يمين الجنة إذا دخلتها قال:أی بنی!سل اللّٰه الجنة وتعوذ به من النار،فانی سمعتُ رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم يقول:''إنه فی هٰذه الأمةقوم يعتدون فی الطهوروالدعاء''.(سنن أبی داؤد،كتاب الطهارة،باب الإسراف فی الوضوء:١٤/١، إمدادية،ملتان)

ويحرم سؤال العافية مدى الدهر،أوخيرالدين ودفع شرهما،أومستحيلات العادية كنزول المائدة، قيل: والشرعية''.(الدرالمختار)

''(قوله:ويحرم سؤال العافية إلخ)فقال الثانی:من المحرم أن يسأل المستحيلات العادية،و ليس نبياً ولا ولياً فی الحال،كسؤال الاستغناء عن التنفس فی الهواء ليأمن الاختناق،أوالعافية من المرض أبد الدهر لينفع بقواه وحواسه أبدأ؛إذ دلت العادة علىٰ استحالة ذلک''.(ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة، مطلب فی الدعاء بغيرالعربية:٥٢٢/١،سعيد)

(۲) عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم:''ادعوااللّٰه وأنتم مؤقنون بالإجابة، واعلموا أن اللّٰه لايستجيب دعاءً من قلب غافل لاه.(جامع الترمذی،أبواب الدعوات،باب بلا ترجمة بعد ماجاء جامع الدعوات:١٨٦/٢،سعيد)

''إعلم أن مقصود الدعاء هوحضورالقلب كما سبق بيانه،والدلائل عليه أكثرمن أن تحضر،والعلم به أوضح من أن يذكر''.(كتاب الأذكار للنووی رحمه اللّٰه تعالىٰ،باب الحث علىٰ حضورالقلب فی الدعاء:٤٩٢، دارالبيان، بيروت)

(۳) تفصیل کے لیے دیکھئے! عمل اليوم والليلة لابن السنی رحمه اللّٰه تعالیٰ / وكتاب الأذكارللنووی رحمه اللّٰه تعالیٰ،أبواب الدعوات للترمذی رحمه اللّٰه من جامعه ،كتاب الدعوات للبخاری من صحيحه.

نماز پنجگانہ کے بعد مردوں کے لیے دعائے مغفرت کا خاص طریقہ:

سوال: نماز پنجگانہ، جمعہ وعیدین سے فارغ ہوکر مسجد و مصلی میں قیاماً اجتماعی شکل ''**السلام علیکم یاأهل القبور**'' یا ''**السلام علیکم دار القوم المؤمنین**'' پڑھ کر دعائے مغفرت کرنا کیسا ہے، حالاں کہ بعض جگہ مقبرہ مسجد سے ایک فرلانگ پر ہوتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ طریقہ ثابت نہیں، اس کو ترک کیا جائے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۹/۵)

دعائے سریانی:

سوال: دعائے سریانی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

کسی صحیح حدیث یا غیر صحیح میں دعائے سریانی نظر سے نہیں گزری، اردو کی بعض کتابوں میں دیکھی ہے، جن میں کوئی حوالہ نہیں، نہ مصنف کا کچھ حال معلوم ہوا؛ اس لیے وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۵/۵)

''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ'' کی دعا کا اثر:

سوال: ایک شخص صوم وصلاۃ کا پابند ہے اور ہر نماز میں ''**اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ**'' کی دعا بڑے خلوص سے مانگتا ہے، مگر اس کے عقیدے درست نہیں ہوتے؛ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر وناظر سمجھتا ہے، قبور پر سجدہ ریز ہوتا ہے، عرس، میلے، قوالی اور دیگر خرافات نذر و نیاز اولیاء کا قائل ہے تو اس کے لیے ''**اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ**'' کب قبول ہوگی، یا پھر وہ جو کچھ کرتا ہے، وہی صراط مستقیم ہے؟

(۱) ''عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم: ''من أحدث فی أمرنا هٰذا ما لیس منه فهو رد'' متفق علیه. (مشکاة المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة: ۲۷، قدیمی)

قال الطیبی رحمه اللّٰه تعالیٰ: من أصر علیٰ أمر مندوب، وجعله عزمًا، ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال، فکیف من أصر علیٰ بدعة أو منکر'' (مرقاة المفاتیح، کتاب الصلوٰة، باب الدعاء فی التشهد (رقم الحدیث: ۹۴۲) : ۳۱/۳، رشیدیة)

الجوا بـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

قبول دعا کے کچھ شرائط بھی ہیں: کھانا حلال، پینا حلال، لباس حلال، کسب حلال نہ ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی۔

ہدایت کے بھی درجات ہیں: نماز کی پابندی نصیب ہونا، یہ بھی صراط مستقیم کی ہدایت ہے اور قبول دعا کا اثر ہے، کسی غیر مطلوب چیز کا ملنا، یا مضر چیز کا دفع ہونا بھی دعا کے قبول کا اثر ہوتا ہے، کبھی دیر بعد مطلوب کا ملنا بھی اثر ہوتا ہے۔

الغرض!

کسی چیز پر قائم رہنا صراط مستقیم کی ہدایت، یا قبول دعا کا اثر نہیں ہے، ورنہ جس قدر معاصی اور فحش کاری میں مبتلا رہنے والے ہیں، وہ سب بھی اپنی اختیار کردہ زندگی ہی کو صراط مستقیم قرار دیں گے۔ (۱) (فتاویٰ محمودیہ: ۲۳/۵-۲۷-۲۴)

---

(۱) عن جابر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: ”مامن أحد یدعو بدعاء إلا آتاه اللّٰہ ما سأل أو کف عنه من السوء مثله، ما لم یدع بإثم أو قطیعة رحم“. (جامع الترمذی، أبواب الدعاء، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة: ۲/ ۷۵، سعید) (رقم الحدیث: ۳۳۸۱، انیس)

قال: ومن شرائط الدعاء أن یکون مطعمه حلالاً. وکان یحیی بن معاذ الرازی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه یقول: کیف أدعوک وأنا عاص؟ وکیف لاأدعوک وأنت کریم؟... وقال الإمام أبو حامد الغزالی فی الإحیاء: آداب الدعاء عشر ة : الأول: أن یترصد الأزمان الشریفة کیوم عرفة وشهر رمضان ویوم الجمعة والثلث الأخیر من اللیل ووقت الأسحار . الثانی: أن یغتنم الأحوال الشریفة کحالة السجود والتقاء الجیوش ونزول الغیث وإقامة الصلاة وبعدها. قلت: وحالة رقة القلب. الثالث: استقبال القبلة ورفع الیدین ویمسح بهما وجهه فی آخره. الرابع: خفض الصوت بین المخافة والجهر. الخامس: ألایتکلف السجع وقد فسر به الأعتداء فی الدعاء، والأولیٰ أن یقتصر علی الدعوات الماثورة ، فماکل أحد یحسن الدعاء. فیخاف علیه الاعتداء... السادس: التضرع و الخشوع والرهبة... السابع: أن یجزم بالطلب ویوقن بالإجابة ویصدق رجاء ه فیها ودلائلة کثیرة مشهورة... الثامن: أن یلح فی الدعاء ویکرره ثلاثاً و لایستبطئ الإجابة. التاسع: أن یفتتح الدعاء بذکر اللّٰہ... العاشر: وهو أهمها والأصل فی الإجابة وهو التوبة ورد المظالم ، و الإقبال علی اللّٰہ تعالیٰ.

(فصل) قال الغزالی: فإن قیل: فما فائدة الدعاء مع أن القضاء لا مردّله؟ فاعلم أن من جملة القضاء رد البلاء بالدعاء ، فالدعاء سبب لرد البلاء ووجود الرحمة، کما أن الترس سبب لدفع السلاح، والماء سبب لخروج النبات من الأرض، فکما أن الترس یدفع السهم فیتدافعان، فکذالک الدعاء والبلاء، ولیس من شرط الاعتراف بالقضاء ألایحمل السلاح، وقد قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ﴾. (النساء: ۱۰۲) فقدر اللّٰہ تعالیٰ الأمر وقدر سببه. وفیه من الفوائد ماذکرناه، وهو حضور القلب والافتقار، وهما نهایة العبادة والمعرفة واللّٰہ عز وجل أعلم“. (کتاب الأذکار للنووی، جامع الدعوات، باب فی آداب الدعاء، ص: ۴۸۹-۴۹۰، دارالبیان، بیروت)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے! إحیاء علوم الدین للغزالی رحمه اللّٰہ تعالیٰ، (کتاب الأذکار والدعوات، آداب الدعاء وهی عشرة، ص: ۳۸۹-۳۹۳)

انبیاعلیہم السلام کی دعاؤں کی تاثیر:

سوال: دعا انبیاء کرام کی تاثیر کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس بارے میں روایات مختلفہ وارد ہیں کہ واجب ہے، یانہیں کہ انبیاءِ کرام کی دعا ضرور قبول کی جائے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ واجب ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ واجب نہیں، والد ماجد مرحوم (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) کے حضور میں اس بارے میں بہت گفتگو ہوئیں اور آخر میں ثابت ہوا کہ نبی کی دعا جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو، یا اللہ تعالیٰ کے الہام سے ہو، یا اس دعا کے لیے منشاء نبی کی نفس نبوت ہو تو ان صورتوں میں ضروری ہے کہ دعا قبول ہو، اگر چہ اس بارے میں زیادہ دعا کی جائے، ایسا ہی کتب سیر سے ثابت ہے اور اسی توجیہ سے روایات مختلفہ میں تطبیق ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ عزیزی: ۴۹۵)

دعا کے بعد سینے پر پھونک مارنا:

سوال: جب لوگ دعا مانگ لیتے ہیں تو بعض لوگ اپنے سینے میں پھونک مارتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

کوئی وظیفہ پڑھ کر پھونکتے ہوں گے اور یہ جائز ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۵۰۴/۳)

---

(۱) عن عائشة زوج النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم :"کان إذا اشتکی یقرأ فی نفسه بالمعوذات وینفث فلما اشتد وجعه کنت أقرأ علیه وامسح علیه بیده رجاء برکتها.(سنن أبی داؤد: ۱۸۹/۲، باب کیف الرقی،رقم الحدیث: ۳۹۰۲)(کتاب الطب)/مسند الإمام أحمد،مسند عائشة الصدیقة (ح: ۲۴۷۲۸)/ صحیح البخاری،باب مرض النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ووفاته (ح: ۴۴۳۹)/صحیح ابن حبان، ذکر قراء ة عائشة المعوذتین علی المصطفٰی صلی اللّٰہ علیه وسلم (ح: ۶۵۹۰)انیس)

عن عثمان بن أبی العاص الثقفی قال: قدمت علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وبی وجع قد کاد یبطلنی فقال لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم :اجعل یدک الیمنی علیه ثم قل:"بسم اللّٰہ أعوذ بعزة اللّٰہ وقدرته من شر ما أجد" سبع مرات ، ففعلت ذلک ، فشفانی اللّٰہ.(مصنف ابن أبی شیبة،فی المریض ما یرقی به وما یعوذ به (ح:۲۳۵۸۳)/موطأ الإمام مالک،ت:عبدالباقی،باب التعوذ والرقیة من المرض (ح:۹)/موطأالإمام محمد، باب الرقی (ح:۸۷۸)/مسند الإمام أحمد،حدیث عثمان بن أبی العاص الثقفی (ح: ۱۶۲۶۸)/سنن أبی داؤد،باب الرقی (ح: ۳۸۹۱)انیس)

عن عائشة أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان ینفث فی الرقیة.(مصنف ابن أبی شیبة،من رخص فی النفث فی الرقیة (ح:۲۳۵۶۴)انیس)

رسالة استحباب الدعوات عقيب الصلوات

السوال: بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم.ونحمده ونصلی علٰی رسوله الكريم وبعد!

فهٰذا بعض من أجزاء كتاب مسلك السادات إلٰی سبيل الدعوات الذی ألفه الفاضل الشيخ محمد علی بن المرحوم الشيخ حسين مفتی المالكية بمكة الحمية سابقًا فی تحقيق أحكام الدعاء عمومًا واستحبابه أثر الصلوات للفذ ولأئمة المساجد والجماعات خصوصًا فی عام الألف والثلاث مائة والاحدی والعشرين من الهجرة كما صرح فی آخر الكتاب.

لخصتها منه سدًا لنكيربعض المتهورين وحكمهم بالبدعة عليه ولقبتها باستحباب الدعوات عقيب الصلوات نفع اللّٰه تعالٰی بها المسلمين وجعلها لی ذخرًا ليوم الدين.

وأنا أشرف علی التهانوی عفی عنه وحررتها فی أوائل رجب الأصم ١٣٥٤ھ من الهجرة النبوية علٰی صاحبها ألف ألف سلام وتحية.

دعاونیاز بعدانواع نماز:

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم.الحمد للّٰه وكفٰی وسلام علٰی عباده الذين اصطفٰی أما بعد.

یہ رسالہ ترجمہ ہے .رسالة ''استحباب الدعوات عقيب الصلوات''کا جس کو بقية السلف حجة الخلف آية من آيات اللّٰه من الذين اذا رؤوا ذكر اللّٰه مجدد الملة حكيم الأمة سيدی وسندی كهفی ومعتمدی حضرة مولانا أشرف علی التهانوی متعنا اللّٰه تعالٰی سائر المسلمين بطول بقائه بالخير نے مفتی مالکیہ علامہ شیخ محمد علی مکی کے رسالہ ''مسلك السادات'' سے انتخاب وتلخیص کر کے تالیف فرمایا ہے،مکرمی مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے حسب ایماء حضرت والا اس کا اردو ترجمہ نفع عوام کے لیے لکھ دیا۔

ترجمہ میں بغرض سہولت عوام تحت اللفظ کی رعایت چھوڑ کر خلاصہ مطلب لیا گیا ہے،حق تعالیٰ اس کو بھی مسلمانوں کے لیے مفید اورسب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنادے۔ واللّٰه ولی التوفيق وهوحسبی ونعم الوكيل

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم.نحمده ونصلی علٰی رسوله الكريم

بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ یہ رسالہ ''كتاب مسلك السادات إلٰی سبيل الدعوات'' کا خلاصہ ہے،جس کو علامہ فاضل شیخ محمد علی بن شیخ حسین مرحوم مفتی مالکیہ مقیم مکہ مکرمہ نے ۱۳۲۱ھ میں تالیف فرمایا ہے اور اس میں عموماً احکام دعا کی تحقیق اور بالخصوص دعا کا مستحب ہونا ہر منفرد اور امام اور جماعت کے لیے (احادیث معتبرہ اور مذاہب اربعہ کی روایات فقہیہ سے) ثابت فرمایا ہے۔

میں نے اس رسالہ کا خلاصہ لکھ دیا؛ تاکہ ان بے باک لوگوں کی زبان بند ہو جو دعا بعد نماز پر بدعت ہونے کا حکم کرتے ہیں اور اس تلخیص کا نام ''استحباب الدعوات عقيب الصلوات'' رکھ دیا۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے نفع دے اور میرے لیے اس کو روز قیامت کے واسطے ذخیرہ بنادے اور میرا نام اشرفعلی تھانوی ہے،اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمادے اور میں نے یہ رسالہ اوائل رجب ۱۳۵۴ھ میں تحریر کیا ہے۔

وصلی اللّٰه تعالٰی علٰی سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه أجمعين ألف ألف سلام وتحية.

الجزء الأول: روى الحافظ أبوبكر أحمد بن اسحاق المعروف بابن السنى فى كتابه عمل اليوم والليلة: حدثنا أحمد بن الحسن حدثنا أبواسحاق يعقوب بن خالد بن يزيد البالسى حدثنا عبد العزيز بن عبد الرحمن القرشي عن خصيف عن أنس رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: "ما من عبد يبسط كفيه فى دبر كل صلاة يقول: اللّٰهم إلٰهى وإلٰه ابراهيم وإسحاق ويعقوب وإلٰه جبرئيل وميكائيل وإسرافيل أسألك أن تستجيب دعوتى فإنى مضطر وتعصمنى فى دينى فانى مبتلى وتنالنى برحمتك فإنى مذنب وتنفى عنى الفقير فإنى متمسكن إلا كان حقًا على الله أن لايرد يديه خائبتين.

وفى إسناده عبد العزيز بن عبد الرحمن، فيه مقال وصرح فى ميزان الاعتدال وغيره بأنه حديث ضعيف؛ لكنه يعمل به فى الفضائل كما عرفت. ويقويه ما أخرجه الحافظ أبوبكر بن أبى شيبة فى مصنفه عن الأسود العامرى عن أبيه قال: صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع يديه ودعا. (الحديث)

ولايخفىٰ أن أئمة الحديث ذكروا أن رواية الضعيف مع الضعيف توجب الارتفاع من درجة السقوط إلىٰ درجة الاعتبار.

پہلا جز (امام نسائی کے شاگرد) ابن سنی نے اپنی کتاب "عمل اليوم والليلة" میں اسناد مندرجہ متن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب کوئی اللہ کا بندہ ہر نماز کے بعد ہاتھ پھیلا کر یہ دعا مانگتا ہے، تو حق تعالیٰ اپنے ذمہ لازم کر لیتے ہیں کہ اس کے ہاتھوں کو محروم کر کے نہ لوٹائیں (بلکہ اس کی دعا قبول فرماتے ہیں اور ترجمہ دعا کا یہ ہے:)

"یا اللہ میرے معبود اور حضرت ابراہیم واسحٰق ویعقوب کے معبود اور جبرئیل ومیکائیل واسرافیل کے معبود! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری دعا قبول فرما، اس لیے کہ میں مضطر (مجبور) ہوں اور دین کے معاملہ میں میری حفاظت فرما، کیوں کہ مبتلاء معاصی ہوں اور مجھے اپنی رحمت کے اندر لے لیجئے، کیوں کہ میں گناہگار ہوں اور مجھ سے فقر ومحتاجی کو دور کر دیجئے، کیوں کہ میں مسکین ہوں"۔

اس حدیث کی اسناد میں ایک راوی عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بھی ہیں، جن کے بارہ میں علما کو کلام (اختلاف) ہے اور میزان الاعتدال وغیرہ میں اس کی تصریح کی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے؛ لیکن فضائل اعمال میں اس پر عمل کیا جاوے گا، جیسا کہ ہر اہل علم جانتا ہے اور اس حدیث کی تقویت اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں بروایت اسود عامری عن ابیہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ "میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، جب آپ نے سلام پھیرا تو جانب قبلہ سے ہٹ کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی" (آگے دعا وہی ذکر کی ہے جو اوپر والی حدیث میں گزری)

اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ائمۂ حدیث نے ذکر فرمایا ہے کہ ایک ضعیف روایت کے ساتھ جب دوسری ضعیف روایت (اس کی موید) مل جاتی ہے تو وہ ساقط وغیر معتبر ہونے کے درجہ سے ترقی کر کے درجہ اعتبار واعتماد پر پہنچ جاتی ہے۔

وقال الحافظ السيوطى فى فض الوعاء فى أحاديث رفع اليدين فى الدعاء: أخرج ابن أبى شيبة قال:حدثنا محمد يحيٰى الأسلمى (هٰكذا فى الأصل)قال: رأيت عبد اللّٰه بن الزبيررأى رجلا رافعًا يديه يدعو قبل أن يفرغ من صلاته فلما فرغ منها قال له: إن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلاته،رجاله ثقات،آه.

أفاده العلامة السيد محمد بن عبد الرحمن بن سليمان بن يحيٰى بن عمربن مقبول الأهدل الزبيدى رحمه اللّٰه تعالىٰ.

وفى المعيار:أخرج عبد الرزاق عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أى الدعاء أسمع؛أى أقرب إلى الاجابة ؟ قال: شطرالليل الأخيروأدبارالمكتوبة ، وصححه عبد الحق وابن القطان.

وذكرالإمام المحدث أبوالربيع فى كتاب مصباح الظلام عن النبى عليه الصلاة والسلام أنه قال: من كانت له إلى اللّٰه حاجة فليسألها دبر صلاة مكتوبة،آه.

الجزء الثانى : وروى ابن السنى أيضًا عن أبى أمامة ما دنوت من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى دبر صلاة مكتوبة ولا تطوع إلا سمعته يقول:"أللّٰهم اغفرلى ذنوبى وخطاياى كلها اللّٰهم أغثنى واجبرنى و اهدنى لصالح الأعمال والأخلاق إنه لايهدى لصالحها ولايصرف سيئها إلا أنت".

اورحافظ (جلال الدین) سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ"فض الوعاء فى أحاديث رفع اليدين فى الدعاء" میں بحوالہ ابن ابی شیبہ محمد یحییٰ اسلمی سے نقل کیا ہے کہ "میں نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر کو اس طرح دیکھا کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا ہے جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا،تو اس سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نماز سے فارغ نہ ہوجاتے تھے،دعا کے لیے ہاتھ نہ اٹھاتے" اور سب راوی اس روایت کے ثقہ ہیں،اھ۔

یہ تحقیق علامہ سید محمد بن عبدالرحمٰن بن سلیمان بن یحییٰ بن عمر بن مقبول اہدل زبیدی رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے۔

اور کتاب المعیار میں ہے کہ (امام حدیث) عبدالرزاق نے یہ روایت نقل کی ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ (یعنی زیادہ قبولیت کے قریب ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "آخری نصف رات کے وقت اور فرض نمازوں کے بعد"۔اس حدیث کو محدث عبدالحق اور ابن قطان نے صحیح کہا ہے اور امام محدث ابوالربیع نے اپنی کتاب مصباح الظلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ "جس شخص کو اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت مانگنا ہو،تو نماز فرض کے بعد مانگے"،اھ۔

جزءِ دوم: امام ابن سنیؒ نے حضرت ابوامامہؓ سے روایت کیا ہے کہ میں جب کبھی نماز فرض یا نفل کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوا تو ہمیشہ یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ "اے اللہ! میرے سب گناہ اور خطائیں معاف فرمادیجئے،اے اللہ! میری مدد کیجئے اور میرا جبر نقصان کردیجئے اور مجھے عمدہ اخلاق واعمال کی طرف ہدایت فرمائیے،کیوں کہ اچھے اعمال واخلاق کی طرف آپ کے سوا کوئی ہدایت نہیں کرسکتا اور نہ برے اعمال واخلاق سے آپ کے سوا کوئی ہٹا سکتا ہے"۔

وروى النسائي وغيره: "اللّٰهم أصلح لى دينى الذى جعلته لى عصمة وأصلح لى دنياى التى جعلت فيها معاشى أعوذ برضاك من سخطك وأعوذ بعفوك من نقمتك وأعوذ بك منك لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت ولاينفع ذا الجد منك الجد".

وأبو داؤد: إذا انصرفت من المغرب فقل: "اللّٰهم أجرنى من النار" سبع مرات، إذا قلت ذلك ثم مت من ليلتك كتب لك جوازمنها وإذا صليت الصبح فقل: كذلك، إن مت من يومك كتب لك جوازمنها.

ف: قال الجامع: وحديث النسائي أخرجه فى كتاب الصلوٰة باب نوع اٰخرمن الدعاء عند الإنصراف من الصلاة وتمامه: عن عطاء بن مروان عن أبيه أن كعبًا حلف له بالله الذى فلق البحر لموسٰى إنا لنجد فى التوارة أن داؤد نبى الله صلى الله عليه وسلم كان إذا انصرف من صلاته قال: "اللّٰهم أصلح لى دينى الذى جعلته لى عصمة وأصلح لى دنياى التى جعلت فيها معاشى".

"اللّٰهم انى أعوذ برضاك من سخطك وأعوذ بعفوك من نقمتك وأعوذ بك منك لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت ولاينفع ذا الجد منك الجد".

قال: وحدثنى كعب أن صهيبًا حدثه أن محمدًا صلى الله عليه وسلم كان يقولهن عند انصرافه من صلاته.

قال الجامع: وأخرج الحاكم فى باب الدعاء بعد الصلوٰة عن معاذ بن جبل أنه قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذ بيدى يومًا ثم قال: "يا معاذ! والله إنى لأحبك". فقال معاذ: بأبى أنت وأمى يا رسول الله (صلى الله عليه وسلم) وأنا والله أحبك.

اورامام نسائی (اصل رسالہ میں چونکہ نسائی کی حدیث ناتمام لکھی تھی، جس کو تلخیص میں بعنوان فائدہ مکمل لکھا گیا ہے؛ اس لیے ترجمہ میں مکمل حدیث کا ترجمہ لے لیا گیا ہے، پھر اصل رسالہ میں جس قدر جزو لیا گیا ہے، اس کے ترجمہ کی حاجت نہ رہی۔منہ) نے حضرت کعب (احبار) سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ "قسم ہے اللہ کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا کو شق کر دیا تھا، کہ ہم تورات میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ نبی اللہ حضرت داؤد علیہ السلام جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تھے، تو یہ دعا کرتے تھے "اے اللہ! میرے دین کو درست فرمادے، جس کو آپ نے میرے لیے پناہ بنایا ہے اور میری دنیا کو درست کر دیجئے، جس میں آپ نے میرا گزارہ کیا ہے، یا اللہ میں آپ کے غصہ سے آپ کی رضا کے ساتھ پناہ لیتا ہوں اور آپ کے عذاب سے آپ کی معافی کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں اور میں آپ سے آپ ہی کے ساتھ پناہ لیتا ہوں جو کچھ آپ عطا فرماویں اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جو آپ روکیں اس کو کوئی عطا کرنے والا نہیں اور آپ کے مقابلہ میں کسی کوشش کرنے والے کی کوشش نہیں چلتی"۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت کعب نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نماز ختم کرنے کے بعد یہ دعا فرمایا کرتے تھے اور تلخیص رسالہ میں بضمن فائدہ مستدرک حاکم باب الدعاء بعد الصلوٰۃ سے اس روایت کا بھی اضافہ کیا گیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے معاذ خدا کی قسم میں تم سے محبت رکھتا ہوں، معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ماں باپ آپ پر قربان، خدا کی قسم میں بھی آپ سے محبت رکھتا ہوں۔

فقال: ''أوصيك يا معاذ لاتدعن في دبر كل صلاة أن تقول''اللّٰهم أعنّي علىٰ ذكرك وشكرك وحسن عبادتك''.قال: وأوصىٰ بذلك معاذ الصنابحي وأوصىٰ الصنابحي أبا عبد الرحمٰن الحبلي وأوصىٰ أبوعبد الرحمن عقبة بن مسلم هذا حديث صحيح علىٰ شرط الشيخين ولم يخرجاه. (وقال الذهبي في التلخيص علىٰ شرطهما) (مستدرك: ۲۷۳/۱)

الجزء الثالث: اعلم أنه لا خلاف بأن المذاهب الأربعة في ندب الدعاء سرًا للإمام وأجاز المالكية والشافعية جهر الإمام به لتعليم المأمومين أوتأمينهم علىٰ دعائه.

فأما نصوص المالكية ففي المعيار: قال ابن عرفة: مضى عمل من يقتدى به في العلم والدين من الأئمة على الدعاء بأثر لذكر الوارد أثر تمام الصلوٰة وما سمعت من ينكره إلا جاهل غيرمقتدى به ورحم اللّٰه بعض الأندلسيين فإنه لما انتهىٰ إليه ذلك ألف جزء ردًا علىٰ منكره، آه.

وفي نوازل الصلاة منه أيضًا: من الأمور التي هي كالمعلوم بالضرورة استمرارعمل الأئمة في جميع الأقطارعلى الدعاء أدبارالصلوات في مساجد الجماعات واستصحاب الحال حجة واجتماع الناس عليه في المشارق والمغارب منذ الأزمنة المتقادمة من غيرنكيرإلىٰ هذه المدة من الأدلة علىٰ جوازه واستحسان الأخذ به وتأكده عند علماء الملة، آه باختصار.

پھر فرمایا: اے معاذ! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد اس دعا کو کبھی نہ چھوڑنا''۔(دعا یہ ہے)''یا اللہ اپنے ذکر اور شکر اور اچھی طرح عبادت کرنے پر میری مدد فرما''۔راوی کہتا ہے کہ پھر حضرت معاذؓ نے یہی وصیت صنابحی کو فرمائی اور صنابحی نے ابوعبدالرحمٰن کو اور ابوعبدالرحمٰن نے عقبہ بن مسلم کو، حاکم نے اس حدیث کو علی شرط البخاری ومسلم صحیح کہا ہے اور علامہ ذہبی نے بھی تلخیص میں اس کو تسلیم کیا ہے (تمت الفائدۃ) اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جب تم مغرب کی نماز سے فارغ ہو تو سات مرتبہ یہ دعا پڑھو، یا اللہ مجھے آگ سے نجات دیجیے''اگر تم نے یہ دعا پڑھ لی اور پھر اسی رات میں تمہیں موت آ گئی، تو تمہارے لیے جہنم کی آگ سے نجات لکھ دی جاوے گی اور جب صبح کی نماز پڑھ چکو، جب بھی یہی دعا اسی طرح پڑھو اگر اس دن میں تمہیں موت آ گئی، تو تمہارے لیے جہنم سے نجات لکھ دی جاوے گی۔

تیسرا جزء: خوب سمجھ لیجئے کہ مذاہب اربعہ (یعنی حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ) میں اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ (نماز کے بعد) آہستہ دعا مانگنا امام اور منفرد کے لیے مستحب ہے اور مالکیہ اور شافعیہ امام کے لیے اس کی بھی اجازت دیتے ہیں کہ دعا جہرا پڑھے؛ تاکہ مقتدیوں کو تعلیم ہو، یا وہ اس کی دعا پر آمین کہہ سکیں، مالکیہ کی روایات فقہیہ اس بارہ میں یہ ہیں، معیار میں ہے کہ ابن عرفہ نے کہا ہے کہ علم اور دین میں جن ائمہ کی اقتدا کی جاتی ہے ان کا عمل اس پر رہا ہے کہ نماز ختم کرنے کے بعد ادعیہ ماثورہ پڑھتے تھے اور میں نے کسی کو نہیں سنا جو اس سے انکار کرتا ہو بجز اس جاہل کے جس کا اتباع نہیں کیا جا سکتا اور اللہ تعالیٰ رحم فرمائے بعض علمائے اندلس پر کہ جب انہوں نے یہ سنا کہ بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں تو ایک رسالہ اس کی تردید میں تصنیف فرمایا، اھ۔

اور (کتاب معیار کے) نوازل الصلوٰۃ میں مرقوم ہے: ان امور میں سے جن کا ثبوت مثل ضروریات وبدیہات کے ہے تمام اطراف دنیا میں ائمہ کرام کا یہ عمل بھی ہے کہ نمازوں کے بعد مساجد اور جماعات میں دعا مانگتے تھے اور استصحاب حال ایک حجۃ شرعیہ ہے اور مشرق ومغرب میں تمام مسلمانوں کا اس پر قدیم زمانہ سے مجتمع اور متفق ہو جانا اور کسی کا انکار نہ کرنا اس عمل کے جائز اور اس کو اختیار کرنے کے مستحب ومستحسن ہونے اور علماء مذہب کے نزدیک اس کے موکد ہونے کے دلائل میں سے ہے، انتہا باختصار

وقال القاضی محمد بن العربی: والدعاء بعد المکتوبة أفضل من الدعاء بعد النافلة.

وفی الإکمال: ذکر عبد الحق أماکن قبول الدعاء وأن منها الدعاء أثر الصلوٰة وأنکر الإمام ابن عرفة وجود الخلاف فی ذلک وقال لا أعرف فیه کراهة.

قلت: إن عنی بقوله لا أعرف فیه کراهة أی لمتقدم فصحیح وإن عنی به مطلقًا ففیه شیء لأن الشیخ شهاب الدین القرافی رحمه اللّٰه تعالیٰ ذکره فی اٰخر قواعده وعللها بما یقع بذلک فی نفس الإمام من التعاظم، آہ.

وأقول: مقتضاه أن القرافی کرهه مطلقًا سرًا أوجهرًا أولیس کذلک. ففی حاشیة أبی الحسن علی الرسالة ما نصه: قال القرافی: کره مالک رضی اللّٰه عنه وجماعة من العلماء لأئمة المساجد والجماعات الدعاء عقیب الصلوات المکتوبة جهرًا للحاضرین فیجتمع لهذا الإمام التقدم وشرف کونه نصب نفسه واسطة بین اللّٰه تعالیٰ وعباده فی تحصیل مصالحهم علیٰ یدیه فی الدعاء فیوشک أن تعظم نفسه ویفسد قلبه ویعصی ربه فی هذه الحالة أکثر ممایطیعه.

ف: قال الجامع: الکراهة لوجود العارض الغیر الغالب لاینفی الإباحة إذا انعدم العارض.

الجزء الرابع: وقد أکثر الناس فی هذه المسئلة أعنی دعاء الإمام عقب الصلوٰة وتأمین الحاضرین علیٰ دعائه.

اور قاضی محمد ابن العربی فرماتے ہیں کہ دعا بعد نماز فرض کے افضل ہے دعا بعد النفل سے، اور اکمال میں ہے کہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے ان مواضع کو جمع کیا ہے جن میں دعا قبول ہوتی ہے، ان میں سے ایک دعا بعد نماز بھی ہے اور امام ابن عرفہ نے اس بارہ میں کسی کا خلاف ہونے کا انکار فرمایا ہے اور کہا ہے کہ میں اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں سمجھتا میں کہتا ہوں کہ امام ابن عرفہ نے اگر اپنے قول میں کسی قسم کی کراہت نہ سمجھنے سے یہ مراد لی ہے کہ کسی متقدم بزرگ نے اس کو مکروہ نہیں کہا تو صحیح ہے اور اگر مطلقا مکروہ نہ کہنا مراد ہے تو اس میں ایک تردد ہے وہ یہ ہے کہ شیخ شہاب الدین قرافی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قواعد کے آخر میں کراہت ذکر کی ہے اور علت کراہت کی یہ بیان کی ہے کہ امام کے نفس میں اس کی وجہ سے تعاظم وتکبر پیدا ہوتا ہے، انتہیٰ اور میں کہتا ہوں کہ مقتضا اس کا یہ ہے کہ قرآفی نے اس کو مطلقاً مکروہ کہا ہے خواہ سرا ہو یا جہرا، حالاں کہ واقعہ ایسا نہیں ہے کیوں کہ ابوالحسن کے حاشیہ رسالہ میں ایہ الفاظ ہیں قرانی کہتے ہیں کہ امام مالک اور علما کی ایک جماعت نے ائمہ مساجد و جماعات کے لیے فرض نمازوں کے بعد حاضرین کو سنانے کے لیے جہرا دعا مانگنا مکروہ سمجھا ہے کیوں کہ اس صورت میں اس کے لیے دو چیزیں بڑائی اور سیادت کی جمع ہو جائیں گی بوجہ امامت کے سب کے آگے ہونا دوسرے یہ کہ اس نے آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان دعا میں ایک واسطہ بنا کر قائم کر دیا ہے تو عجب نہیں کہ اس کے نفس میں تکبر پیدا ہو جاوے اور اس کا قلب فاسد ہو جاوے اور اس حالت میں حق تعالیٰ کی جتنی عبادت کر رہا ہے، اس سے زیادہ گناہ میں مبتلا ہو جائے، (ف) حضرت جامع (رسالہ استحباب الدعوات) میں فرماتے ہیں کہ جو کراہت کسی ایسے عارض کی وجہ سے ہو کہ اس کا وجود اکثر اور غالب نہ ہو، وہ کراہت عارض کے معدوم ہونے کے وقت اباحۃ فی نفسہ کی معارض ومخالف نہیں۔

چوتھا جزو: لوگوں نے اس مسئلہ میں بہت بحث وگفتگو کی ہے یعنی نماز کے بعد امام کا دعا کرنا اور حاضرین کا اس دعا پر آمین کہتے رہنا۔

وحاصل ما انفصل عنه الإمام ابن عرفة والغبريني أن ذلک إن كان علٰى نية أنه من سنن الصلاة وفضائلها فهو غير جائز وإن كان مع السلامة من ذلک فهو باقٍ علٰى حكم أصل الدعاء والدعاء عبادة شرعية فضلها من الشريعة معلوم عظمه.

الجزء الخامس: وأما نصوص الشافعية ففی فتح المعين مع المتن: وسن ذكر ودعاء سرًا عقبها أی الصلٰاة أی يسن الإسرار بهما لمنفرد ومأموم وإمام لم يرد تعليم الحاضرين ولا تأمينهم لدعائه بسماعه، آه.

وفی شرح العباب لابن حجر وفتاويه الكبرى: ويسن للمصلی إذا كان منفردًا أو مأمومًا، كما فی المجموع عن النص بعد السلام عن الصلاة إكثار ذكر اللّٰه تعالٰی والدعاء سرًا للاخبار الصحيحة؛ لكن قال الأسنوی: الحق أنه يسن للإمام أن يختصر فی الذكر والدعاء بحضرة المأمومين فإذا انصرفوا طول.

الجزء السادس: بعد قوله أما نص الحنابلة بأسطر:

فيؤخذ من مجموع ذلک أن الدعاء أثر الصلوات مسنون عند الحنابلة لأنه من ساعات الإجابة كما دلت عليه الأحاديث المارة؛ بل قال الشيخ منصور بن إدريس الحنبلی فی شرح الإقناع مع المتن:

اور خلاصہ اس تحقیق کا جو امام ابن عرفہ اور غبرینی نے فرمائی ہے یہ ہے کہ ایسی دعا اگر اس نیت سے ہو کہ یہ نماز کی سنتوں اور مستحبات میں سے ایک سنت و مستحب ہے تب تو ناجائز ہے اور اگر اس عقیدہ سے سلامتی کے ساتھ (محض ایک دعا مستجاب ہونے کی حیثیت سے ہے) تو وہ اصل دعا کے حکم میں ہے اور دعا ایک عبادت شرعیہ ہے جس کی فضیلت نصوص شریعت سے معروف و مشہور ہے، آہ، یہاں تک عدوی کا کلام ختم ہوا کسی قدر تصرف و زیادت کے ساتھ۔

پانچواں جزو:۔ اور مذہب شافعیہ کی روایات فقہیہ (اس مسئلہ میں) یہ ہیں فتح المعین اور اس کے متن میں ہے اور مسنون ہے ذکر اور دعا بعد نماز کے آہستہ یعنی دعا کا آہستہ پڑھنا مسنون ہے منفرد کے لیے بھی اور امام اور مقتدی کے لیے بھی اور اس امام کے لیے بھی جو اس کا ارادہ نہ رکھے کہ حاضرین کو تعلیم ہو یا حاضرین اس کی دعا سن کر پھر آمین کہیں اھ اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی شرح عباب میں اور ان کے فتاویٰ کبریٰ میں ہے: مسنون ہے نمازی کے لیے، جب کہ وہ منفرد یا مقتدی ہو (جیسا کہ کتاب مجموع میں بحوالہ نص مذکور ہے) یہ کہ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد کثرت سے ذکر اللہ کرے اور پست آواز سے دعا مانگے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے؛ لیکن امام اسنوی فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ امام کے لیے مسنون یہ ہے کہ مقتدیوں کے ساتھ ذکر و دعا میں اختصار کرے جب وہ چلے جائیں (یا منتشر ہو جائیں) پھر طویل ذکر دعا کر سکتا ہے۔

چھٹا جزو:۔ اور مذہب حنابلہ کی روایات فقہیہ کے متعلق کچھ عبارات صاحب رسالہ نے نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ ان عبارات کے مجموعہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دعا بعد تمام نمازوں کے حنابلہ کے نزدیک مسنون ہے اس لیے کہ یہ وقت ساعات اجابت میں سے ہے، جیسا کہ احادیث مذکورہ اس پر دلالت کرتی ہیں؛ بلکہ شیخ منصور ابن ادریس حنبلی نے شرح اقناع میں فرمایا کہ!

يسن ذكر الله والدعاء والاستغفار عقب الصلاة المكتوبة (إلى أن قال:) ويدعو الإمام بعد فجر وعصر لحضور الملٰئكة فيهما فيؤمنون على الدعاء فيكون أقرب إلى الإجابة وكذا يدعو بعد غيرهما من الصلوٰة لأن من أوقات الإجابة أدبار المكتوبات ويبدأ الدعاء بالحمد لله والثناء عليه ويختم به ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم أوله وآخره ووسطه ويستقبل الداعي غير الإمام هنا القبلة لأن خير المجالس ما استقبل به القبلة ويكره للإمام استقبال القبلة بل يستقبل المأمومين لما تقدم أنه ينحرف إليهم إذا سلم ويلح الداعي في الدعاء ويكرره ثلاثاً لأنه نوع من الإلحاح و الدعاء سرًا أفضل منه جهرًا لقوله تعالىٰ ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً﴾ لأنه أقرب إلى الإخلاص.

قال: ويكره رفع الصوت به في الصلوٰة وغيرها إلا لحاج فإن رفع الصوت له أفضل لحديث: "أفضل الحج العج والثج" آه.

المراد والظاهر أنهم لايكرهون الجهر بالدعاء لقصد التعليم والتأمين فتدبر.

الجزء السابع: وأما نص الأحناف ففي شرح نور الإيضاح للشيخ حسن الشرنبلالي الحنفي مع المتن: يستحب للإمام بعده أي بعد التطوع وعقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة أن يستقبل الناس إن شاء إن لم يكن في مقابله مصلٍ. لما في الصحيحين: "كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلّى أقبل علينا بوجهه".

مسنون ہے ذکر اللہ اور دعا و استغفار بعد نماز فرض کے (یہاں تک فرمایا ہے اور) دعا کرے امام بعد نماز فجر و عصر؛ کیوں کہ ان دونوں نمازوں میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں تو وہ اس کی دعا پر آمین کہیں گے، جس سے وہ اقرب الی القبول ہو جاوے گی اور اسی طرح ان دونوں نمازوں کے علاوہ اور نمازوں میں دعا کرے کیوں کہ اوقات اجابت میں سے ایک وقت فرض نمازوں کے بعد ہے اور چاہیے کہ دعا کو حمد و ثنا سے شروع کرے اور اسی پر ختم کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے دعا کے اول و آخر میں بھی اور وسط میں بھی اور سب دعا کرنے والے اس وقت قبلہ کی طرف کو منہ کریں، علاوہ امام کے کیوں کہ بہترین مجلس وہ ہے جس میں استقبال قبلہ ہو؛ لیکن امام کے لیے استقبال قبلہ (بعد ختم نماز کے) مکروہ ہے بلکہ وہ مقتدیوں کی طرف توجہ کر کے بیٹھے کیوں کہ اوپر گزر چکا ہے کہ امام کو بعد سلام کے مقتدیوں کی طرف پھر جانا چاہیے اور چاہیے کہ دعا کرنے والا دعا میں الحاح و اصرار کرے اور دعا کو تین مرتبہ مکرر کرے؛ کیوں کہ مکرر کرنا بھی صورت الحاح کی ہے اور دعا پست آواز سے بہ نسبت جہر کے افضل ہے؛ کیوں کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً﴾ یعنی اپنے رب کو پکارو الحاح و زاری کے ساتھ، خفی آواز سے؛ کیوں کہ خفیہ اور سرا دعا کرنا اخلاص کی طرف اقرب ہے فرمایا (یعنی شیخ منصور نے) اور دعا میں جہر اور بلند آوازی نماز اور غیر نماز میں مکروہ ہے؛ مگر حج کرنے والا اس سے مستثنیٰ ہے کہ اس کے لیے آواز بلند کرنا ہی افضل ہے بوجہ اس حدیث کے کہ افضل حج وہ ہے، جس میں آوازیں (دعا تلبیہ کی) بلند ہوں اور خون (قربانیوں کے) بہائے جائیں، اھ، مراد بظاہر یہ ہے کہ اگر دعاء کا جہر تعلیم حاضرین اور ان کے آمین کہنے کے قصد سے ہو تو علما اس کو مکروہ نہیں کہتے۔

ساتواں جزء: اور مذہب حنفیہ کی روایات فقہیہ یہ ہیں علامہ شرنبلالی کی شرح نور الایضاح اور اس کے متن میں ہے مستحب ہے امام کے لیے بعد نفل کے اور بعد فرض کے اگر بعد اس فرض کے کوئی نفل نہ ہو، یہ اگر چاہے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جائے، بشرطیکہ اس کے مواجہہ میں کوئی شخص نماز نہ پڑھ رہا ہو؛ کیوں کہ صحیحین (بخاری مسلم) میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تھے تو ہماری طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔

وإن شاء الإمام انحرف عن يساره وجعل القبلة عن يمينه وإن شاء انحرف عن يمينه وجعل القبلة عن يساره وهذا أولٰى.

لما في مسلم:"كنا إذا صلينا خلف رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أحببنا أن نكون عن يمينه حتى يقبل علينا بوجهه".

وإن شاء ذهب لحوائجه.قال تعالٰى:"فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ".والأمر به الإباحة (إلٰى قوله)رافعي أيديهم حذاء الصدور وبطونها مما يلي الوجه بخشوع وسكون،إلخ.

الجزء الثامن: فتحصل من هذا كله أن الدعاء دبر الصلوات مسنون ومشروع في المذاهب الأربعة لم ينكره إلا ناعق مجنون قد ضل في سبيل هواه ووسوس له الشيطان فأغواه ؎

ظن الجهول بأن مطلق عقله	يهديه يومًا للسبيل المستوى
فاضله حتى الشريعة ردها	بمجرد البهتان والسفه القوى
يارب سلمنا وسلم ديننا	واهد العباد لمنهج الحق السوى

اور اگر چاہے تو امام یہ بھی کرسکتا ہے کہ اپنی بائیں جانب کی طرف پھر جائے اور قبلہ کو اپنی داہنی جانب کرے اور اگر چاہے تو اپنی داہنی جانب کی طرف پھر جائے اور قبلہ کو اپنی بائیں جانب کرے اور یہ اخیر صورت اولیٰ وبہتر ہے؛ اس لیے کہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو یہ چاہتے تھے کہ ہم آپ کی داہنی جانب میں کھڑے ہوں؛ تاکہ آپ کا چہرۂ مبارک ہماری طرف ہو۔

اور امام کو یہ بھی اختیار ہے کہ بعد نماز کے نہ بیٹھے بلکہ اپنی حاجات کے لیے اٹھ کھڑا ہو، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب نماز پوری ہوجائے تو اطراف زمین میں منتشر ہوجاؤ اور اللہ تعالیٰ کے رزق وروزی کو طلب کرو اور یہ حکم (منتشر ہوجانے کا) اباحت وجواز کے لیے ہے (الی قولہ) دعا کے وقت ہاتھ اٹھائے ہوئے ہوں اپنے سینوں کے برابر اور ہاتھ کی اندرونی جانب یعنی ہتھیلی کی طرف اپنے چہرہ کی جانب ہو اور یہ تمام افعال خشوع وسکون کے ساتھ ہونا چاہیے۔

آٹھواں جزء: پس ان تمام احادیث اور عبارات مذاہب سے یہ حاصل ہوا کہ تمام نمازوں کے بعد دعا کرنا چاروں مذہبوں میں مسنون ومشروع ہے اس کا انکار سوا اس جاہل مجنون کے کسی نے نہیں کیا جو اپنی ہوائے نفسانی کے راستہ میں گمراہ ہوگیا اور شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈال کر اس کو بہکا دیا۔

(ترجمہ نظم) جاہل نے یہ سمجھ لیا کہ محض اس کی عقل کسی وقت اس کو سیدھے راستہ کی ہدایت کردے گی، اس کے اس گمان نے اسے گمراہ کردیا یہاں تک کہ شریعت کو محض بہتان اور اپنی انتہائی بیوقوفی سے رد کرنے لگا، اے ہمارے پروردگار ہمیں اور ہمارے دین کو سلامت رکھ اور اپنے بندوں کو صحیح اور سیدھے راستہ کی ہدایت فرما۔

الجزء التاسع فيما يتعلق برفع اليدين عند الدعاء:قال السيد محمد بن عبد الرحمن الأهدل:اعلم وفقني اللّٰه وإياك لمرضاته أن رفع اليدين في الدعاء أي دعاء كان في أي وقت كان بعد الصلوات الخمس وغيرها دلت عليه الأحاديث خصوصًا وعمومًا.فمن العموم ما أخرجه أبوداؤد والترمذي وحسنه وابن ماجه وابن حبان في صحيحه والحاكم وقال: صحيح علٰى شرط الشيخين من حديث سلمان قال:قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:" إن اللّٰه حيّ كريم يستحيي إذا رفع الرجل إليه يديه أن يردهما صفرًا خائبتين".

وأخرج الحاكم وقال صحيح الإسناد من حديث أنس رضي اللّٰه عنه قال:قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:" إن اللّٰه رحيم كريم يستحيي من عبد أن يرفع إليه يديه ثم لايضع فيهما خيرًا".

وأخرج أحمد وأبوداؤد من حديث مالك بن يسار قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "إذا سألتم اللّٰه فاسألوه ببطون أكفكم ولاتسألوه بظهورها".

وأخرج أيضًا من حديث ابن عباس نحوه وزاد فيه:" فإذا فرغتم فامسحوا بها وجوهكم".

وأخرج الترمذي من حديث عمربن الخطاب رضي اللّٰه عنه قال:كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا رفع يديه في الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه".

نواں جزء: دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کے متعلق سید محمد بن عبدالرحمٰن اہدل فرماتے ہیں: سمجھ لو حق تعالیٰ مجھے اور تمہیں اپنی رضا کی توفیق عطا فرمائے کہ دعا کے وقت خواہ کوئی دعا ہو اور کسی وقت ہو نمازوں کے بعد ہو، یا ان کے سوا دوسرے اوقات میں ہاتھ اٹھانے پر احادیث نبویہ دلالت کرتی ہیں، خاص خاص اوقات کے لیے بھی اور عام اوقات کے لیے بھی الفاظ عموم کی روایات تو یہ ہیں، ابوداؤد وترمذی وابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے اور ابن حبان نے اس روایت کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔

اور حاکم نے مستدرک میں اس کو صحیح علی شرط الشیخین لکھا ہے، وہ حدیث یہ ہے: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ بہت حیا کرنے والے اور کریم ہیں، وہ اس سے حیا کرتے کہ کوئی شخص اس کی طرف دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور وہ انہیں خالی اور محروم لوٹادے اور حاکم نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح الاسناد کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے اس بندے سے حیا کرتا ہے، جو اس کی طرف ہاتھ اٹھائے کہ اس کے ہاتھوں پر کوئی خیر وعطا نہ رکھے۔

اور امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت مالک بن یسارؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو ہاتھوں کے باطنی جانب سے سوال کرو ظاہری طرف سے نہ کرو (یعنی ہتھیلیاں چہرہ کی طرف ہوں اور پشت نیچے دست کی طرف)۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے بھی ایسی ہی روایت نقل کی ہے اور اس میں یہ زیادہ کیا ہے کہ جب دعا سے فارغ ہوجاؤ تو ہاتھ اپنے منھ پر پھیرلو۔

اور ترمذی نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تھے تو ان کو نہ ڈالتے تھے، جب تک کہ ان سے چہرۂ مبارک پر مسح نہ فرمالیں۔

وقال فی فتح الباری فی کتاب الدعوات فی باب رفع الیدین فی الدعاء:وقد وردت الأخبارفی مشروعیة الرفع وقد أخرج أبوداؤد والترمذی وحسنه وغیرهما من حدیث سلمان رفعه:''إن ربکم حیّ کریم یستحیی من عبده إذا رفع یدیه أن یردهما صفرًا''.بکسرالمهملة وسکون الفاء آه خالیة.وسنده جید،آه.ومن الخصوص ما مرفی الفصل الأول.

ف:۱۔ قال الجامع:أی من أصل الکتاب وهوما سبق فی الجزء الأول من هذا الانتخاب.

ف:۲۔ قال الجامع:أما استحباب رفع الأیدی للدعاء علٰی کل حال فمراده إذا قرأ ألفاظ الدعاء وبنیة الدعاء وطلب الحاجة کما هودأب الداعی وأما إذا ذکربعض الأدعیة المأثورة بنیة الذکر والاستنان بسنة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ،کما فی أدعیة الصباح والمساء والنوم والیقظة ودخول الخلاء والخروج عنه ودخول المسجد والخروج عنه والدعاء عند الوضوء والقیام من المجلس ودخول السوق وأمثال ذلک علٰی ما بسطه علماء هذا الفن،کما فی عمل الیوم واللیلة لابن السنی والأذکارللنووی والحصن الحصین وغیرها.فلم یسمع بمن قال بسنیة رفع الیدین فی هٰذه المواضع ولم یسمع فی السلف والخلف بمن یفعل ذلک.کیف ولوکان کذلک لرأیت الناس فی عامة أحیانهم وأحوالهم رافعی أیدیهم وهذا الفرق فی ذکرألفاظ الأدعیة قد رعاه الفقهاء حق الرعایة حیث قالوا فی الجنب:إنه لایجوز له قراء ة الأدعیة إذاکان بنیة التلاوة وأما إذا ذکرها بنیة الدعاء فیجوز، کما فی عامة کتب الحنفیة ،انتهٰی.

اورفتح الباری کتاب الدعوات باب رفع الیدین فی الدعاء میں ہے کہ وارد ہوئی ہیں،بہت سی احادیث ہاتھ اٹھانے کی مشروعیۃ میں اورحضرت ابوداوٗد نے حضرت سلمانؓ سے روایت کیا ہےاورترمذی نے روایت کرکے حسن کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارارب حیا کرنے والا کریم ہے اپنے بندہ سے حیا کرتا ہے کہ جب وہ ہاتھ اٹھائے ان کوخالی لوٹا دےاورسنداس حدیث کی عمدہ ہےاوروہ روایات جن میں خاص خاص اوقات کی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کاارشاد ہے،وہ اس رسالہ کی فصل اول میں گزرگئی ہیں۔

فائدہ نمبرا۔اس رسالہ کی تلخیص کرنے والے حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ فصل اول سے اصل رسالہ مسلک السادات کی فصل اول مراد ہےاوراس تلخیص رسالہ میں یہ روایات جزءاول کے زیرعنوان گزری ہیں۔

فائدہ نمبر۲۔حضرت جامع فرماتے ہیں کہ مصنف کا یہ فرمانا کہ دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا ہرحال اور ہروقت میں بعدنماز ہو یادوسرے اوقات میں بہرحال مستحب ہے یہ اس وقت ہے جب کہ الفاظ دعا کوطلب حاجت کے قصدونیت سے پڑھےلیکن جب یہ قصد نہ ہو؛ بلکہ بطور ذکرمسنون کے پڑھنا ہوجیسے صبح وشام اورخواب وبیداری کے اوقات کی دعائیں یابیت الخلاء میں جانے اور نکلنے کی اورمسجد میں جانے اور نکلنے کی اوروضو کی دعائیں اورمجلس سے اٹھنےاور بازار میں داخل ہونے وغیرہ کی دعائیں جیسا کہ کتاب عمل الیوم واللیلۃ اوراذکارنووی اورحصن حصین میں دعائیں مفصل مذکور ہیں تو ان دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا مسنون نہیں اورسلف وخلف میں کسی عالم یافقیہ کونہیں سنا گیا کہ وہ ان میں ہاتھ اٹھانے کے مستحب،یامسنون ہونے کا قائل ہواور کیسے ہوسکتا ہے؛ کیوں کہ اگرایسا ہوتا تو مسلمان کا کوئی وقت بھی ہاتھ اٹھانے سے خالی نہ رہتا؛ کیوں کہ یہ دعائیں توانسان کی ہرنقل وحرکت پرمسنون ہیں اور یہ فرق جومذکورہواحضرات فقہانے اس کی رعایت دوسرے موقعہ پربھی فرمائی ہے،مثلا:جنبی کے لیے حکم ہے کہ اگرتلاوت قرآن بہ نیت تلاوت کرے توجائزنہیں اوراگر بہ نیت ذکرماثور،یاطلب حاجت کرے توجائزہے،جیسا کہ عام کتب فقہ میں موجود ہے۔

الجزء العاشر فی حکم رفع الیدین علی المذاهب الأربعة: أما عند المالكية: ففی عتبية قال مالك: رأيت عامر بن عبد اللّٰه يرفع يديه وهو جالس بعد الصلاة يدعو، فقيل لمالك: أترى بهذا بأسًا؟ قال: لا أریٰ به بأسًا ولا يرفعهما جدًا، وقال أيضًا: رفع اليدين إلى اللّٰه تعالٰى عند الرغبة علٰى وجه الاستكانة والطلب محمود وقال القاضی أبومحمد بن العربی: اختلفوا فی الرفع إلٰى أين يكون فقيل: إلى الصدر وقيل: إلٰى الوجه وجاء عن النبی صلى اللّٰه عليه وسلم أنه كان يرفع يديه فی الدعاء حتى يبدو بياض إبطيه.

الجزء الحادی عشر: وأما عند الشافعية ففی فتح المبين على الأربعين لابن حجر: ورفع اليدين فی الدعاء سنة فی غير الصلاة وفيها فی القنوت اتباعًا له صلى اللّٰه عليه وسلم.

الجزء الثانی عشر: وأما عند الأحناف فقد مر عن الشرنبلالی: طلب رفعهما فی الدعاء دبر الصلاة حذاء الصدور وبطونهما مما يلی الوجه بخشوع وسكون.

ف: قال الجامع: وسبق ما عن الشرنبلالی فی الجزء السابع.

الجزء الثالث عشر: وأما عند الحنابلة فمقتضٰى قول الشيخ البهوتی شرح المقنع، باب الاستسقاء: ويرفع يديه استحبابًا فی الدعاء لقول أنس كان النبی صلى اللّٰه عليه وسلم لا يرفع يديه فی شیء من دعائه إلا فی الاستسقاء وكان يرفع حتى يرى بياض إبطيه"، متفق عليه. وظهورهما نحو السماء لحديث رواه مسلم. ومقتضاه أن رفعهما مكروه فی غير الاستسقاء لكن مر عنه رفعهما فی القنوت.

دسواں جزء: (رفع یدین فی الدعا کے متعلق مذاہب اربعہ کی تصریحات) حضرات مالکیہ کی روایات تو یہ ہیں، عتبیہ میں ہے کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عامر بن عبداللہؓ کو دیکھا کہ نماز کے بعد بیٹھے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہے ہیں امام مالکؒ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ اس میں کچھ کراہت سمجھتے ہیں فرمایا کہ میں اس میں کوئی کراہت نہیں سمجھتا البتہ ہاتھوں کو بہت زیادہ نہ اٹھائے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کیطرف ہاتھ اٹھانا بوقت رغبت کے اظہار عاجزی وطلب کے طور پر محمود و مستحسن ہے اور قاضی ابومحمد ابن العربی فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ رفع یدین کس حدتک ہونا چاہئے بعض نے فرمایا ہے کہ سینہ تک اور بعض نے چہرہ تک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ دعا میں اس حدتک ہاتھ اٹھاتے تھے کہ آپ کی بغل مبارک کی سفیدی ظاہر ہوجاتی تھی۔

گیارہواں جزء: اور مذہب شوافع کی روایت فقہی یہ ہے کہ فتح المبین حاشیہ اربعین ابن حجر میں ہے اور اٹھانا ہاتھوں کا دعا میں سنت ہے غیر نماز میں اور نماز میں صرف قنوت کے وقت حسب اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

بارہواں جزء: اور مذہب حنفیہ کی روایات فقہی بحوالہ شرح نور الایضاح شرنبلالی اوپر گزر چکی ہے جس میں تمام نمازوں کے بعد خشوع وخضوع کے ساتھ سینہ تک ہاتھ اٹھانے اور ان کے اندرونی حصہ کو چہرہ کی طرف کرنے کا مطلوب ومستحب ہونا مذکور ہے۔

ف: حضرت جامع مدظلہم فرماتے ہیں کہ شرنبلالی کی یہ عبارت ساتویں جزء میں مذکور ہوئی ہے۔

تیرھواں جزء: اور حنابلہ کی روایات مذہب یہ ہیں شرح مقنع باب الاستسقاء میں شیخ بہوتی کا قول ہے کہ اٹھائے اپنے دونوں ہاتھ دعا میں استحبابا بوجہ ارشاد حضرت انسؓ کے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اٹھاتے تھے ہاتھ بغل کسی دعا میں سوائے استسقاء کے اور آپ (استسقاء میں) اس حدتک ہاتھ اٹھاتے تھے کہ بغل مبارک کی سفیدی ظاہر ہوجاتی تھی، یہ روایت بخاری ومسلم میں ہے اور (استسقاء میں) پشت ہاتھوں کی آسمان کی طرف رہنا چاہئے روایت کیا اس کو مسلم نے اور مقتضی اس قول کا یہ ہے کہ اٹھانا ہاتھوں کا نماز استسقاء کے سوا سرے مواقع میں مکروہ ہے؛ لیکن خود شیخ بہوتی کا قول یہ بھی گزر چکا ہے کہ قنوت میں بھی ہاتھ اٹھائے جاویں۔

بل قال الشيخ منصوربن إدريس الحنبلي فى شرح الإقناع مع المتن:ومن آداب الدعاء بسط يديه ورفعهما إلٰى صدره،لحديث مالک بن يسارمرفوعًا:إذا سألتم اللّٰه فاسألوه ببطون أكفكم ولاتسألوه بظهورها". رواه أبوداؤد بإسناد حسن ، وتكون يده (هكذا فى الأصل والظاهريداه) مضمومتين،لما روى الطبرانى فى الكبيرعن ابن عباس:"كان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم إذا دعا ضم كفيه وجعل بطونهما ممايلى وجهه". وضعفه فى المواهب.

الجزء الرابع عشرفيما يتعلق بمسح الوجه باليدين بعد الدعاء:

قد مرما يدل علٰى طلبه من الأحاديث وأما حكمه على المذاهب الأربعة فعند المالكية:

قال فى المعيار:قال ابن زرقون:ورد الخبربمسح الوجه باليدين عند انقضاء الدعاء واتصل به عمل الناس والعلماء.وقال ابن رشد:أنكرمالک مسح الوجه بالكفين لكونه لم يرد به أثرو إنما أخذ من فعله عليه الصلوٰة والسلام للحديث الذى جاء عن عمررضى اللّٰه تعالٰى عنه.

قلت: قال بجوازمسح الوجه باليدين عند ختم الدعاء الإمام الأستاذ أبوسعيد بن لب وأبوعبد اللّٰه ابن علاق وأبوالقاسم بن سراج من متأخرى أئمة غرناطة وابن عرفة والبرزلى والغبرينى من أئمة تونس والسيد أبويحيٰى الشريف وأبوالفضل العقبانى من أئمة تلمسان وعليه مضى عمل أئمة فاس،آه.

بلکہ شیخ منصور بن ادریس حنبلی شرح اقناع میں فرماتے ہیں کہ آداب دعا میں سے ہے پھیلانا ہاتھوں کا اور اٹھانا ان کا اپنے سینہ تک بوجہ حدیث حضرت مالک بن یسارؓ کے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کروتو ہاتھوں کی باطنی جانب سے سوال کروظاہری جانب سے نہ کرو،روایت کیااس کوابوداؤ دنے اسناد حسن سے۔

اور ہاتھ ملے ہوئے ہونے چاہئیں اس لیے کہ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تھے تو دونوں ہتھیلیوں کو ملاتے تھے اور ہاتھوں کی اندرونی جانب اپنے چہرہ کی طرف کرتے تھے اور مواہب میں اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

چودھواں جزو: دعا کے بعد چہرہ پر ہاتھ پھیرنے کے متعلق وہ احادیث اور روایات اوپر گزرچکی ہیں،جن سے دعا کے بعد چہرہ پر ہاتھ پھیرنے کا مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے،اب رہا چاروں مذاہب میں اس کا حکم،سو مالکیہ کے مذہب کی روایت تو یہ ہے کہ معیار میں ابن زرقون کا قول نقل کیا ہے کہ حدیث میں آیا ہے مسح کرنا اپنے چہرہ کا دونوں ہاتھوں سے بوقت اختتام دعا کے اوراس کے ساتھ تمام عوام وخواص اور علما کا عمل مل گیا اورابن رشدفرماتے ہیں کہ امام مالکؒ نے دونوں ہاتھوں کے چہرہ پر پھیرنے کا بایں وجہ انکار کیا ہے کہ اس کے لیے کوئی حدیث نہیں آئی، البتہ اس حدیث سے اس کولیا جاتا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام استاد ابوسعید بن لب اور ابوعبداللہ ابن علاق ابوالقاسم بن سراج جومتاخرین علماء غرناطہ میں سے ہیں اور ابن عرفہ اور برزلی اور غبرینی جوائمہ تونس میں سے ہیں اور سید ابویحییٰ شریف اور ابوالفضل عقبانی جوائمہ تلمسان میں سے ہیں، یہ سب حضرات دعا کے بعد چہرہ پردونوں ہاتھ پھیرنے کے جواز کے قائل ہیں اوراسی پرائمہ فاس کاعمل رہا ہے۔

والمراد بالحديث الذى جاء عن عمر رضى الله عنه ما أخرجه الترمذى عنه قال:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رفع يديه فى الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه آه.

نقل ذلك المازرى وغيره كذا فى شرح الشيخ محمد بن أبى القاسم المالكى علىٰ نظمه للمسائل التى جرى بها عمل الأئمة. قال الشيخ أبوالقاسم البرزلى: وهذا يرد إنكار عزالدين بن عبد السلام المسح، آه.

وعند الشافعية والأحناف: أنه سنة فى كل دعاء إلا فى القنوت، كما فى كتبهم.

ومرعن الحنابلة أنه سنة فى كل دعاء حتى فى القنوت.

وقد عده ابن حجرفى شرح العباب، كما مرمن آداب الدعاء، وقال: قال الحليمى: والمعنى فيه التفاؤل بأن كفيه قد ملئتا خيرًا فيفيض منه علىٰ وجهه. والله أعلم

ف: قال الجامع: وهذا القول من مسح الوجه فى القنوت مذكورفى أصل الكتاب فى آخر المطلب الثانى من الفصل الأول تحت عنوان نص الحنابلة بهذه العبارة.

وفيه أيضًا فى مبحث صلاة الوتر: ويقنت فيها أى فى الثالثة(إلىٰ قوله) ويمسح وجهه بيديه إذا فرغ من دعائه هنا خارج الصلاة، آه. (تمت الرسالة)

(النور-۹/ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ/تا/النور-۴/شعبان ۱۳۵۵ھ) (امدادالفتاویٰ جدید: ۱/۷۹۵-۸۱۶)

اور مراد اس حدیث سے جو حضرت عمر سے منقول ہوئی ہے، وہ ہے، جو ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اٹھاتے تھے اپنے ہاتھوں کو دعا میں تو نہ ڈالتے تھے جب تک کہ نہ پھیر لیتے تھے ان کو اپنے چہرۂ مبارک پر اھ، اس کو مازری وغیرہ نے نقل کیا ہے، ذکر کیا اس کو شیخ محمد بن ابوالقاسم مالکی نے شرح نظم میں جس میں وہ مسائل جمع کئے ہیں، جن پر ائمہ امت کا عمل رہا ہے، شیخ ابوالقاسم برزلی فرماتے ہیں کہ اس سے حضرت عزالدین ابن عبدالسلام کے انکار مسح وجہ کی تردید ہوتی ہے۔

اور مذہب شافعیہؒ کا اس میں یہ ہے کہ وہ سنت ہے ہر دعا میں سوائے دعا قنوت کے، جیسا کہ شوافع کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے۔

اور مذہب حنابلہ کی نقل گزر چکی ہے کہ وہ سنت ہر دعا میں حتیٰ کہ دعا قنوت میں۔

اور ابن حجر نے شرح عباب میں اس کو آداب دعا میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ حلیمی فرماتے ہیں کہ راز اس فعل کے مستحب ہونے میں نیک فال لینا ہے کہ گویا اس کے ہاتھ خیر سے بھر گئے ہیں، اس کو اپنے چہرہ پر ڈالتا ہے، اھ۔ واللہ اعلم

ف: حضرت جامع دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ قول مسح وجہ فی القنوت کا اصل کتاب میں مطلب ثانی فصل اول میں زیر عنوان نص الحنابلہ اسی عبارت مذکورہ کے ساتھ منقول ہے اور اس میں صلوٰۃ وتر کی بحث میں بھی یہ مذکور ہے کہ تیسری رکعت میں دعا قنوت کرے (الی قولہ) اور مسح کرے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرہ پر جب کہ اپنی دعاء سے فارغ ہو اس موقعہ (قنوت) میں بھی اور خارج نماز بھی۔

تمام ہوا ترجمہ "رسالة استحباب الدعوات عقيب الصلوات" کا، والحمد لله الذى لعزته وجلاله تتم الصالحات

رسالة غنية الطالب

فی الدعاء بعد المكتوبات والرواتب

دعا کی فضیلت:

دعا کرنا عبادت ہے، پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"**الدعاء هو العبادة**". (رواه الترمذی)(۱)

اور اللہ تعالیٰ نے دعا کو عبادت قرار دیا ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ (سورة المؤمن)(۲)

دعا عبادت کا مغز (اصل، گودا) ہے، پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"**الدعاء مخ العبادة**". (رواه الترمذی)(۳)

دعا عبادت کی اصل ہے یعنی کامل عبادت ہے؛ کیوں کہ عبادت اس تعظیم اور عاجزی کو کہتے ہیں، جو کسی ذات کی تسلط غیبی پر دلالت کرتی ہو اور دعا میں یہ دلالت واضح طور پر موجود ہے۔

دعا اور تقدیر:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تقدیر نہیں بدلی جاتی؛ اس لیے دعا کرنا بے فائدہ ہے؛ لیکن یہ ایک فاسد خیال ہے؛(۴) کیوں کہ جب کوئی شئ عبادت ہو اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے مطلوب ہو اور انبیا علیہ السلام کا معمول ہو، وہ عبث نہیں ہو سکتی اور عالم اسباب میں جس طرح دوسرے اسباب وذرائع کا استعمال تقدیر سے متصادم نہیں، اسی طرح دعا بھی ایک سبب اور ذریعہ ہے تو تقدیر سے متصادم نہ ہوگا۔

---

(۱) جامع الترمذی، أبواب الدعاء، باب ماجاء فی فضل الدعاء: ۱۷۳/۲ (رقم الحديث: ۳۳۷۱، انیس)

(۲) سورة المؤمن: ٦٠۔

(۳) جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء، أبواب الدعوات: ۱۷۳/۲) (ح: ۳۳۷۱، انیس)

(۴) عن سلمان الفارسی قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: "لايرد القضاء إلا الدعاء ولايزيد فی العمر إلا البر". (رواه الترمذی) (كتاب القدر، باب ما جاء لا يردالقدر إلا الدعاء (رقم الحديث: ۲۱۳۹، ص: ۳۵٦، بيت الأفكار، انیس) (مشكاة المصابيح، الفصل الثانی، كتاب الدعوات: ۱۹۵/۱) (رقم الحديث: ۲۲۳۳، انیس)

آداب دعا:

دعا کرنے کے بہت سے آداب ہیں، جن کی اپنے درجے کے موافق رعایت کرنا بہت اہم ہے۔

(الف) دونوں ہاتھ اٹھانا، کما فی البیهقی: "یرفع یدیه فی الدعاء". (۱)

لیکن نماز کے اندر عام طور سے نہیں اٹھائے جائیں گے، کما فی مصنف ابن أبی شیبة: أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم لم یکن یرفع یدیه حتیٰ یفرغ من صلاته. (۲)

(ب) دعا سے پہلے حمد وصلاۃ پڑھنا، لحدیث أبی داؤد: "إذا صلیت فقعدت فاحمد اللّٰه بما هو أهله وصل عليّ ثم ادعه". (۳)

(ج) ناجائز سوال نہ کرنا، لحدیث مسلم: "یستجاب لعبد ما لم یدع بإثم أو قطیعة رحم". (۴)

(د) حضور اور توجہ سے مانگنا اور قبول ہونے کا یقین کرنا، لحدیث الترمذی: " ادعوا اللّٰه وأنتم موقنون بالإجابة، واعلموا أن اللّٰه لایستجیب دعاء من قلبٍ غافلٍ لاهٍ". (۵)

(ھ) عزم اور اصرار سے دعا کرنا، لحدیث البخاری: "إذا دعا أحدکم فلیعزم المسئلة"... وعن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قال: "لایقولن أحدکم: اللّٰهم اغفرلی إن شئت، اللّٰهم ارحمنی إن شئت، لیعزم المسئلة، فإنه لا مکره له". (۶)

---

(۱) عن أنس قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یرفع یدیه فی الدعاء حتیٰ یری بیاض إبطیه. (مشکاة المصابیح، الفصل الثالث، أبواب الدعوات: ۱۹۶/۱) (رقم الحدیث: ۲۲۵۳، انیس)

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی، محمد بن أبی یحی الأسلمی عن ابن الزبیر (ح: ۳۲٤) انیس

(۳) عن فضالة بن عبید اللّٰه قال: بینما رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قاعدًا إذا دخل رجل فصلیٰ، فقال اللّٰهم اغفرلی وارحمنی. فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "عجلت أیها المصلی! إذا صلیت فقعدت، فاحمد اللّٰه بما هو أهله، وصلّ عليّ، ثم ادعه" قال: ثم صلی رجل آخر بعد ذلک، فحمد اللّٰه وصلی علی النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم، فقال له النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: " أیها المصلی! ادع تجب". (رواه الترمذی) (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی جامع الدعوات عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلمکیبعد باب بلا ترجمه، رقم الحدیث: ۳٤۷۵، ص: ٥٤۸، بیت الأفکار، انیس) / وروی أبوداؤد والنسائی نحوه. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی جامع الدعوات: ۱۸٦/۲) (کتاب الصلاة، باب الصلاة علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وفضلها، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۹۳۱، انیس)

(۴) عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "یستجاب لعبد مالم یدع بإثم أو قطیعة رحم "إلخ. (رواه مسلم) (مشکاة المصابیح، الفصل الأول، کتاب الدعوات: ۱۹٤/۱) (رقم الحدیث: ۲۲۲۷، انیس)

(۵) سنن الترمذی، أبواب الدعوات، باب بعد باب ماجاء فی جامع الدعوات: ۱۸٦/۲ (رقم الحدیث: ۳٤۷۹، انیس)

(٦) صحیح البخاری، باب لیعزم المسئلة فإنه لا مکره له، کتاب الدعوات: ۹۳۸/۲) (رقم الحدیث: ٦۳۳۹، انیس)

(و) الفاظ دعا تین بار مکرر کہنا، لحديث مسلم وأبي داؤد: ''أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعجبه أن يدعو ثلاثًا''.(۱)

(ز) قبول ہونے کی جلدی نہ کرنا، حوصلہ اور ہمت بلند رکھنا، لحديث البخاري: ''يستجاب للعبد ما لم يعجل''.(۲)

(ح) آخر میں آمین کہنا، لحديث أبي داؤد: ''إن ختم بآمين فقد أوجب''.(۳)

(ط) چہرے پر (آخر میں) ہاتھ پھیرنا، لحديث أبي داؤد قال عليه الصلاة والسلام: ''فإذا فرغتم، فامسحوا بهاوجوهكم''.(۴)

(ی) حرام سے بچنا، لحديث مسلم: ''مطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذى بالحرام فأنّٰى يستجاب لذلك؟''.(رواه مسلم)(۵)

(ک) ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَدْ أُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا﴾ وفي تفسير القرطبي: ۳۷۵/۸: ''عن أبي العالية كان موسٰى عليه السلام يدعو وهارون عليه السلام يؤمِّن''.(۶)

اور نبی علیہ السلام ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے، كما رواه الحاكم وذكر في كنز العمال قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: ''لايجتمع ملأ فيدعو بعضهم ويؤمن بعضهم إلا أجابهم اللّٰه تعالٰى، (۷) وكما رواه الدارمي وذكره الحافظ في الفتح: ماجتمع ثلاثة قط بدعوة إلا كان حقًا على اللّٰه أن لايرد أيديهم''.(۸)

---

(۱) سنن أبي داؤد، باب في الاستغفار، كتاب الصلاة: ۲۲۰/۱ (رقم الحديث: ۱۵۲٤، انيس)

(۲) صحيح البخاري، باب يستجاب للعبد ما لم يعجل، كتاب الدعوات: ۹۳۸/۲ (بخاری میں ''يستجاب لأحكم مالم يعمل'' ہے، حدیث نمبر: ۶۳۴۰، انیس)

(۳) سنن أبي داؤد، باب التأمين وراء الإمام: ۱٤۲/۱ (كتاب الصلاة، رقم الحديث: ۹۳۸، انيس)

(۴) سنن أبي داؤد، باب الدعاء، كتاب الصلاة: ۲۱۶/۱ (رقم الحديث: ۱٤۸۵، انيس)

(۵) مشكاة المصابيح، الفصل الأول، باب الكسب وطلب الحلال: ۲٤۱/۱) (رقم الحديث: ۲۷۶۰) / الصحيح لمسلم، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب (رقم الحديث: ۱۰۱۵) انيس)

(۶) تفسير القرطبي: ۳۷۵/۸، سورة يونس: ۸۹۔

(۷) المستدرك للحاكم، ذكر مناقب حبيب بن مسلمة الفهري (ح: ۵٤۷۸) انيس

(۸) فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب التأمين: ۳۰۸/۱٤۔(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، زيد بن أسلم عن أنس بن مالك: ۲۲۶/۳، دار الكتاب العربي، انيس)

اور علامہ مرغینانی نے ہدایہ، کتاب الحج میں لکھا ہے:

والإجابة فی الجمع أرجٰی.(۱)

(ل) اوقات اجابت میں دعا کرنا، اوقات اجابت بہت ہیں، یہاں پانچ ذکر کئے جاتے ہیں، اول: اذان کے وقت، دوم: مقدس جنگ کے وقت، سوم: بارش کے وقت، **کما فی حدیث أبی داؤد:" ثنتان لاتردان أو قلما تردان: الدعاء عند النداء وعند البأس وحین یلحم بعضهم بعضًا" وفی روایة: وتحت المطر.**(۲)

چہارم رات کے آخری حصہ میں، پنجم فرض نماز کے بعد، **کما فی حدیث الترمذی:"قیل: یارسول الله! أی الدعاء أسمع؟ قال:"جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات"** .(۳)

ذکر وغیرہ کے لیے احداث جماعات:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہیئت اجتماعیہ سے ذکر کرنے پر انکار کیا ہے، **کمارواه الحاکم بإسناده.**(۴)

تو اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ احداث جماعات منکر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے اور اسی طرح ہیئت اجتماعیہ سے ذکر کرنے کی ترغیب دی ہے۔

کما فی حدیث الترمذی: إذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا، قالوا وماریاض الجنة قال حلق الذکر. (۵) **وکما فی حدیث مسلم، إن رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج علیٰ حلقة من أصحابه فقال: ماأجلسکم هٰهُنا قالوا، جلسنا بذکر الله ونحمده فی آخره أتانی جبرئیل علیه السلام فأخبرنی أن الله تعالیٰ یباهی بکم الملا ئکة.** (۶) **وکما فی حدیث ملا ئکة سیاحین هم أی الذاکرون قوم لایشقٰی بهم جلیسهم.**(۷)

---

(۱) الهدایة علیٰ صدر فتح القدیر، کتاب الحج، باب الإحرام: ۳۶۹/۲۔

(۲) "وفی روایة تحت المطر" رواه أبوداؤد والدارمی إلا أنه لم یذکر وتحت المطر (کتاب الجهاد، باب الدعاء عند اللقاء، رقم الحدیث: ۲۵۴۰، ص: ۲۸۸، بیت الأفکار، انیس)

(۳) سنن الترمذی: ۱۸۸/۲ (کتاب الدعوات، باب بعدباب ماجاء فی عقد التسبیح بالید، رقم الحدیث: ۳۴۹۹، انیس)

(۴) مسند الدارمی، باب کراهة أخذ الرأی: ۶۸/۱۔

(۵) سنن الترمذی، باب ماجاء فیعقد التسبیح بالید: ۱۸۹/۲ (کتاب الدعوات، باب بلا ترجمة بعدباب ماجاء فی عقد التسبیح بالید، رقم الحدیث: ۳۵۱۰، انیس)

(۶) مشکاة المصابیح ، الفصل الثالث، باب ذکر الله والتقرب إلیه: ۱۹۸/۱ (رقم الحدیث: ۲۲۷۸، انیس)

(۷) عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه و سلم إن لله ملا ئکة یطوفون فی الطرق یلتمسون أهل الذکر فإذا وجدوا قومًا یذکرون الله تنادوا ... قال هم الجلساء لایشقٰی جلیسهم". (رواه البخاری) ==

حدیث عبد اللہ بن مسعود موقوف ہے اور حدیث موقوف حدیث مرفوع کے مقابلہ میں مرجوح اور متروک ہونا ہے،(۱) اور یا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیکیوں کے گننے اور گناہوں کے شمار کو چھوڑنے پر انکار کیا ہے، نہ کہ احداث جماعات پر، **کما فی سنن الدارمی: ۶۱/۱ :فقال عبد الله بن مسعود ماهذا الذی أراكم تصنعون؟ قالوا:ياأباعبدالرحمٰن ! حصًا نعد به التكبيروالتهليل والتسبيح قال:فعدوا سيأتيكم، فأنا ضامن أن لايضيع من حسناتكم شيء.** (۲)

اور یہ ممکن ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فعل کو اپنی حیثیت کے فوق پر اہتمام پر انکار کیا ہو۔

لفظ دبر کی تشریح:

دبر الصلاة کا دو مطلب پر اطلاق کیا جاتا ہے، ایک ماقبل سلام پر اور یہ مطلب واضح ہے؛ کیوں کہ ''دبر شئ'' کسی چیز کے پچھلے چیز کو کہتے ہیں اور دوسرا اطلاق مابعد اور خارج نماز پر بھی کیا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث مسلم میں آیا ہے:

''معقبات لايخيب قائلهن دبر كل صلاة ثلاث وثلا ثون تسبيحة،وثلاث وثلاثون تحميدة، وأربع وثلاثون تكبيرة''. (۳)

اور اسی طرح یہ حدیث مذکور ترمذی شریف میں آیا ہے۔

فائدہ:

دبر المکتوبات مابعد الفرائض کو کہتے ہیں، خواہ متصل ہو، یا منفصل، متصل؛ سے خاص نہیں ہے؛ کیوں کہ پیغمبر علیہ السلام نے دعا اور تسبیحات دونوں کی ترغیب لفظ دبر سے دی ہے اور یہ ناممکن ہے کہ دونوں عمل ایک وقت میں فرائض

== وفی رواية مسلم:''قال إن لله ملا ئكة سيارة فضلاً يبتغون مجالس الذكرفإذا وجدوامجلسًا فيه ذكرقعدوا معهم ...فيقول وله...غفرت،هم القوم لايشقىٰ بهم جليسهم.(مشكاة المصابيح،الفصل الأول ، باب ذكر الله والتقرب إليه: ۱/ ۱۹۷)(رقم الحديث: ۲۲۶۷،انیس)

(۱) قال العلامة السيد شريف على الجرجاني:المرفوع هو ما أضيف إلىٰ النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خاصة من قول أوفعل أوتقريرسواء كان متصلاً أومنقطعًا ... والموقوف وهومطلقًا ماروى عن الصحابى من قول أوفعل متصلاً كان أو منقطعًا وهوليس بحجة على الأصح، الخ.(الرسالة فى فن أصول الحديث للسيد شريف على الجرجانى،ص: ۲-۳ الملحقة بالترمذى)

(۲) باب فى كراهية أخذالرائ،رقم الحديث: ۲۱۰ ، انیس

(۳) عن كعب بن عجرة قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:''معقبات لايخيب قائلهن أوفاعلهن دبركل صلاة مكتوبة ، ثلاث وثلا ثون تسبيحة ، وثلاث وثلا ثون تحميدة ، وأربع وثلا ثون تكبيرة ''.(رواه مسلم) (مشكاة المصابيح، باب الذكربعد الصلاة: ۸۹/۱)(الفصل الأول،رقم الحديث: ۹۶۶،انیس)

کے متصل کئے جائیں، اگر دعا پہلے کی جائے تو تسبیحات دبر الفرائض نہ ہوگی، اگر تسبیحات پہلے کی جائیں تو دعا دبر الفرائض نہ ہوگی اور جمع بین التسبیحات والدعا خلاف سنت ہو جائے گی، حالاں کہ یہ کسی کا قول نہیں ہے کہ دعا پہلے کی جائے اور بعد میں تسبیحات کی جائیں، یا بالعکس، ان میں سے کوئی بھی خلاف سنت نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ فرائض اور دعا کی فصل تسبیحات سے جائز ہے اور اسی طرح فرائض اور تسبیحات کی فصل دعا سے جائز ہے، پس لازم ہوا کہ لفظ دبر اتصال کا مقتضی نہیں تو جب فرائض اور دعا کی فصل تسبیحات سے دعا دبر المکتوبات کے لیے مضر نہیں؛ کیوں کہ تسبیحات سنن مرغوبہ ہیں تو اسی طرح فرائض اور دعا کی فصل مسنون نماز سے ضرر رساں نہ ہوگی؛ بلکہ بطریق اولیٰ ضرر رساں نہ ہوگی؛ کیوں کہ اتصال مسنون نماز فرائض کے ساتھ اشد ہے، بہ نسبت اتصال تسبیحات فرائض کے ساتھ، قیامت کے دن نماز مسنون فرائض کے قائم مقام بن جائے گی نہ تسبیحات، فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ جو ذکر و غیرہ سنن مؤکدہ کے بعد کی جائے تو اسے دبر المکتوبات کہا جائے گا۔ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

وأما ماورد من الأحاديث فی الأذكار عقيب الصلاة فلا دلالته فيه على الإتيان بها قبل السنة، بل يحمل على الإتيان بها بعدها؛ لأن السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن أجنبية عنها، فما يفعل بعدها يطلق عليه أنه عقيب الفريضة، انتهیٰ. (۱/۴۹۴)(۱)

اور محقق ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

وما ورد أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يقول دبر كل صلاة لا إلٰه إلا الله وحده...(إلىٰ أن قال)... لايقتضی وصل هذه الأذكار بل كونها عقيب السنة من غير اشتغال بما ليس هو من توابع الصلاة يصحح كونه دبر الصلاة، انتهیٰ. (۱/۳۱۳)(۲)

دعا بہ ہیئت اجتماعیہ:

اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے بعض اوقات میں ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ خطبہ جمعہ میں دعا کی ہے، بخاری شریف (ص:۱۴۰، جلد:۱) میں روایت ہے:

فرفع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يديه يدعو، ورفع الناس أيديهم معه يدعون. (۳)

(۱) رد المحتار على هامش الدر المختار، قبيل مطلب: فيما لو زاد على العدد فی التسبيح عقب الصلاة: ۱/۳۹۱ (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، انيس)

(۲) فتح القدير، باب النوافل: ۱/۳۸۳-۳۸۴-

(۳) صحيح البخاری، باب: رفع الناس أيديهم مع الإمام فی الاستسقاء: ۱/۱۴۰ (كتاب الأستسقاء، رقم الحديث: ۱۰۲۹، انيس)

اوربعض اوقات میں انفرادی طور سے فجر کے بعد دعا کی ہے، یا منہ قبلہ کی طرف ہوتا، **كما روى الحاكم وابن أبي شيبة أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم رفع يديه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال:"اللّٰهم اخلص الوليد" إلىٰ آخره.**(۱)

اوریا منہ قوم کی طرف ہوتا، **كما روى ابن أبي شيبة في مصنفه قال أبو الأسود:"صليت مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم فلما سلم انحرف ورفع يديه ودعا".**(۲)

بعد الفرائض، یا بعد السنن ہیئت اجتماعی سے دعا کرنے کے متعلق ذخیرہ احادیث ساکت ہے، نہ دعا کرنے کی متعلق روایت موجود ہے اور نہ نہ کرنے کے متعلق روایت موجود ہے، اسے عدم ذکر اور عدم روایت کہتے ہیں، اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ دعا نہیں کی ہے تو اس نے پیغمبر علیہ السلام پر افترا کیا اور اسی طرح کوئی یہ دعویٰ کرے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ دعا کی ہے تو یہ بھی افترا ہے۔

اگر کوئی کہہ دے کہ اگر یہ دعا کی ہوتی تو مروی ہوتا تو اس کا مخالف یہ کہے گا کہ اگر یہ دعا نہ کی ہوتی تو یہ نہ ہونا مروی ہوتا، جیسا کہ نماز عید کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہوئی اور یہ نہ ہونا مروی ہے، **كما في رواية أبي داؤد: ١٦٩، وغيره.**(۳)

بہر حال ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ اس دعا کے متعلق اور اسی طرح **"اللّٰهم أنت السلام"** کے متعلق ذخیرہ احادیث ساکت ہے اور عدم ذکر اور ذکر عدم کے درمیان فرق نہ کرنا غباوت، یا غوایت ہے۔(۳)

---

(۱) وفي منهاج السنن: وأما رفع الأيدي عند الدعوات خارج الصلاة فقد ثبت بأحاديث كثيرة قولية وفعلية في الأمهات الست وغيرها منها ما أخرجه ابن أبي حاتم وذكره الحافظ ابن كثير في تفسيره: ١٧٢/٣)

عن أبي هريرة أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم رفع يديه بعد ما سلم وهو مستقبل القبله فقال اللّٰهم اخلص الوليد (إلىٰ آخر الدعاء) وفي سنده علي بن زيد بن جدعان وهو متكلم فيه والراجح أنه لا ينزل عن درجة الحسن كيف وقال يعقوب هذا حديث حسن صحيح وقال الجعلي وابن عدي يكتب حديثه وقال ابن دقيق العيد، علي بن زيد وإن ضعف فقد ذكر بالصدق... وأما ما أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه من حديث الأسود العامري عن أبيه هو عبد اللّٰه بن حاجب بن عامر قال: صليت مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم الفجر فلما سلم انصرف ورفع يديه. (منهاج السنن شرح جامع السنن، باب ما يقول إذا سلم: ١٧٢/٢)

(۲) عن ابن عباس أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم صلى العيد بلا أذان ولا إقامة وأبابكر وعمر أو عثمان شك يحيىٰ. (سنن أبي داؤد، باب ترك الأذان في العيد: ١٧٠/١) (كتاب الصلاة، رقم الحديث: ١١٤٧، انيس)

(۳) قال العلامة مفتي اعظم كفايت اللّٰه الدهلوي: شيخ (عبد الحق محدث دهلوي) کی مراد یہ ہو کہ ہاتھ اٹھانا اور آمین آمین کہنا ثابت نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث میں اس کا ذکر نہ ہونا کہ دعا میں آپ ہاتھ اٹھاتے تھے اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے کسی شے کا ذکر نہ ہونے سے اس کا عدم لازم نہیں، فإن عدم الثبوت لا يستلزم ثبوت العدم وهذا ظاهر جدًا، جیسا کہ روایات سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ ہاتھ اٹھاتے تھے اسی طرح یہ بھی کسی روویت میں نہیں کہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ (کفایت المفتی: ۳۴۸/۳، سوم فرائض کے بعد دعا کی مقدار کیا ہے)

قول، فعل اور تقریر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت امر بدعت نہیں:

پیغمبر علیہ السلام کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں،(۱) تو ایک کام تب خلاف سنت اور بدعت ہوگا کہ نہ قول رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہو اور نہ فعل اور تقریر سے ثابت ہو تو یہ دعویٰ کرنا کہ یہ کام بدعت ہے؛ کیوں کہ پیغمبر علیہ السلام نے نہیں کیا ہے، غباوت یا غوایت ہے۔

نماز کے بعد ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنا:

نماز کے بعد ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کے متعلق فعل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساکت ہے، البتہ قول رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، وہ حدیث دبر المکتوبات ہے۔ (رواہ الترمذی)(۲)

اور اس حدیث میں نہ رفع الیدین کا ذکر ہے اور نہ حمد وصلاۃ کا ذکر ہے، نہ آمین اور مسح الوجہ کا ذکر ہے اور نہ انفراد، یا اجتماع کا ذکر ہے؛ لیکن قاعدہ یہ ہے کہ ’’**إذا ثبت الشيء ثبت بآدابه ولوازمه**‘‘، بہرحال اس دعا میں ان آداب کی رعایت کی جائے گی، خواہ یہ دعا فرائض کے بعد ہو، یا سنن کے بعد۔

دعاء بعد السنّت کے بارے میں فقہا کے اقوال:

شرح شرعۃ الاسلام میں لکھا ہے:

ویغتنم بعدالمکتوبة قبل السنة علیٰ ماروی عن البقالی (۳) من أنه قال الأفضل أن یشتغل بالدعاء ثم بالسنة، وبعد السنن والأوراد علیٰ ما روی عن غیره وهو المشهور المعمول فی زماننا فإنه مستجاب بالحدیث. (۴) قلت: ومثل قول البقالی مروی عن الإمام جعفر الصادق فی الطبرانی. (۵)

---

(۱) قال الشیخ عبد الحق الدهلوی: اعلم أن الحدیث فی اصطلاح جمهور المحدثین یطلق علی قول النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم وفعله وتقریره و معنی التقریر أنه فعل أحد أوقال شیئًا فی حضرته صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ولم ینکرولم ینهه عن ذلک بل سکت وقر. (مصطلحات علم الحدیث الملحقة بالمشکاة المصابیح، ص: ۳)

(۲) قیل یارسول اللّٰه !" أی الدعاء أسمع؟ قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات". (سنن الترمذی، باب ماجاء فی جامع الدعوات: ۱۸۸/۲) (کتاب الدعوات، باب بعدباب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، رقم الحدیث: ۳۴۹۹، انیس)

(۳) المعتزلی فی الأصول، الحنفی فی الفروع، مثل صاحب الکشاف.

(۴) تعلیق الکوکب الدری: ۲۹۱/۲۔

(۵) وفی السعایة نقلاً عن المواهب للقسطلانی نقلاً عن الحافظ ابن الحجر أخرج الطبرانی من روایة جعفر بن محمد الصادق قال: الدعاء بعد المکتوبة أفضل من الدعاء بعد النافلة کفضل المکتوبة علی النافلة. (السعایة، باب صفة الصلاة: ۲۵۸/۲)

پس امام بقالی کے نزدیک فرائض کے بعد دعا کرنا افضل ہے اور اس کو اکثر اکابر کا میلان ہے اور جمہور کے نزدیک بعد السنن افضل ہے اور فقہاء کرام نے یہ قول مختار کہا ہے۔

ابن الہمام اور ابن العابدین کی رائے پہلے ذکر ہوئی، ابن نجیم صاحب بحر فرماتے ہیں:

"لکن عندنا السنة مقدمة على الدعاء الذى هو عقب الفراغ". (۳۰٤/۸)(۱)

اور صاحب مراقی الفلاح علامہ حسن شرنبلالی فرماتے ہیں:

"ويستحب للإمام بعد سلامه أن يتحول إلٰى جهة يساره لتطوع بعد الفرض ويستحب أن يستقبل بعده أى بعد التطوع،وعقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة ، يستقبل الناس...ثم يدعون لأنفسهم و للمسلمين رافعى أيديهم ثم يمسحون بها وجوههم" انتهٰى بحذف. (۲)

اور الاشباہ والنظائر میں ابن نجیم اور شرح اشباہ میں حموی فرماتے ہیں:

"الاشتغال بالسنة عقب الفرض أفضل من الدعاء". (ص:۱۲۷-۱۲۸)(۳)

صاحب خلاصۃ الفتاویٰ علامہ طاہر بن عبدالرشید البخاری فرماتے ہیں:

"بعد الفريضة الاشتغال بالسنة أولٰى من الاشتغال بالدعاء". (۹٥/۱)(۴)

اور علامہ قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

"وعند الحنفية:يكره له المكث قاعدًا يشتغل بالدعاء؛لأن القيام إلى السنة بعد أداء الفريضة أفضل من الدعاء والتسبيح والصلاة". (۱٤٤/۲)(۵)

التزام اور دوام میں فرق:

التزام مالا یلزم اور کسی شے کا اپنی حیثیت سے فوق اس کا اہتمام کرنا بدعات ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان انصار پر انکار کیا ہے، جنہوں نے احرام کی حالت میں اپنے گھروں کو پیچھے کی جانب سے آنے کا اہتمام کیا اور التزام کیا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وليس البربأن تأتوا البيوت من ظهورها ولكن البرمن اتقٰى وأتوا البيوت من أبوابها﴾ (سورة البقرة)(۵)

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں پر انکار کیا تھا، جنہوں نے نماز کے بعد دائیں جانب پھیرنا

---

(۱) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة،سنن الصلاة،انيس

(۲) الطحطاوى،ص: ۲٥۳-۲٥۷ (كتاب الصلاة،فصل فى صفة الأذكار،انيس)

(۳) غمزعيون البصائر،كتاب الصلاة: ۲۷/۲،دارالكتب العلمية بيروت.انيس

(۴) إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى،باب الانفتال والانصراف عن اليمين: ۱٤٤/۲،بولاق مصر.انيس

(۵) سورة البقرة: ۱۸۹-

لازم سمجھتا تھا، حیث قال: "لایجعل أحدکم للشیطان شیئًا من صلاته یری أن حقاً علیه أن لاینصرف إلا عن یمینه". (صحیح البخاری: ۱۱۸/۱)(۱)

اور ملا علی قاری فرماتے ہیں:

"أن من أصر علٰی أمر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال". (المرقاة: ۳۵۳/۲)(۲)

التزام دو قسم کے ہیں: ایک حقیقی ہے کہ ایک شے واجب نہ ہو اور لزوم و وجوب کا اعتقاد کیا جائے اور یہ نذر کی صورت میں جائز ہے اور نذر کے علاوہ مکروہ اور بدعت ہے۔ دوسرا التزام حکمی ہے کہ کسی شے کو لازم اور واجب نہ سمجھتا ہو؛ لیکن اپنی حیثیت سے فوق اہتمام کرتا ہو، جیسا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ابتلا آئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس سے انکار کیا اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿یاَأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ﴾ (البقرة)(۳)

اور اسی طرح انصار کی ابتلا کہ ﴿وَلَیْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی وَأْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ (سورة البقرة)(۴) کے ساتھ اس سے انکار نازل ہوا، البتہ التزام اور دوام میں فرق ضروری ہے، التزام بالمستحب ممنوع ہے اور دوام بالمستحب مطلوب ہے۔

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم: "خیر العمل مادیم علیه" وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "أحب الأعمال إلی اللّٰه أدومها وإن قل". (رواه البخاری ومسلم عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها)(۵)

التزام اور دوام کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ ہے، جو لوگ فرض یا سنن کے بعد ہمیشہ دعا کرتے ہیں اور التزام کے ساتھ کرتے ہیں تو یہ شخص دوام اور التزام دونوں کا مرتکب ہوا اور جو شخص فرض، یا سنن کے بعد کبھی کبھی دعا کرتا ہے اور التزام کرتا ہے تو اس نے التزام کیا اور دوام نہیں اور جو شخص فرض، یا سنن کے بعد ہمیشہ دعا کرتا ہے؛ لیکن

---

(۱) صحیح البخاری، باب الانتقال والانصراف عن الیمین والشمال: ۱۱۸/۱ (رقم الحدیث: ۸۵۲، انیس)

(۲) مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الأول: ۳۵۳/۲۔

(۳) قال العلامة حافظ عماد الدین ابن کثیر: یقول اللّٰه تعالٰی آمرًا عباده المؤمنین به المصدقین برسوله، أن یأخذوا بجمیع عرٰی الإسلام وشرائعه والعمل بجمیع أوامره، وترک جمیع زواجره ما استطاعوا من ذلک ...وزعم عکرمة أنها نزلت فی نفر ممن أسلم من الیهود وغیرهم، کعبد اللّٰه بن سلام وأسد بن عبید وثعلبة و طائفة استأذنوا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی أن یسبتوا وأن یقوموا بالتوراة لیلاً، فأمرهم اللّٰه بإقامة شعائر الإسلام، والاشتغال بها عما عداها، وفی ذکر عبد اللّٰه بن سلام مع هؤلاء نظر، إذ یبعد أن یستأذن فی إقامة السبت، وهو مع تمام إیمانه یتحقق نسخه ورفعه وبطلانه والتعویض عنه بأعیاد الإسلام. (تفسیر ابن کثیر: ۳۲۴/۱، سورة البقرة: ۲۰۸)

(۴) سورة البقرة: ۱۸۹۔

(۵) مشکاة المصابیح، الفصل الأول، باب القصد فی العمل: ۱۱۰/۱ (رقم الحدیث: ۱۲۴۲، انیس)

نہ اسے لازم کہتا ہے اور نہ تارک پر انکار کرتا ہے تو اس نے دوام کیا اور التزام نہیں اور بدعت سے بچ گیا، البتہ عوام کی اصلاح کے لیے کبھی کبھی فرض اور سنن کے بعد دعا نہ کرنا مناسب ہے؛ تاکہ التزام میں مبتلا نہ ہو جائے۔

تین بار دعا بعد السنن مباح ہے:

پیغمبر علیہ السلام نے زیارت القبور کے وقت تین بار دعا کی ہے، **کما فی مسلم** (۳۱۲/۱): "**جاء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم البقیع فقام فأطال القیام ثم رفع یدیہ ثلاث مرات ثم انحرف**". (۱)

اور فرض یا سنن کے بعد تین بار دعا کرنا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے، امر مباح ہے اور ہر وہ امر مباح جس پر عوام کا عقیدہ سنیت پیدا ہو جائے، وہ مکروہ بن جاتا ہے، **کما فی شرح الکبیر**: "**کل مباح یؤدی إلیہ أی إلی اعتقاد الجھالۃ سنیتھا فمکروہ**". (۵۷۳)(۲)

نماز کے بعد چند معمولات کے بارے میں فقہی مسائل:

جس نماز کے بعد سنن نہ ہو تو امام کی مرضی ہے کہ اپنی جگہ سے اٹھتا ہے، یا بیٹھتا ہے؛ لیکن قبلہ کی طرف "**اللّٰھم أنت السلام**" (إلی آخرہ) کی مقدار سے زیادہ نہ بیٹھے، (بدائع) اور بنا بر حدیث ترمذی شریف نماز فجر اور نماز مغرب کے فرض کے بعد بمقدار "**أشھد أن لا إلٰہ إلا اللّٰہ إلخ**" دس بار پڑھنے کے بیٹھنا مستثنیٰ ہے، (۳) اور جب بیٹھ جائے تو اس کی مرضی ہے کہ دائیں طرف منہ پھیرتا ہے یا بائیں طرف، یا لوگوں کی طرف منہ کریں؛ لیکن یہ اس وقت کہ سامنے کوئی نمازی نہ ہو، بدائع) اور جس نماز کے بعد سنن ہو تو امام "**اللّٰھم أنت السلام**" کی مقدار کے برابر بیٹھ جائے پھر سنت ادا کریں، (۴) سنت اس جگہ نہیں پڑھی جائے گی، جہاں فرض ادا کیا ہو، (بدائع: ۱۶۱/۱) البتہ اگر مقتدی فصل اور انتظار کے بعد اسی جگہ سنت ادا کرے تو یہ جائز ہے۔ (حدیث ابوداؤد) (۵) (**تمت المقالۃ فی الدعاء**)

(فتاویٰ فریدیہ: ۲۶۸/۲-۲۸۰)

---

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب الجنائز، فصل فی التسلیم علی أھل القبور والدعاء لھم: ۳۱۳/۱ (یہ حدیث مسلم میں "باب: ما یقال عند دخول القبور والدعاء لأھلھا" کے تحت ملی ہے، حدیث نمبر: ۹۷۴، بیت الأفکار، انیس)

(۲) غنیۃ المستملی المعروف بالکبیری، فصل مسائل شتیٰ، ص: ۵۶۹۔

(۳-۴) مراقی الفلاح والطحطاوی، ص: ۲۵۲-۲۵۳

(۵) عن الأزرق بن قیس... فقام الرجل الذی أدرک معہ التکبیرۃ الأولٰی من الصلاۃ یشفع فوثب إلیہ عمر فأخذ بمنکبیہ فھزہ ثم قال اجلس فإنہ لم یھلک أھل الکتاب إلا أنہ لم یکن بین صلواتھم فصل فرع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بصرہ فقال أصاب اللّٰہ بک یاابن الخطاب. (سنن أبی داؤد، باب فی الرجل یتطوع فی مکانہ الذی صلی فیہ المکتوبۃ: ۱۵۱۱) (کتاب الصلاۃ، رقم الحدیث: ۱۰۰۷، انیس)

امامت کی فضیلت،استحقاق اور افضلیت

امامت کی فضیلت کا ثبوت:

سوال: زید کہتا ہے کہ امامت کا ثواب کہیں قرآن وحدیث، یا فقہ کی کتابوں سے ثابت نہیں، اسی وجہ سے میں امامت نہیں کرتا تو کیا واقعی کسی حدیث میں امامت کے ثواب کا کوئی درجہ ہے، اگر ہو تو استدلالاً حدیث صحیح سے جواب عطا فرمایا جائے؟

الجواب

فضیلت امامت میں حسب ذیل احادیث وارد ہیں، جو اس وقت میری نظر سے گذری ہیں۔

عن عبد اللّٰه بن عمر رضی الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:"من أم قومًا فليتق اللّٰه وليعلم أنه ضامن مسؤول لماضمن وإن أحسن كان له من الأجر مثل أجر من صلى خلفه،من غير أن ينقص من أجورهم شيئًا وما كان من نقص فهو عليه". (رواه الطبرانى فى الأوسط من رواية معارك بن عباد)(قلت:وهو حسن علىٰ قاعدة المنذرى كما لايخفى)

وعن عبداللّٰه بن عمر رضى الله عنهما،أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:" ثلثة علىٰ كثبان المسك،أراه قال:يوم القيامة،عبد أدى حق الله وحق مواليه،ورجل أم قومًا وهم به راضون ورجل ينادى بالصلوات الخمس فى كل يوم وليلة ".(رواه أحمد والترمذى وقال:حديث حسن)

ورواه الطبرانى فى الصغير والأوسط بإسناد لا بأس به ولفظه:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" ثلاثة لايهولهم الفزع الأكبر ولاينالهم الحساب وهم علىٰ كثيب من مسك،حتىٰ يفرغ من حساب الخلائق:رجل قرأالقرآن ابتغاء وجه الله وأم به قومًا وهم به راضون.(الحديث)(۱)

ان احادیث سے امامت کی حسب ذیل فضیلتیں ثابت ہوئیں، بشرطیکہ امام شرائط صلوٰۃ کی پوری رعایت کرے۔

(۱) جتنے آدمی اس کے پیچھے ہوتے ہیں، ان سب کی نمازوں کے برابر اس کو بھی ثواب ملتا ہے اور اس کی نماز کا ثواب علاحدہ ہے۔

(۱) كذا فى الترغيب للمنذرى : ۷۸/۱ ((الترغيب فى الإمامة والاحسان، والترهيب منها عدمها ،رقم الحديث: ٦٦٠_٦٦٢،انيس)

(۲)　قیامت کی گھبراہٹ سے مامون رہے گا۔

(۳)　حساب کتاب سے محفوظ رہے گا۔

(۴)　مشک کے ٹیلوں پر قیامت میں بے فکر بیٹھا رہے گا، یہاں تک کہ مخلوق حساب سے فارغ ہو اور فقہا نے لکھا ہے کہ امامت اذان سے افضل ہے؛ کیوں کہ امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا حق ادا کرتا ہے۔(۱)

۷/شوال ۱۳۴۰ھ۔(امداد الاحکام:۲/۱۱۶۔۱۱۷)

امام کا مرتبہ:

سوال:　اسلام میں امام کا مرتبہ ومقام کیا ہے؟

هو المصوب

اسلام میں امام کا مقام بہت اہمیت کا حامل ہے، امامت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہ کرام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم امامت جبرئیل کے بعد سے تاحیات امامت فرماتے رہے، آپ کے عذر کی حالت میں اور آپ کے مابعد تمام خلفاء راشدین اور مسلم سلاطین اس منصب کو اپنے لیے شرف کا باعث سمجھتے ہوئے امامت کرتے رہے ہیں۔(۲)

تحریر: محمد طارق ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۲۵۹)

---

(۱)　قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: صلاة ينطحون علىٰ كثبان المسك يوم القيامة فى الجنة، رجل دعا إلىٰ الصلوات الخمس فى اليوم والليلة يبتغي بذلك وجه اللّٰه، ورجل تعلم كتاب اللّٰه فأم به قوم وهم به راضون، وعبد مملوك يشغله رق الدنيا عن طاعة اللّٰه. (المصنف لعبد الرزاق، كتاب الصلاة، باب الإمامة وفيها (رقم الحديث: ١٨٧٦) ١/ ٤٨٨، انيس)

(۲)　الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن اللهم أرشد الأئمة واغفر للمؤذنين. (سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب مايجب على المؤذن من تعاهد الوقت، رقم الحديث: ٥١٧ (وكذا فى سنن الترمذى، كتاب الصلاة، باب ماجاء أن الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن، رقم الحديث: ٢٠٧)

... ولذلك نقل عن الصحابة رضى اللّٰه عنهم أجمعين أنهم كانوا يتدافعون الإمامة والصحيح أن الإمامة أفضل، إذ واظب عليها رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وأبوبكر وعمر رضى اللّٰه عنهما والأئمة بعدهم ... فقد قال صلى اللّٰه عليه وسلم: أئمتكم شفعاؤكم، أو قال: وفدكم إلىٰ اللّٰه فإن أردتم أن تزكوا صلاتكم فقدموا خياركم. وقال بعض السلف: ليس بعد الأنبياء أفضل من العلماء، ولا بعد العلماء أفضل من الأئمة المصلين؛ لأن هؤلاء قاموا بين يدى اللّٰه عزوجل وبين خلقه: هذا بالنبوة وهذا بالعلم وهذا بعماد الدين وهو الصلاة. (احياء علوم الدين: ١/ ٢٣٥)(كتاب أسرار الصلاة، الباب الرابع فى الإمامة والقدرة، وفى أركان الصلاة وبعد السلام، إلخ، انيس)

نفل حج کرنا افضل ہے، یا امامت:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے، اسی مسجد میں ۳۴ر سال سے امامت کرتا ہے، زید امام وخطیب قاضی ومدرس ہے، ۳۴ر سال سے اس مسجد میں خدمت انجام دے رہا ہے، اسی دوران زید نے ۹ر حج کئے اور ان شاء اللہ امسال بھی حج پر جانے کا موقع ہے؛ لیکن ٹرسٹیان، مسجد کے ذمہ داران کی جانب سے رکاوٹ آ گئی ہے، یہ حضرات حج کو جانے سے منع کرتے ہیں، حج کرو، یا امامت کرو۔ امامت کرنا ہو تو حج کو مت جانا، میری خواہش ہے کہ ہر سال حج کروں؛ لیکن حج کرنے میں امامت چھوٹ جائے گی، جو ہمیشہ کا کام ہے، آپ مجھے بتائیں کہ حج کو جانا بہتر ہے، یا امامت کا کرنا؟

(۲) امام صاحب اگر فرض نماز میں جہری دعا کرے تو کیا حکم ہے، گناہ ہے، یا بدعت؟

هو المصوب

حج فرض آپ ادا کر چکے ہیں، جبکہ امامت آپ کی ذمہ داری ہے، اگر آپ کے ذمہ دار اس کی اجازت نہیں دے رہے ہیں اور آپ کے لیے امامت کرنا ضروری ہے تو امامت مقدم ہوگی، اگر امامت کرنا ضروری نہیں ہے اور آپ حج بغیر ریا کے کرنے کے خواہش مند ہیں تو آپ کے اختیار میں ہے، آپ جس کو چاہیں منتخب کر لیں۔

(۲) دعا جہری جائز ہے؛ لیکن سری دعا افضل ہے۔(۱)

تحریر: مسعود حسن حسنی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۲۶۱-۲۶۲)

کیا امام، امامت سے استاذ بن جاتا ہے:

سوال: چند مسائل درپیش ہیں، جن کا جواب درکار ہے۔

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین دریں مسئلہ کہ کسی شخص کے پیچھے نماز پڑھنے سے وہ استاذ بنتا ہے، یا نہیں؟ اور اگر وہ استاذ بن جاتا ہے تو کیا اس کا احترام بھی اسی طرح ضروری ہے، جیسا کہ عام مروجہ استاذوں کا احترام کیا جاتا ہے؟

(۲) عام عرف میں امام کو استاذ کہا جاتا ہے، کیا یہ استاذیت، امامت کی خصوصیت ہے، یا مطلق نماز پڑھنے کی؟

(۳) کیا ایک حافظِ قرآن دوسرے حافظِ قرآن کی منزل سنتا ہے، کیا یہ منزل سننا تعلیم میں شمار ہوتا ہے، یا کہ تذکرہ میں؟ اور یہ بھی بتائیں کہ استاذ کب اور کیسے بنتا، ذرا تفصیل کے ساتھ بیان فرمائیں؟

الجواب

(۱) محض امامت سے استاذ نہیں بنتا؛ مگر امام کی بھی تعظیم کرنی چاہیے۔

(۱) ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾.(سورة الأعراف: ۵۵)

(۲) یہ عرف صحیح نہیں ہے، ہاں اگر امام سے کوئی دین کی بات سیکھی ہو تو وہ استاذ ہو گیا۔

(۳) شرعاً اس سے استاذ نہیں بنتا؛ مگر چوں کہ قرآن یاد کرنے میں ایک دوسرے کی مدد ہوئی؛ اس لیے ایک دوسرے کی عزت کرنی چاہیے۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۴۱۲/۱/۸ھ (فتویٰ نمبر ۵۶/۱۳۸) (فتاویٰ عثمانی: ۴۴۶/۱)

نماز اور شرائط امامت سے متعلق مختلف سوالات:

سوال (۱) شرائط امامت کیا کیا ہیں؟

(۲) کیا جو امام پنجوقتہ نماز نہ پڑھائے، صرف ایک، دو وقت پڑھائے، اس کے پیچھے نماز درست ہے؟

(۳) کیا جو قصداً انیس جمعہ قضا کرے، بیسواں جمعہ پڑھا سکتا ہے؟

(۴) امام اور مقتدیوں میں رنجش وکدورت دلی ہو تو امامت واقتدا جائز ہوگی؟

(۵) مفسدات نماز کیا کیا ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

(۱) امامت کے لیے ضروری شرط یہ ہے کہ مسلمان ہو، بالغ ہو، مرد ہو، ہوش وحواس درست ہوں، بقدر ضرورت مسائل نماز وطہارت جانتا ہو۔(۱)

(۲) درست ہے۔(۲)

(۳) جائز ہے۔(۳)

(۴) جائز ہے اور لوگوں کو چاہیے کہ مصالحت وصفائی قلب کے لیے دونوں طرف کوشش کریں۔(۴)

(۵) مفسدات نماز بہت ہیں، فقہ کی کتابوں میں دیکھ لیجئے۔(۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس غفرلہ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۲۲/۲-۳۲۳)

---

(۱) يشترط لصحة الجماعة شروط، منها الإسلام، والبلوغ والذكورة والعقل وأن يكون الإمام قاريًا إذا كان المأموم قارياً وأن يكون سليمًا من الأعذار وأن يكون الإمام طاهرًا من الحدث والخبث وأن يكون الإمام سليمًا لايتحول في النطق من حرف إلى حرف وأن يكون الإمام مقتديًا بإمام غيره وأن تكون صلاة الإمام صحيحة في مذهب المأموم. (الفقه على المذاهب الأربعة، باب مباحث الإمام في الصلاة)

(۲-۳) ایسا شخص صاحب ترتیب نہیں ہے اور امامت کے لیے صاحب ترتیب ہونا شرط نہیں ہے؛ اس لیے ایسے شخص کی امامت جائز ودرست ہے۔ [مجاہد]

(۴) ولو أم قومًا وهم له كارهون، أن الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره) له ذلك تحريمًا لحديث أبي داؤد لايقبل الله صلوة من تقدم قومًا وهم له كارهون، (وأن هو أحق لا) والكراهة عليهم. (الدر المختار على هامش ردالمحتار: ۲/ ۲۹۷-۲۹۸) (باب الإمامة: انيس)

(۵) دیکھئے: الدر المختار: ۲/ ۳۷۰، ۴۰۴۔

اہلیت امامت کی شرطیں:

سوال: نماز پڑھانے والے کے لیے کیا کیا شرائط ہیں؟ نماز پڑھانے والے شخص کو کن کن چیزوں سے پاک ہونا چاہیے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

امام بننے کے لیے چھ چیزیں شرط ہیں: اگر ان میں سے ایک بھی مفقود ہوتو کوئی شخص امام نہیں بن سکتا ہے، (۱) مسلمان ہو، (۲) عاقل، بالغ ہو، (۳) مرد ہو، (۴) بقدرِ ضرورت قرآن پڑھنا جانتا ہو، (۵) ان بیماریوں سے صحیح وسالم ہو، جن سے نماز میں خلل ہوتا ہے، جیسے نکسیر یا اس طرح کی دوسری بیماریاں، (۶) صحت نماز کی کوئی شرط مفقود نہ ہو، جیسے طہارت، ستر عورت وغیرہ۔

وشروط الإمامة للرجال الأصحاء ستة أشياء: الإسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراءة والسلامة من الأعذار كالرعاف والفافأة والتمتمة واللثغ وفقد شرط كطهارة وستر عورة، آه.(۱)

اور امام کو تمام ظاہری گناہوں سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔ ويجتنب الفواحش الظاهرة.(۲) فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۸/محرم ۱۴۱۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۲۲/۲)

جو ارکان اسلام نہیں جانتا، وہ لائق امامت ہے، یا نہیں:

سوال (۱) ایک شخص حافظ قرآن ہے اور سوداگری کا پیشہ کرتا ہے؛ لیکن ارکانِ نماز نہیں جانتا، ایسا شخص امامت کے لائق ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

امام بننے کے لیے کیا شرائط ہیں:

(۲) امام کے لیے کن باتوں کا ہونا ضروری ہے، جس سے وہ امامت کے لائق ہوسکے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

(۱-۲) بہتر ہے کہ امام مسائلِ نماز جانتا ہو، قرآن شریف صحیح اور عمدہ پڑھتا ہو، صالح وپرہیزگار ہو، اگر ان امور کے ساتھ حافظ قرآن بھی ہوتو بہت اچھا ہے؛ مگر مقدم یہ ہے کہ مسائل نماز جانتا ہو؛ تاکہ نماز میں کوئی ایسی غلطی نہ کرے، جس سے نماز فاسد، یا مکروہ ہوجائے۔ فقط (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۴/۳)

---

(۱) رد المحتار، باب الإمامة: ۲۸۴/۲ (مطلب: شروط الإمامة الكبرىٰ، انیس)

(۲) الفتاوى الهندية: ۸۳/۱ (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة، انیس)

(۳) والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة ثم الأحسن تلاوةً للقراءة ثم الأورع ثم الأسن ثم الأحسن خلقًا ثم الأحسن وجهاً ثم الأشرف نسباً، إلخ. (تنوير الأبصار: ۵۲۰) ((كتاب الصلاة، باب الإمامة، انیس)

امامت کی شرائط:

سوال: ایک مسلمان بغیر دباغت چمڑہ کا بیوپار کرتا ہے اور بازار کا بیٹھنے والا ہے، وہ شخص امامت کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

امام صحیح العقیدہ، قرآن پاک صحیح پڑھانے والا، مسائلِ نماز وطہارت سے واقف، متبع سنت ہونا چاہیے،(۱) مردار کی کھال بغیر دباغت بیچنا اور خریدنا جائز نہیں، یہ بیع باطل ہے،(۲) ایسے کاروبار کرنے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے،(۳) دباغت کے بعد بیع وشرا درست ہے،(۴) دباغت کے لیے کھال کو باقاعدہ پکانا بھی ضروری نہیں؛ بلکہ دھوپ میں، یا نمک وغیرہ مسالہ لگا کر، ایسا بنالینا بھی کافی ہے کہ گلنے سڑنے سے محفوظ رہ سکے اور خون کی رطوبت ختم ہوجائے،(۵) جو جانور شرعی طور پر ذبح کیا جائے، اس کی کھال بغیر دباغت ہی پاک ہے،(۶) خنزیر کی کھال کسی طرح پاک نہیں ہوتی، وہ نجس العین ہے۔(۷) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶/۳۶-۳۷)

امامت کے لیے سند کی ضرورت ہے:

سوال: دو شخص ایک ہی جگہ مقیم ہیں، ایک سند یافتہ عالم، دوسرا بے سند؛ لیکن مسائل سے واقف ہے اور اس کی قرأت بھی اچھی ہے اور وہ حد درجہ پرہیز گار بھی ہے، اگر بے سند نمازیوں کی کثرت رائے سے امامت کرے تو سند

---

(۱) الأولٰى بالإمامة أعلم بأحكام الصلاة...هٰذا إذا علم من القراء ة قدرما تقوم به سنة القراء ة ... ولم يطعن فى دينه ... و يجتنب الفواحش،آه". (الفتاوىٰ الهندية،الباب الخامس فى الإمامة،الفصل الثانى فى بيان من هو أحق بالإمامة: ۸۳/۱ ،رشيدية)

(۲) "(وجلد ميتة قبل الدبغ) لو بعوض، ولو بالثمن فباطل". (الدرالمختار، كتاب البيوع،باب البيع الفاسد:۷۳/۵،سعيد)

(۳) ويكره امامة عبد أعرابى وفاسق،آه". (الدرالمختار، كتاب الصلاة،باب الإمامة : ۱/ ۵۶۰ ، سعيد)

(۴) "(وبعده)أى بعد الدبغ (يباع)". (الدرالمختار، كتاب البيوع،باب بيع الفاسد : ۵/ ۷۳،سعيد)

(۵) (قوله:دبغ) الدباغ ما يمنع النتن و الفساد،والذى يمنع علىٰ نوعين:حقيقى كالقرظ والشب والعفص ونحوه، وحكمى:كالتتريب والتشميس والقاء فى الريح،آه. (الدرالمحتار،مطلب فى أحكام الدباغة: ۲۰۳/۱،سعيد)

(۶) "الحاصل أن زكاة الحيوان مطهرة لجده ، ولحمه إن كان الحيوان مأكولاً". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب فى أحكام الدباغة: ۲۰۵/۱،سعيد)

(۷) "(خلا) جلد (خنزير) فلا يطهر". (الدرالمختار، كتاب الطهارة،مطلب فى أحكام الدباغة : ۲۰۴/۱،سعيد)

یافتہ عالم کے پیچھے جو ثواب ملے گا، اس کے پیچھے بھی وہی ثواب ملے گا، یا نہیں؟ یا امامت میں دونوں برابر حق رکھتے ہیں، یا نہیں؟ اگر متولی بے سند امام کو بلا جرم شرعی جواب دے دے تو متولی کی خدا کے یہاں پکڑ ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

حامداً ومصلیاً، الجواب وباللہ التوفیق:

بے سند شخص جو مسائل سے خوب واقف ہے اور قرأت اچھی پڑھتا ہے اور پرہیزگار بھی ہے اور نمازیوں کی کثرت رائے سے امامت کر رہا ہے تو ایسے معین امام کی موجودگی میں دوسرے سند یافتہ عالم صاحب کو بغیر اجازت امام کے نماز پڑھانا مکروہ ہے، (۱) معین و دیندار امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں جو ثواب ہے وہ ثواب بغیر اجازت کے نماز پڑھانے والے عالم امام کے پیچھے نہیں۔

باقی رہا یہ سوال کہ متولیان مسجد کو بغیر قصور امام کو جواب دے دینا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جماعت میں امام سے بددلی و ناراضگی ہو تو جماعت کے حسب منشاء مصلیوں کی کثرت رائے سے امام کو امامت سے علاحدہ کرنا جائز ہے اور جب کہ متولیان مسجد اور مصلیان مسجد امام کو چار ماہ کی تنخواہ پیشگی دے کر رخصت کرنا چاہتے ہوں تو امام کو لائق ہے کہ عزت سے علیحدہ ہو جائے، زبردستی مسجد میں جماعت کی ناراضگی دیکھتے ہوئے امامت پر اڑے رہنا ناجائز و معیوب ہے اور عزت کے بھی خلاف ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ خدا ایسے امام کی نماز قبول نہیں کرتا، جو قوم کی کراہت و ناراضگی دیکھتے ہوئے بھی امامت کرتا رہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (مرغوب الفتاوی: ۲/۲۵۵-۲۵۶)

امام کس کو بنایا جائے:

سوال (۱) ہمارے یہاں دو مولوی صاحب ہیں، ایک نے تو کسی لڑکی کو بھگا کر شادی کی ہے، پھر طلاق دے دی اور ثانی نکاح بھی کر لیا، ایسی لڑکی سے جس کو حد جاری ہو سکتی ہے اور دوسرے مولوی صاحب ہیں، جن کے حق میں کسی قسم کی بدنامی نہیں ہے، لہٰذا ان دونوں میں کس کی امامت افضل ہے؛ یعنی نماز پڑھنا پیچھے اول کو ثانی کے سلف پر اور ثانی کو اول کے سلف پر جائز ہے، دونوں مولوی صاحب کی موجودگی میں مطلقاً لڑکی بھگا کر شادی کرنے والی سلف پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اکثر فقہا کس طرف گئے ہیں؟ جواب قرآن واحادیث وفقہ سے دیں اور خدا بزرگ سے نعمت دارین حاصل کریں۔

---

(۱) ...ومثله إمام المسجد الراتب أولٰى بالإمامة من غيره مطلقًا. (الدر المختار: ۲/۲۹۷، باب الإمامة)

(۲) عن ابن عباس رضي الله عنهما: عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلاثة لا ترفع صلاتهم فوق رؤوسهم شبراً رجل أم قوماً وهم له كارهون وامرأة باتت زوجها عليها ساخط وأخوان متصارمان. (سنن ابن ماجة، كتاب إقامة الصلاة، باب من أم قوماً وهم له كارهون، رقم الحديث: ۹۷۱، ص: ۱۲۲، بيت الأفكار، انيس)

مسجد میں امامت کا حق کس کو ہے:

(۲) ہمارے یہاں ایک مسجد وقف کی ہوئی ہے، وقف کرنے والے کے اولاد میں سے ایک مولوی صاحب ہیں، جو امام کے قابل بھی نہیں ہیں، برابر ایک اور مولوی صاحب کا اعتبار ہے؛ لیکن وقف کرنے والے کے لڑکے مولوی صاحب یوں کہتے ہیں کہ چونکہ مسجد میرے باپ دادا کی وقف کی ہوئی ہے؛ اس لیے امامت کا حق مجھے ہے، کسی کی ملکیت میں مسجد بنایا تو اس مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جائز، یا ناجائز؟ (احقر المعاصی بشیر احمد)

الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) دوسرا مولوی جس کے بارے میں کوئی بدنامی نہیں، اس کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔(۱)

(۲) وقف کرنے کے بعد چیز وقف کرنے والے کی ملک سے نکل جاتی ہے اور خاص اللہ کی ملک شمار ہوتی ہے، پھر اللہ کے حکم کے مطابق جو شخص امامت کا زیادہ مستحق ہوگا اور اس کو امامت کا حق زیادہ ہوگا، واقف کی اولاد اگر ایسی نہ ہو تو اس کے بجائے دوسرا شخص جو امامت کا اہل ہو، اس کو ترجیح ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیوبند سہارنپور ۲/۱۲/۱۴۰۳ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲۷۸/۱-۲۷۹)

امام راتب احق بالامامت ہے:

سوال: مسجد میں ایک امام مقرر ہے، اتفاقاً اگر اس سے زیادہ اعلم کوئی شخص آجائے تو امامت کا حقدار کون ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب ــــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

امام راتب احق ہے۔

لما فی شرح التنویر: واعلم أن صاحب البیت ومثله امام المسجد الرواتب أولٰی بالإمامة من غیره مطلقا.

وفی الشامیة: (قوله مطلقًا) أی وإن کان غیره من الحاضرین من هو أعلم وأقرأ منه (رد المحتار، المجلد الأول)(۲) فقط واللّٰه تعالٰی أعلم (احسن الفتاویٰ: ۲۶۴/۳)

امامت کا مستحق کون:

سوال (۱) مستحق امامت کون ہے؟

---

(۱) ”قلت: وسیذکر الشارح عند المؤید بالجواز لوغیره أصلح“. (رد المحتار علی الدر ٦٨٤/٦، مکتبة زکریا)

(۲) ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٥٩/١، دارالفکر بیروت. انیس

مقتدی کے ناپسند کرنے کے باوجود جبراً امامت کا حکم:

(۲) جو پنج وقتی کا پابند نہیں ہے وہ زبردستی امامت کرتا ہے، مقتدیوں کی نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟ کیا زانی بالاعلان اور نشہ خوار کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) امامت کے لیے مستحق عالم، قاری، متقی ہے۔(۱)

(۲) مقتدیوں کی نماز ہوجاتی ہے؛ مگر غیر متقی سے متقی کی امامت اولیٰ ہے؛ اس لیے مناسب یہ ہے کہ مسلمان اس غیر متقی امام کو ایسے طریقہ سے علیحدہ کریں، جس سے فتنہ وفساد وافتراق کی نوبت نہ آئے، ورنہ فتنہ وفساد اور مسلمانوں میں پھوٹ یہ خود بڑا گناہ ہے اور پہلے اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے، جس امام سے متقدیوں کو کراہت ہو، اس امام کی نماز مقبول نہیں ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے:

”عن عبد اللّٰہ بن عمرو أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یقول: ثلثة لایقبل اللّٰہ منہم صلاة: من تقدم قومًا وہم لہ کارہون“ إلخ. (رواہ أبوداؤد وابن ماجة)(۲)

”عن أبي أمامة قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ثلاثة لاتجاوز صلاتہم أذانہم: العبد الآبق حتٰی یرجع وامرأة باتت وزوجہا علیہا ساخط وإمام قوم و ہم لہ کارہون“. (رواہ الترمذی)(۳) فقط واللّٰہ تعالٰی أعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۵۲/۶/۱۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۱۶۴)

امامت میں ترجیح:

سوال: زید مولوی، طبیب اور حافظ ہے اور عمر حافظ، قاری، سبعہ قرأت کا جاننے والا، مشکوٰۃ، ہدایہ، جلالین پڑھا ہوا ہے، امامت تراویح کے لیے کون افضل ہے؟

---

(۱) (والأحق بالإمامة) ... (الأعلم بأحکام الصلوٰة) ... (ثم الأحسن تلاوةً) تجویدًا (للقراءة، ثم الأورع). (الدرالمختار علٰی ہامش رد المحتار: ۲/۴۹۲)

(۲) سنن أبی داؤد، باب الرجل یؤم القوم وہم لہ کارہون (ح:۵۹۳)/سنن ابن ماجة، باب من أم قوماً وہم لہ کارہون (ح:۹۷۰)انیس

(۳) جامع الترمذی، باب ما جاء من أمّ قوماً وہم لہ کارہون: ۱/۶٤ (رقم الحدیث: ۳٦۰)/جامع معمر بن راشد (ح:۲۰٤٤۹)/مصنف ابن أبی شیبة (ح:۱۷۱۲۸)انیس

الجواب

ان دونوں میں عمر امامت تراویح وغیرہ کے لیے زیادہ مستحق ہے اور افضل ہے کہ وہ علم دین کے حصول کے ساتھ قاری بھی ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۹۷-۹۸)

افضل کو امام بنایا جائے:

سوال: زید حاجی ہے اور بہت پابند پنجگانہ ہے اور زید کے تین لڑکے ہیں، ایک داڑھی نہیں منڈاتا؛ بلکہ لمبی داڑھی ہے، شرعی لباس میں مثل زید کے ہے اور دو داڑھی منڈاتے ہیں، زید اور تینوں لڑکے دوکانداری میں جھوٹ بول کر سودا بیچتے ہیں تو ایسی حالت میں زید اور اس کے لڑکے امامت کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

زید اور زید کے لڑکوں میں سے، جو متشرع پابند صوم وصلوٰۃ ہے اور ظاہراً کوئی علامت فسق کی اس میں نہیں ہے، اس کی امامت بلا کراہت درست ہے اور جو کوئی امر فسق کا ان میں ہے تو امامت اس کی مکروہ ہے۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۸۹)

زیادہ علم والے اور کم علم والے میں سے افضل کون ہے:

سوال: ایک شخص مسائل سے اچھا واقف ہے، دوسرا شخص کم علم ہے، ان دونوں میں مستحق امامت کون ہے اور کم علم والے کے پیچھے زیادہ علم والا اگر نماز پڑھ لیوے تو درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

احق بالامامت وہ شخص ہے، جو مسائل نماز کو زیادہ جانتا ہو؛ لیکن اگر زیادہ علم والا کم علم والے کے پیچھے نماز پڑھ لے، نماز ہو جاتی ہے۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۸۲)

(۱) (والأحق بالإمامة)تقديماً بل نصباً،الأعلم بأحكام الصلوٰة،إلخ، ثم الأحسن تلاوة و تجويدًا.(الدر المختار)
أفادبذلک أن معنى قولهم أقرأ:أى أجود،لاأكثرهم حفظًا... ومعنى الحسن فى التلاوة أن يكون عالماً بكيفية الحروف والوقف ومايتعلق بها،قهستانى.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۱/۱،ظفير)(مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد،انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد ، إلخ، وفاسق.(الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۳/۱،ظفير)

(۳) الأولىٰ بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة هٰكذافى المضمرات،وهوالظاهر، هٰكذا فى البحر الرائق، هٰذا إذا علم من القراءة قدرما تقوم به سنة القراءة،هٰكذا فى التبيين،ولم يطعن فى دينه،إلخ،ويجتنب الفواحش الظاهرة وإن كان غيره أورع منه ... ==

جس کا علم زیادہ ہو، اسے امام بنانا افضل ہے:

سوال: ایک مسجد میں دو استاد بچوں اور بچیوں کو پڑھاتے ہیں، ایک استاذ مقامی ہیں، جو کہ صرف عالم ہی ہیں، دوسرے غیر مقامی ہیں، جو کہ عالم، قاری اور حافظ بھی ہیں۔

(۲) مقامی استاذ صرف بچیوں کو پڑھاتے ہیں، دوسرے استاذ بچوں کو سارا دن صبح شام پڑھاتے ہیں، جبکہ نمازیں اور جمعہ کی نماز مقامی استاذ پڑھاتے ہیں، ان دونوں میں سے نماز اور جمعہ پڑھانے کا کون زیادہ مستحق ہے؟ اس میں جھگڑے کی کوئی بات نہیں ہے اور نہ کوئی اختلاف ہے؟

الجواب

ان دونوں میں سے جن کا علم زیادہ ہو، خاص طور سے نماز کے مسائل سے جو صاحب زیادہ واقف ہوں اور جن کے علم وتقوی پر لوگ زیادہ اعتماد کرتے ہوں، ان کو امام بنانا زیادہ بہتر ہے، (۱) ویسے جائز دونوں کی امامت ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۵/۶/۱۳۹۸ھ (فتویٰ نمبر ۹۱/۷۲۹ ب) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۱۵)

نمازیوں میں جس کی قرأت بہتر ہو، اس کو امام بنانا اولیٰ ہے:

سوال: ایک آدمی ہے جو کچھ علم تجوید قرأت سے واقف ہے اور اس نے کچھ مشق بھی کی ہے، اس کی نماز دوسرے لوگوں کے پیچھے، جن کی یہ حالت نہیں جائز ہے، یا نہیں؟ مفصل جواب کی ضرورت ہے۔

الجواب

نماز جائز ہے؛ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ اس صورت میں یہی شخص امام بنے، جو اوروں سے اچھا قرآن مجید پڑھ سکتا ہے۔

كما هو مصرح في عامة كتب الفقه وقال في الدر المختار: ولو قدموا غير الأولىٰ أساؤوا. (۲) والله أعلم (امداد المفتین: ۲/۳۰۸)

== وإن كان متبحراً في علم الصلاة لكن لم يكن له حظ في غيره من العلوم فهو أولىٰ، إلخ، دخل المسجد من هو أولىٰ بالإمامة من إمام المحلة فإمام المحلة أولىٰ، كذا في القنية. (الفتاوى الهندية مصرى، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثاني: ۱/۷۰، ظفير) (بيان من هو أحق بالإمامة، انيس)

(۱) وفي الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۵۵۷: (و الأحق بالإمامة) تقديمًا بل نصبًا... (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة... ثم الأورع...، إلخ.

وفي الهندية: (الباب الخامس في الإمامة الفصل الثاني: ۱/۸۳ (بيان من هو أحق بالإمامة، انيس): الأولىٰ بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة، هٰكذا في المضمرات، وهو الظاهر، هٰكذا في البحر الرائق، هٰذا إذا علم من القرأة ... قدر ماتقوم به سنة القرء ة ولم يطعن في دينه)

(۲) الدر المختار على صدر الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲/۲۹۷. انيس

جماعت کے وقت کوئی بزرگ آجائیں تو کون نماز پڑھائے:

سوال: ہماری مسجد کے امام وخطیب مقرر ہیں اور وہ نماز کے وقت موجود بھی ہوتے ہیں اور بسا اوقات کوئی اور عالم یا بزرگ آجاتے ہیں تو کچھ مقتدی اصرار کرتے ہیں کہ آنے والے نماز پڑھائیں، شرعاً یہ وضاحت فرمائیں کہ سابق امام ہی امامت کے زیادہ حقدار ہیں، یا نو وارد امام نماز پڑھائیں؟ بینوا توجروا۔ (نفیس الرحمٰن، ساہیوال)

الجواب

پہلے سے مقرر امام (پنج وقتہ) ہی نماز پڑھانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے نو وارد کو آگے کریں تو کوئی حرج نہیں۔

"(و) اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولٰى بالإمامة من غيره) مطلقًا، آه. (الدر المختار)

قوله: (مطلقًا) أی وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه، وفی التاترخانية: جماعة أضياف فی دار يريد أن يتقدم أحدهم ينبغی أن يتقدم المالک فإن قدم واحداً منهم لعلمه وكبره فهو أفضل، آه. (ردالمحتار: ۱/۴۱۳)(۱) فقط والله أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان، ۱۰/۲/۱۴۱۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، صدر مفتی خیر المدارس ملتان۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۳۸۱)

چند امام کی صورت میں زیادہ حقدار کون ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں!

(۱) ایک شخص جو کہ نماز کے مسائل سے واقفیت رکھتا ہے اور پرہیز گار بھی ہے؛ مگر قرآن مجید تجوید سے نہیں ادا کرسکتا ہے۔

(۲) وہ شخص جو پرہیز گار ہے اور نماز کے مسائل سے کچھ واقف بھی ہے اور قرآن صحیح ادا کرتا ہے، اندیشہ ہے کہ اکثر قرأت میں غلطی کرتا ہے، معروف مجہول کی کوئی خبر نہیں ہے۔

(۳) وہ شخص جو پرہیز گار ہے اور اس کی نماز قضا نہیں ہوتی اور نماز کے مسئلوں سے واقف بھی ہے؛ مگر قرآن کی قرأت یا تجوید سے ادا نہیں کرسکتا ہے، زیر زبر کی غلطی ہوتی ہے، معروف مجہول میں، زیر زبر میں کچھ پیش نہیں کرتا ہے۔

(۱) كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نمبرسوم: اگر بقدر مسنون قرأت غلطی کئے پڑھ لیتا ہے تو وہ امام بننے کا زیادہ حقدار ہے، صرف غلطی ہو جانے کا اندیشہ ہونے سے کوئی قباحت نہیں ہے؛ ہاں اگر بقدر مسنون صحیح قرأت نہیں کرسکتا تو پھر نمبر چہارم کو امام بنانا چاہیے، بشرطیکہ وہ قضا شدہ کی قضا کر لیتا ہے، ورنہ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہوگی۔

(والأحق بالإمامة) تقديمًا بل نصبًا، مجمع الأنهر (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، وحفظه قدر فرض، وقيل واجب، وقيل سنة. (الدر المختار)

قوله: (وقيل سنة) قائله الزيلعي وهو ظاهر المبسوط، كمافي النهر، ومشٰى عليه في الفتح، قال ط: وهو الأظهر؛ لأن هٰذا التقديم علىٰ سبيل الأولوية، فالأنسب له مراعاة السنة. (ردالمحتار: ۱/۵۷-۵۸)(۱)

نوٹ: یہ خوب یاد رہے کہ یہ ترتیب افضلیت اور اولیت میں ہے، اگر کوئی بھی ان میں سے امامت کرے گا اور نماز صحیح ہونے کی مقدار بھی اس طرح قرأت کرے گا، جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے تو امامت درست ہو جائے گی، یہ چیزیں لڑنے کی نہیں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: محمود عفی عنہ، ۶/۳/۱۳۸۸ھ۔ (نظام الفتاویٰ: ۵/۱۹۷-۱۹۸)

امامت کا حق کس شخص کو ہے:

سوال (۱) زید وبکر معمولی سی بات پر ضد میں آ کر امام مسجد کو بلاقصور بلا اجازت تمام مصلیان واہل محلّہ ہٹا کر ایک ایسے لڑکے کو امام مقرر کرتے ہیں، جو احکام دین سے بالکل ناواقف اور بدرویہ ہے، نصف مردمان محلّہ اس کی امامت سے ناراض ہیں، جس کی وجہ سے وہ لوگ زید وبکر کے ظلم وجابرانہ افعال سے رنجیدہ ہوکر دوسری مسجدوں میں نماز پڑھنے جاتے ہیں، بروئے شریعت زید وبکر کا یہ فعل کیسا ہے؟

(۲) تمام نمازیوں میں کس صفت اور کس قابلیت کا امام ہونا چاہیے؟

(المستفتی: ۲۲۹۵، عبدالحکیم (نارنول) ۶/ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ، مطابق ۶/جون ۱۹۳۸ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

یہ فعل زید وبکر کا صحیح نہیں اور احکام دین سے ناواقف شخص کو امام بنانا، جب کہ اس سے زیادہ مستحق شخص موجود ہو، غلط کاری ہے، جس سے زید وبکر کو توبہ کرنا اور باز آنا چاہیے۔

(۱) کتاب الصلاة، باب الإمامة مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس

(۲) احکام نماز سے واقف قرآن مجید صحیح پڑھنے والا صالح شخص امامت کا مستحق ہے۔فقط(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔(کفایت المفتی:۳/۱۱۵-۱۱۶)

احق بالامامت کومقدم کرنا سنت مؤکدہ ہے یا مستحب اور غیر احق کومقدم کرنے کا حکم:

سوال: باب الامامۃ میں جواحق الامامت الاعلم باحکام الصلوٰۃ مذکور ہے،تو باب اول کتب فقہ کی ترکیب کا ملحوظ رکھنا ازقبیلہ مندوبات ہے،یا سنت مؤکدہ ہے؟ بہشتی زیور کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت ہے:

مسئلہ: اجارہ علی الطاعات متقدمین کے نزدیک ناجائز ہے،البتہ متأخرین بعض طاعات میں بضرورت اس کے جواز کے قائل ہیں۔

پس امامت کے لیے کسی کواجورہ پرمقررہ کرنا بےضرورت جائز ہے،یانہیں؟ یعنی فی زمانہ جومتولیان ومنتظمان کی مساجد کی یہ عادت ہوگئی ہے کہ وہ کسی حافظ وغیرہ کواجرت پرامام مقرر کرتے ہیں اورقوم میں بعضھم فوق بعض عالم، فاضل،قاری موجود ہوتے ہیں،ان سے اس بارے میں کچھ مشورہ نہیں کیا جاتااورمقتدیوں میں سے جو پنج گانہ نماز میں حاضر رہتے ہیں اور بہت سے ان میں احق بالامامۃ ہوتے ہیں،ان سے نہیں کہا جاتا کہ تم میں جواحق بالامامۃ ہو،وہ کارامامت اپنے ذمہ لے؛ بلکہ محض اپنی رائے سے جومناسب اجورہ پرکوئی معمولی شخص دستیاب ہوگیا کہ نہ وہ ذی علم ہوتا ہے،نہ صحت کے ساتھ مثل قاریوں کے قرآن شریف پڑھ سکتا ہے،زیادہ سے زیادہ یہ کہ وہ محض حافظ ہوتا ہے اوراس کوامام مقرر کردیتے ہیں،پھر بسااوقات ان لوگوں کو جواحق بالامامت ہوتے ہیں،ان کواس شخص کی اقتدا میں گوناگوں وجوہ سے ضیق واقع ہوتی ہےاوروہ چاہتے ہیں کہ اگرنماز پڑھانا ہمارے متعلق ہوجاوے تو ہم اس کو بہ طیب خاطر گوارہ کرلیں اورہمیں تنخواہ وغیرہ سے کچھ غرض نہیں؛ لیکن متولیان ومنتظمان مساجد اس طرف توجہ نہیں کرتے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگرقوم میں عالم فاضل وافضل لوگ موجود ہوں توان کی موجودگی میں متولیان مساجد کو بلامرضی ان کی کسی غیراحق کوامام مقرر کرنا جائز ہےاورموافق سنت ہے یانہیں؟ اورمتولیان مساجد کواورقوم کوایسا حق حاصل ہے یانہیں کہ وہ بموجودگی احق بالامامۃ کے غیرکو بلامرضی واستمزاج احق بالامامۃ امام مقرر کرسکیں اوراگرقوم،یا متولیانِ مساجد کسی غیراحق کومقدم کریں تواحق اورافضل کوحقِ منع حاصل ہے،یانہیں؟

باب الجنائز درمختار میں مذکور ہے: **ثم الولی بترتیب عصوبۃ الانکاح إلاالأب فیقدم علی الإبن**

(۱) أوالخيارإلى القوم فإن اختلفوااعتبرأكثرهم ولو قدمواغير الأولٰى أساؤا بلا إثم.(الدرالمختار)

قال الشامی:قوله:اعتبرأكثرهم لا يظهرهٰذا إلا فی المنصب وإلا فكل يصلی خلف من يختاره،لكن فيه تكرار الجماعة.(الدرالمختارمع ردالمحتار:۱/۵۵۸-۵۵۹)

إتفاقًا،قال الشامی: قوله فیقدم علی الإبن إتفاقًا،إلخ،هو الأصح؛لأن لأب فضیلة علیه وزیادة سن والفضیلة والزیادة تعتبر ترجیحًا فی استحقاق الإمامة،كما فی سائر الصلاة،بحرعن البدائع.

بعدازاں درمختار میں یہ مذکور ہے:

وله أی للولی و مثله كل من یقدم من باب أولٰی الإذن لغیره فیها لأنه حقه فیملک إبطاله إلا أنه إن كان هناک من یساویه فله أی لذلک المساوی ولو أصغر سنًاالمنع لمشاركته فی الحق.

شامی لکھتے ہیں:

فلو كان شقیقین فالأسن أولٰی لكنه لو قدم أحدًا فللأصغرمنعه ولو قدم كل منهما واحداً فمن قدمه الأسن .(البحرالرائق)

پس جب کہ ان عبارات سے یہ معلوم ہوگیا کہ باب اولیٰ کا حکم باب الامامۃ اور باب الجنائز میں برابر ہے، ازروئے استحقاق کے تو اس سے ظاہر تر یہی معلوم ہوتا ہے کہ متولیانِ مساجد اور قوم اگر کسی غیر اولیٰ کو بموجودگی اولیٰ امام بناویں تو اَولیٰ شخص کو حقِ منعِ حاصل ہے اور کتبِ فقہ میں جواجورہ علی الطاعات متأخرین کے نزدیک مجوز ہے، وہ بشرطِ ضرورت ہے، چناں چہ یہ امر مصرح ہے کہ اھداءِ ثواب کے لیے قرأت قرآن اجورہ پر ناجائز قرار دیا گیا ہے، بوجہ اس کے کہ اس کو ایک امر غیر ضروری مانا ہے، نیز کتاب الفرائض باب الرد میں یہ امر مصرّح ہے کہ رد علی الزوجین بموجودگی دیگر ورثا ناجائز ہے، البتہ اگر ماسوا زوجین کے کوئی اور وارث نہ ہو تو ان پر رد صحیح ہے، پس یہ صورتیں مقتضی اس امر کی ہیں کہ بے ضرورت اجورہ پر امام مقرر کرنا بھی ناجائز ہے، بالخصوص ایسی صورت میں کہ بموجودگی اَولیٰ وافضل غیر اَولیٰ کو ہمیشہ کے لیے امام مقرر کیا جاوے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

قال فی الدر:(والأحق بالإمامة)تقدیماً بل نصباً، مجمع الأنهر(الأعلم بأحكام الصلاة)،آه.

قال الشامی:(قوله:تقدیماً)أی علٰی من حضرمعه، (قوله:بل نصبًا)أی للإمام الراتب،وفی الدرأیضًاولوقدمواغیرالأولٰی أساؤوا بلا إثم.

وفی ردالمحتار؛ قال فی التاترخانیة:ولوأن رجلین فی الفقه والصلاح سواء إلا أن أحدهما أقرأ فقدم القوم الأخر فقد أساؤوا وتركواالسنة ولكن لایأثمون؛لأنهم قدموارجلًا صالحًا،وكذا الحكم فی الإمارة والحكومة،أماالخلافة وهی الإمامة الكبرٰی فلایجوزأن یتركوا الأفضل وعلیه إجماع الأمة.آه،فافهم.

وفی الدر أیضًا(و)اعلم أن (صاحب البیت)ومثله إمام المسجد الراتب(أولٰی بالإمامة من غیره) مطلقًا.

وقال الشامی تحته: أی وإن كان غیره من الحاضرین هوأعلم وأقرأ منه،إلخ.(۵۸۳/۱)(۱)

(۱)　كتاب الصلاة،باب الإمامة ،مطلب فی تكرارالجماعة فی المسجد.انیس

وفی الدر أیضًا: وکذا تکرہ خلف أمرد (إلٰی إن قال)ومن أم بأجرة.

قال الشامی: بأن استؤجر لیصلی إمامًا سنة أوشھرابکذ،ولیس منه ماشرطه الواقف علیه فإنه صدقة ومعونة له،رحمتی:أی یشبه الصدقة،ویشبه الأجرة کما سیاتی إنشاء اللّٰه تعالٰی فی الوقف علٰی أن المفتٰی به مذھبًا لمتاخرین من جوازالاستئجارعلٰی تعلیم القراٰن والإمامة والأذان للضرورة،آہ.(۵۸۷/۱)(۱)

وفی الدر أیضًا:طالب التولیة لایولی إلاالمشروط له النظر؛لأنه مولٰی فیرید التنفیذ.

وفیه أیضًا:ثم إذامات المشروط له بعد موت الواقف ولم یوص لأحد فولایة النصب للقاضی إذالا ولایة لمستحق إلا بتولیة،آہ.(۶۳۵/۳-۶۳۶)(۲)

وفی ردالمحتار:وفی البیری عن حاوی الحصیری عن وقف الأنصاری:فإن لم یکن من یتولٰی من جیران الواقف وقرابته إلابرزق ویفعل واحد من غیرھم بلارزق فذلک إلٰی القاضی ینظرفیما ھوالأصلح لأھل الوقف.آہ.

فیه أیضًا: ... من الأشباہ:إذا ولی السلطان مدرسًالیس بأھل لم تصح تولیتة؛لأن فعله مقید بالمصلحة،خصوصًاإن کان المقررعن مدرس أھل،فإن الأھل لم ینعزل،وصرّح البزاری فی الصلح،بأن السلطان إذاأعطٰی غیرالمستحق فقد ظلم مرتین:بمنع المستحق،وإعطاء غیرالمستحق،آہ.(۵۹۷/۳)(۳)

ان عبارتوں سے امور ذیل مستفاد ہوئے:

(۱) سنت یہ ہے کہ احق بالامامة کوامام مقرر کیا جاوے۔

(۲) اگر متولیانِ مسجد غیراحق کومقرر کریں تو اس کی دوصورتیں ہیں، اگر وہ امامت کا اہل بھی نہیں، مثلاً مسائلِ صلوٰۃ سے جاہل ہے، یاقرآنِ قدر صلوٰۃ جواز پڑھنے سے عاجز ہے، یافاسق ہے، تب تو متولیوں کے امام بنانے سے وہ امام ہی نہ ہوگا اور اگر متولی اس کوتنخواہ مسجد کی آمدنی سے دیں گے تو ظالم وگنہگار رہوں گے اور اگر اہل ہے، گواحق نہ ہوتو اس کا امام مقرر کرنا خلاف سنت ہے، مگر متوّلیان کو گناہ نہ ہوگا۔

(۳) جب کوئی شخص امام راتب مقرر ہوجائے، بشرطیکہ وہ نااہل نہ ہوتو پھر وہی احق بالامامت ہے، گواس کے پیچھےاس سے افضل واکمل موجود ہوں۔

---

(۱) کتاب الصلاۃ،باب الإمامة ،مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد.انیس

(۲) کتاب الوقف،فرع طالب التولیة،انیس

(۳) کتاب الوقف،مطلب فی عزل الناظر ومطلب:لا یصح عزل صاحب وظیفة بلا جنحةٍ أو عدم أھلیة،انیس

(۴) مستحقِ امامت کو قبل از تقرر بوجہ اپنے علم وفضل وغیرہ کے کسی امام کو امامت سے روکنے کا حق نہیں۔

(۵) جو شخص خود امام بننا چاہتا ہو وہ امامت کا مستحق نہیں، گو کیسا ہی افضل ہو، ہاں اگر اس کے سوا اور کوئی اہل نہ ہو تو وہی مستحق ہے، یا وہ بلا تنخواہ امامت پر راضی ہو اور دوسرے تنخواہ کے بغیر راضی نہیں تو متولیان کو وقف کی مصلحت پر نظر کرنا چاہیے اور جو مناسب ہو، اس کو امام مقرر کرنا چاہیے، اگر بلا تنخواہ امامت کرنے والا ویسے ہی پابندی کر سکے، جتنی تنخواہ والا کرتا ہے اور وہ احق بالامامت بھی ہو اور اکثر نمازی اس کو پسند بھی کرتے ہوں تو تنخواہ دار کا ایسی حالت میں رکھنا وقف کی مصلحت کے خلاف ہے۔

(۶) اگر واقف نے وقفِ مسجد میں امام کی تنخواہ مشروط کر دی ہو تو وہ اجرت نہیں بلکہ وہ اعانت وامداد ہے، جو اتفاقاً جائز ہے، اور مشروط نہ کی ہو تو وہ اجرت ہے جو متأخرین کے نزدیک جائز ہے۔ واللہ اعلم

۲۲؍صفر ۱۳۴۱ھ (امداد الاحکام: ۲/۱۱۹-۱۲۱)

جو شخص قرآن شریف اچھا پڑھتا ہے اس کی امامت:

سوال: [ایک شخص] قرآن خوانی میں یہ کہتا ہے کہ میرے برابر دوسرا کوئی شخص نہیں پڑھ سکتا اور میری نماز کسی مولوی کے پیچھے نہیں ہوتی۔

الجواب

اگر چہ وہ شخص قرآن اچھا پڑھتا ہے، مگر اس کے پیچھے کہ قرآن قدر ما یجوز پڑھے، نماز اس کی درست ہے، اور عالم جو قرآن بقدر ما یجوز پڑھتا ہو، اس کا امام ہونا حق ہے۔ اور یہ قول اس کا کہ میری نماز کسی کے ساتھ نہیں ہوتی، محض جہل، ناشی تکبر اور عجب سے ہے، دین کی بات نہیں۔

(مجموعہ کلاں، ص: ۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۵۷)

قاری خوش آواز کی امامت:

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ قاری خوش آواز کے پیچھے نماز پڑھنا افضل ہے اور دھیان اس کی قرأت ہی میں رہتا ہے اور کسی کی طرف دھیان نہیں جاتا کہ خدا اور رسول کا بھی خیال نہیں رہتا، یہ کہنا اس کا صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ کہنا اس کا غلط ہے، نماز قاری کے پیچھے پڑھنا افضل ہے اور خوش آوازی دوسری خوبی ہے کہ اس کی بھی تعریف حدیثوں میں آئی ہے۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۹۸)

(۱) عن البراء بن عازب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "زینوا القرآن بأصواتکم. (سنن أبی داؤد، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القرآءۃ، رقم الحدیث: ۱۴۶۷، ص: ۱۷۶، بیت الأفکار، انیس) ==

اگر امام قرأت بہتر نہ کر سکے تو قاری کا انتظار مناسب ہے:

سوال: اگر جماعت تیار ہے اور امام مقررہ قرأت سے ناواقف ہے، ایک قاری وضو کر رہا تھا تو اس کا انتظار کیا جاوے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں انتظار قاری صاحب کا مناسب و بہتر ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۸/۳)

استاذ کی موجودگی میں امامت:

سوال: ایک شخص امام، حافظ، قاری، مشروع وضع قطع میں نہایت نیک صالح، استاذ و والد و جملہ نمازی بہت خوش، ایک دن باصرار امام صاحب نے اپنے استاذ بزرگ بعمر ۷۰ر سال سے نماز مغرب پڑھوادی، دو تین مقتدیوں نے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھی، (بسبب باطنی)، کہیں اور جا کر مغرب کی نماز ادا کی، بعد میں امام صاحب سے کہا کہ اپنے استاذ سے نماز نہ پڑھوایا کریں، اس کے بعد امام صاحب نے استعفا دے دیا اور کہا کہ میری غیرت تقاضہ نہیں کرتی کہ استاذ محترم شہر کی کسی بھی مسجد میں ہوتے ہیں، ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ نماز یہی پڑھائیں، تمام شہر عزت کرتا ہے اور میں ان سے نماز کے لیے نہ کہوں میں برابر کہوں گا، اگر یہ شرط منظور ہو تو نماز پڑھاؤں گا ورنہ نہیں۔

امام صاحب نہیں چاہتے تھے کہ بغیر میری شرط منظور کئے نماز پڑھاؤں، برادری کے لوگوں نے امام کے والد پر دباؤ ڈالا اور والد نے اپنی برادری کی لاج رکھتے ہوئے نہ بیٹے کی شرط کی پرواہ کی، نہ استاذ کی بے عزتی کی، اور بیٹے کو مسجد میں لے جا کر خود مصلیٰ پر کھڑا کر کے نماز پڑھوادی اور بعد میں والد نے نمازیوں سے معافی مانگی کہ بھائیو! امام صاحب سے جو کچھ غلطی ہوئی ہے، اس کی میں آپ سے معافی مانگتا ہوں، امام صاحب والد کے آگے کچھ نہ کہہ سکے، ایسی حالت میں جب کہ استاذ کی بے عزتی کی گئی اور والد نے بھی برداشت کر لی تو ایسی حالت میں امام کو والد کی اطاعت واجب ہے، یا استاذ کی بے عزتی گوارہ کرے اور استاذ کا ادب واحترام ختم کر دے؟

== رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لیس منا من لم یتغن بالقراء ۃ، قال: فقلت لإبن أبی ملیکۃ: یا أبا محمد! أرأیت إذا لم یکن حسن الصوت قال یحسنہ ما استطاع. (سنن أبی داؤد، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القراء ۃ، رقم الحدیث: ۱۴۷۱، ص: ۱۷۷، بیت الأفکار، انیس)

(۱) اگر امام قرأت میں کوئی ایسی غلطی نہیں کرتا ہے جو مفسد صلوٰۃ وغیرہ ہے تو حکماً یہ امام مقرر دوسرے سے افضل ہے۔

(و) اعلم أن (صاحب البیت) ومثلہ إمام المسجد الراتب (أولیٰ بالإمامۃ من غیرہ) مطلقاً. (الدر المختار) أی وإن کان غیرہ من الحاضرین من أعلم وأقرأ منہ. (ردالمحتار، باب الإمامۃ: ۵۲۲/۱) (مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد، انیس)

البتہ امام بخوشی اس قاری کو امامت کی اجازت دے تو اس کے لیے اس کی اجازت ہے اور انتظار بہتر ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

یہ تصور ہی غلط ہے کہ استاذ کی موجودگی میں شاگرد نماز پڑھا دے تو استاذ کی بے عزتی ہوگئی، خاص کر جب کہ شاگرد کی درخواست پر بھی استاذ امام ہونا پسند نہ کرے، البتہ بلا وجۂ شرعی دل میں رنجش رکھنا بہت بُرا ہے، (۱) امام صاحب اگر فتنہ کو ختم کرنے کے لیے والد صاحب کا کہنا مانیں اور نماز پڑھا دیا کریں تو اس میں نہ استاذ کی بے عزتی ہے اور نہ اور کوئی گناہ ہے، جو لوگ استاذ سے رنجش رکھتے ہیں ان کو دل صاف کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۴۹/۶-۳۵۰)

کم علم امام بڑے عالم کے باوجود امامت کرے گا:

سوال: جو امام کسی جگہ امامت پر متعین ہے اور اس جگہ دوسرا شخص اس سے علم میں زائد ہو تو بلا اجازت اس کے وہ امامت کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں کر سکتا تو بلا اجازت نکاح خوانی کس طرح کر سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

احادیث اور روایات فقہ سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ جو شخص امام کسی مسجد و محلّہ کا ہو، اس کی موجودگی میں اس کی مرضی کے خلاف دوسرا امام نہ ہو، (۲) اور نکاح خوانی کے لیے شارع علیہ السلام نے قاضی نکاح کو معین اور مقرر نہیں کیا؛ بلکہ یہ کام اولیاء کے سپرد کیا گیا ہے، جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے، (۳) پس نکاح خوانی کو امامت پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۱/۳-۸۲)

---

(۱) عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم: "لا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث، فمن هجر فوق ثلٰث فمات دخل النار". (رواه احمد وابوا دؤد) (مسند الإمام أحمد، مسند أبی هريرة (ح: ۹۰۹۲) / سنن أبی داؤد، باب فيمن يهجر أخاه المسلم (ح: ۴۹۱۴) انيس)

عن أبی خراش السلمی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أنه سمع رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم يقول: "من هجر أخاه سنة، فهو كسفک دمه". (رواه أبوداؤد) (مشكٰوة المصابيح، كتاب الآداب، باب ما ينهٰی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات: ۴۲۷/۲، قديمی) / (سنن أبی داؤد، باب باب فيمن هجر أخاه المسلم (ح: ۴۹۱۵) انيس)

(۲) (و) اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولٰی بالإمامة من غيره) مطلقاً (الدرالمختار) مطلقًا أی وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه، إلخ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفير) (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإماماة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد: ۲۹۷/۲، دارالكتب العلمية، انيس)

(۳) قال أصحابنا: يجوز للمرأة أن تعقد النكاح لنفسها وتكون وكيلة للرجل فتعقد له وللولی فتزوج وليته وتزوج أمتها. (التجريد للقدوری، تولی المرأة عقد النكاح: ۴۳۵۲/۹، دارالسلام القاهرة. انيس)

وللولی نكاح المجنونة والصغير والصغيرة ولو ثيباً فإن كان أباً أو جداً لزم وإن كان غيرهما ==

عالم اور معمولی خواندہ میں سے کس کو امام بنانا افضل ہے:

سوال: جماعت میں ایک عالم کے ہوتے ہوئے جس کے ساتھ کثیر جماعت راضی ہو، ایسے معمولی خواندہ آدمی کو امامت کی اجازت دینا، جس کے ساتھ قلیل جماعت راضی نہ ہو، جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی:۱۱۳۰- محمد عنایت حسین صاحب کھنور۔۲۶/رجب ۱۳۵۲ھ ۱۶/نومبر ۱۹۳۳ء)

الجواب

اتفاقیہ طور پر ایسا معاملہ پیش آجائے، تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، البتہ مستقل طور پر افضل آدمی کو امام بنانا چاہیے، اس کا خلاف مکروہ ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔(کفایت المفتی:۸۱/۳)

مفت یا مشاہرہ لے کر نماز پڑھانے والوں میں سے کس کے پیچھے نماز افضل ہے:

سوال: ایک شخص سند یافتہ تمام علوم کا ہے اور حافظ وقاری ہے، ایک مسجد میں لوجہ اللہ نماز پڑھاتا ہے اور دوسرا شخص صرف حافظ وقاری ہے؛ لیکن تیس روپے ماہوار اجرت پر نماز پڑھاتا ہے، ان دونوں میں سے کس کے پیچھے نماز افضل ہے؟

الجواب

پہلے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا بہ نسبت دوسرے کے افضل ہے، اول اس لیے کہ وہ اعلم واقرا ہے، دوسرے اس لیے بھی کہ اس میں مسجد کا نفع ہے کہ تنخواہ دینی نہیں پڑتی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (امداد المفتین:۲۷۹/۲)

تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

سوال (۱) امامت پر تنخواہ لینا جائز ہے، یا نہ؟ اور جو امام تنخواہ لے، اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا مکروہ؟

مقررہ امام اور عالم مقتدی میں کون مستحق امامت ہے:

(۲) ایک مسجد میں امام مقرر ہے اور ایک عالم بھی موجود ہے تو نماز کس کے پیچھے پڑھنی چاہیے؟ اور عالم کی نماز اس امام مقررشدہ کے پیچھے صحیح ہے، یا نہیں؟

== فلهما الخيار إذا بلغا أو علما بالنكاح بعد البلوغ خلافاً لأبي يوسف، الخ. (ملتقى الأبحر، باب الأولياء والأكفياء: ٤٩٤/١، دار الكتب لبنان. انيس)

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٨٣/١، انيس

ایسے امام کی اقتدا، جس نے دو ماہ تک باوجود علم نجس جائے نماز پر نماز پڑھی اور لوگوں کو پڑھائی، درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) امامت پر تنخواہ لینا درست ہے جیسا کہ کتب فقہ میں مصرح ہے، (۱) پس تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں کچھ کراہت نہیں ہے اور کچھ تردد نہ کرنا چاہیے۔

(۲) امام مقرر کے پیچھے ہی نماز پڑھنی چاہیے یہی افضل ہے اور عالم کی نماز امام مقرر کے پیچھے صحیح ہے۔

درمختار میں ہے:

ومثله إمام المسجد الراتب أولٰی بالإمامة من غيره مطلقاً أی وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه. (ردالمحتار: ۵۲۲/۱) (۲)

جانماز اگر نجس ہے تو اس پر نماز پڑھنے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر موضع سجود وقدمین پاک ہے تو نماز صحیح ہے، ورنہ نہیں اور موضع یدین ورکبتین میں خلاف ہے کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے، پس اگر ماسوا ان موضع کے کوئی جگہ جانماز کی نجس ہے تو نماز ہو جاتی ہے، اس صورت میں اعتراض کچھ نہیں ہے۔

درمختار باب شروط الصلوٰۃ میں ہے:

و(طهارة) مكانه أی موضع قدميه أو إحداهما أن رفع الأخرٰی، وموضع سجوده اتفاقاً فی الأصح، لاموضع يديه وركبتيه على الظاهر، إلخ.

شامی میں ہے:

وفی البحر: واختار أبو الليث أن صلاته تفسد وصححه فی العيون. (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۳۱۹-۳۲۰)

جو پرہیز گار نہ امامت کرے، نہ اقتدا کرے، وہ گناہ گار ہے:

سوال: اگر کسی محلّہ یا گاؤں میں مسجد کا پیش امام کسی وجہ سے نماز پڑھانے نہیں آسکا اور اس کی جگہ کوئی بزرگ نماز پڑھا دیں اور پورے گاؤں میں ایک ہی آدمی ایسا ہو جو خود بھی متقی اور پرہیز گار ہو اور وہ نہ خود امامت کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی وہ کسی کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو شرعی نقطۂ نگاہ سے وہ آدمی اسلام میں کیسا ہے؟

---

(۱) ولالأجل الطاعات (إلٰی قوله) ويفتٰی اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان. (الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار، مطلب فی الاستيجار على الطاعات، ظفير) (كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۷۶/۷، دار الكتب العلمية، بيروت، انيس)

(۲) كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس

(۳) ردالمحتار، باب شروط الصلاة: ۳۷۴/۱، ظفير

الجواب

وہ شخص گناہگار رہے۔(۱)(آپ کے مسائل اوران کا حل:۴۲۸/۳)

نو وارد عالم کی امامت اور دوہرے فرش پر نماز کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء شرع متین ان مسئلوں میں کہ!

(۱) مسجد میں اگر دوہرا فرش مع مقتدیوں وامام کے ہوتو درست ہے، یانہیں؟

(۲) ایک امام جامع مسجد ہے اور وہ نماز کے فرائض اور واجبات وسنن وشکنندہ (نماز توڑنے والی چیزیں) وغیرہ بخوبی جانتا ہے اورقرآن شریف صحیح خواں ہے، مگر عالم نہیں، ایک عالم وارد ہوا تو نماز وہ امام حی جو ہمیشہ قدیم سے موجود ہے، پڑھاوے، یاوہ عالم نو وارد پڑھاوے؟ اور وہ عالم بلا اجازت امام حی کے نماز پڑھادے درست ہے، یانہیں؟ اورنماز بغیر اجازت امام حی کے موجود ہوتے عالم کو پڑھانی درست ہے، یانہیں؟ یا امام حی کو بلا اجازت عالم کے نماز پڑھانی درست ہے یانہیں؟ اوراس صورت خاص میں نماز ہوجاتی ہے، یانہیں؟

الجواب

(۱) دوہرے فرش پر نماز درست ہے۔

"وأن يجد حجم الأرض".(۲)

"تفسيره أن الساجد لوبالغ لا يتسفل رأسه أبلغ من ذلك فصح على طنفسة وحصير وحنطة وشعيروسرير".(۳)

(۲) صورت مذکورہ میں استحقاق امامت کا امام حی کو ہے، وہی نماز پڑھاوے، اس کو عالم کی اجازت کی کچھ حاجت اورضرورت نہیں اوراس عالم کو بغیراجازت امام حی کے نماز پڑھانا نہ چاہیے اوراگر پڑھاوے تو نماز ہوجاوے گی،(۴) باقی استحقاق امام حی کو ہے۔

---

(۱) قال: الجماعة سنة مؤكدة لا يرخص لأحد التخليف عنها بغيرعذر...إلخ.(الفتاوى السراجية،ص: ۱۵) (باب فى الصلاة بالجماعة،انيس)

أيضاً: ليس فى المحلة إلاواحد يصلح للإمامة لاتلزمه ولا يأثم بتركها،كما فى القنية.(الفتاوىٰ الهندية: ۸٤/۱) (الباب الخامس فى الإمامة،الفصل الثانى فى بيان من هوأحق بالإمامة،انيس)

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار،فصل صفةالصلاة: ۵۰۰/۱۔

(۳) الطحطاوى ۲۲۲/۱ (حاشية الطحطاوى على الدرالمختار،باب صفة الصلاة،انيس)

(۴) یعنی مع الکراہۃ، البتہ اگر یہ امام حی قرآن غلط پڑھتا ہواور عالم صحیح پڑھتا ہوتو امام حی کی امامت درست نہیں اوروہ عالم پڑھاوے، بشرطیکہ جواز کی حدتک قرآن نہ پڑھ پایا ہو۔

فی سنن أبی داؤد قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ولایؤم الرجل فی بیته ولافی سلطانه ولایجلس علی تکرمته إلا بأذنه.(ص:۸۷)(۱)

وفیه أیضاً قال علیه السلام: من زارقومًا فلایؤمهم ولیؤمهم رجل منهم.(ص:۸۹)(۲)

"دخل المسجد من هوأولٰی بالإمامة من إمام المحلة فإمام المحلة أولٰی، کذا فی القنیة". (۳) واللّٰہ أعلم

(امداد، ص:۱۷، ج:۱) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۳۴۷-۳۴۸)

جماعت میں عالم کی موجودگی کے باوجود متولی کی امامت:

سوال: ہماری جامع مسجد میں عصر کی نماز امام صاحب کی غیر حاضری کے سبب غیر عالم متولی نے پڑھائی، جبکہ اس کے علم میں یہ بات تھی، ایک عالم دین محلے کا باقاعدہ نمازی جماعت کی پہلی صف میں موجود ہے، کیا متولی کے لیے یہ افضل نہ تھا کہ عالم دین سے امامت کو کہتے ہیں؟

الجواب

جی ہاں! یہی افضل تھا۔ (۴) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۴۲۷)

مقیم کی امامت اولیٰ ہے یا مسافر کی:

سوال: امامت مقیم کی اولیٰ ہے، یا مسافر کی؟

الجواب حامدًا ومصلیًا

مقیم کی امامت اولیٰ ہے۔

"الأحق بالإمامة الأعلم بأحکام الصلاة ... ثم المقیم علی المسافر". (۵) فقط واللّٰہ سبحانه تعالیٰ أعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۳/ ۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۳/ ۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶/۳۸-۳۹)

---

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب من هو أحق بالإمامة؟ رقم الحدیث: ۵۸۲، انیس

(۲) سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب إمامة الزائر، رقم الحدیث: ۵۹۶، انیس

(۳) الفتاویٰ الهندیة: ۸۲/۱ (الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثانی فی بیان من هو أحق بالإمامة، انیس)

(۴) (والأحق بالإمامة) تقدیمًا ... الأعلم بأحکام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة (قوله تقدیمًا) أی علی من حضر معه ... إلخ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۵۷/۱)

(۵) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۸۸/۱، سعید

عالم فاسق اور جاہل غیر فاسق میں احق بالامامۃ کون ہے:

سوال: فاسق عالم امامت کا زیادہ مستحق ہے، یا جاہل غیر فاسق، فاسق کے پیچھے ادائیگی کا حکم کیا ہے؟ مفصل جواب مع ادلہ مطلوب ہے۔

(المستفتی: محمد عبداللہ مدرسہ روضۃ العلوم، پھولپور اعظم گڈھ)

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

عالم فاسق احق بالامامۃ ہے، هكذا في الشامي، في باب الاذان، جلد اول۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۲/۵۴-۵۵)

متقی جس کی قرأت صحیح نہیں اور غیر متقی جس کی قرأت صحیح ہے؛ ان میں امامت کا زیادہ حقدار کون ہے:

سوال: ایک مسجد میں ایک بوڑھا شخص نماز پڑھاتا ہے، جس کا لباس بھی شرعی ہے اور وہ روزہ، نماز کا بھی پابند ہے اور اس کی داڑھی بھی شرعی ہے؛ لیکن قرأت صحیح نہیں ہے اور وہاں کے مقتدی بھی اس کو پسند نہیں کرتے؛ لیکن وہ خود بخود آگے بڑھ جاتا ہے اور ایک دوسرے صاحب ہیں، جو نماز، روزہ کے پابند تو ہیں؛ لیکن نہ تو لباس شرعی ہے اور نہ داڑھی؛ بلکہ داڑھی پر ہمہ وقت استرہ چلواتے رہتے ہیں، پینٹ، شرٹ پہنتے ہیں؛ لیکن جب نماز پڑھنے جاتے ہیں تو اس کو بدل کر لنگی اور کرتہ پہن لیتے ہیں، قرأت صحیح ہے۔ اس صورت میں نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار کون ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

حامدًا و مصليًا و مسلمًا: في الدر: وفاسق وأعمى إلا أن يكون غير الفاسق اعلم القوم فهو أولىٰ.
وفي الرد: مشىٰ في شرح المنية علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار: ۱/۴۱۴)(۲)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں امامت کا حق پابند شرع بوڑھے کو ہے، البتہ اگر بوڑھا قرأت بہت غلط پڑھتا ہے کہ ایسی غلطی لحن جلی میں داخل ہے تو امامت کا حقدار بوڑھا نہیں ہے، دوسرا شخص ہے، جس کی قرأت درست ہے۔

اور لحن جلی کی چار صورتیں ہیں:

(۱)　تبدیل حرف بہ حرف یعنی ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنا۔

(۲)　حرکات کو بڑھا کر پڑھنا۔

---

(۱)　جاہل سے مراد وہ شخص ہے، جو قرأت نہ کر سکتا ہو، نماز کے ابتدائی مسائل سے واقف نہ ہو۔

الأعلم بأحكام الصلاة صحةً وفساداً. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، انیس)

(۲)　الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الامامة: ۱/۳۷۶، نعمانية، ديوبند

(۳) حروف مدہ کو گرا کر پڑھنا

(۴) حرکات اور سکنات میں غلطی کرنا۔

لحن جلی کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں بوڑھا امام بننے و بنائے جانے کا حقدار اس لیے نہیں ہے کہ لحن جلی حرام ہے اور بعض جگہ اس سے معنی بگڑ کر نماز بھی جاتی رہتی ہے۔ (جمال القرآن: ۷)

اور یہ ظاہر ہے کہ صحیح خواں فاسق کی امامت کی بہ نسبت نماز کے اندر قرأت میں لحن جلی زیادہ اشد ہے، نیز لحن جلی بالکل مشروع نہیں اور فاسق کی امامت مع الکراہۃ مشروع ہے۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم: صلوا خلف كل بر وفاجر. (۱) والله أعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۰۸ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۲/۴۴۰-۴۴۲)

زیادہ عمر والے متقی عالم کو امام بنانا افضل ہے:

سوال (۱) شہر کی ایسی جامع مسجد کہ جس میں ہر طبقہ کے لوگ علماء کرام و صوفیاء عظام وغیرہ نماز پڑھتے ہوں، ایسی مسجد میں امام کس طرح کا مقرر کرنا چاہیے؟

(۲) زید مولوی حافظ، متقی ۳۵-۳۶ / برس کا ہے، بکر صرف حافظ ۱۸-۱۹ / برس کا، مسائل ضروریہ وضو و نماز سے ناواقف، ان دونوں میں از روئے شرع مستحق امامت کون ہے؟

(۳) اگر ممبران یا مصلیان مسجد زید موصوف کے رہتے ہوئے بلا عذر شرعی بکر موصوف کو امام مقرر کریں تو ممبران کا یہ فعل مذموم مکروہ ہوگا یا نہیں اور ایسی صورت میں مسائل ضروریہ سے ناواقف بکر کے پیچھے نماز پڑھنے سے پرہیز کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۵۷۳، محمد عبدالحامد صاحب (آگرہ) ۲۶/ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ ۶/ جولائی ۱۹۳۷ء)

الجواب

ظاہر ہے کہ عالم متقی اور زیادہ عمر والا زیادہ مستحق ہے؛ لیکن اگر بکر کا کوئی اور استحقاق ہے، مثلاً ائمہ سابق کا وہ بیٹا ہے تو اس کو امامت کے لیے مقرر کرنا اور اس کا نائب نماز پڑھانے کے لیے متعین کر کے بکر کی تعلیم کا انتظام کر دینا جائز ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۳/۹۸-۹۹)

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الجهاد واجب عليكم مع كل أمير برًا كان أو فاجراً والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم برًا كان أو كان فاجرًا، وإن عمل الكبائر، إلخ. (أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أيمة الجور: ۳٤۳، قديمي)

(۲) (والاحق بالامامة) تقديمًا بل نصبًا (مجمع الأنهر) الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحة و فسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة وحفظه قدر فرض، وقيل واجب، وقيل سنة. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۵۵۷)

پابند اور غیر پابند شریعت میں سے کس کی امامت افضل ہے:

سوال: جبکہ جامع مسجد میں ایک موروثی اور شریعت کی پابندی نہ کرنے والا اور دوسری مسجد میں پابند شریعت حافظ اور مسائل نماز سے بخوبی واقف آزاد امام نماز پڑھاوے تو کس جگہ نماز اکمل وافضل ہوتی ہے؟

الجواب

امامت کے لیے افضل وہ شخص ہے، جو مسائل نماز سے واقف ہے اور حافظ وصالح ہے۔(۱)

لیکن جن لوگوں کے محلّہ میں جو مسجد واقع ہے ان پر اپنے محلّہ کی مسجد کا حق زیادہ ہے اور ان اہل محلّہ کے لیے مسجد محلّہ میں نماز پڑھنا افضل ہے اور ان کو اسی مسجد میں ثواب جماعت کا حاصل ہوگا۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/۹۸)

امامت کے لیے بہتر کون شخص ہے:

سوال: متعلقہ صحت امامت۔

الجواب

اگر امام سود خوار کے ہاں روزہ افطار کرتا ہے تو وہ اپنا نقصان کرتا ہے، اس سے تمہاری نماز میں کوئی خلل نہیں، بیوی ہونا تو اچھی بات ہے؛ لیکن جس کے بیوی نہیں، اگر وہ اور باتوں کے لحاظ سے بیوی والے امام سے بہتر ہو تو اس کو ترجیح دی جائے گی، مثلاً متقی پرہیز گار ہو، قرآن مجید اچھا پڑھتا ہو، وغیرہ۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی:۳/۱۲۲-۱۲۳)

پابند شریعت عالم کو امام بنانا افضل ہے:

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰/اپریل ۱۹۲۷ء)

سوال: زید پابند شریعت ہے اور مسائل سے واقف ہے، دیندار اور متقی ہے، امامت اور درس وتدریس کا مشغلہ

(۱) والأحق بالإمامة تقديمًا بل نصبًا، إلخ ، الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة،وحفظه قدرفرض،وقيل واجب ، وقيل سنة.(الدرالمختار)

وهوالأظهر؛لأن هٰذا التقديم علىٰ سبيل الأولوية.(الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة : ۱/۵۱۸)

(۲) مسجد المحلة أفضل من الجامع إلاإذا كان إمامه عالماً(الأشباه)لعل الأفضلية بالنسبة إلىٰ أهل المحلة دون غيرهم لئلا يؤدى إلىٰ تعطيل مسجدالمحلة.(شرح حموى،الفصل الثاني،كتاب الصلاة،ص:۱۹۵،ظفير)

(۳) والأحق بالإمامة تقديمًا،بل نصبًاالأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة،إلخ.(الدرالمختار:باب الإمامة ۱/۵۵۷)

ہے اور عمرو صاحب اکثر نماز نہیں پڑھتے، عمر میں بڑے ہیں؛ لیکن محصل مدرسہ ہیں اور اس بستی میں جتنا مسلمانوں کو قرض سودی دیا جاتا ہے، اس کے محرر اور منیب ہیں، امامت کے لیے ان دونوں میں کون بہتر ہے؟

الجواب

صورت مسئلہ میں (زید امامت کا مستحق ہے اور عمرو جو نماز کا پابند بھی نہیں) اس کی امامت مکروہ ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۵/۳-۱۲۶)

مسائل سے ناواقف اور غیر حاضر رہنے والے کی امامت:

سوال: ہمارے محلے کی مسجد میں ایک پیش امام صاحب ہیں، وہ صرف قرآن شریف پڑھے ہوئے ہیں، ان کو مسائل کا علم بھی نہیں ہے، اب کچھ عرصے سے انہوں نے لکڑیوں کا بیوپار شروع کر دیا ہے، بعض وقت وہ نماز میں غیر حاضر بھی رہتے ہیں۔

(المستفتی: نظیر الدین امیر الدین (املیزہ ضلع مشرقی خاندیس)

الجواب

تجارت کرنا تو ایسا فعل نہیں ہے، جس کی وجہ سے امامت مکروہ ہو، مگر ان کا نمازوں کے وقت میں غیر حاضر رہنا اور مسائل سے واقف نہ ہونا، یہ ایسی باتیں ہیں، جن کی وجہ سے دوسرا عالم حافظ امام مقرر کرنا جائز ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۱/۳-۱۲۲)

ریش دراز اور خشخشی داڑھی والے میں سے امامت کے لیے کون بہتر ہے:

سوال: ہمارے گاؤں میں دو امام ہیں: ''ف''، ''م''۔ ''ف'' بعمر ۵۰ سالہ سفید پوش ریش دار، حافظ قرآن پابند جماعت۔ ''م'' بعمر ۳۰-۴۰ سالہ، خشخشی داڑھی، ناظرہ قرآن خواں۔ مسجد سے تقریباً ہر وقت غائب اور ایک دفعہ بے وضو جماعت کرائی۔ تو اس حالت میں امامت کس کی بہتر ہے اور کون امام ہونا چاہیے؟

الجواب

اس صورت میں ''ف'' احق بالامامت ہے اور نماز ''م'' کے پیچھے بھی ادا ہو جاتی ہے، مگر جبکہ وہ دین کے بارہ میں

(۱-۲) والأحق بالإمامة تقديمًا، بل نصبًا الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتناب الفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۵۷/۱)

وكذا تكره خلف أمرد وشارب الخمر وأكل الرباء، إلخ. (الدر المختار: باب الإمامة: ۵٦۲/۱)

محتاط نہیں ہے اور داڑھی اس کی موافق شرع کے نہیں ہے اور کبھی اس نے بے وضو نماز پڑھائی ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۲۷/۳۔۱۲۸)

ایک شخص نے جنابت کا تیمّم کیا اور دوسرے نے حدث کا تو ان میں کس کی امامت افضل ہے:

سوال: ایک شخص نے جنابت کا تیمّم کیا اور دوسرے نے حدث کا اور دونوں علم اور ورع میں برابر ہیں تو امامت کس کی افضل ہوگی؟

الجواب

دونوں برابر معلوم ہوتے ہیں۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷۶/۳)

☆☆☆

(۱) ویکرہ إمامة عبد إلخ وفاسق. (الدرالمختار)

بل مشٰی فی شرح المنیة علٰی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم، (ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۳/۱،ظفیر)

(ایک قبضہ (مٹھی) ڈاڑھی رکھنا سنت ہے، اس سے چھوٹی کرانا ڈاڑھی کٹانے کے حکم میں ہے، اور یہ حرام ہے۔

(لا)یکره(دهن شارب و)لا(کحل)إذا لم یقصد الزینة أوتطویل اللحیة إذاکانت بقدرالمسنون وهوالقبضة، وأماالأخذ منها وهی دون ذلک کمایفعله بعض المغاربة،ومخنثة الرجال فلم یبحه أحد،وأخذکلها فعل یهود الهند ومجوس الأعاجم. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصوم،باب مایفسد الصوم وما لا یفسد،مطلب فی الأخذ من اللحیة:۱۵۵/۲،ظفیر)

(۲) لہٰذا قرعہ کے ذریعہ فیصلہ ہو، یا قوم کی اکثریت جس کی طرف ہو۔

"(فإن استووا یقرع)بین المستویین(أوالخیار إلٰی القوم)فإن اختلفوا اعتبرأکثرهم. (الدرالمختارعلٰی هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۲/۱ ،ظفیر)

حافظ اور غیر حافظ کی امامت

مولوی احق بالامامت ہے، یا حافظ قرآن:

سوال: عید کی نماز کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہوا، بعض کہتے تھے کہ عید کی نماز امام صاحب جو ہمیشہ سے پڑھاتے ہیں، پڑھاویں گے اور بعض کہتے تھے کہ عید کی نماز حافظ صاحب پڑھاویں گے، جنہوں نے رمضان شریف میں قرآن تراویح میں سنایا ہے اور کہتے ہیں کہ حافظ کے ہوتے ہوئے امام صاحب کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، آخر کار امام صاحب نے نماز پڑھائی اور حافظ صاحب نیت توڑ کر چلے گئے، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

تفرقہ مسلمانوں میں بُرا ہے، (۱) نماز حافظ صاحب کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے اور امام صاحب کے پیچھے بھی، نفسانیت بری ہے، جو کوئی نفسانیت سے جماعت سے علیٰحدہ ہوا اور نیت توڑ کر نماز سے چلا گیا، اس نے بُرا کیا اور گنہگار رہوا، توبہ کرے اور سب کو باہم اتفاق سے رہنا چاہیے اور اتفاق کے ساتھ امام مقرر کرنا چاہیے۔ (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۹۱-۹۲)

---

(۱) ﴿واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا واذكروا نعمة الله عليكم إذ كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا وكنتم على شفا حفرة من النار فانقذكم منها كذلك يبين الله لكم اياته لعلكم تهتدون﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۰۳)

(ترجمہ: اور مضبوط پکڑے رہو اللہ کی رسی کو، جس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور آپس میں نا اتفاقی نہ کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، اس کو یاد کرو، جب کہ تم دشمن تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی، سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچالی، اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے احکام بیان کر کے بتلاتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ ہدایت پر قائم رہو۔ انیس)

(۲) بہتر تو یہی ہے کہ متفقہ طور پر امام کا انتخاب ہوتا کہ کوئی اختلاف راہ نہ پا سکے؛ لیکن اگر اختلاف پیدا ہی ہو جائے تو اکثریت پر فیصلہ کیا جانا چاہیے اور پھر سبھوں کو اکثریت کا فیصلہ تسلیم کر لینا چاہیے۔

(فإن استووا يقرع) بين المستويين (أو الخيار إلى القوم) فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم، ولو قدموا غير الأولى أساؤوا بلا إثم۔ (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۲، ظفير)

قاعدہ میں عالم احق بالامامت ہے۔

(و الأحق بالإمامة) تقديماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار، ظفير) (باب الإمامة، انيس)

حافظ قرآن اور عالم دین میں امامت کس کی زیادہ بہتر:

سوال (۱) زید صرف حافظ قرآن شریف ونوعمر ہے، مگر مسائل سے بالکل ناواقف ہے، یہاں تک کہ ارکان وشرائط ومفسدات نماز ونواقض وضوتک کا بھی علم نہیں ہے اور بکر مولوی قاری متقی، واعظ، خوش الحان سن رسیدہ ہے، اب شاہی مسجد کے لیے جہاں کے مقتدی علما وصوفیا وحفاظ وعوام مسئلہ داں ہوں، کس کو امام مقرر کرنا چاہیے؟

(۲) علما وصوفیا وحفاظ وغیرہم کی نماز زید مذکور کے پیچھے ہوگی، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۵۶۵، معین الدین احمد صاحب (آرہ شاہ آباد) ۲۵ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۵رمئی ۱۹۳۷ء)

الجواب

ظاہر ہے کہ امامت کے لیے مقرر کرنے کے لائق بکر ہے، جو مولوی حافظ قاری متقی ہے، زید سے وہ احق واقدم ہے، زید کے پیچھے نماز تو عالم، حافظ، صوفی سب کی صحیح ہو جائے گی، بشرطیکہ اس سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو، جو نماز کو فاسد کر دیتی ہے کہ ایسی حالت میں کسی کی نماز بھی نہ ہوگی۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۹۸/۳)

نیک صالح حافظ قرآن امامت کا زیادہ حقدار ہے:

سوال: زید، عمر، بکر تینوں ایک جگہ ملازم ہیں، زید سواروں میں، عمر سپاہیوں میں، بکر ستار بجانے میں، زید حافظ ہے اور طوائف سے پیدا ہوا ہے، پابند صوم وصلوٰۃ ہے، ممنوعاتِ شرعیہ سے بچتا ہے، اخلاق اچھا ہے، عمر کا تلفظ درست نہیں ہے، چھوٹی چھوٹی سورتیں بھی صحیح نہیں پڑھتا، پابند صوم وصلوٰۃ ہے اور بکر بھی پابند صوم وصلوٰۃ ہے، مگر پیشہ ستار بجانے کا کرتا ہے، قرآن شریف صحیح پڑھتا ہے، ان تینوں میں مستحق امامت کون ہے؟

الجواب

ان تینوں میں زید احق بالامامت ہے اور اگر زید نہ ہو اور عمر وبکر موجود ہوں تو بکر اگر چہ فاسق ہے بوجہ پیشہ حرام کے؛ لیکن عمر اگر قرآن پڑھنے میں ایسی غلطی کرتا ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جائے تو بکر کو امام ہونا چاہیے کہ وہ قرآن شریف صحیح پڑھتا ہے، اگر چہ امامت فاسق کی مکروہ ہے، مگر اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، بخلاف عمر کے کہ اس کے پیچھے نماز فاسد ہونے کا خوف ہے۔(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۹۴/۳)

(۱-۲) (و الأحق بالإمامة) تقديماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، إلخ. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، انيس)

حافظ دیندار اور نیم ملا فاسق میں سے احق بالامامۃ کون ہے:

سوال: زید نے بچپن میں کلام مجید حفظ کیا، ہمیشہ تلاوت کرتا ہے اور ماتجوز به الصلوٰة کو خوب جانتا ہے اور قواعدِ تجوید سے بھی واقف ہے اور نیک صالح ہے، اس کی امامت سے سب نمازی خوش ہیں، اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہ؟ اور عمر مشکوٰۃ، ہدایہ پڑھ کر بھول گیا اور نمازی اس کی امامت سے خوش نہیں اور شطرنج کھیلتا ہے اور اکثر جمعہ کے دن جمعہ چھوڑ کر شکار کو چلا جاتا ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ان دونوں میں اول شخص کی امامت افضل ہے اور دوسرے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (ھکذا فی کتب الفقہ)(۱)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۳/۳)

حافظ مسائل نماز سے ناواقف اور ناظرہ خواں واقف مسائل میں سے لائق امامت کون ہے:

سوال: زید حافظ ہے اور اس کی عورتیں بے پردہ ہیں اور مسائل ضروری سے اچھی طرح واقف نہیں، عمر ناظرہ خواں ہے، قرآن شریف صحیح پڑھتا ہے اور مسائل ضروری سے بہ نسبت زید کے زیادہ واقف ہے اور اس کی عورتیں پردہ نشین ہیں، اس حالت میں احق امامت کون ہے؟

الجواب

اس حالت میں عمر زیادہ تر لائق امامت کے ہے، اگرچہ زید کے پیچھے بھی نماز صحیح ہے، مگر عمر کے پیچھے (نماز پڑھنا) افضل ہے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۷/۳)

جو مسائل سے ناواقف ہو، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں؟

سوال: اگر امام ایسا شخص ہے جو احکام نماز سے پوری طرح واقف نہیں؛ بلکہ مفسدات صلوٰۃ کو بھی نہیں جانتا، اگر اس کی موجودگی میں دوسرا شخص نماز پڑھائے تو امام موصوف کا نمازیوں سے یہ کہنا کہ میری بلا اجازت نماز نہیں ہوئی، کیا حکم رکھتا ہے؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

---

(۱) ویکرہ إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)
(وكره إمامة العبد)... (والفاسق) لأنه لا يهتم لأمر دينه ولأن في تقدمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً. (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، الأحق بالإمامة: ۱۳۴/۱، بولاق القاهرة. انيس)

(۲) (والأحق بالإمامة) تقديماً بل نصبًا (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۰/۱، ظفیر)

الجواب

یہ قول اس کا کہ ''میری اجازت نہیں تھی، لہٰذا نماز نہیں ہوئی'' غلط ہے،(۱) اور نماز کی امامت کے لیے اعلم بمسائل الصلوٰۃ اولیٰ واحق ہے؛ لیکن نماز غیر عالم کے پیچھے بھی صحیح ہے، بشرطیکہ اس سے کوئی امر مفسد صلوٰۃ سرزد نہ ہو۔(۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۴۳/۳)

مسائل سے ناواقف غیر دیندار کی امامت کیسی ہے:

سوال: ایک شخص ہماری مسجد میں امام مقرر ہے؛ لیکن کچھ دیندار آدمی نہیں اور نہ مسائل وضو، نماز و امامت سے پورا واقف اور نہ قرآن شریف صحیح پڑھتا ہے اور نماز میں امیر وغریب میں فرق کرتا ہے؛ یعنی امیروں کے انتظار میں دیر کردیتا ہے اور غریبوں کو حقیر جانتا ہے اور تمباکو کی دوکان بھی کرتا ہے؛ اس لیے کپڑے بھی خراب رہتے ہیں تو ایسے شخص کو امام بنانا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

حدیث شریف میں ہے:

'' صلوا خلف کل بر و فاجر''. (الحدیث)(۳) (یعنی! ہر ایک نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو۔)

اور نیز تصریحات فقہا سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک نیک و بد کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؛ لیکن افضل امامت کے لیے وہ شخص ہے، جو مسائل نماز سے واقف ہو اور قرآن شریف صحیح پڑھتا ہو، منہیات شرعیہ سے باز رہتا ہو، متقی و پرہیزگار ہو۔(۴)

(۱) (و) اعلم أن (صاحب البیت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولیٰ بالإمامة من غیره) مطلقاً (إلا أن یکون معه سلطان أو قاض فیقدم علیه) لعموم ولایتهما، وصرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفیر)

(۲) (والأحق بالإمامة) تقدیماً بل نصباً (الأعلم بأحکام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۰/۱، ظفیر)

(۳) غنیة المستملی، ص: ۳۵۱، ظفیر (فصل فی الإمامة وفیها مباحث، الرابع فی الأولیٰ بالإمامة/ والحدیث أخرجه الدارقطنی فی سننه، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة علیه (ح: ۱۷۶۸) انیس)

عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: الصلاة المکتوبة واجبة خلف کل مسلم براً کان أو فاجراً وإن عمل الکبائر. (سنن أبی داؤد، باب إمامة البر والفاجر (ح: ۵۹۴) انیس)

(۴) (والأحق بالإمامة) تقدیماً بل نصباً (الأعلم بأحکام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، وحفظه قدر فرض. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۰/۱، ظفیر)

پس حتی الوسع ایسے امام کو مقرر کریں اور جب تک ایسا نہ ملے، اسی موجودہ امام کے پیچھے نماز پڑھتے رہیں کہ نماز اس کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے اور جو اقوال وافعال اس سے خلاف شریعت صادر ہوئے ہوں، اس سے توبہ کرالیں۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۵/۳)

مسائل سے ناواقف اور جھوٹ بولنے والے حافظ کی امامت کا حکم:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے اور حافظ ہے؛ لیکن نماز کے مسائل ضروریہ سے اچھی طرح واقف نہیں ہے، جھوٹ بولنے سے پرہیز نہیں، آمدنی میں حلال وحرام، جائز وناجائز کا خیال نہیں، ایسے شخص کو امام مقرر کرنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

(المستفتی: ۲۰۲۹، شیخ حاجی مینگو محمد مصطفیٰ سلطانپور (اودھ) ۱۱/رمضان ۱۳۵۶ھ، م ۱۶/نومبر ۳۷ء)

الجواب

دوسرا اچھا امام جو مسائل سے واقف ہو اور متقی پرہیز گار ہو، پیدا (تلاش) کر کے اس کو مقرر کرنا چاہیے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۱۰۵/۳)

امام کو قرآن کم یاد ہو:

سوال: امام تین سال سے ایک مسجد میں امامت کر رہا ہے اور قرآن مجید کی یادداشت کمزور ہونے کی وجہ سے تراویح نہ سناتا ہے تو کیا ایسے امام کا امامت کرنا درست ہے، یا نہیں؟

ھو المصوب

اگر بقدر قرأت نماز قرآن یاد ہے تو اس کی امامت درست ہے۔(۲) امامت درست ہونے کے لیے پورا قرآن یاد رہنا شرط نہیں ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۷۲/۲)

---

(۱) (والأحق بالإمامة) تقديمًا،بل نصبًا(الأعلم بأحكام الصلاة)فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتناب الفواحش الظاهرة،إلخ.(الدرالمختارمع ردالمحتار: ۵۵۷/۱)

(۲) الأولٰى بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة...هٰذا إذا علم من القراء ة قدرما تقوم به سنة القراء ة.(الفتاویٰ الهندية: ۸۳/۱)(الباب الخامس فی الإمامة،الفصل الثانی فی بيان من هوأحق بالإمامة،انيس)

عن مرثد بن أبی مرثد الغنوی وكان بدريا قال:قال رسول الله صلی الله عليه وسلم:إن سركم أن تقبل صلاتكم فليؤمكم خياركم،الخ.(المعجم الكبير للطبرانی،ماأسند مرثد بن أبی مرثد الغنوی (ح:۷۷۷)انيس)

نماز کے مسائل سے ناواقف حافظ کی امامت کا شرعی حکم:

سوال: ایک صرف حافظ قرآن ہے اور وہ نماز کے مسائل سے بالکل کورا ہے، نہ واجبات کا علم ہے، نہ فرائض کا علم، تو اس کو امام بنانا جائز ہے کہ نہیں؟ جبکہ اس حافظ سے آدھے نمازی (مقتدی) مسائل کے نہ جاننے کی وجہ سے کافی متنفر ہیں، مگر مسجد کمیٹی والے یہ کہتے ہیں کہ کام چلتا رہے، ہم کو کسی عالم کی ضرورت نہیں، برائے کرم قرآن اور سنت اور فقہ حنفی کی رو سے دلائل دے کر جوابات عنایت فرمائیں؟

الجواب

جو شخص نماز کے ضروری مسائل سے بھی ناواقف ہو، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اس کا وبال انتظامیہ پر ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۴۴۷)

حافظ وقاری میں سے امامت کے لیے قاری کو ترجیح دیجائے:

سوال: ایک امام صاحب کا لڑکا حافظِ قرآن مع قرأت سند یافتہ ہے، دوسرے حافظ صاحب سادہ لوح بچوں کے درس وتدریس کے لیے متعین ہیں، نیز دوکاندار ہیں اور گناہ بے لذت کا شکار ہیں، دونوں میں سے کس کو تراویح کا امام مقرر کیا جائے؟

الجواب

اگر مسائل نماز کے متعلق دونوں کی قابلیت مساوی ہے تو سند یافتہ قاری قابل ترجیح ہے، حافظ محض سے، نیز حافظ محض کا مبتلائے معصیت ہونا بھی اس کے مرجوح ہونے کی قوی دلیل ہے۔

"(والأحق بالإمامة) تقديمًا بل نصبًا (الأعلم بأحكام الصلاة) إلخ. ثم الأحسن تلاوة) وتجويدًا أفاد بذلك أن معنٰى قولهم أقرأ: أي أجود، لا أكثرهم حفظًا، إلخ، ومعنى الحسن في التلاوة أن يكون عالمًا بكيفية الحروف والوقف ومايتعلق بها، آه. (ردالمحتار: ۱/ ۵۲۱) (۲) فقط والله أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، ۱۸/۱۰/۱۳۹۷ھ

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، صدر مفتی۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/ ۳۸۳-۳۸۴)

---

(۱) ويكره تقديم العبد؛ لأنه لايتفرغ للتعلم والأعرابي؛ لأن الغالب فيهم الجهل. (فتح القدير شرح الهداية: ۱/ ۲٤۷) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

(۲) كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس

صاحب علم کے ہوتے ہوئے چند پاروں کے حافظ کی اقتدا:

سوال: ایک شخص چند پاروں کا حافظ ہے، صاحب علم کے ہوتے ہوئے وہ امامت کا حقدار ہے، یا نہیں؟

الجواب

امامت کے لیے مستقبل علوم دینیہ سے فراغت ضروری نہیں، جب قرأت پر قدرت رکھنے کے بعد نماز کے مسائل سے واقف ہو تو عالم دین کے ہوتے ہوئے اس کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں، البتہ بہتر یہ ہے کہ عالم دین امامت کرائیں، بشرطیکہ موصوف حافظ مسجد کا مستقل امام نہ ہو۔

قال ابن عابدين: وشروط الإمام للرجال الأصحاء ستة أشياء: الإسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراءة والسلامة من الأعذار كالرعاف والفأفأة والتمتمة واللثغ. (رد المحتار على الدر المختار، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۰) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳/۱۵۲)

مشکوٰۃ کے طالب علم کے ہوتے ہوئے ایک حافظ غیر نمازی کا امامت کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں!

(۱) ایک صاحب حافظ ہیں، جو کہ درزی کا کام کرتے ہیں اور تارک جماعت بالکل ہیں؛ یعنی ہفتے کے ہفتے بھی جماعت سے نماز ادا نہیں کرتے ہیں اور وہ سینما بینی کے بھی شکار ہیں؛ لیکن کثرت سے نہیں؛ بلکہ مہینے مہینے کے بعد اور دوسرا شخص ایک دار العلوم کا طالب علم موجود ہے تو ان دونوں شخصوں میں سے نماز جمعہ پڑھانے؛ یعنی حق الامامت کس کو پہنچتا ہے، اگر حافظ نے نماز پڑھا، یا تو نماز ادا ہوگی کہ یا نہیں؟ اور طالب علم دار العلوم کیا کہنے کا حق رکھتا ہے، یا کہ نہیں؟ یا دار العلوم کا وہ طالب علم موجود نہیں ہے؛ بلکہ حافظ صاحب کے مقابلہ میں دوسرا شخص موجود ہے اور جو کہ نماز اور ان کے فرائض وغیرہ سے واقف ہے اور نماز وغیرہ کا بہت ہی پابند ہے اور وہ امام صاحب کے نماز اور ان کے فرائض وغیرہ سے واقف ہے اور یہ نماز کا بھی بہت پابند ہے اور وہ امام کے نہ رہنے پر نماز بھی عام طور پر پڑھاتا ہے اور کوئی چیز قابل اعتراض نہیں ہے؟

---

(۱) قال الشرنبلالي: شروط صحة الإمامة للرجال الاصحاء ستة أشياء: الإسلام وهو شرط عام فلا تصح إمامة منكر البعث أو خلافة الصديق رضى الله تعالىٰ عنه أو صحبته أو يسبّ الشيخين أو ينكر الشفاعة أو نحو ذلك من يظهر الإسلام مع ظهور صفته المكفرة له (والبلوغ)؛ لأن صلوٰة الصبى نفل ونفله لايلزمه (والعقل) لعدم صحة صلاته بعدمه كالسكران (والذكورة) خرج به المرأة للأمر بتأخيرهن والخنثى امرأة فلا يقتدى به غيرها (والقراءة) بحفظ اٰية تصح بها الصلاة على الخلاف (و) السادس (السلامة من الأعذار) فإن المعذور صلاته ضرورية فلا يصح اقتداء غيره به. (مراقى الفلاح علىٰ حاشية الطحطاوى، باب الإمامة: ١٥٦)

الجواب ـــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ایسے شخص کے مقابلہ میں جو سینما دیکھتا ہو نماز قضا تک کرتا ہو؛ بلکہ محض کبھی کبھی پڑھ لیتا ہو، وہ شخص جو مشکوٰۃ شریف وغیرہ تک پڑھ چکا ہو، مسائل نماز و امامت سے واقف ہو اور اہلیت امامت کی رکھتا ہو، امامت کا زیادہ مستحق ہے، خواہ دارالعلوم میں پڑھتا ہو، یا کسی اور جگہ، لہٰذا ایسے موقعہ میں جمعہ کا امام بھی اسی کو بنانا چاہیے جو موقوف علیہ دورۂ کا طالب علم ہو اور شرائط امامت اس میں پائی جاتی ہوں؛ لیکن اس کے باوجود اگر اول الذکر شخص نماز پڑھاوے گا اور مایجوز بالصلاۃ پورا ہو جائے گا تو نماز بکراہت ادا ہو جاوے گی، لہٰذا طالب علم مذکور کو یہ تو نہ کہنا چاہیے کہ تم نماز نہیں پڑھا سکتے؛ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ آپ کی امامت ایسے وقت میں مسنون نہیں ہے اور عندالشرع مذموم ہے اور خاص کر اپنی امامت کی خاطر تو ایسا کہنا کہ تم نہیں پڑھا سکتے اور بھی زیبا نہیں ہے، اس گفتگو سے سوال کا جواب بالکل واضح ہو گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۳/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (نظام الفتاویٰ: ۵/۱۹۹-۲۰۰)

ناظرہ خواں کے پیچھے عالم کی نماز:

سوال: امام مسجد جو ناظرہ خواں اور نہایت نمازی ہے، بوقت مغرب نماز پڑھا رہا تھا، ایک رکعت ہو گئی تھی، اتنے میں ایک عالم آ گئے، انہوں نے امام سے زبردستی نیت تڑوا کر خود نماز پڑھائی، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ

یہ فعل اس مولوی کا نہایت قبیح اور معصیت ہے، وہ سخت گنہگار ہوا، کوئی وجہ بظاہر ایسی معلوم نہیں ہوتی کہ فرض نماز امام اور مقتدیوں کی تڑوائی جاوے، شاید اس کو یہ خیال ہو کہ ناظرہ خواں کے پیچھے عالم کی نماز نہیں ہوتی، حالاں کہ یہ غلط ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۵۲)

مکمل ناظرہ اور دو پارے حفظ کئے ہوئے غیر عالم کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ!

ایک شخص جو پرہیزگار ہو، قرآن مجید مکمل صحیح تلفظ کے ساتھ ناظرہ پڑھا ہوا ہو، تقریباً دو پارے کا حافظ بھی ہو، عالم نہ

---

(۱) (و) اعلم أن (صاحب البیت) ومثلہ إمام المسجد الراتب (أولیٰ بالإمامة من غیرہ) مطلقاً. (الدر المختار)

أی وإن کان غیرہ من الحاضرین من ھو أعلم وأقرأ منہ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۲، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

ہو، نہ بہترین خطیب ہو اور نہ ہی حافظ؛ لیکن گاؤں کے اکثر لوگ اسے اپنی مسجد کا امام رکھنا چاہتے ہوں تو کیا وہ امام مسجد بننے، نماز پنجگانہ، نماز جمعہ اور نماز عیدین پڑھانے کا اہل ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر امام صاحب متقی و پرہیز گار ہیں، نماز اور امامت کے مسائل سے واقف ہیں، قرآن مجید صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اکثر مقتدی ان کی امامت سے راضی ہیں تو شرعاً ان کی امامت نماز پنجگانہ اور جمعہ وعیدین وغیرہ میں بلاشبہ جائز ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۳۶/۲و۱۳۷)

تراویح میں پختہ حفظ والے کو امام بنایا جائے:

سوال: دو حافظ ہیں اور دونوں متقی ہیں، ان میں سے ایک صاحب کو تو رمضان میں محراب سناتے وقت بہت زیادہ متشابہ لگتے ہیں اور دوسرے صاحب کو کم بہت کم، جن صاحب کو متشابہ زیادہ لگتے ہیں، وہ بقدر ضرورت علم صرف ونحو وفارسی اور مسائل دینیہ سے اچھے واقف ہیں اور پیشہ سلائی کا کرتے ہیں اور جن صاحب کو متشابہ کم لگتے ہیں، وہ حافظہ کے علاوہ مسائل دینیہ سے ناواقف ہیں اور قوم کے مراثی ہیں؛ مگر اپنے حرام پیشے سے تائب ہیں، ان دونوں میں سے جامع مسجد کی پنجگانہ امامت کے لیے کس کو مقرر کیا جائے؟

(المستفتی: ۹۵، حافظ رحیم بخش صاحب متھرا، ۹/رجب ۱۳۵۲ھ، ۳۰/اکتوبر ۱۹۳۳ء)

الجواب

پنجگانہ نماز کی امامت کے لیے جو صاحب مسائل سے زیادہ واقف ہیں، ان کو مقرر کرنا بہتر ہے، البتہ تراویح میں قرآن مجید سنانے کے لیے ایسے حافظ کو ترجیح دی جائے تو مضائقہ نہیں، جس کو قرآن مجید خوب یاد ہے اور بقدر ضرورت مسائل سے بھی واقف ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۸۱/۳)

---

(۱) قال أبو جعفر: (أحق القوم بالإمامة أقرؤهم لكتاب الله عزوجل وأعلمهم بالسنة فإن كانوا فى ذلك سواء فأورعهم فإن كانوا فى ذلك سواء فأكبرهم سنا) قال أبوبكر: وذلك لما روى أوس بن ضمعج عن أبى مسعود الأنصارى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله عزوجل فإن كانوا فى القراءة سواء فأعلمهم بالسنة فإن كانوا فى السنة سواء فأقدمهم هجرة فإن كانوا فى الهجرة سواء فأقدمهم سنا وإنما لم يشترط أصحابنا الهجرة لأن المهاجرين انقرضوا قبل عصرهم وقال النبى صلى الله عليه وسلم: لا هجرة بعدالفتح. (شرح مختصر الطحاوى، باب الإمامة: ۶۲/۲-۶۳، دارالبشائر الإسلامية. انيس)

(۲) (والأحق بالامامة)... (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً، إلخ. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۲۹۴/۲)

تراویح میں قرآن سنانے کی اجرت دینا اور لینا جائز ہے یا نہیں جبکہ عوامی چندہ کر کے ہو:

سوال (۱) قصبہ کلیانہ میں مدرسہ اشاعت العلوم عرصہ ۲۰-۲۲ رسال سے جاری ہے اور طلبائے عربی تعلیم پاتے ہیں، طلبا کی تعلیم کے لیے ایک مولوی صاحب بشرح ۲۰ روپے ماہوار اور دوسرے قاری صاحب جو حافظ بھی ہیں، بشرح ۲۰ روپے ماہوار اور تیسرے حافظ صاحب بشرح پندرہ روپے ماہوار ملازم ہیں، ہمیشہ رمضان المبارک میں یہ صاحب قرآن مجید تراویح میں سناتے ہیں اور اہل محلّہ سے چندہ بااثر آدمی وصول کر کے اجرت دیتے ہیں، شرعا چندہ دینا ان اشخاص کو اور اجرت لینا ان صاحبوں کو جائز ہے، یا نہیں؟

تنخواہ دار کی امامت شرعا درست ہے یا نہیں:

(۲) اور مسجدوں میں امام مقرر ہیں، ایک مسجد میں امام صاحب رحم علی شاہ مقرر ہیں اور وہی مدرسہ میں بہ زمرۂ چپراسیاں ملازم ہیں اور پانچ روپے ماہوار مدرسہ سے اور دو روپے ماہوار اہل محلّہ دیتے ہیں، ان کو بھی چندہ بموجب فقرہ (۱) دیا جاتا ہے، وہ شرعا جائز ہے، یا نہیں؟

(۳) ایک مسجد میں امام صاحب عبدالرحیم شاہ مقرر ہیں، ان کو اہل محلّہ تین روپے ماہوار دیتے ہیں اور وہ ملازم نہیں ہیں، ایک اور دوکان بساط خانہ وغیرہ کی ہے، اس میں ان کا بھی حصہ حق یعنی چہارم حصہ ہے، ان کو بھی (فقرہ:۱) کے بموجب دینا جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۰۶۰، سربلند خاں کلیانہ (ریاست جیند) ۱۶ر رمضان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲۱ر نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

امامت کی تنخواہ لینا جائز ہے، (۱) مگر تراویح میں قرآن مجید سنانے کی اجرت لینا جائز نہیں ہے، اگر امام مطالبہ نہ کرے اور لوگ خود کچھ رقم جمع کر کے اسے دے دیں تو یہ مباح ہے، بشرطیکہ اس کی طرف سے مطالبہ اور خواہش نہ ہو اور نہ ملے تو ناراض بھی نہ ہو۔ (۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۳/۱۰۷-۱۰۸)

---

(۱) قال فی الهداية : وبعض مشائخنا رحمهم الله تعالىٰ استحسنوا الاستئجار علىٰ تعليم القرآن اليوم لظهور التوانی فی الأمور الدينية ففی الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتویٰ ... وزاد فی مختصر الوقاية ومتن الاصلاح تعليم الفقه وزاد فی متن المجمع الإمامة ومثله فی متن الملتقی ودرر البحار. (ردالمحتار، کتاب الإجارة: ۵/۵۵)

(۲) ويفتىٰ اليوم بصحتها ليعلم القرآن والفقه والإمامة والأذان، إلخ. (الدرالمختار، کتاب الإجارة، مطلب فی الاستيجات علی الطاعات: ۶/۵۵)

علم تجوید سے ناواقف حافظ کو امام مقرر کرنے کا حکم:

سوال: مکرمی جناب مولوی صاحب عرض ہے کہ ایک شخص ہے جو کہ اپنے آپ کو حافظ کہتا ہے اور قرآن کریم کبھی بھی آج تک رمضان شریف میں سنایا نہیں ہے اور امام بننے کا شوق ہے اور قرأت جو پڑھتا ہے تو وہ الف، عین، ھمزہ، ان تینوں حرفوں کی ادائیگی میں صرف الف ظاہر کرتا ہے اور ت، ط ان دونوں حرفوں کو ت ادا کرتا ہے اور ث، س، ش، ص ان چاروں حرفوں کو صرف چھوٹا سین پڑھے گا اور آگے خ، ذ ز، ظ ان چاروں حرفوں کو خ سے ادا کرے گا اور ک، ق کا چھوٹا کاف ادا کرے گا اور ض، د میں سے صرف د ظاہر کرتا ہے، برائے کرم فرمایئے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؛ یعنی مقتدیوں کی نماز ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ایسے شخص کو لازم ہے کہ قرآن مجید کو سیکھے علم تجوید جس کے ذریعہ سے حروف کو مخارج سے ادا کرنا اور صفات کے ساتھ پڑھنا معلوم ہوتا ہے، حاصل کرے۔(۱) کسی اچھے قاری کے پاس مشق کرے، جب تک وہ ایسا نہ کرے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی، اس کو مستقل طور پر امام مقرر کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ (فتاویٰ مفتی محمود:۱۸۵/۲)

حافظ قرآن ناظرہ خواں امام سے افضل ہے:

سوال: پیش امام حافظ قیامت کے دن مقتدیوں کی خدا سے بخشش کرائے گا۔ ایسی کوئی حدیث ہے یا نہیں؟ اور ناظرہ پیش امام سے حافظ پیش امام کی بزرگی ہے، یا نہیں؟

(نظیرالدین امیرالدین (املیز ضلع مشرقی خاندیس)

الجواب

حافظ قرآن ناظرہ خواں سے افضل ہے،(۲) بشرطیکہ اعمال صالحہ دونوں کے یکساں ہوں، نیک لوگ جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بخشے جائیں اور اللہ تعالیٰ کے مقبول ہوں، وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے شفاعت کرسکیں گے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی:۱۲۲/۳)

---

(۱) ﴿رتل القرآن ترتيلا﴾(سورةالمزمل:٤)(والأخذ بالتجويد حتم لازم)... ثم هذا العلم لاخلاف فى أنه فرض كفاية والعمل به فرض عين فى الجملة على صاحب كل قراءة ورواية ولو كانت القراءة سنة وأما دقائق التجويد على ما سيأتى بيانه فإنما هو من مستحسناته فالأظهر أن المراد بالحتم هنا أيضا الوجوب الإصطلاحى المشتمل على بعض أفراد من الوجوب الشرعى لا الجمع بين الحقيقة والمجاز واستعمال المعنيين بالاشتراك كما ذهب إليه الشراح من الشافعية.(المنح الفكرية،حد التجويد وحكمه:١١٢،دارالغوثانى للدراسات الإسلامية دمشق.انيس)

(۲) عن إسماعيل بن رجاء قال سمعت أوس بن ضمعج يقول:سمعت أبا مسعود رضى الله عنه يقول: ==

ناظرہ خواں یا ناخواندہ کی حافظ قرآن کا امامت کرنا:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۶/فروری ۱۹۲۸ء)

سوال: ناظرہ خوان، یا ناخواندہ امام کے پیچھے حافظ قرآن کی نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

ناظرہ خواں یا ناخواندہ امام جب کہ قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو اور مفسدات نماز کا ارتکاب نہ کرتا ہو، اس کے پیچھے حافظ اور عالم کی نماز بھی ہو جاتی ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۷/۳)

☆☆☆

== قال لنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يؤم القوم أقرأهم لكتاب اللّٰه وأقدمهم قراء ة فإن كانت قراء تهم سواء فليؤم أقدمهم هجرة فإن كانوا في الهجرة سواء فليوم أكبرهم سنا. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد من أحق بالإمامة: ٢٣٦/١)(انيس)

(عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: " ليؤذن لكم خياركم وليؤمكم قراء كم . (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟ رقم الحديث: ٥٩٠، ص: ٨٧، بيت الأفكار، انيس)

(قال في التاتارخانية: "ولو أن رجلين في الفقه والصلاح سواءٌ إلا أن أحدهما أقرأ فقدم القوم الآخر فقد اساء و ا وتركوا السنة " . (الدر المختار: باب الامامة: ٥٥٩/١)(دار الفكر بيروت. انيس)

(۱) عن إسماعيل بن رجاء قال سمعت أوس بن ضمح يقول: سمعت أبامسعود رضى اللّٰه عنه يقول: قال لنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يؤم القوم أقرأهم لكتاب اللّٰه وأقدمهم قراء ة... (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ٢٣٦/١. كذا في ردالمحتار: باب الإمامة: ٥٥٩/١)

مؤذن کی امامت

اذان اور تکبیر کہنے والے کی امامت درست ہے:

سوال: جو شخص اذان وتکبیر کہے، اگر وہی جماعت کرادے تو آیا نماز درست ہے کہ نہیں؟

الجواب

درست ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۴۴۵/۳-۴۳۶)

مؤذن کی امامت:

سوال: مؤذن کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

حنفیہ تو مؤذن کا امام ہونا افضل لکھتے ہیں۔

درمختار میں ہے: **"الأفضل کون الإمام هو المؤذن"**. (۲)

دوسری جگہ باب الامامت میں ہے:

"وقول عمر رضی الله عنه: "لولا الخلافة لأذنت: أی مع الإمامة، إذ الجمع أفضل". (۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۱۰/۳)

اذان وامامت ایک شخص انجام دے سکتا ہے:

سوال: اذان اورامامت اگر ایک ہی شخص کرے تو جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) وجاء أنس بن مالک إلٰی مسجد قد صُلِّیَ فیه، فأذن وأقام، وصلٰی جماعة. (صحیح البخاری: ۸۹/۱، باب: فضل صلاة الجماعة) (کتاب الأذان، رقم الحدیث: ٦٤٥، انیس)

(۲) الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، باب الأذان: ۳۷۲/۱، ظفیر

(۳) الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۱۵/۱، ظفیر (عن قیس بن أبی حازم قال: قال عمر: لو کنت أطیق الأذان مع الخلافة لأذنت. (السنن الکبریٰ للبیهقی، باب الترغیب فی الأذان (ح: ۲۰۴۱) انیس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

ایک ہی شخص اذان کہے اور امامت کرے، یہ شریعت میں درست ہے؛ بلکہ اس میں ثواب زیادہ ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۹۵/۳)

شخص واحد کا اذان وامامت انجام دینا کیسا ہے:

سوال: شخص واحد کا اذان واقامت علی الدوام کرانا مشروع ہے، یا مکروہ؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

اس کو فقہا نے افضل لکھا ہے، چنانچہ درمختار میں ہے:

”الأفضل کون الإمام هو المؤذن“ إلخ. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۹۷/۳-۱۹۸)

خادم مسجد اور مؤذن کی امامت:

سوال: ایک پیش امام مستقل ہیں، وہی صفائی کی خدمت اور مؤذن کی خدمت بھی انجام دیتا ہے، مسجد کی صفائی غسل خانہ وغیرہ کی صفائی کی اجرت الگ لیتے ہیں تو کیا ایسے امام کے پیچھے جو مؤذن بھی ہو، نماز درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

جائز ہے۔

”الأفضل کون الإمام هو المؤذن“ إلخ. (الدرالمختار: ۲٦۸/۱) (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۳۴۹/٦)

---

(۱) والأفضل کون الإمام هو المؤذن، وفی الضیاء أنه علیه الصلاة والسلام أذّن فی سفر بنفسه وأقام وصلی الظهر، وقد حققناه فی الخزائن. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الأذان: ۳۷۲/۱، ظفیر)

(عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ” لیؤذن لکم خیارکم ولیؤمکم قراء کم. (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟ رقم الحدیث: ۵۹۰، ص: ۸۷، بیت الأفکار، انیس)

(فأذن رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم وهو علیٰ راحلته وأقام أو أقام فتقدم علیٰ راحلته فصلیٰ بهم یؤمی إیماءً یجعل السجود أخفض من الرکوع. (جامع الترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی الصلاة علیٰ الدابة فی الطین والمطر، رقم الحدیث: ۴۱۱، ص: ۸۹، بیت الأفکار، انیس)

(۲) الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الأذان: ۳۷۲/۱، ظفیر

(۳) الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۴۰۱/۱، سعید

أن الأفضل کون الإمام هو المؤذن، وهٰذا مذهبنا، وعلیه کان أبو حنیفة رحمه الله تعالیٰ علیه“. (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۴۴۳/۱، رشیدیة)

امام کے انتخاب کا حق

امام کے انتخاب کا حق:

سوال: مسجد کا انتظام وانصرام اس کے متولیان کرتے ہیں، مثلاً: پیش امام کا تقرر کرنا، اس کو معزول کرنا، کیا یہ حق متولیان کو حاصل ہے؟

هو المصوب

مسجد کی انتظامیہ اور اس کے متولیاں کو امام کے عزل ونصب کا اختیار ہے،(۱) البتہ انہیں تقرر کا اختیار اس صورت میں ہے، جبکہ امام واقعی امامت کے شرائط پر پورا اترے اور معزول کرنے کا اختیار اسی صورت میں ہے، جبکہ امام کے اندر شرائط امام مفقود ہوں۔(۲)

تحریر: محمد طارق ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۲۷۶-۲۷۷)

مسجد کمیٹی کو امامت کے انتخاب کا حق:

سوال: ائمہ کے انتخاب کے لیے قابلیت وصلاحیت دیکھ کر کمیٹی ان کا انتخاب کرتی ہے، ایک صاحب کئی سال سے ایک مسجد میں تراویح پڑھاتے رہے؛ لیکن اس بار اس مسجد کے لیے امام جن کا جلد ہی تقرر ہوا ہے، وہ تراویح پڑھانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے کیا طریقہ ہے، کیا قرعہ اندازی سے مسئلہ حل کیا جائے؟

---

(۱) رجل بنی مسجدًا وجعله لله تعالیٰ فهو أحق الناس بمرمته وعمارته وبسط البواری والحصير والقناديل والأذان والإقامة إن كان أهلاً لذٰلك فإن لم يكن فالرأی فی ذلك إليه. (الفتاویٰ الهندية: ۱/۱۱۰) (الباب السابع فيما يفسد الصلاة، الفصل الثانی فيما يكره فی الصلاة، فصل كره غلق باب المسجد، انيس)

(۲) (البانی) للمسجد (أولی) من القوم (بنصب الإمام والمؤذن فی المختار إلا إذا عين القوم أصلح ممن عينه) البانی. (الدرالمختار وكذا فی مجمع الأنهر، كتاب الوقف: ۷۵٤، دار إحياء التراث العربی)

(قوله: البانی أولی) وكذا ولده وعشيرته أولیٰ من غيره، أشباه (قوله: بنصب الإمام والمؤذن) أما فی العمارة فنقل فی أنفع الوسائل أن البانی أولیٰ (قوله: إذا عين القوم أصلح ممن عينه) لأن منفعة ذلك ترجع إليهم، أؤنفع الوسائل. (ردالمحتار، كتاب الوقف: ٤/٤٣٠، دار الفكر بيروت. انيس)

هو المصوب

دریافت کردہ صورت میں کمیٹی کو اختیار ہے کہ اپنی صوابدید سے دونوں ائمہ میں سے جن کو چاہیں منتخب کریں،(۱) اگر قرعہ اندازی کے ذریعہ کریں تو زیادہ بہتر ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۲۷۷)

امام کا انتخاب نمازیوں کے ذریعہ:

سوال: ایک مسجد جولاہوں کے نام سے مشہور ہے، جولاہوں نے امام کو نکال دیا اور حافظ ہم قوم کو بلا کر رکھ لیا۔ کیا دوسرے مسلمانوں کا حق اس مسجد میں ہے؟

الجواب

جن مقتدیوں کی جماعت زیادہ ہے، ان کی رائے سے امام مقرر ہوسکتا ہے؛ مگر بہرحال امام لائق امامت کے ہونا چاہیے، خواہ کسی قوم کا ہو۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۴۹)

قوم کی مرضی کے خلاف امام بنانا:

سوال: کیا عدالت کو کوئی حق شرعی حاصل ہے کہ قوم کا ایسا امام زبردستی مقرر کرے کہ قوم اس کو امام بنانے پر رضامند نہیں ہے؟

الجواب

عدالت کو یہ حق نہیں ہے؛ کیونکہ اس کا نفع ونقصان قوم کو ہے، لہٰذا بلا رضامندی قوم کے ان کے لیے عدالت کوئی امام مقرر نہ کرے اور عدالت کو اس میں کچھ حق نہیں ہے، **كما مر من أن منفعة ذلک ترجع إليهم.** (۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۹۵)

---

(۱) قوله: ''كنصب الإمام''يعني إذالم يكن الباني موجودًا أماإذاكان فنصب الإمام إليه وهومختار الإسكاف رحمه الله قال أبو الليث رحمه الله تعالىٰ:وبه نأخذإلاأن ينصب شخصاً والقوم يريدون من هوأصلح منه .(العناية علىٰ هامش فتح القدير: ۳٤٥/١٠، كتاب الديات)

(۲) (أوالخيارإلى القوم)فإن اختلفوااعتبرأكثرهم،ولوقدمواغيرالأولىٰ أساءوا. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ١/٥٢٢،ظفير)

(۳) (أوالخيارإلى القوم)فإن اختلفوااعتبرأكثرهم،الخ، وأم قوماً وهم له كارهون،لفساد فيه،إلخ،كره له ذلک تحريماً لحديث أبى داؤد : ''لايقبل الله صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون''. (الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ١/٥٢٢، ظفير)

امام کی تعیین کا مسئلہ:

سوال: ہمارے یہاں مسجد میں امام متعین نہیں، اگرچہ جماعت سے نماز ہوتی ہے؛ لیکن جو بھی حاضرین میں سے پڑھا دے، فرق مراتب بھی نہیں، غرض سوال یہ ہے کہ کسی امام کا متعین کر لینا مسنون اور زیادتی ثواب کا باعث ہے، یا جس طرح جماعت غیر متعین امام کے پیچھے ہوئی ہے، وہ مسنون ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

مقصد مشروعیت جماعت اور تعامل اہل مدینہ و مکہ کا تقاضا یہی ہے کہ کوئی امام مقرر کر لیا جائے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے زمانہ میں امام و مؤذن مقرر کیا ہے، اس کے بغیر مسجد کا نظم و انتظام صحیح رہ نہیں سکتا، دو صحابی سفر میں جا رہے تھے، حضور پاک صلی اللہ علیہ سلم سے ملاقات کے لیے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک اذان دیدے اور تم میں سے جو بڑا ہو، وہ امام بن جائے، (۱) جب سفر میں آپ نے اتنا اہتمام فرمایا تو حضر میں بدرجہ اولیٰ اس سے زیادہ اہتمام فرماتے ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۷۸/۴-۷۹)

کیا نائب امام ضروری ہے:

سوال (۱) کیا کسی مسجد میں نائب امام کا ہونا ضروری ہے، جبکہ مسجد کے متولی رکھنے سے قاصر ہوں؟ کیا صحیح العقیدہ عالم فاضل امام کی مرضی کے خلاف امام موصوف کا نائب مقرر کر سکتے ہیں؟

(۲) امام کا نائب مقرر کرنے کا حق امام کو ہے، یا اراکین کمیٹی کو؟

ھو المصوب ــــــــــــــــ

(۱-۲) نائب امام مقرر کرنا از روئے شرع ضروری و لازمی نہیں ہے؛ بلکہ یہ کام اہل حل وعقد اور ذمہ داران مسجد کا ہے کہ جیسی ضرورت ہو، اسی کے مطابق مسجد کا کام انجام دیا جائے، اگر امام اپنا نائب خود مقرر کر لے تو وہ زیادہ بہتر ہے، ورنہ ذمہ داران مسجد مقرر کر سکتے ہیں۔ (۲)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۸۰/۲-۳۸۱)

---

(۱) عن أبی مسعود البدری رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: "یؤم القوم أقرؤهم لکتاب اللہ وأقدمهم قراءة فإن کانوا فی القراءة سواء فلیؤمهم أقدمهم هجرة فإن کانوا فی الهجرة سواء فلیؤمهم أکبر سناً. (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟ رقم الحدیث: ۵۸۲، ص: ۸۶، بیت الأفکار، انیس)

(۲) موجودہ دور میں یہ انتشار کا سبب ہو سکتا ہے؛ اس لیے اہل محلہ یا انتظامیہ کمیٹی ہی مقرر کرے۔ انیس

زبردستی امام نہیں بننا چاہیے:

سوال: ایک شخص زبردستی مصلے پر چڑھ جاتا ہے، اور اس کی امامت پر کوئی بھی راضی نہیں، اس شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

زبردستی امام بننا درست نہیں۔ (۱) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ، ۱۶/ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ، الجواب صحیح: محمد صدیق غفرلہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/ ۳۶۳-۳۶۴)

جو متعین امام کو زبردستی ہٹاوے اور خود دعویٰ امامت کرے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں:

سوال: ایک مولوی صاحب بیس سال سے قرآن شریف سنانے آیا کرتے تھے، تین سال سے بالکل آنا موقوف کردیا تھا، گویا لاپتہ تھے، ہم لوگوں نے رمضان شریف سے چھ مہینے پہلے ایک مولوی صاحب کو ملازم رکھ لیا تھا، شروع رمضان میں پہلے مولوی صاحب نے آکر دوسرے مولوی صاحب کو مصلے سے اتادیا اور ان کو مارا اور ان کا حق خود لے لیا، ان کو کچھ نہیں دیا، اس بارے میں شرعی فیصلہ کیا ہے؟

الجواب

جو مولوی صاحب تین برس سے نہ آئے تھے اور دوسرے صاحب کو مقرر کرلیا تھا، ان کو یہ جائز نہ تھا کہ امامِ جدید کو جس کو نمازیوں نے اور اہل محلّہ نے مقرر کرلیا تھا، امامت سے منع کریں اور مصلے سے ہٹادیں، یہ فعل ان کا حرام اور ناجائز تھا اور مارنا ظلم صریح ہے، وہ فاسق ہوگیا اور اس کا کچھ حق اس میں نہیں ہے جو کہ امام ثانی کے لیے جمع کیا گیا، یہ اس امام سابق کا ظلم صریح ہے کہ اس کو اپنا حق سمجھتا ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/ ۱۹۷)

---

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: "رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ثلاثةٌ لا تقبل منهم صلوٰتهم: من تقدم قوماً وهم له كارهون، ورجل أتى الصلاة دباراً والدبار أن يأتيها بعد أن تفوته ورجل اعتبد محرّرةً". (رواه أبوداؤد، وابن ماجة) (مشكوٰة المصابيح: ۱/ ۱۰۰) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۱۱۲۳) / سنن أبي داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳) / سنن ابن ماجة، باب من أم قوماً وهم له كارهون (ح: ۹۷۰) / السنن الصغير للبيهقي، باب من كره الإمامة واستحب الأذان (ح: ۵۳٤) / السنن الكبرىٰ، باب ماجاء فيمن أم قوما وهم له كارهون (ح: ۵۳۳۹) انيس)

(۲) (والخيار إلى القوم) فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم، إلخ، وإمام الراتب أولىٰ. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۲، ظفير)

ثم هذا الإطلاق مقيد بقيود أن لا يكون ثمة راتب فإن كان قدم مطلقاً كمافي السراج. (النهر الفائق، باب الإمامة: ۱/ ۲٤۰، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)

باقاعدہ امام مقرر نہ ہونے والی مسجد میں استحقاق نہ رکھنے والے کو امام مقرر کرنے کی باز پرس کس سے ہوگی:

سوال: جس مسجد میں امام مقرر نہ ہو یا موجود نہ ہو، امامت کا استحقاق کسے حاصل ہے؟ آج کل خشخشی داڑھی والے امام بہت ہیں۔

الجواب

خشخشی داڑھی والے کی نماز مکروہ ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۵۰/۳)

اہل کے ہوتے ہوئے غیر اہل کو امام بنانا:

سوال: زید و عمر دونوں ایک مسجد میں رہتے ہیں، زید امام مقرر ہے جو عالم، حافظ قاری ہے؛ لیکن خوشامد یا ڈر کی وجہ سے عمر کو نماز کے لیے کھڑا کر دیتا ہے، جو نہ حافظ ہے، نہ قاری اور نہ مولوی ہے اور قرآن پاک بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا تو کیا زید کے ہوتے ہوئے عمر کی اقتدا میں سب کی نماز درست ہو جائے گی، یا نہیں؟

الجواب

اس مسئلے میں دو باتیں قابل غور ہیں، اول یہ کہ زید جب امام مقرر ہے تو عمر کو امامت نہیں کرنی چاہیے، اگر زید کی اجازت کے بغیر امامت کرتا ہے تو پھر تو مکروہ تحریمی ہے اور زید کی اجازت سے پڑھاتا ہے، پھر بھی خلاف اولیٰ ہے؛(۲) کیوں کہ وہ زید سے کمتر ہے۔(۳)

---

(۱) وأخذ أطراف اللحية،والسنة فيها القبضة ... ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته إلخ قوله:(والسنة فيها القبضة)وهو أن يقبض الرجل لحيته،فما زاد منها علىٰ قبضة قطعه.كذا ذكر محمد فی كتاب الآثارعن الإمام.قال:وبه نأخذ ،محيط،اهـ .(ردالمحتار: ٤٠٧/٦) (كتاب الحظروالاباحة،باب الاستبراء و غيره ، انيس)

(۲) دخل المسجد من هوأولىٰ بالإمامة من إمام المحلة فإمام المحلة أولىٰ،كذا فی القنية. (الفتاویٰ الهندية: ٨٣/١،الباب الخامس فی الإمامة(الفصل الثانی فی بيان من هوأحق بالإمامة،انيس)

أيضاً. ويكره للرجل:أن يؤم الرجل فی بيته إلا بإذنه،لما روينا من حديث أبی سعيدمولىٰ بنی أسيد،ولقول النبی صلى اللّٰه عليه وسلم:لا يؤم الرجل فی سلطانه،ولا يجلس علىٰ تكرمة أخيه إلابإذنه ولأن فی التقدم عليه ازدراء به بين عشائره وأقاربه،وذا لا يليق بمكارم الأخلاق،ولو أذن له لا بأس به؛لأن الكراهة كانت لحقة،إلخ .(بدائع الصنائع: ١٥٨/١ ،كتاب الصلاة،فصل فی بيان من هوأحق بالإمامة)(والحديث أخرجه أبو داؤد،كتاب الصلاة،باب من أحق بالإمامة،رقم الحديث: ٥٨٢،ص: ٨٦، بيت الأفكار،انيس)

(۳) الأولىٰ بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة.(الفتاویٰ الهندية: ٨٣/١،الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثانی فی بيان من هوأحق بالإمامة)

دوسری بات یہ ہے کہ زید عالم، حافظ وقاری ہے اس کے برعکس عمر قرأت صحیح نہیں پڑھتا، حافظ عالم، قاری بھی نہیں ہے، ایسی صورت میں دو حالتیں ہیں کہ عمر کی قرأت مخارج حروف اور صفات ذاتیہ کی ادائیگی کے ساتھ ہے، یا نہیں؟

نمبر:۱۔ اگر مخارج حروف اور صفات ذاتیہ کو ادا نہیں کرتا تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔(۱)

اور نمبر:۲۔اگر مخارج وصفات ذاتیہ کو ادا کرتا ہے؛ لیکن صفات محسنہ ممیّزہ سے بے خبر ہے تو ایسی صورت میں نماز ہو جائے گی؛ لیکن زید کے مقابلہ میں اس کی امامت خلاف افضل اور مکروہ تنزیہی ہے۔

رہا یہ کہ قرأت صحیح پڑھتا ہے، یا نہیں؟ اس کا فیصلہ مستند قراء کر سکتے ہیں، عامۃ الناس نہیں کر سکتے؛ اس لیے زید اگر اس مسئلے میں نرمی کرتا ہے، عمر کی قرأت کسی دوسرے مستند قاری جس پر اعتماد ہو، سنا کر فیصلہ لے لیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴۲۶/۳)

جس کا استحقاق نہ ہو امامت کروانے کا ذمہ دار کون ہے امام، منتظمین یا مقتدی:

سوال: جس کا استحقاق نہ ہو، امامت کروانے کا ذمہ دار کون ہے: امام، منتظمین، یا مقتدی؟

الجواب

دونوں سے باز پرس ہوگی۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴۵۰/۳)

امام کے علاوہ دوسرا شخص امامت کرے:

سوال: کیا امام کا دوسرے شخص کو امامت کے لیے آگے بڑھانا درست ہے؟ اور کیا جماعت میں وقت کی پابندی لازمی ہے؟ اگر کچھ لوگ یہ کہیں کہ کچھ لوگ وضو کر رہے ہیں تو تاخیر کرنا درست ہے؟

ھو المصوب

مقررہ امام نماز پڑھائے، یا اس کی اجازت سے دوسرا امامت کرسکتا ہے،(۲) نماز کے اوقات کی پابندی کا لحاظ کیا جائے گا، اگر عام طور سے لوگ تاخیر سے آتے ہوں تو ان کا خیال کر کے کبھی کچھ تاخیر کی جا سکتی ہے۔

تحریر: محمد ظہور ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۳۸۱/۲)

---

(۱) ومنها القراءة بالالحان أن غير المعنى وإلالا.(الدر المختار: ۶۳۰/۱، طبع ایچ ایم سعید)

(۲) (و) اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولى بالإمامة من غيره) مطلقًا.(الدر المختار مع ردالمحتار: ۲۹۷/۲)(كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

وقيد في السراج الوهاج تقديم الأعلم بغير الإمام الراتب وأما الإمام الراتب فهو أحق من غيره وإن كان غيره أفقه منه.(البحر الرائق، الأحق بالإمامة في الصلاة: ۳۶۸/۱، دار الكتاب الإسلامي بيروت. انيس)

متولی کی اجازت سے امامت کی جائے:

سوال: ہمارے علاقہ میں ایک مسجد ہے، جس میں ایک امام مقرر ہے، جو نماز پڑھاتا ہے، ایک صاحب ہیں، جو باہر رہتے ہیں، وہ علم میں اس امام سے بڑھے ہوئے ہیں، وہ کبھی آکر بغیر امام کی اجازت کے نماز پڑھا دیتے ہیں، جب کہ امام موجود ہوتا ہے، خاص طور سے جمعہ کے دن، جب کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہوتی ہے، وہ آتے ہی تقریر کرتے ہیں اور منبر پر کھڑے ہو جاتے ہیں، اس کے بعد نماز پڑھا دیتے ہیں، کیا ان کا یہ عمل درست ہے؟

هو المصوب

متولی مسجد سے اجازت حاصل کئے بغیر ان کو امامت نہ کرنا چاہیے؛(۱) کیوں کہ بلا اجازت مسلمانوں میں اختلاف کا اندیشہ ہے، اگر متولی یا مصلیان مسجد کی جانب سے اجازت ہے اور کسی طرح کے انتشار کا اندیشہ نہیں ہے تو مقرر امام ان کے اعلم ہونے کی وجہ سے ان کو امامت کے لیے بڑھا دے؛(۲) تاکہ مسلمانوں میں انتشار کا اندیشہ نہ پایا جائے، بہرحال امامت کے مسئلہ کو اختلاف کا باعث نہ بنایا جائے، ان کے بلا اجازت امامت کرنے سے مقتدیوں کی نماز میں کسی طرح کی کراہت نہیں ہوگی۔

تحریر: ساجد علی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۸۲/۲-۳۸۳)

اصل امام کی موجودگی میں دوسرا شخص امامت کے لیے آگے بڑھتا ہے، اس کے پیچھے لوگ نماز پڑھیں، یا نہیں:

سوال: وہ شخص جو تقریباً پچیس برسوں سے امامت کرتا چلا آرہا ہے، اس کی موجودگی میں دوسرا ایک لڑکا گاؤں کا

(۱) (و) اعلم أن صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولى بالإمامة من غيره) مطلقًا (الدرالمختار مع الرد: ۲/۷ ۲۹) قوله: (مطلقًا) أي وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وإقرأ منه. (ردالحتار: ۲۹۷/۲) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) (وإذا حدث ممانع الإقتداء أو كان بحيث يصح فالسنة أن يقدموا) أي القوم (أعلمهم والمراد به أعلمهم بمسائل الصلاة) أي بما يصلحها ويفسدها (وإن كان غير متبحر في بقية العلوم وهو الولي من المتبحر في البقية) ولم يكن أعلم بمسائل الصلاة (ذكر معناه في شرح الإرشاد) ولا بد مع ذلك أن يكون حافظا لمقدار ما تجوز به الصلاة لأنه إذا خلى عن ذلك لا يكون عالماً بما يصلحها وشرط الزيلعي كونه حافظا لمقدار المسنون وشرط في النهر أن يكون حافظا لمقدار الواجب وعزاه إلى الدراية وهو معيز بالمبسوط، الخ. (إسعاف المولىٰ القدير شرح زاد الفقير: ۸٦، مخطوطة جامعة الملك سعود. انيس)

جوابھی نیا حافظ قرآن ہوا ہے، ۱۵/ یا ۱۶/سال کی عمر ہوگی نا کتخدا داڑھی پر ہے اور اکثر بیشتر فجر کی نماز قضا کر دیتا ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (بقلم شمس الدین انصاری، پوسٹ شاہ گنج، ضلع جونپور)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

سابق امام اگر دیندار، صوم وصلاۃ کا پابند ہے، متقی پرہیز گار ہے، نیز لوگوں نے اس کو امام بھی بنایا ہے تو ایسی صورت میں نوجوان لڑکے کو مصلیٰ پر جا کر نماز پڑھانے کا کوئی حق نہیں، جب کہ سابق امام موجود ہے، اس کو لازم ہے کہ فوراً اپنی حرکت سے باز آجائے، امام سابق کی موجودگی میں امامت کر کے فتنہ کا دروازہ نہ کھولے۔ اللہ تعالیٰ اس کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ:۸۸/۴)

☆☆☆

(۱) (أو الخيار إلى القوم) فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم، ولو قدموا غير الأولىٰ أساء وا. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، انیس)

عن أبي مسعود البدري رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يؤم القوم أقرؤهم لكتاب اللّٰه وأقدمهم قراء ة ، فإن كانوا فى القراء ة سواء فليؤمهم أقدمهم هجرة ، فإن كانوا فى الهجرة سواء فليؤمهم أكبر سناً. (سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟ رقم الحديث: ۵۸۲، ص: ۸۶، بيت الأفكار، انيس)

(و) اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولىٰ بالإمامة من غيره) مطلقًا. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۲۹۷/۲) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

قاضی نکاح اور سید کے لیے استحقاق امامت

قاضی نکاح کے ہوتے ہوئے دوسرے شخص کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: قاضی کے ہوتے ہوئے دوسرے شخص کو امامت کا حق ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس زمانہ میں قاضی شرعی نہیں ہیں، (۱) ان قاضیوں کو جو اَب موجود ہیں، امامت وغیرہ کا کوئی حق نہیں ہے، امام ومؤذن کا مقرر کرنا اولاً بانی مسجد اور واقف کا حق ہے، اس کے بعد اس کی اولاد میں جو اہل ہے، اس کا حق ہے، ان کے بعد اہل محلّہ یا اہل شہر جس کو امام مقرر کریں، وہ امام ہوگا۔ (کذا فی الدر المختار والشامی) (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۹۰/۳)

قاضی نکاح کو امامت کا کوئی شرعی استحقاق نہیں:

سوال: قاضی کی امامت سے چند لوگ منکر اور چند مقتضی ہوں اور قاضی مصر ہو تو قاضی حق پر ہے، یا نہیں؟

الجواب

قاضی عرفی کو اس بارے میں کچھ استحقاق خاص نہیں ہے؛ بلکہ موافق تفصیل اول بانی، یا اس کے ورثہ، یا اہل محلّہ کو اس کا استحقاق ہے کہ وہ جس کو چاہیں، مقرر کریں۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۹۰/۳)

---

(۱) یہ اس زمانہ کی بات ہے، جب ہندوستان میں انگریزی حکومت برسر اقتدار تھی، کئی جگہوں پر انگریزی حکومت کی جانب سے ہی قاضی سابقہ روایات کے مطابق قاضی کا تقرر ہوتا تھا، انگریزی حکومت کے دوران ہی مسلمانوں میں اتحاد واتفاق کو قائم کرنے اور دین کے عائلی مسائل کے حل کے لیے ہندوستان میں صوبائی اعتبار سے امارت شرعیہ کا نظام قائم ہونے لگا، امارت شرعیہ شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، اس کے تحت متفقہ طور پر امیر شریعت کا انتخاب عمل میں آتا ہے، ساتھ ہی ساتھ دار القضاء کا قیام ایک شرعی ضرورت ہے، قاضی شرعی کی تقرری امیر شریعت کی قانونی ذمہ داری ہے۔ موجودہ دور کے قاضی شرعی کو وہ قوت حاصل نہیں ہے کہ وہ امام کا انتخاب کرے۔ انیس

(۲-۳) ولاية الأذان والإقامة لبانی المسجد مطلقاً، وكذا الإمامة لو عدلاً. (الدر المختار)

وفی الأشباه: ولد البانی وعشيرته أولیٰ من غيرهم آه، وسيجیء فی الوقف أن القوم إذا عينوا مؤذناً وإماماً وكان أصلح مما نصبه البانی فهو أولیٰ، وذكره فی الفتح عن النوازل وأقره، آه. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الأذان: ۳۷۲/۱، ظفير)

پہلی سند قضا اس وقت کار آمد نہیں ہے:

سوال: قاضی کی سند میں اقامت جمعہ وعیدین و جماعت وترغیب وتحریص مردماں بطاعات وعبادات مذکور ہے، اس سے کیا مراد ہے؟

الجواب

جب کبھی سلاطین اسلام کی طرف سے قضاۃ مقرر ہوتے تھے، یہ اس وقت لکھا جاتا تھا، اب ان کو کوئی خاص حق اس بارے میں نہیں ہے اور تحریص وترغیب بسوئے طاعات واعظان اسلام کرتے ہیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۹۱)

شیخ اور سید کی موجودگی میں دوسرا امام بن سکتا ہے یا نہیں اور تاجر کی امامت جائز ہے یا نہیں:

سوال: شیخ سید کی موجودگی میں بڈھے کو امام بنانا کیسا ہے اور دوکاندار جو شریف اور متقی ہے، وہ امامت کرا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

نماز سب کے پیچھے ہو جاتی ہے، شیخ وسید کی تخصیص نہیں ہے، شیخ وسید کی نماز غیر شیخ وسید کے پیچھے ہو جاتی ہے، امام کو لائق امامت ہونا چاہیے، نسب کی اس میں کچھ قید نہیں ہے، جو شخص مسائل نماز سے واقف ہو اور متقی ہو، وہی احق بالامامت ہے، سید ہو، یا دوکاندار ہو، یا پیشہ والا ہو، بڈھا ہو، یا جوان ہو۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۱۹)

یہ غلط ہے کہ سادات ہی مستحق امامت ہیں:

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ سوائے سادات اور کوئی مستحق امامت نہیں ہے، یہ کہنا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

یہ غلط ہے کہ سوائے سادات کے اور کوئی شخص مستحق امامت نہ ہوگا، امامت کا استحقاق علم وفضل وتقویٰ پر ہے اور جو شخص مسائل سے واقف ہو، وہ اگرچہ سید نہ ہو، بہ نسبت سید کے جو مسائل سے ناواقف ہو، احق واولیٰ بالامامت ہے۔ (کمافی کتب الفقہ) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۹۳)

---

(۱) (والأحق بالإمامة) تقديماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۰، ظفير)

(۲) (والأحق بالإمامة) تقديماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۱۸، ظفير)

فقیر وسید میں سے احق بالا مامت کون ہے:

سوال: ایک مسجد میں امام قوم کا فقیر ہے، اس کے گھر میں پردہ نہیں ہے، دوسری مسجد میں امام سید ہے اور اس کے گھر میں پردہ ہے؛ لیکن وہ نابینا ہے، نمازِ جمعہ میں کس امام کو ترجیح ہے؟

الجواب

امامت کے لیے افضل وہ شخص ہے، جو مسائل نماز کے جانتا ہو اور صالح و متقی ہو، اندھے ہونے سے امامت میں کچھ حرج نہیں، جب کہ وہ نیک اور محتاط ہو اور مسائل سے واقف ہو، پس اگر وہ امام اندھا مسائل داں ہے اور نیک ہے تو جمعہ کی امامت کے لیے بھی وہی افضل ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۷/۳)

جولاہے کا سید کی امامت کرنا:

(الجمعیۃ، مورخہ یکم اگست ۱۹۲۸ء)

فی زمانہ سید لوگ کہتے ہیں کہ جولاہے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور وہ خود پنجوقتہ نماز ادا نہیں کرتے اور جاہل وناخواندہ ہیں اور قوم جولاہان میں حافظ عالم ہیں، ان کے پیچھے جاہل سید نماز نہیں پڑھتے ؟

الجواب

جولاہے کی امامت جائز ہے اور جب کہ وہ علم وصلاح میں باقی لوگوں سے اچھا ہو تو اسی کو امام مقرر کرنا افضل ہے، یہ خیال کہ سید کی نماز جولاہے کے پیچھے نہیں ہوتی، غلط ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۸/۳)

سید اگر وعدہ خلافی کرے تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں:

جواب دیگر: خدا اور رسول کے احکام میں سید اور امتی دونوں داخل اور مکلّف ہیں اگر کوئی سید کوئی خلاف شرع کام کرے تو اس پر بھی اسی طرح مواخذہ ہوگا، جس طرح کسی غیر سید پر ہوتا ہے، اگر سید نے کسی جائز معاہدے پر رضامندی دیدی اور اس کے بعد اس سے بلا وجہ انحراف کیا تو عہد شکنی اور وعدہ خلافی کا ان پر بھی گناہ عائد ہوگا، سید

(۱-۲) (والأحق بالإمامة) تقديماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة. (الدرالمختار علٰى هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۰/۱)

... قيد كراهة إمامة الأعمٰى فى المحيط وغيره بأن لايكون أفضل القوم، فإن أفضلهم فهو أولٰى، آه. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير)

ہونے کی وجہ سے وہ اس مواخذہ سے بری نہ ہو جائیں گے، چار آدمیوں کے سامنے اقرار کر کے پھر جانا بھی ایسی ہی عہد شکنی ہے، جیسی کہ پوری پنچایت کے سامنے وعدہ کر کے پھر جانے کی صورت میں ہوتی؛ بلکہ سیدوں پر اتباع شریعت کی ذمہ داری ان کے منصب کے لحاظ سے زیادتی ہوتی ہے، اگر سید صاحب اپنے عہد کو پورا نہ کریں اور اپنی کوتاہی پر نادم ہو کر توبہ نہ کریں تو لوگوں کو حق ہے کہ وہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور دوسرا امام مقرر کرلیں۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی:۳/۱۲۴-۱۲۵)

حق نکاح خوانی اور امامت عیدین:

سوال: قاضی شہر مظفر نگر قاضی محمد ضیاء الدین تھے اور وہ پابند صوم وصلوٰۃ تھے، بحیثیت قاضی شہر ہونے کے ان کے کچھ حقوق مقررہ تھے اور دو کام سپرد تھے:

ایک نکاح خوانی، دوسرے امامت عیدین۔

جس سے نسلاً بعد نسلٍ چھ سات پشت تک مستفید ہوتے رہے ہیں؛ کیوں کہ چھ سات پشت سے قضیات براہِ راست ان کے بزرگوں میں رہی ہے، ان کا انتقال ہو گیا ہے۔

اب تین شخص دعویدار ہیں، قاضی ضیاء الدین کے صاحبزادہ جو پابند صوم وصلوٰۃ اور ارکان ومسائل نماز سے واقف ہیں اور نکاح خوانی وخطبہ خوانی کو انجام دے سکتے ہیں۔ ایک اور صاحب ہیں، جن کے آباؤ اجداد سے کوئی قاضی نہیں ہوا اور خود سود لیتے ہیں۔ تیسرے صاحب، صاحب متذکرہ کے بڑے بھائی ہیں، پابند صوم وصلوٰۃ ہیں، عربی داں ہیں؛ لیکن غیر مقلد ہیں اور کل باشندگان مظفر نگر حنفی ہیں، ان تینوں صاحبان میں سے کس کا تقرر ہونا مناسب ہے؟

الجواب

شریعت اسلام میں دونوں امور میں (جو کہ قاضی ضیاء الدین مرحوم کے سپرد تھے؛ یعنی امامت عیدین اور نکاح خوانی) وراثت نہیں ہے؛(۲) بلکہ جو شخص اہل ان امور کا ہو اور اس میں اوصاف امامت وقضاء پائے جاویں، وہ امام وقاضی بنایا جاوے۔

اوصاف امامت یہ ہیں کہ امام مسائل نماز سے واقف ہو، صالح ومتدین ہو، قرآن شریف صحیح پڑھتا ہو، فاسق

(۱) ﴿أوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا﴾ (بنی اسرائیل: ۳٤)

(۲) البتہ بانی مسجد اگر امام ہو تو وراثت میں اس کے بعد امامت کا مستحق اس کے خاندان کا فرد ہوگا، اگر وہ اس عہدہ کے لائق ہو۔

البانی للمسجد أولى من القوم بنصب الإمام والمؤذن فی المختار إلا إذا عين القوم أصلح ممن عينه البانی. (رد المحتار، کتاب الوقف: ٦/٦٤٥، دار الکتب العلمية، بیروت، انیس)

ومبتدع نہ ہو، عام اہل اسلام کو بوجہ اس کے بداعمال ہونے اور فسادِ عقائد کے اس سے نفرت نہ ہو؛ کیوں کہ یہ امر بھی باعث کراہت امامت ہوتا ہے۔(۱)

اور چوں کہ عام اہل شہر حنفی مقلد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہیں؛ اس لیے غیر مقلد اور بدعتی کو ان کا امام نہ بنایا جاوے کہ اولاً بوجہ عدم تقلید، یا بدعات کے، وہ امامت کے لائق نہیں ہے۔ ثانیاً عام اہل اسلام کو اس سے نفرت ہوگی، پس ہر سہ صاحبان مذکورین میں سے ہی اگر کسی کو امام وقاضی بنانا مناسب ہے تو قاضی صاحب مرحوم کے صاحبزادے (نمبر۱) جو کہ پابند صوم وصلوٰۃ اور مسائل نماز سے واقف ہیں اور نکاح خوانی کو انجام دے سکتے ہیں، امام وقاضی بنانے کے لیے لائق تر ہیں؛ کیوں کہ (نمبر۲) بوجہ سودخوری کے (۲) اور (نمبر۳) بوجہ غیر مقلدی... کے امام حنفیان اہل سنت بنانے کے لائق نہیں ہیں۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۱۴-۱۱۵)

---

(۱) (والأحق بالإمامة) تقديماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة وحفظه قدرفرض، إلخ (ولوأم قوماً وهم له كارهون، إن) الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره) له ذلک تحريماً لحديث أبي داؤد: "لايقبل اللّٰه صلوٰة من تقدم قوماً وهم له كارهون"، (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۰، ظفير) (عن عبدالله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كا يقول: ثلاثة لا يقبل الله منهم صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون، الخ. (سنن أبي داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳) / المعجم الكبير للطبراني، عمران بن عبدالمغافرى عن عبدالله بن عمرو (ح: ۱۷۶) / مسند ابن أبي شيبة، حديث سلمان الفارسى (ح: ۴۵۳) / سنن ابن ماجة، باب من أم قوماً وهم له كارهون (ح: ۹۷۰) / صحيح ابن خزيمة، باب الزجر عن إمامة المرء من يكره إمامته (ح: ۱۵۱۸) عن عطار بن دينار الهذلي مرسلاً)

عن إسماعيل بن رجاء قال سمعت أوس بن ضمعج يقول: سمعت أبا مسعود رضى الله عنه يقول: قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: يؤم القوم أقرأهم لكتاب الله وأقدمهم قراء ة فإن كانت قراء تهم سواء فليؤم أقدمهم هجرة فإن كانوا فى الهجرة سواء فليوم أكبرهم سنا. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد من أحق بالإمامة: ۱/ ۲۳۶)

(عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" ليؤذن لكم خياركم وليؤمكم قراء كم. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟ رقم الحديث: ۵۹۰، ص: ۸۷، بيت الأفكار، انيس)

قال الشرنبلالي: شروط صحة الإمامة للرجال الاصحاء ستة أشياء: الإسلام وهوشرط عام فلا تصح إمامة منكر البعث أوخلافة الصديق رضى اللّٰه تعالیٰ عنه أوصحبته أويسبّ الشيخين أوينكر الشفاعة أونحوذلک من يظهر الإسلام مع ظهور صفته المكفرة له (والبلوغ)؛ لأن صلوٰة الصبى نفل ونفله لايلزمه (والعقل) لعدم صحة صلا ته بعدمه كا لسكران (والذكورة) خرج به المرأة لـلأمر بتأخيرهن والخنثى امرأة فلا يقتدى به غيرها (والقراء ة) بحفظ اية تصح بها الصلاة على الخلاف (و) السادس (السلامة من الأعذار) فإن المعذور صلاته ضرورية فلا يصح اقتداء غيره به. (مراقى الفلاح علیٰ حاشية الطحطاوى، باب الإمامة: ۱۵۶)

(۲) وكذا تكره خلف أمرد، إلخ، وشارب الخمروآكل الربوا، (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۵، ظفير)

(۳) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، إلخ، ومبتدع أى صاحب بدعة، الخ، وزادابن ملک: ومخالف كشافعي، إلخ. (أيضاً: ۱/ ۵۲۵، ظفير) (باب الإمامة، انيس)

عیدگاہ کی امامت:

سوال: ایک شخص نے عیدگاہ بنائی اور خود اس کا امام ہوا، چند برس کے بعد اس نے کسی دوسرے کو امام بنا کر اس کے پیچھے نماز پڑھی، اب امام اول مر گیا، اس کا ایک لڑکا ہے، اس صورت میں حق امامت کس کو ہے؟

الجواب ــ

حق امامت اس صورت میں بانی عیدگاہ کو ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۱/۳)

☆☆☆

(۱) ولاية الأذان والإقامة لباني المسجد مطلقاً، وكذا الإمامة لو عدلاً .(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب الأذان: ۳۷٤/۱،ظفير)

امامت میں وراثت

امامت میں وراثت نہیں:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے اور مسجد ایک بزرگ کی خانقاہ کے متصل ہے، اس مسجد کے اخراجات تیل و چراغ اس مسجد کے متولیان بالاشتراک کیا کرتے ہیں، زید اس خانقاہ کا سجادہ مقرر ہے، باقی متولیان اب تک اس کو اپنا امام مجوز کر کے اس کے پیچھے نماز پڑھتے رہے ہیں، اب چوں کہ اس میں بلحاظ شرعی و برادری بہت نقص پیدا ہوگئے ہیں، بدعتی بھی ہے اور وہ اپنی برادری سے بالکل بگاڑ کر چکا ہے، جس کی وجہ سے بہت مقتدیان اس سے برگشتہ اور ناراض ہیں، اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہتے اور اپنی برادری سے ایک اور شخص کو جو کہ اس سے علم میں برتر ہے اور بدعتی بھی نہیں ہے، امام بنانا چاہتے ہیں تو اب وہ سجادہ امامت کو اپنی وراثت سمجھ کر علاحدہ نہیں ہوتا اور سجادگی اور قدامت حقوق کو اپنا ثبوت امامت پیش کرتا ہے، کیا اب وہ متولیان و مقتدیان امام کو بدل سکتے ہیں، یا نہ؟ امام سابق کا عذر مسموع ہے، یا نہ؟

الجواب

امامت میں وراثت نہیں ہے؛ بلکہ امام کے مقرر کرنے کا حق اول بانی مسجد کو اور اس کی اولاد و اقارب کو ہے، اس کے بعد نمازیان و اہل محلّہ کو حق ہے کہ وہ امام مقرر کریں؛ بلکہ اگر بانی مسجد نے کسی شخص کو امام بنادیا اور وہ صلاحیت امامت کی نہیں رکھتا اور نمازیوں نے اس سے لائق تر کو امام مقرر کیا تو وہی امام مقرر ہوگا، جس کو نمازیوں نے مقرر کیا۔

قال في الدر المختار: (الباني) للمسجد (أولىٰ) من القوم (بنصب الإمام والمؤذن في المختار إلا إذا عين القوم أصلح ممن عيّنه) الباني.

وفي ردالمحتار: (قوله: الباني أولىٰ) وكذا ولده وعشيرته أولىٰ من غيرهم، أشباه. (۱)

الحاصل: جبکہ وہ امام سابق بدعتی ہوگیا اور نمازیان مسجد اس سے ناخوش ہیں، بسبب اس کی خرابی کے تو اس کو معزول کرنا اور دوسرے لائق تر اور عالم مسائل صلوٰۃ کو امام مقرر کرنا چاہیے۔ (۲) امام سابق کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ بمقابلہ امام مقرر کردۂ قوم کے اپنے کو مستحق امامت سمجھے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۸۴-۸۵)

---

(۱) الدر المختار لی هامش ردالمحتار، كتاب الوقف: ۳/ ۵۷۳، ظفير (٦/٤٥٦، دار الكتب العلمية، بيروت، انيس)

(۲) ويكره إمامة، الخ، مبتدع. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۳، ظفير)

امامت کی وراثت شرعاً کوئی چیز نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں!

کیا عید کی نماز جامع مسجد کے امام کے علاوہ دوسرا شخص نہیں پڑھا سکتا، یا کسی شخص کی وصیت، یا سابقہ کے ساتھ دستور کے ماتحت عید کی نماز پڑھانے کے لیے جامع مسجد کے امام کو مخصوص کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ جس کے خلاف شرع افعال جیسے مزار کے ساتھ گانا سننا اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا فرض عرس کرنا، نیز وہاں پر شیرینی اور پھول وغیرہ چڑھانے کی وجہ سے پہلی بار بستی ہٰذا میں دو فریق ہو گئے ہیں، دو جگہ عیدین کی نماز ادا کی جاتی ہے؛ بلکہ امام موصوف کی امامت کے باعث فریقین کے مابین نفاق کی آگ بھڑک رہی ہے، مگر امام صاحب اپنے ان افعال غیر شرعیہ کو چھوڑنے پر کسی طرح تیار نہیں ہیں اور متولیان جامع مسجد وعیدگاہ بھی متقدمین کی حیثیت سے مسلمانوں کے نفاق کی پرواہ نہ کرتے ہوئے امام موصوف کو امامت پر قائم رکھنے کے لیے مصر ہیں، لہٰذا ایسے متولیان اور امام صاحب کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

امام خواہ نماز عید کا ہو یا جمعہ کا یا فرائض پنجگانہ کا دیندار پرہیزگار اعلم بالسنہ ہونا چاہیے، امامت کی وراثت شرعاً کوئی چیز نہیں اور یہ مذکورہ افعال معصیت و بدعت ہیں اور اس کی حمایت بھی معصیت و بدعت کی حمایت ہے، جو ناجائز اور اللہ رب العزت کی ناراضی کا سبب ہے،(۱) لوگوں کو چاہیے کہ ایسے امام کو جو بدعت اور معصیت میں مبتلا ہو، اولاً تو نرمی و بہی خواہی سے اس کی اصلاح کریں، اگر اصلاح پذیر نہ ہو تو اس کو بدل دیں، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو فتنہ اور فساد سے بچنے کے لیے صبر کریں اور ان لوگوں کی درستگی کے لیے دعا کریں اور ان لوگوں میں صحیح دین مطابق سنت پہچانے کی اور سب سے زیادہ خود اپنے کو متبع بنانے کی کوشش کرتے رہیں، یہ سب کرشمہ جہالت اور غلط علم کے ہیں، جوں جوں لوگوں میں صحیح علم اور دین پہنچے گا، یہ خرابیاں خود بخود دور ہوتی جائیں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۵/۱۰/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: محمود عفی عنہ، الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (نظام الفتاویٰ: ۱۷۴/۵-۱۷۵)

---

(۱) عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من وقر صاحب بدعة فقد أعان علی هدم الإسلام. (المعجم الأوسط، من اسمه محمد (ح: ۶۷۷۲)/حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء عن عبداللّٰه بن بسر: ۲۱۸/۵، دارالکتاب العربی/وکذا فی البدع لابن وضاح، النهی عن الجلوس مع أهل البدع (ح: ۱۱۹)/القدر للفریابی (ح: ۳۸۱)/معجم ابن العربی، حدیث الترقفی (ح: ۱۹۵۸) موقوفا ومرسلاً. انیس)

منصب امامت میں ارث اور وصیت کا حکم:

سوال: ایک شخص جو کسی مسجد کا باقاعدہ امام ہے، وفات کے بعد وہ اپنی جگہ منصب امامت کے لیے اپنے ورثاء میں سے کسی ایک شخص کو مقرر کرسکتا ہے یا نہیں؟ ایسی صورت میں اگر اس نے کسی خاص شخص کے بارے میں وصیت کی ہو تو اس کی رعایت کہاں تک کی جائے گی اور بغیر وصیت کے بھی اگر کوئی شخص اس میں ارث کا دعویٰ کرے تو کیا یہ درست ہے؟

الجواب ــ

منصب امامت کوئی جائیداد اور مال نہیں کہ جس میں وراثت جاری ہوسکے، یا مورث کی وصیت کی رعایت کی جائے، منصب امامت کی تقرری امام کی اہلیت، ذاتی کردار اور علم وعمل کے علاوہ اہل محلّہ کی رضامندی پر ہے، امام کے مرنے کے بعد اہل محلّہ جس کو بھی امامت تفویض کریں، وہی محلّہ کی مسجد کا امام متصور ہوگا۔

قال الحصكفي رحمه اللّٰه: (والأحق بالإمة) تقديمًابل نصبًا. مجمع الأنهر (الأعلم بأحكام الصلاةفقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، وحفظه قدر فرض، وقيل واجب، وقيل سنة ثم الأحسن تلاوة للقرءة ثم الأورع ثم الأسن ثم الأحسن خلقًا ثم الأحسن وجهًاثم الأشرف نسبًا. (الدرالمختار علٰى صدرر د المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳/۱۳۴-۱۳۵)

امام کے بعد اس کے تمام لڑکوں کو استحقاق امامت ہے یا جس کو لوگوں نے مقرر کردیا:

سوال: ایک امام مسجد نے وفات پائی، اس کے پانچ لڑکے ہیں، ان میں ایک بالغ تھا، بقیہ تمام نابالغ تھے۔ اہل قریہ نے باتفاق بڑے بھائی کو امام بنادیا، وہ پندرہ سولہ سال سے امامت کرتا ہے، اب چھوٹے بھائی بھی بالغ قابل امامت ہوگئے اور بڑے بھائی پر دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم امامت میں شریک ہیں، اہل قریہ برادران خورد کو بلا رضامندی برادر کلاں امامت میں شریک کرسکتے ہیں، یا نہیں؟ اور برادران خورد اگر بلا رضامندی برادر کلاں نماز پڑھادیں تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) وفي الهندية: أولٰى بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة، هٰكذا في المضمرات، وهو الظاهر، هٰكذا في البحر الرائق، هٰذا إذاعلم من القراء ة قدرماتقوم به سنة القراء ة، هٰكذا في التبيين، ولم يطعن في دينه، كذافي الكفاية، وهكذا في النهاية، و يجتنب الفواحش الظاهرة وإن كان غيره أورع منه، كذا في المحيط وهٰكذا في الزاهدي وإن كان متبحرًا في علم الصلاة لكن لم يكن له حظ في غير ه من العلوم فهو أولٰى، كذا في الخلاصة. (الفتاوى الهندية: ۱/۸۳) (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة، انيس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

فقہانے تصریح فرمائی ہے کہ نصب امام کا حق بانی یا اہل محلّہ کو ہے، پس جملہ اہل قریہ نے جس کو امام مقرر کردیا، وہ امام ہوگیا، چھوٹے بھائیوں کو بعد بلوغ کے دعویٰ امامت کا حق اس بنا پر کہ ان کا باپ امام تھا، نہیں پہنچتا، البتہ اہل قریہ اگران کو بھی لائق امامت دیکھ کر شریک امامت کردیویں تو درست ہے، برادرکلاں کی رضامندی ضروری نہیں ہے اور نمازان سب کے پیچھے صحیح ہے، بلاکراہت، جن کو اہل قریہ نے مقرر کردیا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸۴/۳)

کیاحق امامت اورنکاح خوانی وراثت میں منتقل ہوتا ہے:

سوال: ہمارے یہاں ایک شخص ہے جو کہ صوم وصلاۃ کا پابند نہیں، اس شخص کے دادا مرحوم صوم وصلاۃ کے پابند تھے اور گورنمنٹ سے منظور شدہ قاضی تھے، اپنے یہاں وہی عیدین کی نماز اور نکاح خوانی کے فرائض انجام دیتے تھے، ان کے اندران کاموں کوانجام دینے کی لیاقت تھی، اب قاضی صاحب تو مرحوم ہو چکے بہت مدت ہوئی؛ بلکہ ان کے لڑکے کا بھی انتقال ہو چکا ہے، اب ان مرحوم کے پوتے دعویٰ کرتے ہیں کہ عیدین وغیرہ کی نماز پڑھانا یہ ہمارا خاندانی کام ہے ،لہٰذا کسی کواس کا حق نہیں کہ وہ عیدین کی نماز عیدگاہ میں اور نکاح میری غیرموجودگی میں پڑھائے، یہ دعویٰ انہوں نے کورٹ کے اندر کیا ہے، چوں کہ ہمارے یہاں اس قابل نہیں کہ یہ سب کام انجام دے؛ اس لیے گاؤں کے لوگوں نے مل کر ایک حافظ عالم کو بلالیا، لہٰذا لوگوں نے انہیں سے یہ کام بھی لینا چاہا تو اس پر قاضی صاحب کے پوتے نے دعویٰ کردیا، حالاں کہ وہ صوم وصلوٰۃ کا پابند نہیں تو کیا امامت اوراس جیسی چیزوں میں بھی وراثت چلتی ہے؟

الجواب ـــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

امامت کا مستحق وہ ہے جو طہارت اور نماز کے مسائل سے واقف ہو، صحیح العقیدہ ہو، قرآن کریم صحیح پڑھتا ہو متبع سنت پابند شریعت ہو، اگر مرحوم امام صاحب کے پوتے میں یہ چیزیں موجود ہیں تو بہتر ہے ان کو ہی امام رکھا جائے، ایسے شخص کے پیچھے عالم حافظ سب کی نماز درست ہو جاتی ہے، کوئی نزاع نہ کیا جائے، اگر یہ صفات موجود نہ ہوں تو محض

---

(۱) وفي الأشباه: ولد الباني ... أولیٰ من غيرهم ،آه. وسيجيء في الوقف أن القوم إذا عينوا مؤذناً أو إماماً وكان أصلح مما نصبه الباني فهو أولیٰ. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۷۲/۱، ظفير) (مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

وولد الباني وعشيرته أولیٰ من غيرهم. (الأشباه والنظائر لابن نجيم، شرط الواقف: ۱٦٤، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)

سابق امام کے پوتے ہونے کی وجہ سے اپنا حق قائم نہ کیا جائے؛ کیوں کہ امامت وراثت میں نہیں ملا کرتی؛ بلکہ اہلیت سے ملتی ہے،(۱) ایسی حالت میں ان کے لیے زیبا ہے کہ وہ مصلی چھوڑ کر دوسرے اہل شخص کی امامت کے لیے تجویز پیش کریں، نزاع اور مقدمہ بازی قبیح چیز ہے، آپس میں اتحاد واتفاق سے رہنا چاہیے۔(۲)

نکاح مرد عورت خود بھی کر سکتے ہیں، کسی اور سے بھی پڑھوا سکتے ہیں، کسی متعین قاضی کا ہونا ضروری نہیں؛(۳) لیکن جو شخص گورنمنٹ کی طرف سے منظور شدہ قاضی ہو، اس کے پاس رجسٹر ہو، جس میں وہ اندراج کرتا ہو اور وقتِ ضرورت عدالت میں جا کر گواہی دیتا ہو، اس کو بلا وجہ معزول نہ کیا جائے، مفاہمت کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ نکاح تو جس سے دل چاہے پڑھوا لیا جائے اور قاضی صاحب رجسٹر میں درج کرنے کی فیس مقرر کر لیں کہ جو شخص قانونی تحفظ و پیش بندی کے لیے درج کرانا چاہے، وہ اتنی فیس قاضی صاحب کو دے دے، اس سے ان کا حق بھی قائم رہے گا اور سب کو سہولت بھی ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۸۴/۶-۳۸۵)

کیا امامت میں بھی وراثت چلتی ہے:

(الجمعیۃ مؤرخہ ۲۹/اپریل ۱۹۲۷ء)

الجواب

جو شخص نماز روزے کا پابند اور نماز روزے کے احکام سے واقف ہے وہ امامت کا مستحق ہے۔ امامت کے لیے ذاتی صلاحیت ولیاقت چاہیے، باپ دادا سے امامت آنے سے لازمی استحقاق حاصل نہیں ہوتا، ہاں اگر خود بھی صلاحیت و اہلیت رکھتا ہو تو خاندانی امامت وجہ ترجیح ہو سکتی ہے۔(۴) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۶/۳)

---

(۱) عن أبی مسعود البدری رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: "یؤم القوم أقرأهم لکتاب اللّٰہ وأقدمهم قراءة، فإن کانوا فی القراءة سواءٌ فلیؤمهم أقدمهم هجرة، فإن کانوا فی الهجرة سواءٌ، فلیؤمهم أکبرهم سنًا، ولا یؤم الرجل فی بیته، ولا فی سلطانه، ولا یجلس علیٰ تکرمته، إلا بإذنه". (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة: ۹۳/۱، إمدادیة، ملتان) (رقم الحدیث: ۵۸۲، انیس)

(والأحق بالإمامة الأعلم بأحکام الصلاة) فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة ... (ثم الأحسن تلاوةً) وتجویداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً، إلخ". (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعید)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً وّلا تفرقوا﴾ (سورة آل عمران: ۱۰۳)

(۳) (وینعقد) متلبسًا (بإیجاب) من أحدهما وقبول من الآخر، آه. (الدر المختار، کتاب النکاح: ۹/۳، سعید)

والأحق بالإمامة تقدیمًا ونصبًا الأعلم بأحکام الصلاة فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتناب الفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۵۷/۱)

کیا چار قوموں کے علاوہ کسی دوسرے کے پیچھے نماز درست نہیں:

سوال: مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جو کسی وقت فتویٰ دیا تھا کہ چار قوموں کے علاوہ کسی اور قوم کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، وہ فتویٰ ایک شخص کے پاس ہے، کیا واقعی نماز نہیں ہوتی؟ اگر نہیں ہوتی تو تفصیل سے بیان فرمائیں اور وہی شخص کہتا ہے کہ امامت کے بجائے بھنگی کا پیشہ کرے تو امامت سے اچھا ہے، کیا یہ فاسق ہے تو کس درجہ کا ہوگا؟ تفصیل سے بیان کریں، نیز وہی شخص نماز ہوتے وقت آگے، یا پیچھے نماز پڑھ کر چلا جاتا ہے، جماعت کا کوئی احترام نہیں کرتا ہے تو وہ کس درجہ کا فاسق ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

جس شخص میں امامت کی صفات موجود ہوں اس کی امامت درست ہے، خواہ وہ کسی قوم سے ہو، (۱) حضرت تھانویؒ کا کوئی فتویٰ ایسا نہیں ہے کہ چار قوموں کے علاوہ کسی اور کے پیچھے نماز درست نہیں ہے، امامت کی صفات ہوتے ہوئے محض قومیت کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا بہت بڑی محرومی ہے، جو آدمی ہمیشہ ایسا کرتا ہو اس کی شہادت قبول نہیں ہے گنہگار رہے، اس کو توبہ لازم ہے، جماعت ترک نہ کرے، (۲) بعض احادیث میں ترک جماعت کو نفاق کی علامت قرار دیا گیا۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۲/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۲/۲۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۲۸۱-۲۸۲)

---

(۱) عن أبی مسعود البدری رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: "یؤم القوم أقرأهم لکتاب اللّٰہ وأقدمهم قراءة، فإن کانوا فی القراءة سواءً فلیؤمهم أقدمهم هجرة، فإن کانوا فی الهجرة سواء، فلیؤمهم أکبر سناً، ولا یؤم الرجل فی بیته ولا فی سلطانه، ولا یجلس علیٰ تکرمته إلا بإذنه". (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب من هو الأحق بالإمامة: ۱/۹۳، إمدادیة، ملتان)

"(والأحق بالإمامة الأعلم بأحکام الصلاة) فقط صحةً وفسادًا، ثم الأحسن قراءةً، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً". (الدرالمختار، کتاب الصلاة، فصل فی بیان من أحق بالإمامة: ۱/۶٦۹، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۲) الجماعة سنة مؤکدة للرجال، و قیل: واجبة، وعلیه العامة. فتسن أوتجب، تظهر ثمرته فی الإثم بترکها مرة علیٰ الرجال العقلاء البالغین الأحرار، إلخ.

قال ابن عابدین رحمه اللّٰہ تعالیٰ: ولذا قال فی الأجناس: لا تقبل شهادته إذا ترکها استخفافاً ومجانة ... (قوله: بترکها مرة) بلاعذر وهٰذا عند العراقیین، وعند الخراسانیین إنما یأثم إذا اعتاده، کما فی القنیة. (الدرالمختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲-۵۵٤، سعید)

(۳) عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنه قال: لقد رأیتنا وما یتخلف عن الصلاة إلا منافق قد عُلم نفاقه، ==

حق امامت کسے حاصل ہے:

سوال: اگرکوئی شخص کسی مسجد پر اپنا حق ثابت کرے اور کہے کہ سات برس سے یہ مسجد میرے قبضہ میں ہے، میرے والد اور بھائی اس مسجد میں نماز پڑھاتے تھے، بعد ان کے میں پڑھاتا ہوں، لہٰذا میرے سوا کسی کو اس مسجد میں حق نہیں۔ سو اس مسجد میں واقعی اس امام کا حق ہے اور اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

امام کا مقرر کرنا بانی مسجد کے اختیار میں ہے، یا اہل محلّہ کے اختیار میں، وراثت کسی امام کا کچھ حق نہیں اور امامت میں وراثت نہیں ہے اور اگر وہ بانی نہیں تو یہ دعویٰ اس کا غلط ہے کہ میرا والد، یا بھائی اس مسجد میں امام رہا ہے، البتہ اگر اہل محلّہ اس کی امامت سے راضی ہوں اور وہ لائق امامت ہو تو اس کی امامت صحیح ہے اور نماز اس کے پیچھے درست ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۳/۳-۳۲۴)

== أو مريض، إن كان المريض ليمشي بين رجلين حتٰی يأتی الصلاة. وقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم علمنا سنن الهدىٰ، وإن من سنن الهدىٰ الصلاة فی المسجد الذی يؤذن فيه'' آه. (رواه مسلم) (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة ، باب الجماعة و فضلها، الفصل الأول: ٩٦/١، قديمی)

الصحيح لمسلم، باب صلاة الجماعة من سنن الهدىٰ (ح: ٦٥٤)/مسند ابن أبی شيبة، ما رواه عبدالله بن مسعود رضی الله عنه عن النبی صلى الله عليه وسلم (ح: ٤٢٩)/مسند أبی يعلىٰ الموصلی، مسند عبدالله بن مسعود (ح: ٥٠٢٣)/صحيح ابن خزيمة، باب تخويف النفاق على تارک شهود الجماعة (ح: ١٤٨٣)/مستخرج أبی عوانة، بيان إيجاب إتيان الجماعة (ح: ١٢٦٣)/صحيح ابن حبان، ذكر وصف الشیء الذی من إجله كانوا، الخ (ح: ٢١٠٠)/ المعجم الكبير للطبرانی (ح: ٨٦٠٨)/المسند المستخرج على صحيح مسلم لابن أبی نعيم (ح: ١٤٦١) انيس)

(۱) ولاية الأذان والإقامة لبانی المسجد مطلقاً، وكذا الإمامة لو عدلاً. (الدر المختار)

و فی الأشباه: ولد البانی وعشيرته أولىٰ من غيرهم آه، وسيجیء فی الوقف أن القوم إذا عينوا مؤذناً أو إماماً وكان أصلح مما نصبه البانی فهو أولىٰ. (ردالمحتار، باب الأذان: ٣٧٢/١، ظفير) (كتاب الصلاة، مطلب فی كراهة الجماعة فی المسجد، انيس)

وأما نصب المؤذن والإمام لأه المحلة ولا يكون للبانی منهم ذلک وقال أبو بكر الإسكاف: البانی أحق بتنصيبها من غيره كما فی العمارة كالقاضی، وقال أبو الليث: وبه ناخذ إلا أن يريد الثانی إماماً ومؤذناً والقوم يريدون أصلح فلهم أن يفعلوا ذلک، كذا فی النوازل. (البناية شرح الهداية، شرط الواقف أن يستبدل بالوقف أرضا أخرىٰ: ٤٥١/٧، دارالكتب العلمية بيروت/وكذا فی البحر الرائق، الناظر بالشرط فی الوقف: ٢٥١/٥، دارالكتاب الإسلامی بيروت. انيس)

والبانی أحق بالإمامة والأذان وولده من بعده وعشيرته أولىٰ بذلک من غيرهم. (البحر الرائق: ٢٧٠/٥، دارالكتاب الإسلامی بيروت. انيس)

امام کا دعویٰ امامت اور مقتدی کا انکار:

سوال: ایک خانقاہ کا سجادہ بحیثیت سجادگی اگر امامت کا دعویٰ کرے اور باقی ورثا جو کہ اس کے اہل برادری اور مقتدی ہیں، اس کی امامت منظور نہ کریں تو دعویٰ امامت درست ہے، یا نہ؟

الجواب

کتب فقہ میں ہے کہ بانی وواقف مسجد احق ہے، ساتھ مقرر کرنے امام وغیرہ کے اور اگر وہ نہ ہو تو اس کی اولاد واقارب احق ہیں۔ اس کے بعد اہل محلّہ واہل مسجد جس کو امام مقرر کریں، وہ امام ہوتا ہے۔

پس سجادہ نشین خانقاہ اگر اولاد واقف سے ہے تو بے شک اس کو حق ہے، امام وغیرہ مقرر کرنے کا؛ لیکن دیگر اہل قرابت واقف کو بھی یہ حق ہے، سجادہ نشین کو کچھ ترجیح اور خصوصیت اس بارے میں نہیں ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۹/۳)

☆☆☆

(۱) ولاية الأذان والإقامة لبانی المسجد مطلقا، وكذا الإمامة لو عدلاً (الدر المختار) وفی الأشباه: ولد البانی وعشيرته أولٰى من غيرهم، وفی الوقف: أن القوم إذا عينوا مؤذناً وإماماً و كان أصلح مما نصبه البانی فهو أولٰى. (ردالمحتار، باب الأذان، فروع: ۳۷۲/۱، ظفير)

امامت میں اختلاف

حکم نزاع در امامت:

سوال: جناب کو ماجرائے ذیل میں ثالث ہم لوگوں نے مانا ہے، جیسا فرمان ہو، عمل میں لاویں گے، ایک محلّہ کے قدیمی دائمی امام قاری صاحب نے دوسرے ضلع میں بضرورت جانا چاہا، مصلی لوگوں نے جواب دیا کہ منشی لطف الرحمٰن غیر ملکی کو جیسا کہ آ گے اور ایک سال چندروز جمعہ (یعنی اٹکلین) دے کر گئے تھے، اب بھی دے کے جایئے، امام قدیم نے موافق اجازت مصلی نئے خطیب سے جا کر کہہ کر دوسری ضلع کو چلے گئے، نئے خطیب نے بعد دو جمعہ آ کر مصلیوں سے کہا کہ میں کئی جمعہ کے لیے قبول نہیں کرتا، امام کو آئندہ نہیں رکھیں گے اور قسم بھی اس پر کھائی، اب قدیمی امام آ کر دعویدار ہوئے اور فساد یہاں تک بڑھا کہ اب (اب سب مصلی اور قدیم وجدید دونوں امام جناب سے دست بستہ عرض گذار ہیں کہ اس درمانی قول وقرار وقسم کرنے سے نئے امام کو حق امامت کرنا ہے، یا قدیم امام کا، موافق حکم واجازت مصلی جو کہ نئے امام کو کہہ کر اور امامت کا حکم دے کر دوسرے ضلع گیا تھا، ابھی اسی کا دعویٰ اور حق امامت بحال رہے گا، کس کا خطیبی بحال رہے گا۔

الحاصل مصلی لوگ اور دونوں امام قدیم محلّہ وامام وخطیب غیر محلّہ سب مل کر دستخط کر کے جناب سے مسئلہ طلب کرتے ہیں اور ثالث مانتے ہیں کہ کون دائمی خطیب موافق شرع محمدی کے ہے، موافق اس کے عمل کریں گے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں چوں کہ امام قدیم رخصت لے کر گیا تھا، مستعفی ہو کر نہیں گیا تھا اور اہل محلّہ؛ یعنی مصلیوں نے امام جدید کو مقرر کرتے ہوئے امام قدیم کو اطلاع نہیں دی کہ تم کو معزول کر دیا گیا؛ اس لیے امام قدیم منصب امامت پر بدستور باقی ہے۔

فإن الإجارة لايصح فسخًا إلابحضرة المتعاقدين حقيقة أوحكما ولويوجد. (۱)

(۱) ثم إذا فسخ أحدهما الإجارة من غير محضر الأخير هل يصح؟قال بعض المشائخ على قول أبي يوسف، وعلى قولهما لا يصح وقال بعضهم:لا يصح إلا بحضرة صاحبه بالإتفاق ،كذا في الذخيرة.(البناية شرح الهداية، حكم من استاجر داراً كل شهر،الخ: ۲۷۲/۱۰،دارالكتب العلمية بيروت.انيس)

اوراس کا دعویٰ حق بجانب ہے؛ کیوں کہ نہ اس نے استعفیٰ دیا، نہ اس کوعزل کی اطلاع دی گئی اور امام جدید کا دعویٰ بھی حق بجانب ہے؛ کیوں کہ جس وقت اس نے امامت سے انکار کیا تو اہلِ محلّہ نے اس کو ہمیشہ کے واسطے امام بنالیا اوراس سے عہد بھی کرلیا تھا، پس امام قدیم اور امام جدید دونوں امامت کے عہدے پر قائم ہیں اوران ایام کی تنخواہ دونوں کو دینی پڑے گی اوراب اہل محلّہ کواختیار ہے کہ اگر دونوں کوامام نہ رکھ سکیں توان میں سے ایک کوجواب دیکرا لگ کردیں، خواہ قدیم کوخواہ جدید کواوروسعت ہوتو دونوں کوامام بنالیں، یہ تو صورت مسئولہ کا جواب تھا۔اب بطور نصیحت کے لکھا جاتا ہے کہ اہل محلّہ نے اس معاملہ میں یہ سخت کوتاہی کی کہ جس وقت امام جدید کومستقل امام دائمی بنایا تھا، اس وقت امام قدیم کواطلاع کیوں نہیں دی کہ تم کوآج سے معزول کردیا گیااورامام جدید نے یہ سخت بے مروتی کی کہ امام قدیم کے منصب کی طمع کی اوراس کی جگہ پر قبضہ جمانا چاہااورامام قدیم نے یہ غلطی کی کہ جب اس کی جگہ اہل محلّہ نے دوسرے کورکھ لیا تھا تواس میں آ کرجھگڑااورمنازعت کی یہ امورعلم واسلام کی شان سے بہت بعید تھے۔واللہ اعلم

امامت میں اختلاف ہوتو ترجیح کس کودی جائے:

سوال: مسجد محلّہ میں دوشخص کہتے ہیں کہ ہمارا مقرر کیا ہواامام رہے گااور جماعت کے جوزیادہ شخص ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم جوامام مقرر کریں گے، وہ امام رہے گا؟

الجواب

جس کو جماعت کے زیادہ اشخاص امام مقرر کریں، وہی امام رہے گا؛ **لأن الاعتبار للأكثر**.(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۹)

مقتدیوں میں امام کے بارے میں اختلاف ہوتو کیا کیا جائے:

سوال: کسی جگہ ایک مسجد ہےاورایک امام ہے،لوگ کسی وجہ سے اٹھانوے فیصدی اس کے خلاف ہیں اور دو فیصدی اس کے موافق، دونوں پارٹیوں میں امام کی وجہ سے زبردست فساد ہونے کا اندیشہ ہے،ایسے نازک دور میں امام کا اپنا کیا فرض ہے؟اس کواس مسجد میں رہنا چاہیے، یانہیں؟ اوراس فساد کو جو کہ خوداس کی وجہ سے ہونا چاہتا ہے، کس طرح روک سکتا ہے؟

---

(۱) (أو الخيار إلى القوم) فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم .(ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱،ظفير)

فإن استووا يقرع بينهما أو الخيار إلى القوم وإن اختلفوا اعتبر أكثرهم .(اللباب في شرح الكتاب،باب صفة الصلاة: ۷۹/۱،المكتبة العلمية بيروت.انيس)

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اٹھانوے فیصدی کس وجہ سے اس کے خلاف ہیں، اگر اس میں شرعی قباحت ہے تو اس کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، ایسی حالت میں اس کو لازم ہے کہ امامت سے علاحدہ ہو جائے، یا اس شرعی قباحت کو دور کرے، اگر اغراض نفسانیہ اور ذاتی کاوشوں کی وجہ سے خلاف ہیں، یا وہ اہل باطل ہیں اور امام اہل حق میں سے ہے تو خود وہ لوگ گنہگار ہیں، ان کو لازم ہے کہ حرکات سے باز آئیں اور امام کو راضی کریں، بہرحال جس شخص کی غلطی ہو، اس کو تائب ہونا اور فتنہ وفساد سے اجتناب کرنا از حد ضروری ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبد اللطیف، غفرلہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۷/۱۳۶۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۳۲۵)

متعین امام کو دوسروں پر مقدم کرنے کا حکم:

سوال: ایک مقام پر شاہی زمانہ کی تعمیر جامع مسجد ہے، جس کو بادشاہی صوبہ حاکم وقت نے شہر کے آباد کرنے کے ساتھ تعمیر کرایا تھا اور بعد ختم تعمیر جامع مسجد منصب امامت کو ایک مرد صالح کے سپرد فرمایا تھا، چناں چہ اس زمانہ سے آج تک اسی امام کی اولاد میں پشت در پشت امامت منتقل ہو کر آئی ہے، مگر عرصہ پانچ سات سال کا تخمینہ گزرتا ہے کہ امام وقت نے کسی اخبار میں کچھ مضامین بہ نسبت انتظامی قواعد طاعون شکایتی چھپوائے تھے، جس کو بعض افسران سرکاری نے دریافت کر کے بعض رؤساء شہر کو ہدایت فرمائی کہ امام مسجد کو بہتر ہوگا کہ علاحدہ کر دیا جاوے، چناں چہ حسب مصلحت وقت ان کی جگہ ان کے حقیقی چچا زاد بھائی کو منصب امامت پر مقرر کر دیا، چند سال انہوں نے بھی کام کیا؛ لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس کو اپنے حوائج ضروریہ کی وجہ سے اتفاقاً سفر درپیش ہوا، جس کی وجہ سے اپنی جگہ ایک مولوی صاحب کو قائم مقام کر دیا، لہٰذا اب چند سال سے مولوی صاحب موصوف امامت کرتے ہیں، اب کچھ عرصہ بعد امام صاحب جامع مسجد نے

---

(۱) "ولو أم قوماً وهم له كارهون، إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه، كره ذلك تحريماً، لحديث أبي داؤد: "لا يقبل الله تعالى صلاة من تقدم قوماً، وهم له كارهون وإن هو أحق، لا، والكراهة عليهم". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعيد)

(عن عبدالله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول: ثلاثة لا يقبل الله منهم صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون، الخ. (سنن أبي داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳)/المعجم الكبير للطبراني، عمران بن عبدالمغافرى عن عبدالله بن عمرو (ح: ۱۷۶)/مسند ابن أبي شيبة، حديث سلمان الفارسي (ح: ۴۵۳)/سنن ابن ماجة، باب من أم قوماً وهم له كارهون (ح: ۹۷۰)/صحيح ابن خزيمة، باب الزجر عن إمامة المرء من يكره إمامته (ح: ۱۵۱۸) عن عطار بن دينار الهذلى مرسلاً. انيس)

جنھوں نے مولوی صاحب کو اپنا قائم مقام مقرر کیا تھا، کسی جمعہ کو قصد امامت کیا تو یہ امر مولوی صاحب کو سخت ناگوار ہوا، جس پر انہوں نے اپنے چند معتقدین کے ذریعہ سے اس امر کی کوشش کی اور اب تک کر رہے ہے کہ یہ امامت ہم سے نہ نکلے اور ہمارے لیے ہمیشہ کو قائم رہے؛ لیکن اکثر اہل شہر اپنے امام قدیم کو چھوڑنے اور مولوی صاحب کی امامت قبول کرنے سے ناراض ہیں اور کسی طرح اس کو پسند نہیں کرتے گو مولوی صاحب کو بمقابلہ امام قدیم کے علم میں زیادتی ضرور ہے؛ لیکن ان کے نزدیک سوائے اپنے چند ہم خیالوں کے سلف سے اب تک جتنے عالم سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کرنے والے گزرے ہیں اور فی الحال موجود ہیں اور نیز ان کے پیرو عام مسلمان سب وہابی بے دین ہیں، خاص کر آخر زمانہ کے عالم مثل مولانا شاہ محمد اسحاق صاحبؒ اور مولانا اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور علمائے دیو بند اور ندوہ کی شرکت کرنے والے عالموں کو ناجائز الفاظ سے یاد کرنا وظیفہ ہے اور باوجود ان سب باتوں کے بعض صاحبوں نے بنظر رفع شر مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ایک جمعہ کی نماز امام صاحب کے پیچھے پڑھ لیجئے اور آئندہ حسب دستور امام قدیمی کی جانب سے پڑھاتے رہیے، اس کو پسند نہیں کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم کو یزیدی بیعت نہیں ہے، حالاں کہ امام صاحب کے عقائد اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف نہیں ہیں، پس ایسی صورت میں استحقاق امامت امام قدیم کا ہے، یا امامت کے طالب مولوی صاحب کا حق ہے، چوں کہ اس بارہ میں دونوں طرف سے کوشش ہو رہی ہے کون فرقہ خطا پر ہے اور کون حق پر؟

الجواب

اول تو جب امام اول کے حقیقی چچازاد بھائی کو شہر کے اہل حل وعقد نے منصب امامت پر مقرر کر دیا تھا؛ تاوقتے کہ وہ معزول نہ کئے جاویں اور معزول کرنے والے بھی شہر کے اہل حل وعقد ہی ہوں، اس وقت تک اگر یہ امام ثانی بہ مقابلہ ان عالم صاحب؛ یعنی امام ثالث کے باعتبار صفات کے اولیٰ بالامامت بھی نہ ہوتے، تب بھی بوجہ اسبق فی النصب ہونے کے مستحق للامامۃ یہی تھے؛ کیوں کہ اعتبار ان صفات کا وقت نصب کے ہے، نہ بعد نصب کے، جیسا کہ ردالمحتار میں ہے:

”قوله: (اعتبر أكثرهم) لا يظهر هذا إلا في المنصب“. (ردالمحتار: ۵۲۲/۱)(۱)

اور کسی کو نائب بنانے سے اصل معزول نہیں ہوتا۔

---

(۱) وإلا فكل يصلي خلف من يختاره، ط، لكن فيه تكرار الجماعة وقد مر مافيه. (الدر المختار مع ردالمحتار، باب الامامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد: ۵۵۹/۱، بيروت، انيس)

دوسرے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ثالث بہت سے علمائے حقانی متبعین سنت کو برا کہتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ثالث عقائد میں سنت کے خلاف ہیں؛ یعنی مبتدع ہیں اور برا کہنا خود عمل فسق ہے اور فاسق اور مبتدع کی امامت مکروہ ہے۔

فی الدرالمختار: (وفاسق وأعمٰی) ونحوه الأعشٰی. نهر، إلاأن يكون أی غيرالفاسق (أعلم القوم) فهوأولٰی (ومبتدع) أی صاحب بدعة، وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لابمعاندة بل بنوع شبهة. (۱)

تیسرے سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اہل شہر مولوی صاحب کی امامت سے ناراض ہیں اور کسی طرح اس کو پسند نہیں کرتے اور وجہ دوم سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مولوی صاحب میں ناراضی کے وجوہ بھی شرعی ہیں تو خود ایسی صورت میں امامت کرنا مکروہ ہے۔

فی الدرالمختار: (ولوأم قومًا وهم له كارهون، أن) الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره) ذلک تحريمًا لحديث أبی داؤد لايقبل اللّٰه صلٰوة من تقدم وهم له كارهون (وإن هو أحق) لاوالكراهة عليهم. (۲)

چوتھے اگر امام ثالث میں کوئی خرابی نہ ہو، تب بھی چوں کہ اکثر لوگ امام سابق کی طرف ہیں، ایسی صورت میں اکثر ہی کا اعتبار ہے۔

فی الدرالمختار: (فإن استووا يقرع) بين المستويين (والخيارإلى القوم) فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم. (۳)

رہا امام ثالث کا عالم ہونا، سومحض عالم ہونا، موجب احقیت امامیت نہیں؛ بلکہ اس میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ شخص

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتارباب الإمامة: ۱/۵٦٠-۵٦۱، بيروت، انيس

وفی المحيط: ولو صلى خلف فاسق أو مبتدع فقد أحرز فضل الجماعة. (النهر الفائق شرح كنزالدقائق، كتاب الصلاة: ۱/۲٤۲، دارالكتب العلمية. انيس)

ومن صلى خلف فاسق أو مبتدع يكون محرزاً ثواب الجماعة. (المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی، كتاب الصلاة: ۱/٤٠۷، دارالفكر بيروت. انيس)

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتارباب الإمامة: ۱/۵۵۹، بيروت/سنن أبی داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳) انيس

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۸/وكذا فی اللباب فی شرح الكتاب، باب صفة الصلاة: ۱/۷۹، المكتبة العلمية بيروت. انيس

مطعون فی الدین نہ ہو، ورنہ وہ احق للامامت نہیں۔

فی الدر المختار: و (الأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة).

فی رد المحتار. الأعلم بالسنة أولٰی إلا أن يطعن عليه فی دينه؛لأن الناس لايرغبون فی الاقتداء به. (۱)

لہٰذا صورت مسئولہ میں استحقاق امامت کا امام قدیم کو حاصل ہے۔ان مولوی صاحب طالب امامت کا کچھ حق نہیں۔واللہ اعلم

۲ ر شعبان ۱۳۲۲ھ (امداد: ۱/۵۳) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۵۵-۳۵۸)

☆☆☆

(۱) **الدر المختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۷ (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس)**

قال الشرنبلالی: شروط صحة الإمامة للرجال الاصحاء ستة أشياء: الإسلام وهو شرط عام فلا تصح إمامة منكر البعث أو خلافة الصديق رضی الله تعالٰی عنه أو صحبته أو يسبّ الشيخين أو ينكر الشفاعة أو نحو ذلك من يظهر الإسلام مع ظهور صفته المكفرة له (والبلوغ)؛لأن صلٰوة الصبی نفل ونفله لايلزمه (والعقل) لعدم صحة صلاته بعدمه كالسكران (والذكورة) خرج به المرأة للأمر بتأخيرهن والخنثى امرأة فلا يقتدی به غيرها (والقراءة) بحفظ اٰية تصح بها الصلاة علی الخلاف (و) السادس (السلامة من الأعذار) فإن المعذور صلاته ضرورية فلا يصح اقتداء غيره به. (مراقی الفلاح علٰی حاشية الطحطاوی، باب الإمامة: ۱۵۶)

امام کے لباس

کوٹ پہن کر امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: امام اگر کوٹ پہن کر امامت کرے تو درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

امامت اس کی بلا کراہت درست ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۸/۳)

پینٹ شرٹ پہن کر نماز پڑھانا:

سوال: ایک امام صاحب پینٹ شرٹ وٹائی لگا کر نماز پڑھاتے ہیں، کیا یہ لباس پہن کر نماز پڑھا سکتے ہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں: کافر سے سود لینا جائز ہے اور بینک سے جو روپے زیادہ ملتے ہیں، وہ جائز نہیں ہے؟

ھوالمصوب

پینٹ وشرٹ ہمارے یہاں اہل تدین وصلحا کا لباس نہیں ہے، لہٰذا پینٹ وشرٹ پہن کر نماز پڑھانا مناسب نہیں ہے،(۲) خصوصاً جب کہ پینٹ تنگ اور شرٹ ساتر نہ ہو، تاہم نماز ادا ہو جائے گی، کافر سے بھی سودی کاروبار کرنا شرعاً جائز نہیں ہے،(۳) اسی طرح بینک سے حاصل شدہ سودی رقم کا استعمال جائز نہیں ہے۔(۴)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۵۸/۲)

---

(۱) يجب على المصلي أن يقدم الطهارة من الأحداث والأنجاس إلخ ويستر عورته، لقوله تعالىٰ: ﴿خُذُوا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ إلخ. (الهداية، باب شروط الصلاة التي تتقدمها: ۸۷/۱، ظفير)

(۲) (قوله: "ثم الأورع": أي الأكثر اجتنابا بالشبهات. (البحر الرائق: ۶۰۸/۱)

(۳) عن عبدالله بن عمرو قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم على الراشي والمرتشي. (مسند أبي داؤد الطيالسي، الأفراد عن عبدالله بن عمرو (ح: ۲۳۹۰)/ مصنف عبدالرزاق الصنعاني، الهدية للأمراء والزي يشفع له (ح: ۱۴۶۶۹)/ سنن الترمذي، باب ماجاء في الراشي والمرتشي في الحكم (ح: ۱۳۳۷) انيس)

عن ثوبان قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشي والرائش، يعني الذي يمشي بينهما. (مصنف ابن أبي شيبة، في الوالي والقاضي يهدى إليه (ح: ۲۱۹۶۵) انيس)

(۴) وقد ذكرنا أن الإنتفاع بالفوائد المصرفية لا يجوز في الشريعة بحال. (بحوث في قضايا فقهية معاصرة: ۲۲۳/۱، دارالقلم دمشق، انيس)

تہبند (لنگی) پہن کر خطبہ دینا و نماز پڑھانا:

سوال: ایک شخص مسجد میں امامت کرتے ہیں، ان کو کسی شخص نے کہا کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر تہبند پہن کر نہیں پڑھ سکتے تو شریعتِ محمدی کا کیا حکم ہے؟ لنگی باندھ کر خطبہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اسی طرح نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جس لباس میں باہر نکلنا بازار جانا شادی غمی کی مجالس میں شرکت کرنا پسند نہ کرتا ہو، معیوب سمجھتا ہو، اس لباس کو پہن کر نماز پڑھنا پڑھانا مکروہ ہے۔

"(وصلا ته فی ثیاب بذلةٍ)یلبسها فی بیته".

"وفی الشامی:قال فی البحر:و فسرها فی شرح الوقایة بمایلبسه فی بیته ولایذهب به إلٰی الأکابر،والظاهرأن الکراهة تنزیهیة" آه. (الدرالمختاروردالمحتار: ۵۹۹/۱)(۱)**فقط واللّٰه تعالٰی أعلم بالصواب** (فتاویٰ رحیمیہ:۳۷۴/۴-۳۷۵)

شرٹ پہن کر امامت کرنے کا حکم:

سوال: کوئی شخص امامت کرے اور وہ خود نماز کی پابندی نہ کرے، پائنٹ اور شرٹ پہن کر کے امامت کرے، جب کہ امام صاحب کو کئی بار؛ یعنی دوبار ٹوکا گیا کہ امام صاحب آپ امامت کرتے ہیں، شرٹ پہن کر ٹھیک نہیں ہوتا ہے، جب کہ کرتا پائے جامہ گھر پر موجود ہونے پر شرٹ پہن کر کے امامت کرتے ہیں، لہٰذا یہ امامت شرٹ پہن کر کے ٹھیک ہے یا نہیں؟ شرعی حکم کیا ہے؟ مطلع فرمادیں۔

امام صاحب کی کل نمازیں جو امام صاحب پڑھتے ہیں، فجر چار رکعت نماز میں پرھتے ہیں، ظہر دس رکعتیں نماز میں پڑھتے ہیں، عصر چار رکعت مغرب پانچ رکعت عشا نو رکعتیں ہیں۔ اگر کبھی امام صاحب کی فجر کی نماز قضا ہوگئی تو امام صاحب صرف فرض کی قضا پڑھتے ہیں، سنت بالکل ہی نہیں، کبھی بھی نہیں پڑھتے، اگر ظہر کی نماز کسی وجہ سے چھوٹ گئی تو ایک آدھ گھنٹے کے بعد پڑھتے ہیں تو کل آٹھ ہی رکعت، ورنہ دس، جب جماعت سے پڑھتے ہیں، تب عصر اور مغرب کی نمازیں تو اتوار اور بدھ کو چھوٹ ہی جاتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہیں کہ بازار کرتے ہیں۔

ہیئت سے نہ مولوی ہیں، نہ حافظ؛ بلکہ تھوڑی سی تعلیم ہے امامت کرتے ہیں، ان کے نانا امامت کرتے تھے، جب بیمار پڑے تو ان کو بنا دیا، لہٰذا کتنے آدمیوں کو کراہت ہوتی ہے؛ لیکن مجبوری کی وجہ سے بول نہیں پاتے، ان کا شرعی حکم کیا ہے؟ مطلع فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

---

(۱) ردالمحتار،باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها.(فروع)متٰی مستقبل القبلة، مطلب:فی الکراهة التحریمیة والتنزیهیة،انیس

(نوٹ) کوئی شخص ایسا ہو کہ صرف عید اور بقر عید کی نماز کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھتا ہو تو اس حال میں ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے، یا نہیں؟ کیا حکم ہے، مطلع فرمائیں، مہربانی ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اس صورت میں امام صاحب کے پیچھے شرعاً نماز جائز ہے؛ یعنی نماز ہو جائے گی، ہاں امام صاحب کے لیے مناسب یہ ہے کہ لباس شرعی اختیار کریں؛ تاکہ منصب امامت کی توہین نہ ہو اور امام صاحب کے لیے خود نماز کا پابند ہونا تو بہر حال ضروری ہے، اگر امام صاحب کے پاس شرٹ کے علاوہ کوئی کرتا نہ ہو تو مقتدیوں کو چاہیے کہ امام صاحب کو اپنی طرف سے شرعی کرتا بنوا کر ہدیہ کر دیں؛ تاکہ امامت کے وقت لازماً پہن لیا کریں، یہ سب باتیں تو ان کی ایمان داری پر دلالت کرتی ہیں کہ نماز کا اتنا تو اہتمام کرتے ہیں، بہت سے لوگ تو یہ بھی نہیں کرتے، فجر کی نماز میں دو رکعت سنتِ مؤکدہ اور دو رکعت فرض، ظہر کی نماز میں چار رکعت فرض اور فرض سے پہلے چار رکعت سنتِ مؤکدہ اور فرض کے بعد دو رکعت سنتِ مؤکدہ اور باقی نوافل ہیں، ضروری نہیں، اسی طرح عصر کی نماز چار رکعت ہے، اس سے پہلے سنت غیر مؤکدہ ہے، واجب نہیں، مغرب کی تین رکعت فرض اور دو رکعت سنتِ مؤکدہ، باقی نفل ہے، عشا کی نماز چار رکعت فرض دو رکعت سنت مؤکدہ اور تین رکعت وتر باقی نوافل ہیں، سنتِ غیر مؤکدہ اور نوافل اختیاری ہیں، جی چاہے پڑھے، چاہے نہ پڑھے، البتہ بہتر یہ ہے کہ پڑھ لیا جائے؛ لیکن اگر کوئی نہ پڑھے تو اس پر طعن و تشنیع جائز نہیں۔(۱)

فجر کی نماز اگر قضا ہوگئی اور زوال سے پہلے اس کو ادا کیا تو سنت کے ساتھ اس کی قضا کرنی چاہیے اور اگر زوال کے بعد ادا کیا تو فجر کی سنت کا پڑھنا ضروری نہیں اور اگر ظہر کی نماز چھوٹ جائے اور قضا ہونے سے پہلے اس کو ادا کیا جائے تو چار رکعت سنت چار رکعت فرض، پھر دو رکعت سنت؛ یعنی دس رکعت پڑھنا ضروری ہے، ظہر سے پہلے اور بعد کی سنتیں مؤکدہ ہیں، (۲) لہٰذا اس کے چھوڑنے پر گناہ ہوگا، البتہ اگر ظہر کی نماز کا وقت نکل گیا اور نماز قضا ہوگئی، تب صرف چار رکعت کی قضا ہے۔ سنت کی قضا نہیں، کسی بھی نماز کی قضا ہو جانے کے بعد اس کو ادا نہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے؛ اس لیے

---

(۱) (وهى)أى السنن الرواتب (ركعتان قبل الفجر وأربع قبل الظهر وركعتان بعدها وركعتان بعدالغرب وركعتان بعدالعشاء) فهذه اثنتا عشرة ركعة... (وأربع قبل العصر) وهذا غير مؤكدة ...(أو ركعتان)...(وأربع قبل العشاء)وهذه أيضا غير مؤكدة،الخ.(منحة السلوك شرح تحفة الملوك،فصل فى السنن الرواتب وغيرها: ۱۴۴/۱،قطر.انيس)

(۲) (قوله:والسنة لا تقضى إلا سنة الفجر إذا فاتت مع الفجر)لأن الأصل فى السنن أن لاتقضى،لأن القضاء تسليم مثل الواجب فيختص به إلا أن النص ورد فى قضاء سنة الفجر تبعا للفرض فبقى ماوراء ه على الأصل،وأما إذا فاتت بغير الفجر هل تقضى؟فعندهما لا تقضى،وعند محمد تقضى بعد طلوع الشمس إلى الزوال...(قوله:وسنة الظهر أيضا يقضيها فى وقته)يعنى إذا فاتت الأربع قبل الظهربسبب شروعه مع الإمام يقضيها فى وقته عندالجمهور وقيل لايقضيها والأول أصح.(منحة السلوك شرح تحفة الملوك،فصل فى السنن الرواتب وغيرها: ۱۴۵/۱-۱۴۶،قطر.انيس)

وقت نکال کر فوت شدہ نمازیں پڑھ لینی چاہیے۔

امامت کے لیے حافظ اور پورا مولوی ہونا شرط اور ضروری نہیں ہے، البتہ نماز کے مسائل کا جاننا ضروری ہے، اگر امام صاحب نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہوں تو ٹھیک ہے، لوگوں کو کراہت کیوں ہوتی ہے؟ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ ان کو ہٹانا ہی چاہتے ہیں؟ یا یہ چاہتے ہیں کہ امام صاحب اور دیندار ہو جائیں اگر لوگ امام صاحب کی اور دینداری چاہتے ہیں تو امام صاحب سے ادب کے ساتھ درخواست کرنا چاہیے کہ بعض چیزیں آپ کی لوگوں کو ناگوار ہوتی ہیں، ان کو آپ تبدیل کردیں، بے وجہ فتنہ وفساد اچھی بات نہیں ہے، ہاں اگر امام صاحب از خود امامت سے سبکدوش ہو جائیں تو ان کا یہ عمل محمود ہوگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کی امامت سے لوگ کسی امر دینی کی وجہ سے ناراض ہوں، (۱) تو امام کو امامت چھوڑ دینی چاہیے اور اگر لوگوں کی وجہ ناراضگی، بغض وعناد اور عداوت ودشمنی ہو تو مقتدیوں کو ان صفات رزیلہ سے توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔

ضرور نماز جنازہ پڑھنی چاہیے؛ کیوں کہ کلمہ پڑھنے والا مسلمان ہے اور نماز جنازہ اس کا حق ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”صلوا علیٰ کل بر وفاجر“ (۲) (ہر نیک وبد پر نماز جنازہ پڑھو)، لہٰذا وہ نماز جنازہ کا مستحق ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اُتم واحکم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۴/۷۳-۷۶)

پتلون والے کی امامت:

سوال: ایک شخص پتلون میں نماز پڑھاتا ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے، نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجوب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

نماز ہوجائے گی؛ (۳) مگر ایسے شخص کو اپنے اختیار سے امام بنانا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۶/ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/۳۱۸)

---

(۱) عن عبدالله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول: ثلاثة لا يقبل الله منهم صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون، الخ. (سنن أبي داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ٥٩٣)/المعجم الكبير للطبراني، عمران بن عبدالمغافري عن عبدالله بن عمرو (ح: ١٧٦)/مسند ابن أبي شيبة، حديث سلمان الفارسي (ح: ٤٥٣)/سنن ابن ماجة، باب من أم قوماً وهم له كارهون (ح: ٩٧٠) انيس)

(۲) رواه الدارقطني في سننه، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه (ح: ١٧٦٨) انيس

(۳) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر. (سنن أبي داؤد، باب إمامة البر والفاجر (ح: ٥٩٤) انيس)

شلوار قمیص پہن کر امامت:

سوال: امام کو شلوار جو کہ ۲۴/۱ - گز، یا اس سے زائد کپڑے کی ہوتی ہے اور قمیص جیسا کہ آج کل عموماً رواج ہے، پہننا منع ہے، یا نہیں؟ (محمد ادریس)

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

نماز میں اکثر اوقات ٹخنے یا پیر ڈھک جاتے ہیں، مرد کو اتنی لمبی شلوار پہننا کہ جس سے ٹخنے یا پیر ڈھک جائیں ناجائز ہے اور نماز اس سے مکروہ ہو جاتی ہے، نماز میں پیر یا ٹخنے نہ ڈھکے، قمیص پہننا جائز ہے؛ لیکن کرتہ افضل ہے، ہر جگہ جو صلحا کا لباس ہے، وہ اختیار کرنا چاہیے، خصوصاً نماز و امامت کے وقت۔

"ولو ستر قدميه في السجدة يكره". (الهندية، ص: ١١٤)(١)فقط والله سبحانه تعالىٰ أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۵۳)

کرتہ کا بٹن کھول کر نماز پڑھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے کرتہ کا اوپر کا بٹن ہمیشہ کھلا رکھتا ہے اور اس طرح کھلے بٹن سے نماز مکروہ ہوتی ہے، جب لوگ اس سے کہتے ہیں کہ تم بٹن کیوں نہیں لگاتے؟ اس طرح کھلے بٹن سے نماز مکروہ ہوتی ہے؟ تو جواب دیتا ہے کہ اوپر کا بٹن کھلا رکھنا مسنون ہے، جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قمیص کی اوپر کی گھنڈی کا تکمہ لگا کر کبھی گلے کو بند نہیں فرمایا اور نہ ہی یہ عمل نماز میں کراہت پیدا ہونے کا باعث ہے، نماز میں سدل کو مکروہ کہا گیا ہے اور کرتہ کا گریبان بٹن نہ دے کر کھلا رکھنا سدل میں داخل نہیں، سدل میں چادر لمبا اچکن کی صورتیں آتی ہیں؛ لیکن کرتا کی یہ صورت سدل میں داخل نہیں ہے، لہٰذا اس کے مکروہ ہونے کی کوئی صورت نہیں، یہ مزید برآں ہے کہ اوپر کے بٹن سے کرتہ کا گلا کھلا رکھنا مسنون بھی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اوپر کے بٹن سے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کے گریبان کی اوپر کی گھنڈی کا تکمہ لگا کر بند نہیں فرمایا۔ کیا یہ بات صحیح ہے، یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو اس کی سند سے حوالہ کتاب وصفحہ بیان فرمایئے اور آیا گریبان کرتہ کا اسی طریقہ پر کھلا رکھنا مسنون ہے، یا نہیں؟ آیا نماز میں کرتہ کے اوپر بٹن کھلا رکھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے، یا نہیں؟ آیا کرتہ کا گریبان کھلا رکھنا سدل میں داخل ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: سید حسن از امولہ، ضلع بریلی معرفت ابوالخیر، متعلم مدرسہ مظاہر العلوم، حجرہ مبر: ۵/سہارنپور)

---

(١) الفتاوىٰ الهندية، الكتاب الصلاة، الباب السابع فيمايفسد الصلاة وما يكره فيها، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة ومالايكره: ١/١٠٨، رشيدية

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

گریبان کی گھنڈی کا تکمہ لگانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

”قال:أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فى رهط من مزينة،فبايعناه وإن قميصه لمطلق الإزار:أى مفتوحها يعنى كان جيب قميصه غيرمشدود وكانت عادة العرب أن تكون جيوبهم واسعة،فربما يشدونها،وربما يتركونها مفتوحة “.(۱)

لیکن یہی آپ کی دائمی عادت نہیں،پس زید کا یہ کہنا کہ جناب حضوراکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قمیص کا اوپر کی گھنڈی کا تکمہ لگاکر کبھی گلے کو بند نہیں فرمایا محتاج دلیل ہے،البتہ اس حالت کو دیکھ کر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے بیٹے نے گھنڈی کھلی رکھنے کی عادت کرلی تھی۔

”قال عروةفما رأيت معاوية رضى الله تعالىٰ عنه ولا إبنه قط إلامطلقى إزارهما قط فى شتاء ولا حر،ولا يزران ازرارهما“.(۲)

نماز میں ایسا کرنا خلاف اولیٰ ہے،گوسدل میں داخل نہیں۔سدل میں وہی چیزیں داخل ہیں،جن کو زید نے بیان کیاہے،فقہاءکرام نے کرتہ کی گھنڈی کا تکمہ نہ لگانے کوسدل میں ذکرنہیں کیا۔

”(قوله:فما رأيت معاوية ــ رضى الله تعالىٰ عنه ــإلىٰ آخره)ولهٰذا وإن كا ن اختيارما هوخلاف الأولىٰ خصوصاً فى الصلاة،لكنهما أحبا أن يكون علىٰ مارأيا النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وإن كا ن إطلا ق ازراره إذ ذاک لعارض،ولم يكن هٰذا من عامة أحواله صلى الله عليه وسلم،وذلک لما فيه من قلة المبالاة بأمرالصلاة إلاأن الكراهة لعلها لا تبقىٰ فى حق معاوية۔رضى الله عنه۔و ابنه،لكون الباعث لهما حب النبى صلى الله عليه وسلم واتباعه فيما رأياه من الكيفية“.(بذل المجهود فى حل أبى داؤد:٥٢/٥)(۳)

قبا کی جوصورت سدل ہے،وہ یہ ہے کہ!

”عن الفقيه أبى جعفرالهندوانى أنه كان يقول:إذا صلىٰ مع القباء وهوغيرمشدود الوسط فهو مسئ،يعنى ولو أدخل يديه فى كميه،وينبغى أن يقيد بماإذالم يذرإزراره،لايشبه السدل حينئذٍ،أما إذا زرالإزار،فقد التحق بغيره من الثياب فى اللبس،فلا سدل فيه،فلا يكره وأماالأقبية الرومية التى يجعل لأكمامهما خروق عند أعلىٰ العضد إذاأخرج المصلى يديه من الخرق وأرسل الكم،فإنه يكره أيضاً لصدق السدل عليه“.(الكبيرى،ص:٣٣٦)(۴)

(۱-۳) بذل المجهود فى حل أبى داؤد،كتاب اللباس،باب فى حل الازار: ٥٢/٥-٥٣،المعهد الخليل الإسلامى بهادرآباد،كراچى

(۴) الحلبى الكبير،كراهية الصلاة،ص:٣٤٨،سهيل اكيڈمى،لاهور

”وقد أخرج البيهقي في شعبه هٰذا الحديث ... من طريق آخر: فرأيته مطلق القميص. وهٰذا يؤيد أن يكون رواية الأزرار بِرَائَيْنِ، لا يلزم أن يكون له زراً وعروة، بل المراد أن جيب قميصه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم كان مفتوحاً، بحيث يمكن أن يدخل فيه اليد من غير كلفة، ويؤيد هٰذا، ما ذكره ابن الجوزي في الوفاء عن ابن عمر - رضي اللّٰه عنهما - أنه قال: ما اتخذ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قميصاً له زراً، انتهٰى. قال ابن حجر - رحمه اللّٰه تعالىٰ - تبعاً للعصام فيه حل لبس القميص وحل الزرفيه وحل اطلاقه“. (جمع الوسائل شرح شمائل ترمذی، قلمی، ص: ۸۰)(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرتہ مبارک میں گھنڈی تھی ہی نہیں اور ظاہر ہے کہ آپ نماز بھی اسی کرتے سے پڑھتے تھے۔ پس گریبان کھلا رکھنا بھی مسنون ہونا ثابت ہو گیا اور ایسی حالت میں نماز خلاف اولیٰ بھی نہیں اور بذل المجہود میں اس روایت سے استدلال نہیں کیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/ ۵۳-۵۶)

چھ گرہ چوڑا پائجامہ پہننے والے کی امامت:

سوال: اگر پائجامہ ۶/ گرہ چوڑا اور ٹخنوں سے اونچا ہو، امام اس کو پہن کر نماز پڑھاوے، جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز صحیح ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/ ۱۳۰)

دھوتی پہن کر امام بننا کیسا ہے:

سوال: دھوتی اور دو پلی ٹوپی اور اونچا کرتہ پہن کر امامت کرنا مسجد میں درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر ستر عورت پورا ہے تو نماز ہو جاتی ہے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ عمامہ ولباس شرعی کے ساتھ نماز پڑھاوے۔ (۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/ ۱۶۶)

---

(۱) جمع الوسائل في شرح الشمائل، باب ماجاء في لباس رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ۱۳٦/۱، إدارة تاليفات أشرفية، ملتان

(۲) اس لیے کہ چوڑے پائچوں کے پائجامے پہننا درست ہے۔ ظفیر

(۳) والرابع ستر عورته، إلخ، وهي للرجل ماتحت سرته إلىٰ ماتحت ركبته. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۱/ ۳۷٤) والمستحب أن يصلي الرجل في ثلٰثة أثواب إزار وقميص وعمامة ولو صلىٰ في ثوب واحد متوشحاً به جميع بدنه كما يفعله القصّار في المقصرة جاز من غير كراهة مع تيسر وجود الزائد ولكن فيه ترك الاستحباب. (غنية المستملي: ۳۳۷، ظفير) (كراهية الصلاة، فصل في بيان الذي يكره في الصلاة، انيس)

صرف تہبند اور رومال کے ساتھ نماز درست ہے، یا نہیں:

سوال: امام کو ایک تہبند اور ایک رومال اوڑھ کر امامت کرانا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

درست ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۰۶)

چھوٹے تلے والی کلاہ پہننے والے امام کا حکم:

سوال: ایک امام مسجد سر پر چھوٹے تلے والا کلاہ رکھتا ہے اور اس کا تلا چار انگل سے زیادہ ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہوتی ہے، یا نہیں؟ یہاں کے علما اس کو خالص تلے کا حکم دیتے ہیں اور اس امام کے پیچھے نماز کو ناجائز کہتے ہیں؟

الجواب

چھوٹے تلے کا حکم خالص تلے کا نہیں اور اس کا پہننا چار انگل سے زائد جائز ہے، لہٰذا امام مذکور کے پیچھے نماز جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی عفا اللہ عنہ، خیر المدارس، ملتان، ۲۱/۴/۱۳۷۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان۔ (خیر الفتاویٰ:۲/۳۴۸)

سرخ کپڑے پہننے والے امام کی اقتداء کا حکم:

سوال: ایک امام مسجد سرخ کپڑوں کا استعمال کرتا ہے اور انہی کپڑوں میں نماز بھی پڑھاتا ہے تو کیا ان کپڑوں میں اس امام کی اقتدا صحیح ہے؟

الجواب

سرخ کپڑوں کے پہننے میں علما کا اختلاف ہے، بعض اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض اس کے عدم جواز کے قائل ہیں اور احناف میں بھی یہی اختلاف پایا جاتا ہے؛ لیکن راجح قول یہی ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، لہٰذا اس بنیاد پر نماز مکروہ تنزیہی ہوگی؛ اس لیے ایسے شخص کی اقتدا جائز ہے، ہاں اگر سرخ کپڑے پہننے میں کسی لادین جماعت سے اپنے وابستگی کا اظہار مقصود ہو تو اللہ کے دربار میں ایسی امتیازی حیثیت رکھنے والے شخص کی اقتدا سے اجتناب کرنا چاہیے۔

---

(۱) ”والمستحب أن يصلي الرجل في ثلثة أثواب إزار وقميص وعمامة ولو صلى في ثوب واحد متوشحاً به جميع بدنه كما يفعله القصّار في المقصرة جاز من غير كراهة مع تيسير وجود الزائد ولكن فيه ترك الاستحباب“. (غنية المتملي، فصل الذي يكره في الصلاة، ص:۳۳۷، ظفير غفرله ذنوبه)

عن براء قال: مارأیت من ذی لمة فی حلة حمراء أحسن من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم له شعر، یضرب منکبیه بعید مابین المنکبین لم یکن بالقصیر ولابالطویل. (سنن الترمذی: ۱/ ۳۰۲)(۱)(فتاویٰ حقانیہ:۳/۱۵۰)

امامت کے لیے عمامہ باندھنا:

سوال: آیا عمامہ باندھنا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ہمیشہ یا گاہ بگاہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز عمامہ سے پڑھاتے تھے، یا کبھی بلاعمامہ بھی نماز پڑھایا ہے، اگر کوئی پیش امام کبھی بلاعمامہ نماز پڑھاوے تو وہ تارک سنت کہا جائے گا، یا اس کا ثواب کم ہوجائے گا بحوالۂ کتب احادیث صحیحہ ارشاد فرمایئے گا اور شرح سفر السعادت بمقابلہ کتب احادیث صحیحہ کیا مرتبہ رکھتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عمامہ باندھنا نماز اور غیر حالت نماز دونوں میں سنت ہے، امام کے لیے بھی اور مقتدی کے لیے بھی؛ لیکن بدون عمامہ کے بھی نماز پڑھنا جائز ہے، اس سے نماز میں کچھ کراہت نہیں ہوتی؛ بلکہ جہاں عمامہ کو نماز کے لیے لوگ ضروری سمجھتے ہوں وہاں امام کو اصلاح عقیدۂ عوام کے لیے گاہے گاہے عمامہ کا ترک کردینا افضل ہوگا۔

قال العلامة المحدث عبدالرؤف المناوی فی شرح الشمائل للترمذی مانصه: والعمامة سنة لا سیما للصلاة وبقصد التجمل لأخبار کثیرة منها واشتداد ضعف کثیرفیهایجبره کثرة طرقها وزعم وضع أکثرها تساهل وتحصل السنة بکونها علی الرأس أوالقلنسوة تحتها-إلٰی أن قال- ولابأس بلبس القلنسوة اللا ئطة بالرأس والمرتفعة المضربة وغیرها تحت العمامة وبلا عمامة ؛ لأن ذلک کله جاء عن المصطفی صلی اللّٰہ علیه وسلم وبذلک أید بعضهم ما اعتید فی بعض الأقطارمن ترک العمامة من أصلهاوتمییزعلمائهم بطیلسان علٰی قلنسوة بیضاء ولکن الأفضل العمامة،آہ.(۲)

وقال العلامة القاری فی شرح الشمائل أیضا: ولأبی داؤد والمصنف فرق مابیننا وبین

---

(۱) سنن الترمذی، أبواب اللباس،باب ماجاء فی الرخصة فی الثوب الأحمر،رقم الحدیث: ۱۷۲٤.

قال شمس الأئمة السرخسی: وفیه دلیل أنه لا بأس بلبس الثوب الأحمر. (شرح السیرالکبیر،باب السلاح والفروسیة: ۱/ ۱۱۵،انیس)

قال العلامة الحصکفی رحمه اللّٰہ:(ولابأس بسائر الألوان)وفی المجتبٰی والقهستانی وشرح النقایة لأبی المکارم لابأس بلبس الثوب الأحمرومفاده أن الکراهیة تنزیهة،لکن صرح فی التحفة بالحرمة فأفادأنها تحریمیة وهی المحمل عند الاطلاق.(الدرالمختارمع ردالمحتار، کتاب الحظروالإباحة،فصل فی اللبس: ٦/ ۳۵۸،انیس)

(۲) باب ماجاء فی صفة عمامة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم،انیس

المشركين العمائم على القلانس. قال المصنف: غريب وليس إسناده بالقائم، آه. (١/١٦٥-١٦٦)

وفي زاد المعاد لابن القيم: وكانت له (صلى الله عليه وسلم) عمامة تسمى: السحاب، كساها عليًا، وكان يلبسها ويلبس تحتها القلنسوة، وكان يلبس القلنسوة بغير عمامة، ويلبس العمامة بغير قلنسوة، وكان إذا اعتم أرخٰى عمامته بين كتفيه، آه. (١/٣٤)(۱)

قلت: وهٰذا عام للصلٰوة ولغيرها. والله أعلم

۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۱ھ۔ (امداد الاحکام: ۲/۱۲۲-۱۲۳)

عمامہ کے رہتے ہوئے بغیر عمامہ امامت کرنا کیسا ہے:

سوال: مشہور ہے کہ فقہا لکھتے ہیں کہ عمامہ موجود ہوتے ہوئے بدون عمامہ کے نماز مکروہ ہے، صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

صحیح نہیں، البتہ اگر کوئی شخص بدون عمامہ کے گھر سے نہ نکلتا ہو تو ایسے شخص کے لیے خود نماز ہی بلا عمامہ مکروہ ہے، خواہ امام ہو، یا نہ ہو۔ في الدر المختار مع رد المحتار مكروهات الصلاة: ١/٦٤٠:

"وصلاته في ثياب بذلة يلبسها في بيته".

۱۲/ شعبان ۱۳۳۱ھ۔ (تتمہ ثانیہ: ۶۴) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۹۱)

عمامہ کے رہتے ہوئے عمامہ نہ باندھنا:

سوال: اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ نماز میں عمامہ کو ضروری خیال کر لیا گیا ہے اور ایسا ضروری نہیں ہے اور وہ اسی وجہ سے عمامہ موجود ہوتے ہوئے نہیں باندھتا ہو تو اس کا یہ فعل بُرا ہے، یا نہیں؟

الجواب

گاہ گاہ ہو تو برا نہیں۔

نظيره في رد المحتار في تعيين السور:

فإن لزوم إيهام ينتفي بالترك أحياناً. (رد المحتار: ١/٥٦٨)(۲)

۱۲/ شعبان ۱۳۳۱ھ۔ (تتمہ ثانیہ: ۶۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۹۱-۳۹۲)

(۱) فصل في ملابسه صلى الله عليه وسلم، انيس

(۲) (باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب: السنة تكون سنة عين وسنة كفاية، انيس)

بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنے امامت کرنا:

سوال: ایک خط مشتمل بر سوال و جواب ذیل آیا:

چہ فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ نماز بکلاہ بدون عمامہ مکروہ است یانہ؟

الجواب

مکروہ است در فتاویٰ غرائب می آرد۔

”ورجل صلیٰ مع قلنسوة وليس فوقها عمامة أوشئی آخريكره“.

وعمامہ بر سر بستن مسنون است خصوصا در نماز، ملا علی قاری در مقالہ عذبہ روایت می کند:

”انه صلى الله عليه وسلم كان يلبس القلانس تحت العمائم وبغير العمائم“.

و در فردوس دیلمی از جابر مرویست:

”ركعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بلاعمامة“.(۱)

و ابن عمر آوردہ:

”صلاة تطوع أوفريضة بعمامة تعدله خمسًا وعشرين درجةً بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بلاعمامة“.

و نیز در مقالہ مذکورہ می گوید:

أما ماأحدثه فقهاء زماننا من أنهم يأتون المسجد بعمامة كبيرة ثم يضعونها ويلفونهابلفافة صغيرة ويصلون بغير عمامة فمكروهة غاية الكراهة،انتهیٰ والله الموافق (فتاویٰ سعدیہ، ص:۱۵)

بلا عمامہ امامت کا حکم:

تتمہ سوال: جناب عالی گزارش آنکہ مذکورہ جواب سوال مذکورہ کے لیے فتاویٰ سعدیہ میں مسطورۂ بالا کے موافق ہے؛ لیکن فتاویٰ رشیدیہ میں مذکور مسئلہ کی نسبت مولانا گنگوہی جائز فرماتے ہیں، اس میں کیا بات ہے؟ دیگر عرض یہ ہے کہ جن کپڑوں سے باہر جانا معیوب سمجھتا ہے، اگر اسی سے وہ شخص نماز پڑھاوے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

---

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سیوطی علیہ الرحمہ نے جامع صغیر (حرف راء) میں ذکر فرما کر ضعیف کا نشان بنایا ہے، علامہ مناوی نے فیض القدیر: ۴/۳۷ میں لکھا ہے کہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: هذاالحديث لايثبت، یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی سیوطی علیہ الرحمہ نے جامع صغیر (حرف صاد) میں ذکر فرمائی ہے اور صحیح کا نشان بنایا ہے؛ لیکن حافظ ابن حجر نے اس کو موضوع کہا ہے، سخاوی رحمہما اللہ کی بھی یہی رائے ہے، ملا علی قاریؒ نے بھی موضوعات کبری اور صغری دونوں میں اس کو موضوع کہا ہے اور الموضوعات الکبری میں تو سیوطیؒ پر جامع صغیر میں ذکر کرنے پر اعتراض بھی کیا ہے۔ (سعید احمد پالنپوری)

الجواب

یہاں سے اس کا یہ جواب لکھا گیا، دونوں میں تطبیق یہ ہوسکتی ہے کہ کراہت اس کے لیے ہے، جو بلا عمامہ مجامع میں نہ جاتا ہو اور عدم کراہت اس کے لیے جو مجامع میں بلا عمامہ جا سکتا ہو، اسی سے اخیر سوال کا جواب معلوم ہوگیا کہ مکروہ ہے۔

۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ۔ (تتمہ خامسہ ۸۴) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۹۲-۳۹۳)

بغیر عمامہ کے امامت کا حکم اور کتاب نفع المفتی وفتاویٰ اشرفیہ کی عبارات کا تذکرہ:

سوال: اگر امام کے سر پر عمامہ نہ ہو اور مقتدی کے سر پر عمامہ ہو تو نماز میں کراہت ہے، یا نہیں؟

الجواب

کراہت نہیں۔

(تتمہ اول صفحہ: ۱۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۹۱)

بلا ٹوپی کے صرف عمامہ سے نماز؟

سوال: عمامہ کے نیچے ٹوپی نہ ہونے سے نماز مکروہ ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

عمامہ بلا ٹوپی سے نماز مکروہ نہیں ہوتی، البتہ ٹوپی کا ہونا مستحب ہے۔(۱) فقط

(مجموعہ رام پور، ص: ۸) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۷۵)

بلا عمامہ امامت کرنا:

سوال: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، رسالہ الامامۃ بعمامہ کی تحریر سے ٹوپی رکھ کر نماز پڑھانا یا پڑھنا مکروہِ تحریمی معلوم ہوتا ہے اور کتاب نفع المفتی، صفحہ: ۸۸ سے مکروہ معلوم نہیں ہوتا، ایسا ہی فتاویٰ اشرفیہ تتمہ جلد اول صفحہ: ۱۷ جو جناب کا تصنیف کردہ ہے میں بھی مکروہ نہیں بتایا، مذکورہ ہر دو اول رسائل پیش خدمت کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرما کر جواب باصواب سے مشرف فرماویں؛ تاکہ تسلی ہوجاوے اور جناب اجر پاویں؟

---

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

عن ابن عمر قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس قلنسوة بيضاء.(المعجم الكبير، مسند عبدالله بن عمربن الخطاب (ح: ۱۳۹۲۰)/شعب الإيمان، فصل فى العمائم (ح: ۵۸۴۸)

مولاى يزيد بن بلال قال: رأيت عليا يتوضأ فخلل لحيته، قال: ورأيت عليه قلنسوة بيضاء مضربة.(الكنى والأسماء للدولابى: ۲/۷۶۹، رقم الحديث: ۱۳۲۸، دارحزم بيروت. انيس)

الجواب

میں نے پورا رسالہ پڑھا، کسی دلیل سے کراہت ثابت نہیں ہوتی، چنانچہ بعض استدلالات کا جواب مولانا عبدالحی صاحب کے کلام میں مصرح ہے اور بعض کا جواب ظاہر ہے، میں ہر استدلال کا جواب کہاں تک لکھوں، ایک رسالہ بن جاوے گا، آپ کو جو دلیل موجب مدعا معلوم ہوتی ہے، اس کو پوچھ لیجئے، جس کا جواب مولوی عبدالحی صاحب کی تحریر میں نہ ہو، ان سطور کے لکھنے کے بعد درمختار میں یہ روایات مکروہات صلوٰۃ میں نظر پڑی۔

(وصلاته حاسرًا)أی کاشفا(رأسه للتكاسل)ولأباس به للتذلل،وأماللإهانة بها فكفر،ولوسقطت قلنسوته فإعادتها أفضل،إلخ. (الدرالمختار) و فی ردالمحتار عن الدررعن التاتر خانية: والظاهر أن أفضلية إعادتها حيث لم يقصد بتركها التذلل علىٰ مامر. (۱)

اس سے کئی امر مستفاد ہوئے!

ایک یہ کہ بالکل برہنہ سر نماز پڑھنا بھی مکروہ نہیں، جب براہ تکاسل نہ ہو تو ٹوپی پر اکتفا کرنے کو جب کہ براہ تکاسل نہ ہو، محض برسبیل عادت ہو، کیسے مکروہ ہوگا؟ البتہ اگر کوئی شخص صرف ٹوپی سے اسواق (بازار) ومجمع احباب میں نہ جاتا ہو تو اس کے لیے صرف ٹوپی پر اکتفاء کرنا نماز میں مکروہ ہوگا، جس میں انفراد اور اقتداء اور امامت سب برابر ہیں، امام کی تخصیص نہیں؛ کیوں کہ ایسے شخص کے لیے ٹوپی ثیاب بذلہ ومہنہ سے ہے، جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ لیکن اگر عمامہ کی وسعت نہ ہو تو پھر ایسے شخص کے لیے مکروہ نہیں۔

دوسرا امر اس سے یہ مستفاد ہوا کہ ٹوپی کے گر جانے پر اعادہ افضل ہے؛ لیکن اگر قصد تذلل ہو تو اعادہ نہ کرنا افضل ہے، یہ جزئیہ اس شخص کے حق میں ہوسکتا ہے، جو صرف قلنسوۃ؛ یعنی کلاہ سے نماز پڑھ رہا تھا، پھر اس جزئیہ کو ذکر کرکے اس کے ساتھ یہ کہنا ''إلا أنه يكره بقاعدة والسكوت عن البيان فی موضع الضرورة بيان'' دلیل واضح ہے عدم کراہت کی۔

۱۱/رجب ۱۳۴۰ھ (تتمہ خامسہ :۲۲۱) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۳۹۳-۳۹۴)

حکم نماز امام بلا عمامہ:

سوال: امام اگر بلا عمامہ کے نماز پڑھاوے اور مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں، ان کی نماز ہو جائے گی، یا نہیں؟ یہ مسئلہ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اگر پیش امام بلا عمامہ کے نماز پڑھاوے تو جو مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں، ان کی نماز نہ ہوگی؟

(۱) الدرالمختارمع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب فی الخشوع: ٦٤١/١ (٦٧٠/١، دارالفكر بيروت، انيس)

الجواب

اگرامام بلاعمامہ کے نماز پڑھاوے اور مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں تو سب کی نماز درست ہے، کسی کی نماز فاسد نہ ہوگی، البتہ امام مالک کے نزدیک امام مسجد کو بغیر چادراوڑھے امامت کرنا مکروہ ہے؛ لیکن اس کے ترک سے کسی کی نماز فاسد ان کے نزدیک بھی نہیں ہوتی۔

قال مالک: وأكره للامام أن يصلّي بغير رداء إلاأن يكون إمام قوم في سفرأورجلاً أم قومًا في موضع اجتمعوا فيه أوفي داره فأما... مسجد جماعة أومساجد القبائل... فأكره له ذلك واحب إلى أن لوجعل عمامة على عاتقه إذاكان مسافرًاأوصلّي في داره، آه. (المدونة الكبریٰ: ۱/۸۵)(۱)

قلت: والخروج من الخلاف مستحب عندنا أيضا والله أعلم

۳/محرم ۴۵ھ۔ (امدادالاحکام: ۲/۱۳۶)

ٹوپی سے امامت اوراس میں بحث:

سوال: ایک کتاب " الإمامة بالعمامة والصلاة بالمروحة " میں ایک بزرگ نے بہت زور سے ثابت کیا ہے کہ ٹوپی سے نماز نہیں ہوتی اورصحابہ وتابعین وتبع تابعین میں سے کسی نے ٹوپی سے نماز نہیں پڑھی اورحضرت مولانا گنگوہیؒ کے فتاویٰ میں تحریر ہے کہ اگر جماعت بھی ٹوپی سے کرائی جائے تو مکروہ نہیں۔ آیاواقعی نماز ٹوپی سے پڑھنا خلاف سنت ہے؟

الجواب

امامت ساتھ عمامہ کے افضل واحسن ومستحب ہے؛ لیکن صرف ٹوپی سے بلاعمامہ کے مکروہ نہیں ہے۔ (کمافی شرح المنية الكبير) (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۶۹-۱۷۰)

عمامہ کی مقدار:

سوال: نماز کے وقت اکثر پیش امام ٹوپی پر کوئی کپڑا یا رومال لپیٹ لیا کرتے ہیں اورایسا نہ کرنے والے کے

(۱) المدونة الكبرىٰ، الصلاة بالإمامة بالرجل الواحد: ۱/۱۷۸، دارالكتب العلمية بيروت. انيس

(۲) "والمستحب أن يصلي الرجل في ثلثة أثواب: إزاروقميص وعمامة، ولوصلى في ثوب واحدٍ متوشحاً به جميع بدنه كما يفعله القصار في المقصرة جاز من غير كراهة مع تيسير وجود الطاهر الزائد"، إلخ. (غنية المتملي: ۳۳۷، ظفير) (كراهية الصلاة، فصل بيان الذى يكره فى الصلاة، انيس)

اس عبارت سے واضح ہے کہ بلاعمامہ وغیرہ کے صرف ٹوپی سے نماز پڑھنا اورامامت کرانا مکروہ نہیں ہے، اگرچہ افضل یہ ہے کہ عمامہ کے ساتھ ہو۔ ظفیر

ساتھ طعن وتشنیع سے پیش آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نماز میں پیش امام کو عمامہ باندھنا چاہیے، یہ فعل ان کا کیسا ہے؟ اگر کپڑا ٹوپی پر لپیٹے تو کتنا لمبا ہونا چاہیے، کیا اس کے لیے کوئی قید ہے؟ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر مقتدی نصف سے زائد جماعت میں ہوں، جو عمامہ باندھے ہوئے ہوں اور پیش امام ٹوپی پہنا ہو تو نماز مکروہ ہوتی ہے۔

(ملا امیر علی، معلم امام باڑہ، گاؤں قصابان کھنڈہ، محلّہ املی پورہ)

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

نماز بغیر عمامہ کے بلا کراہت درست ہے،(۱) تو پھر طعن وتشنیع کرنا بُرا ہے بلکہ اگر فعلِ مستحب کے ساتھ وجوب کا معاملہ کیا جائے تو اس کا ترک کرنا ضروری ہے، لہٰذا ایسی صورت میں بغیر عمامہ کے کبھی کبھی نماز پڑھنا ضروری ہے،(۲) اور اگر تمام مقتدی بھی عمامہ باندھے ہوئے ہوں اور امام ٹوپی پہنے ہوئے ہو تب بھی نماز میں کراہت نہیں آتی۔

”**وقد اشتهر بين العوام أن الإمام إن كان غير متعمم والمقتدون متعممين،فصلاته مكروهة، وهٰذا أيضاً زخرف القول لادليل عليه**“.(نفع المفتی و السائل:۳۷۔۳۸)(۳)

اور ٹوپی پر رومال وغیرہ باندھنے سے عمامہ کی فضیلت حاصل نہ ہوگی، جب تک سنت کے موافق عمامہ نہ ہو، اس کی مقدار سات ہاتھ اور بعض اوقات بارہ (۱۲) ہاتھ کا عمامہ بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

”**كان له صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عمامة قصيرة وعمامة طويلة،وأن القصيرة كانت سبعة أزرع والطويلة كانت اثنى عشرة ذراعاً،انتهٰى.وظاهر كلام المدخل أن عمامته كانت سبعة أزرع مطلقاً من غيرتقييد بالقصيروالطويل والله أعلم**“.(۴)**فقط والله سبحانه تعالىٰ أعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ جمادیٰ الثانیہ ۱۳۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطف عفا اللہ عنہ، ۲۰/ جمادیٰ الثانیہ ۱۳۵۲ھ۔ صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/ ۴۳-۴۵)

---

(۱) وقد ذكروا: أن المتسحب أن يصلي في قميص وإزار وعمامة ولايكره الاكتفاء بالقلنسوة،ولاعبرة لما اشتهربين العوام من كراهة ذلك،وكذامااشتهرأن المؤتم لوكان متعمماً بعمامة والإمام مكتفياً علىٰ قلنسوة يكره“.(عمدةالرعاية علىٰ هامش شرح الوقاية،كتاب الصلاة،باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱۶۹/۱،سعيد)

”والمستحب أن يصلي الرجل في ثلاثة أثواب:قميص،وإزار،وعمامة وأمالو صلى في ثوب واحد متوشحاً به،تجوز صلاته من غير كراهة“.(الفتاویٰ الهندية،كتاب الصلاة،الباب الثالث في شروط الصلاة : ۵۹/۱،رشيدية)

(۲) قال الطيبي في حاشية المشكوة:أن من أصرعلىٰ مندوب و جعله عزماً ولم يجعل بالرخصة،فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال،فكيف من أصرعلىٰ بدعة ومنكر“.(السعاية في كشف ما في شرح الوقاية ،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة هل يجهر بالذكرأم لا:۲۶۳/۲،سهيل اكيڈمی،لاهور)

(۳) نفع المفتي والسائل من مجموعة رسائل اللكنوي،ذكرالمكروهات المتفرقة: ۱۱۳/۴،إدارة القرآن كراچی)

(۴) جمع الوسائل في شرح الشمائل،باب ماجاء في عمامة رسول الله صلى الله عليه وسلم: ۲۰۷/۱،إدارة تأليف أشرفية ، ملتان

بلاٹوپی وعمامہ امامت:

سوال: ایک امام جب امامت کرنے لگا تو اس کے سر پر نہ پگڑی تھی اور نہ ٹوپی صرف ایک چادر تھی، جو تمام بدن پر اوڑھی ہوئی تھی، ایک مقتدی نے امام سے کہا کہ اس طرح سے نماز مکروہ ہے، اس پر امام صاحب نے جواب دیا کہ میں اسی طرح پڑھاؤں گا، جس کی مرضی ہو پڑھو اور جس صاحب کی مرضی نہ ہو، نہ پڑھو، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

ننگے سر نماز پڑھنا اور پڑھانا جب کہ عمامہ اور ٹوپی موجود ہو مکروہ ہے، معزز لباس پہن کر نماز پڑھنا اور پڑھانا چاہیے، تاہم فریضہ صورت مذکورہ سے ادا ہو جاتا ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۳/۱۳۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۶/ ربیع الاول/ ۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۶/۶)

ٹوپی اور عمامہ سے نماز:

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین مسئلہ ذیل کے درمیان!

ٹوپی سے نماز پڑھانا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، یا نہیں؟ (حوالہ کی سخت ضرورت ہے) اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ٹوپی سے نماز پڑھانی مکروہ ہے، اس کی کیا اصل ہے؟ اس میں اس قدر غلو کرنا کہ فساد پر آمادہ ہو جائیں، کیا حکم رکھتا ہے؟ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ٹوپی سے نماز پڑھنے کا ثبوت ہے تو مہربانی فرما کر حوالہ ضرور دیجئے کہ فلاں کتاب میں درج ہے، اللہ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ والسلام

(العارض: خلیل الرحمٰن مظاہری)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

یہاں دو امر غور طلب ہیں:

اول: صرف ٹوپی کا بغیر عمامہ کے استعمال کرنا۔

---

(۱) وصلاته حاسراً: أى كاشفاً رأسه للتكاسل، ولا بأس به للتذلل وأما للإهانة بها، فكفر". (الدر المختار، كتاب الصلاة مكروهات الصلاة: ۶۴۱/۱، سعيد)

"تكره الصلاة حاسراً رأسه إذا كان يجد العمامة، وقد فعل ذلك تكاسلاً وتهاوناً بالصلاة، ولا بأس به إذا فعله تذللاً وخشوعاً بل هو حسن كذا فى الذخيرة". (الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها، الفصل الثانى فيما يكره فى الصلاة ومالا يكره: ۱۰۶/۱، رشيدية)

دوم: صرف ٹوپی سے نماز پڑھانا، یا امامت کے لیے عمامہ کا ضروری ہونا۔

سوامر اول کے متعلق عرض ہے کہ ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ!

"فرق مابیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس". (۱)

گو اس حدیث پر ترمذی اور بخاری نے کلام کیا ہے، ترمذی نے کہا کہ!

"هٰذاحديث غريب وإسناده ليس بقائم". (۲)

بخاری نے کہا:

"هو واهٍ". (۳)

تاہم بذل المجہود: ۵۲/۵، میں لکھا ہے:

"مراد الحديث أن المشركين كانوا يعممون علىٰ رؤوسهم من غير أن يكون تحت العمامة قلنسوة، ونحن نعمم على القلنسوة، ولأبى الشيخ عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهما: كان لرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ثلاث قلا نس. (الحديث) (۴)

ملاعلی قاریؒ نے شرح شمائل میں لکھا ہے:

"قال: وروى عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهماأن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يلبس القلانس تحت العمائم. ويلبس العمائم بغير القلانس. قال الجزرى رحمه اللّٰه: قال بعض العلماء: السنة أن يلبس القلنسوة والعمائم، فأمالبس القلنسوة بلا عمامة فهوزى المشركين". (۵)

اور صاحب فتح الودود نے شرح ابوداؤد میں اس طرح شرح کی ہے:

"أى أنهم يكتفون بالقلانس، وبه صرح القاضى أبوبكر فى شرح الترمذى، ويحتمل عكسه". (۶)

(۱) وتمام الحديث: "عن أبى جعفربن محمد بن على بن ركانة عن أبيه أن ركانة صارع النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فصرعه النبى صلى اللّٰه عليه وسلم. قال ركانة: وسمعت النبى صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: "فرق مابيننا وبين المشركين العمائم علىٰ القلانس". (سنن أبى داؤد، كتاب اللباس، باب فى العمائم: ۲۰۹/۲، إمداية، ملتان)

(۲) وتمام العبارة: "هٰذاحديث غريب إسناده ليس بقائم، ولانعرف أبا الحسن العسقلانى ولاابن ركانة" (جامع الترمذى، أبواب اللباس، باب: ۳۰۸/۱، سعيد)

(۳) محمد بن ركانة القرشى إسناده مجهول لا يعرف سماع بعضه من بعض. (التاريخ الكبير للبخارى: ۸۲/۱، دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد، انيس)

(۴) بذل المجهود فى حل أبى داؤد، كتاب اللباس، باب فى العمائم: ۵۲/۵، معهدالخليل الإسلامى، كراچى

(۵) جمع الوسائل فى شرح الشمائل، باب ماجاء فى عمامة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ۲۰۷/۱، إدارة تاليفات أشرفية، ملتان

(۶) عون المعبود، كتاب اللباس، باب فى العمائم: ۱۰۲/۱۱، رقم الحديث: ۴۰۷۴، دار الفكر، بيروت

زرقانیؒ نے شرح مواہب میں تحریر کیا ہے:

"قال ابن العربی:أی أن المسلمین یلبسون القلنسوۃ وفوقها العمامة،أما لبس القلنسوۃ فزی المشرکین". (۱)

اس کی تائید میں زرقانیؒ نے ابن ابی شیبہؒ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کا اثر نقل کیا ہے۔

"أن العمامة حاجز:أی ممیز بین المسلمین؛لأنهم یتعممون والمشرکین؛لأنهم لاعمائم لهم". (۲)

کوکب میں ہے:

"إنا نعمم علی القلانس،وهم یکتفون بالعمائم،طیبی.ویحتمل عکس ذلک،بل رجحه القاری فی المرقاۃ،والأول الشیخ عبد الحق" آہ.(۳)

امر دوم کے متعلق بھی بہت کچھ وضاحت ہوگئی،مزید توضیح کے لیے چند عبارات اور نقل کرتا ہوں:

"کانت عمامته علیه السلام فی أکثر الأحیان ثلاثة أذرع شرعیة،وفی الصلوات الخمس سبعة أذرع،وفی الجمع والأعیاد إثنا عشر ذراعاً". (العرف الشذی)(۴)

عن عمرو بن حریث عن أبیه عمرو بن حریث رضی اللّٰه عنه قال:رأیت النبی صلی اللّٰه علیه و سلم علی المنبر یخطب وعلیه عمامة سوداء".فیه الاستحباب لمن أراد الجمعة أن یعتم و یرتدی، والإمام آکد". (بذل المجهود)(۵)

"عن محمد بن المنکدرقال:رأیت جابربن عبد اللّٰه یصلی فی ثوب واحد،وقال:رأیتُ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یصلی فی ثوب واحد". (صحیح البخاری)(۶)

---

(۱) شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة،النوع الثانی فی لباسه و فراشه:۶/ ۲۷۸، دارالکتب العلمیة،بیروت

(۲) شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة،النوع الثانی فی لباسه وفراشه: ۶/۲۷۵-۲۷۶، دارالکتب العلمیة،بیروت

(۳) الکوکب الدری،أبواب اللباس ،فرق مابیننا وبین المسلمین:۱/ ۴۳۶،المکتبة الیحیویة سهارنفور،الهند

(۴) العرف الشذی علیٰ هامش جامع الترمذی، أبواب اللباس،باب ماجاء فی العمامة السوداء: ۱/ ۳۰۴،سعید

(۵) بذل المجهود فی حل أبی داؤد،بروایة جعفربن عمروبن حریث عن أبیه عمروبن حریث، أیضًاحدیث آخر، آه ".کتاب اللباس،باب فی العمائم:۵/ ۵۱،معهد الخلیل الإسلامی،کراچی

(۶) صحیح البخاری،کتاب الصلاۃ،باب عقد الإزارعلی القفا فی الصلاۃ: ۱/ ۵۱،قدیمی (ولیس فی المتن لفظ:"واحد"من آخر لفظ الحدیث بل هومن ألفاظ هامش البخاری.انیس)

" كان الخلاف فى منع جواز الصلا ة فى الثوب الواحد قديماً ، ثم استقر الأمر على الجواز". (فتح البارى مختصراً)(۱)

"والغرض بيان جوازالصلاة فى الثوب الواحد،ولوكانت الصلاة فى الثوبين أفضل". (۲)

"والمستحب أن يصلى الرجل فى ثلاثة أثواب:قميص وإزاروعمامة،أمالوصلٰى فى ثوب واحد متوشحاً به جميع بدنه كإزارالميت،تجوزصلا ته من غير كراهة". (الكبيرى)(۳)

"سئلت مرة عن الصلاة بغيرعمامة هل تكره ،كما هوالمشهوربين العوام ؟ فتجسسته فى كتب الفقه، فلم أجد سوا قولهم:والمستحب أن يصلى الرجل فى ثلاثة أثواب:قميص وإزار و عمامة ، و هولا يدل علٰى كراهة الصحة بدونها،كماحرره بعض علماء عصرنا ظاناً أن ترك المستحب مكروه،وذلك لأنه قد صرح فى البحروغيره أن ترك المستحب لا تلزم منه الكراهة مالم يقم دليل خارجى عليه.وقد يستدل على الكراهة فيما نحن فيه بأن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم واظب على الصلاة مع العمامة.

فإنه يعلم من الأخبار أنه كان يضع العمامة علٰى رأسه دائماً لاسيماً فى الصلاة،نعم!كان يضعها بين يديه فى بيته،والمواظبة دليل السنية،وخلاف السنة مكروه،وفيه أن المواظبة النبوية التى هى دليل السنية إنما هى المواظبة فى باب العبادات دون العادات،كما فى شرح الوقاية و غيره. ومواظبته على العمامة من قبيل الثانى،فلا يكون تركه مكروهاً،نعم!يكون الأولٰى الإقتداء به.وأفاد الوالد العلام فى بعض تحريراته:أنه تكره الصلاة بدونها فى البلاد التى عادة سكانها أنهم لايذهبون إلى الكبراء بدون العمامة". (نفع المفتى والسائل للعلامة اللكنوى،ص: ۷۰)(۴)

ومن أصرعلٰى مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة،فقدأصاب منه الشيطان عن الإضلال ، فكيف من أصرعلٰى بدعة أومنكر،وجاء فى حديث ابن مسعود رضى اللّٰه عنه :"إن اللّٰه يحب أن يؤتٰى رخصه كما يحب أن تؤتٰى عزائمه" آه.(السعاية)(۵)

(۱) فتح البارى،كتاب الصلاة،باب عقد الإزارعلى القفا فى الصلاة: ۶۱۷/۱،قديمى

(۲) فتح البارى ،كتاب الصلاة،باب عقد الإزارعلى القفا فى الصلاة: ۶۱۶/۱،قديمى

(۳) الحلبى كبير،كتاب الصلاة ، فروع فى الستر،ص: ۲۱۶۔

(۴) نفع المفتى و السائل من مجموعة رسائل اللكنوى،ذكرالمكروهات المتفرقة: ۱۱۲/۴۔۱۱۳،إدارة القرآن،كراچى

(۵) السعاية فى كشف ما فى شرح الوقاية ،كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة هل يجهربالذكر أم لا: ۲۶۳/۲،سهيل اكيڈمى لاهور

"الإصرار علٰی أمر مندوب یبلغه إلٰی حد الکراهة". (سباحة الفکر)(۱)

عبارات مذکورہ سے چند امور ثابت ہوئے:

(۱) عمامہ مستحب ہے۔

(۲) یہ امر من حیث العادۃ ہے، من حیث العبادۃ نہیں۔

(۳) عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا اولیٰ ہے اور مستحب ہے۔

(۴) بلا عمامہ بھی نماز مکروہ نہیں۔

(۵) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بلا عمامہ نماز ثابت ہے۔

(۶) امر واجب کا معاملہ امر مستحب کے ساتھ کرنا ناجائز ہے۔

(۷) جن شہروں میں بلا عمامہ کے معزز مجالس میں جانا عار کی بات ہو، وہاں نماز بھی بلا عمامہ مکروہ ہے۔

(۸) کبھی کبھی مستحب کے مقابل رخصت؛ یعنی محض مباح پر بھی عمل کرنا چاہیے، خاص کر ایسی جگہ جہاں مستحب پر اصرار کیا جاتا ہو کہ اس سے مندوب حدِ کراہت تک پہنچ جاتا ہے، اس کی وجہ سے آمادۂ فساد ہونا تو بڑی جہالت اور گناہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۷/۷/۵ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/ رجب/ ۱۳۵۷ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/ ۴۷-۵۲)

---

(۱) هٰذه القاعدة لم أجدها فی سباحة الفکر بلفظها، بل المذکور هناک هٰکذا: "أو التزم کالتزام الملتزمات، فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروهاً". (سباحة الفکر فی الجهر بالذکر فی مجموعة رسائل اللکنوی: ۳/ ۳٤، إدارة القرآن کراچی)

قال الطیبی: ...ومن أصر علٰی أمر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشیطان عن الاضلال، فکیف من أصر علٰی بدعة أو منکر. (السعایة فی کشف ما فی شرح الوقایة، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة هل یجهر بالذکر أم لا: ۲/ ۲٦۳، سهیل اکیڈمی، لاهور)/ شرح المشکاة للطیبی الکاشف عن حقائق السنن، باب الدعاء فی التشهد: ۳/ ۱۰۵۱، مکتبة نزار مصطفی الباز)/ مصباح الزجاجة شرح سنن ابن ماجة للسیوطی، باب الترجیع: ۱/ ٦٦، قدیمی کتب خانه کراتشی)/ مرقاة المصابیح شرح مشکوٰة المصابیح، باب الدعاء فی التشهد: ۲/ ۷٥٥، دار الفکر بیروت)/ مرعاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح، باب الدعاء فی التشهد: ۳/ ۱۰۳، الجامعة السلفیة بنارس، انیس)

رومال لپیٹنے کو عمامہ کہا جائے گا، یا نہیں:

سوال (۱) عمامہ تو سات یا گیارہ گز کا ہوتا ہے۔آج کل امام جو کوئی رومال وغیرہ امامت کے وقت لپیٹ لیتے ہیں اس کو عمامہ کیسے کہیں گے؟

(۲) امام کی بیوی ساڑی لہنگا یعنی جو ہندوؤں کی عورتیں پہنتی ہیں اس امام کے پیچھے نماز کیسی ہوتی ہے؟

الجواب

(۱) سات یا گیارہ گز کی تحدید شارع علیہ السلام نے نہیں لگائی ،عرف میں جس کو عمامہ کہتے ہیں،اسی پر عمامہ کا اطلاق کیا جاوے گا۔

(۲) پیش امام کی امامت میں اس سے کچھ کراہت نہیں ہے۔فقط

کتبہ عزیز الرحمٰن (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۰۳/۳)

امامت بغیر عمامہ ثابت ہے، یا نہیں:

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا علما سے بدون عمامہ کے نماز پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب

"أو کلکم یجد ثوبین" (۱) وغیرہ احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ عمامہ ضروریات صلوٰۃ ،یا امامت سے نہیں ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۰۸/۲)

امامت بغیر عمامہ:

سوال: مشہور ہے کہ بلا عمامہ امام نماز پڑھاوے تو نماز مکروہ ہوتی ہے، یہ صحیح ہے، یا غلط؟

الجواب

بلا عمامہ نماز مکروہ نہیں ہوتی؛لیکن عمامہ کے ساتھ بہتر وافضل ہے،ثواب زیادہ ہوجاتا ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۲۵/۳)

---

(۱) دیکھئے:الدار قطنی ، باب الصلاة فی الثوب الواحد : ۱۰۵/۱ ،ظفیر(عن أبی هريرة قال:قام رجل فقال:يا رسول الله صلى الله عليه وسلم:أيصلي الرجل في الثوب الواحد؟قال:أو كلكم يجد ثوبين؟الخ.(سنن الدارقطنی،باب الصلاة في الثوب الواحد (ح:۱۰۹۱)انیس)

(۲) والمستحب أن يصلي الرجل في ثلٰثة أثواب:إزاروقميص وعمامة،ولوصلّٰى في ثوب واحدٍ متوشحاً به جميع بدنه إلخ جازمن غير كراهة (غنية المتملی،ص:۳۳۷،ظفير)

عمامہ والوں کی نماز بے عمامہ امام کے پیچھے صحیح ہے، یا نہیں:

سوال: اگر مقتدیان ہمہ، یا بعض بعمامہ وامام بے عمامہ، یا بالعکس نماز گزارند دروی چہ نقص افتد؟ **بینوا بالأحادیث الصحیحة توجروا بالنعماء العظیمة.** (۱)

الجواب

دراں نماز ہیچ نقص نیست در ہر دو صورت۔ (۲)

لحدیث: "أو كلكم يجد ثوبين".

وفی شرح المنية: والمستحب أن يصلی الرجل فی ثلثة أثواب إزاروقميص و عمامة، ولوصلٰی فی ثوب واحدٍ متوشحاً به جميع بدنه كما يفعله القصارفی المقصرة جازمن غير كراهة مع تيسيروجود الطاهرالزائد ولكن فيه ترک الاستحباب إلخ. (ص: ۳۳۷) **فقط والله أعلم**

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۴۴)

سبز و نارنجی عمامہ باندھنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: اماموں کو سبز یا نارنجی عمامہ باندھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

سبز اور نارنجی رنگ کی شرعاً ممانعت نہیں ہے، لہٰذا اس کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے، البتہ نارنجی رنگ کا عمامہ اچھا نہیں ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/)

---

(۱) اگر تمام مقتدی یا بعض عمامہ باندھ کر اور امام بلا عمامہ، یا اس کے برعکس نماز پڑھیں تو کیا اس میں کوئی شرعی خرابی ہے؟ برائے کرم صحیح احادیث سے جواب دے کر اجر جزیل کے مستحق ہوں۔ انیس

(۲) دونوں صورتوں میں نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔ انیس

(۳) وكره لبس المعصفر والمزعفر الأحمر والأصفرللرجال، مفاده أنه لايكره للنساء ولابأس بسائر الألوان. (الدر المختار) ففی جامع الفتاوٰی: قال أبوحنيفة والشافعي ومالک رحمهم الله تعالٰی يجوزلبس المعصفر، وقال جماعة من العلماء مكروه بكراهة التنزيهية. (ردالمحتار، كتاب الحظروالإباحة، فصل فی اللبس: ۵ / ۳۱۴، ظفير)

لباس سے متعلق چند مسائل:

پائجامہ:

لباس مختلف قسم کے ہوتے ہیں اور شریعت میں کسی خاص لباس پہننے کی تاکید نہیں ہے، البتہ جو لباس بدن کے حصہ کو اچھی طرح چھپائے وہ شریعت کی نظر میں اسی قدر بہتر ہے، پائجامہ بدن کے حصے کو زیادہ چھپاتا ہے؛ اس لیے اگر چہ تہبند کا استعمال صحیح ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے زیب تن فرمایا ہے، لیکن پائجامہ کا استعمال بہتر ہے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پائجامہ خریدا ہے۔ ==

== حضرت مالک بن عمیرہ اسدیؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے پہلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پائجامہ خریدا، اور قیمت زیادہ کرکے دی۔ ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خریدنا بلاضرورت تو نہ ہوگا، ہاں زیادہ استعمال ازار (تہبند) کا کرتے تھے۔ (فتح الباری: ۱۰/۲۷۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بازار آیا۔ آپ ایک پارچہ فروش کے پاس بیٹھ گئے اور چار درہم میں پائجامہ خریدا۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ پائجامہ پہنتے ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں؟ سفر وحضر اور شب وروز پہنتا ہوں۔ اس لیے کہ مجھے بھی تو جسم پوشی کا حکم دیا گیا ہے''۔ (فتح الباری: ۱۰/۲۷۳)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پائجامہ زیب تن فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بظاہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال ہی کے لیے خرید کیا ہوگا اور ایک سے زیادہ روایتیں ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی پائجامہ پہنا ہے اور دوسرے حضرات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے پائجامے استعمال کرتے تھے۔ (زادالمعاد: ۱/۵۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو تہبند نہ پائے تو وہ پائجامہ پہن لے اور جو شخص جوتا نہ پائے تو خفین (چمڑے کا موزہ) پہن لے''۔ (صحیح البخاری: ۲/۸۶۳)

ظاہر ہے کہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پائجامہ پہننے کی اجازت دے رہے ہیں۔

لنگی:

پرانے زمانے میں پائجامہ کا استعمال بہت کم ہوا کرتا تھا، اکثر لوگ تہبند اور لنگی پہنا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا عام معمول تہبند اور لنگی پہننے کا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یمن کی تیار کردہ موٹی لنگی اور وہ کپڑا جس کو ملبدہ کہا جاتا ہے نکالا اور فرمایا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کپڑوں میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ (ابوداؤد: ۲/۵۵۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کی لمبائی چار ہاتھ اور ایک بالشت تھی۔ (جمع الوسائل فی شرح الشمائل/۱۷۰)

دھوتی:

دھوتی کو اگر لنگی کی طرح پہنا جائے تو شرعی اعتبار سے درست ہے، لیکن اس طرح پہنا جائے جیسا کہ موجودہ دور میں لوگوں کے پہننے کا رواج ہے کہ ران اور گھٹنہ کھلا ہے، تو درست نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احتباء سے منع فرمایا ہے اور احتباء کے ممانعت کی وجہ ستر کا کھلنا ہے اور یہ دھوتی میں موجود ہے۔ (ابوداؤد: ۲/۵۶۴)

کپڑے کا ٹخنہ سے نیچے ہونا:

اسلام چاہتا ہے کہ انسان کا ہر عمل بندگی کا مظہر اور تواضع کا حامل ہو اس لیے کہ اللہ تعالی کے نزدیک تواضع سے بڑھ کر کوئی وصف محبوب وپسندیدہ نہیں ہے۔ کبر اور شہرت اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''جو شخص شہرت کا لباس پہنے گا، اس کو اللہ تعالیٰ جہنم میں ایسا لباس پہنائیں گے، جس سے آگ کے انگارے پھوٹ رہے ہوں گے''۔ (ابوداؤد: ۲/۵۵۸) ==

== اسلام سے پہلے شاہان مملکت اپنا لباس ٹخنہ سے نیچے لٹکاتے تھے اور اس کے ذریعہ اپنی بڑائی کا اظہار کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نصف پنڈلی تک تہبند پہننے کا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "**ماأسفل من الكعبين من الإزار ففي النار**". (صحیح البخاری:۸۶۱/۲)

جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہوجائے وہ حصہ جہنم میں ہے؛ اس لیے ٹخنہ سے نیچے پائجامہ، یا لنگی پہننا مکروہ ہے؛ لیکن یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس کی اجازت دی ہے کہ وہ ٹخنہ سے نیچے پائجامہ یا تہبند زیب تن کریں، جو حکم پائجامہ اور لنگی کا ہے وہی حکم قمیص اور کرتا کا بھی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم ازار (لنگی) کے سلسلے میں دیا ہے، وہی حکم قمیص کا بھی ہے۔ (ابوداؤد:۵۶۶/۲)

کرتا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرتا زیب تن کیا ہے اور کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب و پسندیدہ کپڑا تھا، جس کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

"**كان أحب الثياب إلى النبى صلى الله عليه وسلم القميص**". (ابوداؤد:۵۵۸/۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے محبوب کپڑا قمیص تھا۔

دوسری روایت میں ہے:

"**كانت يدكم قميص رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى الرسغ**". (ابوداؤد:۵۵۸/۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی۔

ٹوپی:

اسلامی تہذیب کا تقاضہ ہے کہ سر ڈھکا رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر عمامہ استعمال کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوپی بھی استعمال کی ہے۔ حضرت رکانہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

"ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپی کے اوپر عمامہ پہننا ہے"۔ (ابوداؤد:۵۶۴/۲)

لیکن بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ٹوپی بھی استعمال کی ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی صرف عمامہ باندھتے تھے، کبھی ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھتے، بعض دفعہ صرف ٹوپی پہننا بھی ثابت ہے"۔ (زاد المعاد:۱۳۵/۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"**لابأس بلبس القلانس وقد صح أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يلبسها**". (فتاویٰ ہندیہ:۳۳۰/۵)==

== ٹوپی پہننے میں کوئی قباحت نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو پہننا صحیح روایت سے ثابت ہے۔

رومال:

سر کے اوپر کوئی ایسا کپڑا ڈال لینا جو پیشانی تک آجاتا ہو، اس کو رومال کہتے ہیں، اس کا سر پر رکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور یہ سنت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت والی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا جو نقشہ کھینچا ہے، اس میں یہ ہے: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر کپڑا ڈال کر سر جھکائے آرہے تھے''۔ (صحیح البخاری:۲/۸٦۴)

بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ کے اوپر بھی رومال کی شکل کا کپڑا باندھتے تھے جس کو عصابہ کہتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں:

''عصب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم على رأسه حاشية برد''. (صحیح البخاری:۲/۸٦۴)

مرض الوفات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روئے مبارک پر اونی، سوتی رومال رکھے ہوئے تھے، جب کچھ افاقہ ہوتا تو اپنا چہرہ کھولتے تھے۔ (صحیح البخاری:۲/۸٦۵)

عمامہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول عمامہ باندھنے کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عمامہ کا نام سحاب تھا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باندھا تھا۔ یہ بھی معمول تھا کہ کبھی صرف عمامہ باندھتے اور کبھی ٹوپی پہن کر اس کے اوپر عمامہ باندھتے تھے۔ (زاد المعاد:۱/۱۳۵)

عرب میں عمامہ باندھنے کا عام رواج تھا مشرکین اور مسلمان سب باندھا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امتیاز قائم کرنے کے لیے یہ فرمایا ہے: ''ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق صرف اتنا ہے کہ ہم عمامہ ٹوپی کے اوپر باندھتے ہیں اور وہ لوگ ٹوپی کے اوپر نہیں؛ بلکہ صرف عمامہ باندھتے ہیں۔ (ابوداؤد:۲/۵٦۴)

سن ۸/ہجری میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ (ابوداؤد:۲/۵٦۳)

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے کالا عمامہ باندھنے کو مستحب قرار دیا ہے اور عمامہ باندھنے کا مستحب طریقہ یہ بتلایا ہے کہ عمامہ کے چھور کو دونوں مونڈھوں کے درمیان پیٹھ کے بیچ تک چھوڑ دیا جائے۔

''وندب لبس السواد وإرسال ذنب العمامة بين الكتفين إلى وسط الظهر''. (فتاوی ہندیہ:۵/۳۳۰)

موزہ:

موجودہ دور میں مختلف قسم کے موزے عام طور پر استعمال ہو رہے ہیں، چمڑے کے موزہ کا استعمال قدیم زمانے سے ہے۔ آج کل سوتی اور اونی کپڑے کا موزہ تیار کیا جاتا ہے۔ اونی، سوتی موزے پر اگرچہ عمومی طور پر مسح جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر وہ موٹا ہو اور بغیر باندھے پاؤں پر ٹکا ہوا ہو تو اس پر مسح کر سکتے ہیں۔ باریک سوتی، اونی موزہ پر مسح نہیں کر سکتے ہیں؛ لیکن اس کو پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بہر حال موزہ پہننا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔ (مسلم:۱/۱۳۲) ==

== **سوئیٹر، جیکٹ ، گون:**

سرد علاقوں میں ٹھنڈک سے محفوظ رکھنے میں سوئیٹر، جیکٹ، گون وغیرہ کا اہم کردار ہے موجودہ دور میں لوگوں نے چادر کو چھوڑ کر ٹھنڈک سے بچاؤ کے لیے ان ہی اشیاء کو اپنالیا ہے اور چادر کا استعمال دن بدن متروک ہوتا جارہا ہے۔ان لباسوں کو پہننا از روئے شرع جائز ہے اور اگر حسن نیت ہوتو اجر بھی ملے گا۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے مابین ''قبا'' تقسیم فرمایا مگر حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کو ایک بھی قبا نہیں دیا۔حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بیٹے میرے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو، میں ان کے ساتھ گیا، پھر کہا کہ اندر جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاؤ، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے جسم مبارک پر انہی قبا میں سے ایک قبا تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس کو تمہارے لیے چھپا کر رکھا تھا، حضرت مسور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا اور خوش ہوئے۔(صحیح البخاری:۲/۸۶۳)

جبہ:

ہندوستان و پاکستان کے سرد علاقوں میں جبہ کا رواج عام ہے، اس کو کرتے کی جگہ بھی استعمال کرتے ہیں اور کرتے کے اوپر بھی پہنتے ہیں، اس کا پہننا جائز ہے۔خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو زیب تن کیا ہے۔غزوہ تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبہ پہنے ہوئے تھے، عمومی حالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا استعمال کثرت سے فرماتے تھے۔(زاد المعاد:۱/۱۴۳)

چادر:

انسان سردی گرمی ہر موسم میں کپڑا استعمال کرتا ہے، بعض کپڑے ایسے ہیں جن کو صرف گرمی میں استعمال کیا جاتا ہے اور بعض کو صرف سردی میں، لیکن چادر ایک ایسا لباس ہے جس کو انسان سردی گرمی ہر موسم میں استعمال کرتا ہے۔

حجۃ الوداع کا واقعہ ہے کہ منی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھچر پر بیٹھ کر تقریر کررہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لال رنگ کی چادر زیب تن کررکھی تھی اور حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجمانی کررہے تھے۔(ابوداؤد:۲/۵۶۳)

یہ لال چادر بالکل سرخ نہیں تھی؛ بلکہ اس کے اندر سرخ رنگوں کی دھاری تھی۔اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چادر کا استعمال سنت ہے۔(زاد المعاد:۱/۱۴۳)

بستر:

انسان اپنی خواہش کے مطابق نفیس سے نفیس بستر رکھ سکتا ہے، شرعاً درست ہے اسی طرح عمدہ سے عمدہ بستر کی چادر بھی رکھ سکتا ہے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگوں کے پاس قالین ہے۔میں نے کہا: ہم لوگوں کے پاس قالین کی حیثیت کہاں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مستقبل میں تم لوگوں کو بھی قالین حاصل ہوگی''۔(ابوداؤد:۲/۵۷۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بستر کے بارے میں بیان فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر چمڑے کا تھا، جس کے اندر کھجور کے درخت کی نرم چھال بھری ہوئی تھی۔(ابوداؤد:۲/۵۷۱) ==

== **تکیہ:**

تکیہ کا استعمال درست ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا استعمال ثابت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"**وكان وسادة رسول الله صلى الله عليه وسلم الذى ينام عليه بالليل من أدم حشوها ليف**". (ابوداؤد:۲/۵۷۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر رکھ کر سوتے تھے چمڑے کا تھا اس کے اندر کھجور کے درخت کی نرم چھال بھری ہوئی تھی۔

کمبل:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں بہت سے کپڑوں کو زیب تن فرمایا ہے وہیں کمبل بھی استعمال فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کالے کمبل کو رنگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہنا، جب پسینہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسینہ کی بدبو محسوس کی، چنانچہ اس کو رکھ دیا"۔ (ابوداؤد:۲/۵۶۳)

نبوت کے ابتدائی دور میں جب وحی کا آغاز ہوا تو اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ دہشت محسوس ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے کہا تھا: "**زملونى زملونى**" (میرے جسم پر چادر ڈالو) اس کے بعد دو سورتیں نازل ہوئیں:

"**يا ايها المزمل - يا أيها المدثر**" جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے کپڑے میں لپٹنے والے اور کمبل میں لپٹنے والے کا نام دے کر پکارا۔ (صحیح البخاری:۲/۷۳۳)

کپڑے میں تشبہ:

لباس اور وضع قطع کے بارے میں شریعت کا اہم قاعدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو کفار و مشرکین کی مشابہت نہیں اختیار کرنی چاہیے، بلکہ ان کا الگ شعار ہونا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبہ سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"**من تشبه بقوم فهو منهم**". (ابوداؤد:۲/۵۵۹)

جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کا تشبہ اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کا تشبہ اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔ (ابوداؤد:۲/۵۶۶)

ان روایات سے تشبہ کی ممانعت معلوم ہوتی ہے، دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک قوم کا دوسری قوم سے ہر چھوٹی بڑی چیز میں ممتاز ہونا اور تشبہ سے مکمل طور پر اجتناب کرنا عادتاً ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ایسی حدیں مقرر کرنا ضروری ہے، جن کے ذریعہ احکام متعین کئے جاسکیں کہ کن امور میں کس درجہ کا تشبہ ناجائز ہے۔

(۱) ظاہر ہے کہ تشبہ کی بدترین قسم وہ ہے جو دینی و مذہبی شعائر میں ہو، مثلاً ہندوؤں کی طرح قشقہ لگانا، سکھوں کی طرح ہاتھ میں بالے پہننا اور مخصوص انداز میں بال کو گوندکر پگڑی باندھنا، عیسائیوں کی طرح صلیب لٹکانا، برہمنوں کی طرح زنار پہننا وغیرہ یہ بہر حال حرام ہوں گے۔

(۲) جہاں تک معاشرتی اور سماجی زندگی اور باہمی تعلقات کی بات ہے اس میں بھی اسلام کی منشاء یہ ہے کہ مسلمان اپنے طور وطریق میں ممتاز رہیں مثلاً سلام میں یہودیوں اور عیسائیوں کے تشبہ سے روکا گیا۔ پس ایسی چیزیں جن کے لیے شریعت نے اصول مقرر کردیئے ہیں جیسے کھانا پینا، داڑھی، مونچھ، آداب ملاقات، ان امور میں اسلامی طریقے کو نظر انداز کر کے کسی خاص قوم کی وضع کو اختیار کرلینا مکروہ ہوگا۔ ==

== (۳) لباس کے احکام میں چند خاص قیود وحدود کے ساتھ شریعت نے فراخی رکھی ہے۔ان حدود میں سے ایک یہ ہے کہ لباس ایسا نہ ہو کہ دوسری قوموں سے تشبہ میں نمایاں ہو اور دیکھتے ہی یہ خیال ہو کہ فلاں قوم کا یہ شخص ہے۔

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مگر تشبہ کا حکم اسی صورت میں ہوتا ہے کہ دیکھنے والا اسے دیکھ کر اس شبہ میں پڑ جائے کہ یہ شخص اس قوم کا فرد ہے''۔(کفایۃ المفتی:۹/۱۶۰، جواب/۲۰۹)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لندن میں انگریزی لباس کے استعمال کے سلسلہ میں جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں اس باب میں یہ سمجھے ہوا ہوں کہ جس جگہ یہ لباس قومی ہے، جیسے ہندستان میں، وہاں اس کا پہننا ''**من تشبہ بقوم فھو منھم**'' میں داخل ہوتا ہے اور جہاں ملکی ہے، جس کی علامت یہ ہے کہ وہاں سب قومیں اور سب مذاہب کے لوگ ایک ہی لباس پہنتے ہیں، وہاں پہننا کچھ حرج نہیں''۔(امداد الفتاوی:۴/۲۶۸)

(۴) اسی طرح مردوں کو عورتوں کا اور عورتوں کو مردوں کا تشبہ اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور ایسی چیز کا استعمال کرنا جس کو دیکھ کر مرد کے عورت اور عورت کے مرد ہونے کا گمان ہو جیسے ہار، کنگن، پازیب وغیرہ پہننا یہ درست نہیں ہے۔(عمدۃ القاری:۲۲/۴۱)

البتہ اگر کسی علاقہ میں ایسا ہو کہ عورتوں اور مردوں کے لباس کی وضع میں کافی یکسانیت پائی جاتی ہے تو ایسی صورت میں ان کے لباس میں یہ تشبہ کراہت کے دائرہ میں نہیں آئے گا۔(فتح الباری:۱۰/۴۰۸)

جیسے فرن جو کشمیر و دیگر سرد علاقوں میں رائج ہے اور عورت، مرد دونوں پہنتے ہیں۔

فساق کا لباس:

مسلمانوں کو اپنے لباس میں ممکن حد تک غیر مسلموں اور فساق و فجار کی مخصوص وضع اور لباس سے احتراز کرنا چاہیے، نیز مرد وعورت کے لباس اور ان کی وضع قطع میں بھی امتیاز باقی رہنا چاہیے اور دیندار و صالحین کی وضع قطع اختیار کرنی چاہیے۔

کوٹ، پینٹ، ساڑی اور بلاؤز:

کوٹ، پینٹ کا پہننا کسی زمانے میں گرچہ مکروہ تھا اور حدیث ''**من تشبہ بقوم فھو منھم**'' میں داخل تھا؛ لیکن موجودہ دور میں بلا کراہت ان کا استعمال درست ہے؛ اس لیے کہ اب یہ کسی مخصوص قوم کا شعار نہیں ہے اور ان کپڑوں کے استعمال سے ذہن پہننے والوں کو دوسری قوم کا تصور بھی نہیں کرتا ہے اور یہ ہر قوم و مذہب میں مروج ہے، اب یہ کوئی مذہبی و قومی لباس نہیں رہا، مگر لباس پینٹ ہو یا کوئی دیگر اس قدر تنگ وچست ہو جس سے اعضا ظاہر ہوتے ہوں تو جائز نہیں ہے، اسی طرح بلاؤز میں اگر قابل ستر حصہ کھلتا ہے تو بہر صورت ناجائز وحرام ہوگا اور یہ حرمت تشبہ کی وجہ سے نہیں ہے؛ بلکہ عورت کا قابل ستر حصے کا کھلے رہنے کی وجہ سے ہے۔اسی طرح ساڑی جن علاقوں میں تمام عورتیں پہنتی ہیں، اس کا پہننا جائز ہے اور اب یہ کسی خاص مذہب کا شعار نہیں ہے؛ اس لیے اگر بے ستری نہ ہو تو اس کے پہننے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

جانگیہ پہننا:

مرد کا ستر جس کا چھپانا ضروری ہے ناف سے گھٹنے تک ہے؛ اس لیے ایسا کوئی بھی جانگیہ، یا نصف پائجامہ پہننا جس سے گھٹنے کھلے رہیں، اس کی اجازت نہیں؛ کیوں کہ اس میں ستر کھلا رہ جاتا ہے، البتہ پائجامہ، یا لنگی کے نیچے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(لباس کے احکام ومسائل،ص:۲۸-۴۱) (انیس الرحمٰن قاسمی)

فاسق کی امامت

فاسق وفاجر کی تعریف اور اس کی امامت:

سوال (۱) فاسق وفاجر کس کو کہتے ہیں؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے، یا نہیں؟

(۲) کیا ہر مسلمان کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے؟

(۳) امامت کے لیے ذات کا لحاظ ہے، یا علم کا؟

الجواب

(۱) فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو اوامر شرع کا تارک ہو اور منہیات کا مرتکب ہوتا ہو، خواہ بعض کا یا اکثر کا یا کل کا اور فاجر سے بھی یہی مراد ہے،(۱) امامت ایسے شخص کی مکروہ تحریمی ہے، نماز اس کے پیچھے ہوجاتی ہے: مگر مکروہ ہوتی ہے۔(۲) فقط

(۲) نماز ہر شخص کے پیچھے درست ہوجاتی ہے، اگرچہ امام کا اعلم اور متقی ہونا بھی ضروری و بہتر ہے۔

(۳) امامت میں مقدم لحاظ علم کا ہے، علم کا ہونا ضروریات سے ہے۔ فقط

رشید احمد، الأجوبۃ صحیحۃ۔(دستخط، مہر فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۹۸/۳-۲۹۹(دیوبند:۱۳۹۰ھ)(۳)(باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۰)

---

(۱) الفاسق: من شهد واعتقد ولم يعمل قاله السيد يعنى يرتكب الكبائر ويصر على الصغائر. (التعريفات الفقهية، حرف الفاء: ١٦١/١، دارالكتب العلمية بيروت/ وكذا فى معجم لغة الفقهاء، حرف الفاء: ٣٣٨/١، دارالنفائس. انيس)

الفسق: العصيان والترك لأمر الله عزوجل والخروج عن طريق الحق، الخ. (لسان العرب، حرف الفاء: ٣٠٨/١٠، دارصادر بيروت. انيس)

فاسق لخروجه من طاعة ربه فالفسق هو الخروج يقال: فسقت الرطبة إذا خرجت من قشرها وسميت الفارة فويسقة لخروجها من حجرها ولهذا كان الفاسق مؤمنا لأنه غير خارج من أصل الدين وأركانه اعتقاداً ولكنه خارج من الطاعة عملاً، الخ. (أصول السرخسى، فصل فى بيان المشروعات من العبادات: ١١١/١، دارالمعرفة بيروت. انيس)

(۲) وعندالحنفية ليست العدالة شرطا للصحة فيصح تقليد الفاسق الإمامة مع الكراهة، الخ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٤٩/١، دارالفكر بيروت. انيس)

(۳) مجموعہ فتاویٰ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب۔ مرتبہ مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب، باب امامت وجماعت ==

فاسق کی تعریف اوراس کی امامت کاحکم:

سوال: اگر کوئی شخص باوجود عقیدہ صحیح رکھنے کے تارک ارکان اسلام ہوتو کیا بروئے شریعت اس کو کافر، فاسق، فاجر، یا منافق کہنا صحیح ہے، یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو جو شخص ایسے آدمی کو کافر کہے تو عندالشرع اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۰۴۳، مظفر خان صاحب (لاہور) ۱۳ر رمضان ۱۳۵۶ھ ۱۸ر نومبر ۱۹۳۷ء)

== **فاسق وفاجر کی تعریف اوراس کی امامت:**

سوال (۱) فاسق وفاجر کس کو کہتے ہیں؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

متعین امام کے علاوہ امام بنکر جماعت شروع کردے اورامام آجائے تووہ کیا کرے:

(۲) محلّہ کا امام کسی عذر کے سبب سے نماز کے وقت مسجد میں نہ ہواور نمازی کسی کوامام کر کے نماز شروع کردیں پھر امام آجائے تووہ شریک جماعت ہو یا نہ ہواوران لوگوں کی نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

ہرمسلمان کے پیچھے نماز جائز ہے:

(۳) کیا ہر مسلمان کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے؟

امامت میں علم کااعتبار ہے، یاذات پات کا:

(۴) امامت کے لیے ذات کالحاظ ہے یا علم کا؟

الجواب

(۱) فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جواوامر شرع کا تارک ہواور منہیات کا مرتکب ہوتا ہو، خواہ بعض کا یا اکثر کا یا کل کا اور فاجر سے بھی یہی مراد ہے۔ امامت ایسے شخص کی مکروہ تحریمی ہے نماز اس کے پیچھے ہوجاتی ہے مگر مکروہ ہوتی ہے۔ (**كره إمامة الفاسق، والفسق لغةً: خروج عن الإستقامة وهومعنٰى قولهم خروج الشيء عن الشيء علٰى وجه الفساد، وشرعاً: خروج عن طاعة اللّٰه تعالٰى بأرتكاب كبيرة،قال القهستاني:أى أوإصراره علٰى صغيرة(فتجب إهانته شرعاً فلايعظم بتقديمه للإمامة) تبع فيه الزيلعي،ومفاده كون الكراهة في الفاسق تحريمية.**(**الطحطاوى علٰى مراقى الفلاح** (**باب الإمامة، فصل في بيان الأحق بالإمامة،انيس**) **قال في الدرالمختار:(والأحق بالإمامة) تقديماًبل نصباً(الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، إلخ.(الدرالمختارمع ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۰/۱) فقط**

(۲) صورت مسئولہ میں نماز مقتدیوں کی دوسرے امام صاحب کے پیچھے درست ہوگئی اورامام مذکور کوبھی جماعت میں ضرور شریک ہونا چاہیے۔

(۳) نماز ہر شخص کے پیچھے درست ہوجاتی ہے اگرچہ امام کا اعلم اور متقی ہونا بھی ضروری و بہتر ہے۔

(۴) امامت میں مقدم لحاظ علم کا ہے، علم کا ہونا ضروریات سے ہے۔ فقط

رشید احمد: **الأجوبة صحيحة**، دستخط۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۹/۳-۳۰۰)

الجواب

اگر عقیدہ صحیح ہو، مگر ارکان اسلام مثلاً نماز روزہ وغیرہ فرائض کا تارک ہو، یا محرمات؛ مثلاً: شراب نوشی کذب وغیرہ کا مرتکب ہو، اس کو اصطلاح میں فاسق کہا جاتا ہے، کافر کہنا تو درست نہیں؛ مگر ایسے شخص کو فاسق کہنا صحیح ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۱۰۵/۳-۱۰۶)

فاسق کی امامت:

سوال: ایک دو شخص یا چار شخص ہیں اور وہ آپس میں دونوں یا چاروں شخص فاسق، بدکار، عیاش ہیں اور نماز و روزہ کے بھی پابند ہیں اور عیاشی میں بھی مستعد ہیں، چاروں کی بات ہر ایک کو معلوم ہے، اب اگر انہیں چاروں میں ایک شخص امام ہو جائے اور تینوں مقتدی ہو جائیں اور بعد کو ایک مقتدی اور شامل جماعت ہو جائے، مگر وہ ناواقف ہے، اس کو ان چاروں کے فعل کی کچھ خبر نہیں ہے، اس نے بھی ان کے پیچھے نماز جماعت سے ادا کی تو اس کی نماز درست ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

ان چاروں کی نماز اس طرح بلاشبہ درست ہے اور اگر یہ لوگ مسجد محلّہ کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں اور زیادہ اچھا اور ثابت ہوگا اور جس شخص نے بے خبری میں ان لوگوں میں سے کسی کے پیچھے نماز پڑھ لی، اس کی نماز ہوگئی۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۲۸۱/۲)

فاسق کی امامت اور دیوث کی تعریف:

سوال: عالم اور کامل شرع شخص کا اپنی عورت کو بے پردہ رکھنا و نیز بازار وغیرہ میں خرید و فروخت کے لیے پوری آزادی دینا اور غیر محرم سے بے غیرت مکالمہ کرنا، ایسے عالم کو دیوث کہنا کیسا ہے؟

---

(۱) وتاركها عمدًا مجانةً أى تكاسلاً فاسق،إلخ.(الدرالمختار: كتاب الصلاة: ۳۵۲/۱)

... ولهذا كان الفاسق مؤمنا لأنه غير خارج من أصل الدين وأركانه اعتقاداً ولكنه خارج من الطاعة عملًا والكافر رأس الفساق فى الحقيقة إلا أنه اختص باسم هو أعظم فى الذم فاسم الفاسق عندالطلاق يتنازل المؤمن العاصى باعتبار اعماله،الخ.(أصول السرخسى،فصل فى بيان المشروعات من العبادات: ۱۱۱/۱،دارالمعرفة بيروت.انيس)

(۲) ويكره تقديم العبد ... والأعرابى ... والفاسق،وإن تقدموا اجازلقوله عليه السلام:صلوا خلف كل بروفاجر.(الهداية،كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۱۲۲/۱.انيس)

الإقتداء بالفاسق أولى من الإنفراد.(دررالحكام شرح غررالحكام،قبيل جماعةالنساء وحدهن: ۸۶/۱، دارإحياء الكتب العربية.انيس)

(۲)　کسی عالم کا غیر محرم اور فاحشہ عورت کے روبرو بیٹھنا، عمداً بدن پر ہاتھ لگانا اور شہوت انگیز باتیں کرنا، یا دوام جھوٹی باتیں بولنا، ایسے عالم کو فاسق کہنا جائز ہے؟

(۳)　اگر امام دیوث وفاسق ہو، ایسے امام کے پیچھے ان مصلیوں کی نماز جائز ہوگی، جن کو امام کی بدافعالیاں معلوم ہوں، علاوہ ازیں ان مصلیوں کا امام کی بدافعالیوں کو ظاہر کئے بغیر اقتدا ترک کردیں تو تارک اقتدا پر حد جاری ہوسکتی ہے؟

۴　چند اشخاص امام کے برے افعال پر رضامند ہوتے ہوئے بطور جانبداری امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، ان ضدی مقتدیوں کی نماز صحیح ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

حامدًا ومصليًا الجواب وبالله التوفيق:

مجمع البحار: ۱/۳۰۴ میں ہے:

"الديوث: هو من لايغار علىٰ أهله وهو من يرى في أهله مايسوئه ولايغار عليه ولايمنعها". (۱)

وفي الحديث: قيل يارسول الله ما الديوث؟ قال: (الذي تزني امرأته وهو يعلم بها). (۲)

مسئولہ صورت میں اس عالم پر دیوث کی تعریف صادق نہیں آتی، لہٰذا دیوث کہنا جائز نہیں۔

(۲)　فاسق کہنا جائز ہے۔ (۲)

(۳)　فاسق امام کے پیچھے مع الکراہت نماز صحیح ہے، تارک اقتدا پر حد نہیں تعزیر شرعی کے لیے حاکم اسلام کا ہونا شرط ہے؛ (۴) اس لیے حد جاری کرنے کا سوال لغو جہالت ہے۔

۴　برے افعال پر رضامند ہونا فسق ہے اور اس کی جانب داری کرنا تعاون علی الاثم؛ یعنی گناہ کی مدد کرنا ہے، جو نصاً ممنوع ہے اور اقتدا صحیح ہے۔ (مرغوب الفتاوی: ۲/۲۵۹-۲۶۱)

---

(۱)　**مجمع بحار الأنوار: ۲/۲۱۹ (حرف ديف، دائرة المعارف العثمانية، انيس)**

(۲)　**... "لايدخل الجنة ديوث". وفي رواية: "ثلاثة لايدخلون الجنة" إلخ، وفيه الديوث، وفي رواية: "ثلاثة حرم الله عليهم الجنة: مدمن الخمر، والعاق لوالديه، والذي يقر في أهله الخبث". (تفسير ابن كثير: ۳/۲۰۵، سورة النور تحت ﴿الزاني لا ينكح﴾ الآية: ۳)**

(۳)　شامی میں فاسق کی تعریف یہ کی ہے: **ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذلك. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۲/۲۹۸)**

(۴)　**"... قالوا: لكل مسلم إقامة التعزير حال مباشرة المعصية وأما بعد المباشرة فليس ذلك لغير الحاكم". (الفتاوىٰ الهندية: ۲/۱۶۷، فصل في التعزير، كتاب الحدود، الباب السابع)**

امام کی نماز کی کراہت سے مقتدی کی نماز کی کراہت:

سوال: امام کی اگر نماز مکروہ ہوگی تو مقتدی اس کراہت سے بچیں گے، یا نہیں؟

الجواب

اس باب میں کوئی روایت نہیں ملی؛ (۱) لیکن قواعد سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر کراہت کسی فعل داخل فی الصلوٰۃ سے ہے، مثلاً ترک واجب یا فعل زائد، تب تو وہ کراہت صلوٰۃ مقتدی تک متعدی ہوگی؛ کیوں کہ اس صورت میں اس کی نماز ہی مکروہ ہوئی، وصلاته متضمنة لصلاة المقتدى اور اگر کسی امر خارج عن الصلوٰۃ سے ہے، جیسے کسی ہیئت غیر مشروعہ سے تو وہ متعدی نہ ہوگی؛ کیوں کہ اس وقت نماز مکروہ نہیں ہوئی، ایک جداگانہ فعل مکروہ ہے، گو ایسے شخص کا امام بنانا مکروہ ہو۔

۱۲ شعبان ۱۳۳۱ھ۔ (تتمہ ثانیہ،ص:۶۴) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۴۰۱)

فاسق کی اقتدا میں نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے:

سوال: کیا فاسق کی اقتدا میں نماز ادا کرنا جائز ہے:

الجواب

فاسق کی اقتدا میں ادا کی گئی نماز مکروہ تحریمی ہے، (۲) قاعدے کے لحاظ سے تو واجب الاعادہ ہونی چاہیے، مگر بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ (۳) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۴۴۴)

---

(۱) علامہ شامی نے قاعدہ " كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها" کی شرح میں لکھا ہے:...الظاهر...أن النقص إذا دخل فی صلاة الإمام ولم يجبر وجبت الإعادة على المقتدى،أيضًا،آه. (ردالمحتار : ۱/ ٤٢٥،واجبات الصلاة (مطلب: كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها،انيس)

اس سے حضرت مجیب قدس سرہ کے جواب کی تائید ہوتی ہے؛ کیوں کہ مقتدی پر اعادہ کا واجب ہونا دلیل ہے تعدیۂ کراہت کی اور یہ اس صورت میں ہے کہ کراہت امام کی نماز میں داخل ہوئی ہو، پس اگر کراہت کسی امر خارج عن الصلوٰۃ کی وجہ سے ہے تو تعدیہ کراہت نہ ہوگا۔ (سعید احمد پالنپوری)

(۲) ويكره إمامة فاسق. (الدرالمختار: ۱/ ٥٦٠،طبع ايچ ايم سعيد) (كتاب الصلاة،باب الإمامة،انيس)

(۳) وفی المحيط لو صلّى خلف فاسق أو مبتدع أحرز ثواب الجماعة. (فتح القدير :۱/ ٢٤٧،باب الإمامة،طبع دارصادربيروت)

وفی الحاشية: والفاسق لأنه لايهتم بأمر دينه وقال مالك لا تجوز الصلاة خلفه لأنه لماظهرمنه الخيانة فی الأمورالدينية لايؤتمن فی أهم الأمور،وقلنا عبد اللّٰه بن عمرو أنس بن مالك و غيرهما من الصحابة والتابعين صلوا خلف الحجاج و كان أفسق أهل زمانه. (فتح القدير: ۱/ ٢٤٧)

اقتداءِ فاسق مکروہ تحریمی یا تنزیہی:

نحمد اللّٰہ وحدہ ونصلی علٰی من لانبی بعدہ!

سوال: اقتداءِ فاسق کی کراہت میں دو شخصوں کا اختلاف ہوا ہے، ایک صاحب فرماتے ہیں کہ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے، چنانچہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:

"إذا كان إمام الحى زانياً أو آكل الرباء له أن يتحول"آه.

اور طحطاوی میں ہے:

"وفى السراج هل الأفضل أن يصلى خلف هؤلاء أم الإنفراد قيل:أمافى الفاسق فالصلاة خلفه أولى وهٰذاإنمايظهرعلى أن إمامته مكروهة تنزيهاً". (ص:١٦٥)

اور شرح عقائد میں ہے:

"ويجوزالصلوة خلف كل بروفأجرلأن علماء الأمةكانوايصلون خلف الفسقة وأهل الأهواء والبدع من غيرنكير". (ص:١٠٠)

اور درمختار میں ہے:

"صلى خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة".

اور نیز درمختار میں ہے:

"أن الصلاة خلفه أولى من الإنفراد ولكن لاينال كماينال خلف تقى".

اور فرماتا ہے کہ آج کل ہر شخص فاسق ہے اور فسق میں عموم بلویٰ ہے، لہٰذا ابوجہ لاچاری کے اقتداء فاسق مکروہِ تنزیہی ہے۔

اور دوسرا شخص کہتا ہے کہ ہر شخص کو فاسق ماننا خلافِ واقعہ ہے، امت میں لاکھوں متقی موجود ہیں اور لاکھوں ائمہ پرہیزگار ہیں، علاوہ ازیں امامت میں فاسق سے مراد ظاہر الفسق ہے۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

"واستظهرنا هناک عدم الكراهة الاقتداء مالم يعلم منه مفسدًا كما مال إليه الخير الرملى. (٦٦٥/١)

اور مغنی فقہ حنبلی میں ہے:

"وإن لم يعلم حاله ولم يظهرمنه مايمنع الائتمام به فصلاة المأموم صحيحة نص عليه أحمد ؛ لأن الأصل فى المسلمين السلامة". (٢١/٢)

اور ظاہر الفسق شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

"أماالفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمردينه وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه

وقد وجب عليهم إهانته شرعًا ولايخفى أنه إذاكان أعلم من غيره لاتزول العلّة فإنه لايؤمن أن يصلّٰى بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال بل مشٰى فى شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه تحريم لما ذكرنا ". (۵۲۳/۱)

اورشرح عقائد میں جوسلفِ صالح کا اقتداء ائمہ جور سے کرنانقل ہے مجبوراً ضابطہ " الضرورات تبيح المحظورات" کے تحت تھا۔حاصل یہ کہ اقتداء فاسق مکروہ تحریمی ہے، دلائل اور بھی تھے؛مگر سب کو لکھا نہیں۔فقط

(نذیر احمد، مسجد قبہ والی، احمد پور شرقیہ)

الجواب

وفى الدرالمختار على ردالمحتار : ۵۲۳/۱: "(ويكره) تنزيهاً (إمامة عبد) ولومعتقاً - إلٰى قوله- وفاسق وأعمٰى)".

وفى ردالمحتار:"لقوله فى الأصل:إمامة غيرهم أحب إلىّ بحرعن المجتبٰى والمعراج. ثم قال:فكره لهم التقدم،ويكره الاقتداء بهم تنزيهاً،فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلافالاقتداء أولٰى من الانفراد". (۱)

وفى البحرالرائق: ۳۷۰/۱: "تحت قوله (وكره إمامة الأعرابى والعبد والفاسق والمبتدع والأعمٰى و ولد الزناء) ... فالحاصل أنه يكره لهؤلاء التقدم ويكره الاقتداء بهم كراهة تنزيهية". (۲)

وفى منحة الخالق: "(فالحاصل أنه يكره)قال الرملى:ذكرالحلبى فى شرح منية المصلى أن كراهة تقديم الفاسق والمبتدع كراهة التحريم". (۳)

البحرالرائق کے حاشیہ پر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ فاسق اور مبتدع کی امامت مکروہ بکراہت تحریمی ہے اور عبد، اعمیٰ اور ولدالزنا کی امامت مکروہ بکراہتِ تنزیہہ ہے، لہٰذا ہر دو قائلین میں سے دوسرے کا قول صحیح ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ، خادم الافتاء خیرالمدارس ملتان

الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ، ۱۳۷۶/۶/۱۴ھ۔(خیرالفتاویٰ:۳۲۵/۲-۳۲۶)

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب فى تكرارالجماعة فى المسجد،انيس

(۲) البحرالرائق، كتاب الجهاد،باب الإمامة،انيس

(۳) منحة الخالق على البحر الرائق،إمامة العبد والأعرابى والفاسق والمبتدع والأعمى وولد الزنا: ۳۷۰/۱، دارالكتاب الإسلامى بيروت.انيس

فاسق امام اور اس کے حمایتی متولی کا حکم:

سوال: جو امام پانچ وقت نماز پڑھائے، خطیب ہو اور عیدین کی نماز بھی پڑھاتا ہو اور داڑھی صرف سوا انچ کے قریب ہو اور باوجود مقتدیوں کے اصرار کے پوری داڑھی نہ رکھتا ہو اور یہ کہے کہ شادی کے بعد پوری داڑھی رکھوں گا، کیا ایسے امام کی امامت درست ہے؟ کیا نماز باجماعت ہو جاتی ہے؟ مسجد کے متولی بضد ہیں کہ اسی کو امام رکھوں گا، یہ کم تنخواہ لیتا ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

یہ امام، حرام اور کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے، اس لائق نہیں کہ اس کو امام رکھا جائے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، اگر وہ توبہ نہ کرے تو اہل محلّہ کا فرض ہے کہ اس کی جگہ کوئی اور امام رکھیں اور اگر متولی ایسے امام کے رکھنے پر بضد ہے تو وہ بھی معزول کئے جانے کے لائق ہے، لوگوں کی نمازیں غارت کرنے والے کو مسجد کا متولی بنانا جائز نہیں۔ (۱)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۴۴۸)

فاسق معلن کی امامت کا حکم:

سوال: زید کسی مدرسہ کا معلم ہے اور وہ فاسق معلن ہے اور اس میں اور دوسرے حضرات بھی موجود ہیں، جو کہ فاسق معلن نہیں ہیں اور زید ان حضرات کی امامت کرتا ہے اور یہ حضرات اس کو کچھ کہتے بھی نہیں ہیں، ایک آدمی کچھ کہتا ہے تو یہی حضرات اس کی ملامت کرتے ہیں؛ لیکن وہ شخص اپنی نماز کا اعادہ کر لیتا ہے، حالاں کہ اگر زید کو منصب امامت سے اتار دیا جائے تو کسی قسم کا فساد لازم نہیں آئے گا تو ایسی صورت میں زید کی امامت صحیح ہے، یا نہیں، کیا حکم ہے؟ اور ان حضرات کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے، یا نہیں؟ اعادہ ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

"كراهة تقديمه كراهة تحريم". (۲)

---

(۱) وفي المحيط: لو صلّى خلف فاسق أو مبتدع أحرز ثواب الجماعة. (فتح القدير: ۱/ ۲٤۷، باب الإمامة، دار صادر)
وفي الحاشية: والفاسق لأنه لا يهتم بأمر دينه وقال مالك لا تجوز الصلاة خلفه لأنه لما ظهر منه الخيانة في الأمور الدينية لا يؤتمن في أهم الأمور وقلنا عبد الله بن عمرو أنس بن مالك و غيرهما من الصحابة والتابعين صلوا خلف الحجاج و كان أفسق أهل زمانه. (فتح القدير: ۱/ ۲٤۷)

(۲) ردالمحتار (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس) وطحطاوی: ٦٥ (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

لہٰذا متقی پرہیزگار کو امام بنایا جائے؛ لیکن اگر امام فاسق کے پیچھے نماز ادا کی تو واجب الاعادہ نہیں، نماز ہو جائے گی۔
"لقوله عليه الصلاة والسلام: "صلوا خلف كل بر وفاجر".(۱)
لیکن متقی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا جو ثواب ہے، وہ فاسق امام کے پیچھے پڑھنے پر نہیں ملے گا۔
كذا في الدر المختار وفي النهر عن المحيط: "صلّى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة (قوله: نال فضل الجماعة) أفاد أن الصلاة خلفهما أولٰى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع" إلخ. (ردالمحتار: ۳۷۷/۱) **فقط والله تعالىٰ أعلم**
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ الجواب صحیح: بندہ محمد حنیف غفرلہ۔ (حبیب الفتاویٰ: ۸۰/۴۔۸۱)

ظلم وفسق کا مرتکب لائق امامت نہیں ہے:

سوال: ایک نابینا حافظ راجپوت مسلمان قاضی صاحب کی بہن کو قرآن شریف پڑھانے جایا کرتے تھے، حافظ صاحب کو لوگوں نے منع کیا، حافظ جی پڑھانے سے منع نہ ہوئے، حافظ جی صاحب نے قاضی کی بہن کا نکاح اس کے تایازاد بھائی سے کر دیا، ایک دن گھر میں خوشدامن کے ساتھ لڑائی ہوئی، طعنہ وتشنیع ہونے لگی، غرض قاضی کی بہن کو نکال دیا اور پھر طلاق نامہ لکھ کر اس کو دیدیا، پھر عدت طلاق ختم کے بعد حافظ صاحب نے اپنی شاگردن سے نکاح پڑھوالیا، قاضی صاحب کی بہن کی اولاد حافظ صاحب کے تخم سے ہوئی، حافظ صاحب کا انتقال ہوگیا، اب حافظ صاحب کے لڑکے مدرسہ اسلامیہ قرآنیہ میں پڑھنے کے واسطے گئے تو قاضی صاحب نے اپنے بھانجوں کو نکلوادیا اور یہ کہا: یہاں پڑھنے مت آنا، جو پڑھنے آئے تو ماردیں گے، ایسے امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس قاضی امام کا ان بچوں کو؛ یعنی بھانجوں کو مدرسہ سے نکالنا ظلم ہے، جو محض عصبیت اور جاہلیت پر مبنی ہے اور ظلم وفسق ہے، لہٰذا جب تک یہ امام اپنے بھانجوں سے اس ظلم کو رفع نہ کرے اور ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ نہ کرے، امامت سے الگ کر دیا جائے۔ (۲) فقط واللہ اعلم (امداد الاحکام: ۱۵۴/۲)

---

(۱) رواه الدار قطني (كتاب العيدين، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه، رقم الحديث: ۱۷٦۸: ۴۰۴/۲، مؤسسة الرسالة، انيس) وأبو داؤد: ۳۴۳ (امام ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم برًا كان أو فاجرًا وإن عمل الكبائر. (كتاب الصلاة، باب إمامة البر والفاجر، رقم الحديث: ۵۹۴، انيس) والإمام الزيلعي في نصب الراية: ۲٦/۲ (كتاب الصلاة، باب الإمامة الحديث الثالث والستون، رقم الحديث: ۱۹۷۹، انيس)

(۲) عن واثلة بن الأسقع يقول: قلت يا رسول الله: ما العصبية؟ قال: أن تعين قومك على الظلم. (سنن أبي داؤد، باب في العصبية (ح: ۵۱۱۹) انيس)

ظالم کی امامت:

سوال: زید وعمر ایک خاندان کے ہیں، دونوں میں دنیاوی دشمنی بڑھی ہوئی ہے، عمر کمزور ہے اور زید جماعت بند ہے؛ اس لیے جو چاہتا ہے کرالیتا ہے۔ ایک روز عمر مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا، زید نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دروازہ گھیر لیا، جب عمر فارغ ہوکر فرش پر آیا تو عمر کو زید نے گالی دینا شروع کیا، عمر دیوار کود کر بھاگا، زید نے ساتھیوں کو دوڑا کر پکڑ لیا، مار پیٹ ہونے لگی، زید نے عمر کی داڑھی اکھاڑ لی، اسی روز سے عمر خوف کی وجہ سے اس مسجد میں نماز کو نہیں جاتا، گھر میں نماز پڑھتا ہے، یا دوسری مسجد میں کہیں جا کر پڑھتا ہے۔ عمر کی نماز زید کے پیچھے درست ہے، یا نہیں؟ زید کی امامت کیسی ہے؟

الجواب

زید کی تعدی اور ظلم ظاہر ہے، اس وجہ سے وہ فاسق ہے، (۱) لائق امام بنانے کے نہیں ہے، بایں ہمہ عمر کی نماز زید کے پیچھے صحیح ہے؛ مگر امام فاسق کے پیچھے نماز سب مقتدیوں کی مکروہ ہوتی ہے، عمر کی نماز بھی مکروہ ہوگی، (۲) اور عمر کو بخوف مذکور اس مسجد میں نہ آنا اور اس مسجد کی جماعت ترک کردینا درست ہے؛ لیکن حتی الوسع دوسری مسجد میں شریک جماعت ہونا چاہیے، یہ عذر مطلقاً ترک جماعت کا نہیں ہوسکتا، البتہ اگر گھر سے باہر نکلنے میں بھی خوف ضرب وشتم وغیرہ ہو اور اندیشہ فساد ہو تو عمر کو گھر میں نماز پڑھنا درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۱۷۱-۱۷۲)

جس کے فسق کی وجہ سے لوگ ناراض ہوں اس کی امامت کا کیا حکم ہے:

سوال: جس پیش امام سے اکثر قوم بسبب فساد وچغل خوری اور حاسد اور مغرور اور غیبتی ہونے کے ناراض ہوں، اس کے سبب بعض تارک جماعت، بعض تارک مسجد ہوئے، اس کو امام ہمیشہ کا بنانا جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) عن الحسن بن أبی الحسین قال: جف القلم ومضی القضاء وتم القدر بتحقیق الکتاب وتصدیق الرسل وبسعادة من عمل واتقی وبشقاوة من ظلم واعتدی وبالولایة بالمؤمنین وبالتبرئة من الله عزوجل للمشرکین. (القدر للفریابی، باب ماروی فی الأهواء: ۹٤/۱، أضواء السلف السعودیة. انیس)

"وأن الظلم حرام". (الفتاویٰ الهندیة، مطلب فی موجبات الکفر، الخ: ۲۵۷/۲، دارالفکر بیروت. انیس)

"الأدب هو التخلق بأخلاق الجمیلة والخصال الحمیدة فی معاشرة الناس ومعاملتهم وأدب القضاء التزامه لماندب إلیه الشرع من بسط العدل ودفع الظلم وترک المیل والمحافظة علی حدود الشرع والجری علی سنن السنة. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الأول فی تفسیر معنی الأدب: ۳۰٦/۳. انیس)

(۲) "ویکره إمامة عبد، إلخ، وفاسق". (الدرالمختار) "أماالفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه، إلخ، بل مشٰی فی شرح المنیة علٰی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) ((مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

ایسے شخص کو جس کے فسق ومعصیت اور بے دینی کی وجہ سے اس سے لوگ ناراض ہوں، اس کو امام دائمی نہ کیا جاوے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے، ایسا شخص واجب العزل ہے، اس کو معزول کیا جاوے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن، مفتی مدرسہ دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۰۴/۳)

امام کے فاسق ہونے کی صورت میں جماعت علاحدہ کی جائے، یانہیں:

سوال: جس شہر میں ایک ہی مسجد ہو اور اس کا امام فاسق ہو تو حنفی لوگ اپنی جماعت علیحدہ قائم کر لیویں یا اسی کے پیچھے نماز پڑھیں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

تفریق جماعت سے یہ بہتر ہے کہ اسی کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے، جیسا کہ درمختار میں نہر سے نقل کیا ہے:

"وفی النهرعن المحيط: صلّى خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة".(۲)

اور دوسری جماعت کرنا برا ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۸۴/۳)

فاسق پیر کی امامت جائز ہے، یانہیں:

سوال: یک پیر امام مسجد است روزے یک مقتدی ازو پرسید کہ امروز بکدام کار رفتہ بودید؟ جواب داد کہ امروز یک خوک را ختم قرآن بود درانخانہ ختم قرآن خواندہ ام وآن خوک دیگر خوکان جمع نمود آں نیز ختم قرآن خواندند آں صاحب ختم عین خوک است وصاحبان ختم بغیر من خوکان اند، این چنیں پیر چہ حکم داد و نماز خلف او جائز است یا چہ؟(۳)

(۱) رجل أم قوماً وهم له كارهون إن كانت الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة يكره له ذلك. (الفتاویٰ الهندية: ۸٦/۱، بيان الإمامة)(الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره، انيس)

(۲) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۵/۱ـ

"ومن صلى خلف فاسق أو مبتدع يكون محرزا ثواب الجماعة. (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة: ۴۰۷/۱، دارالفكر/النهر الفائق، كتاب الصلاة: ۲۴۲/۱، دارالكتب العلمية بيروت. انيس)

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: أفاد أن الصلاة خلفهما أولىٰ من الانفراد، لكن لاينال كما ينال خلف تقي ورع، لحديث: "من صلىٰ خلف عالم تقي فكأنما صلىٰ خلف نبي". (رد المحتار: ۵۲۵/۱، ظفير)((مطلب في تكرار الجماعة في المسجد) (الدراية في تخريج أحاديث الهداية، ومن الأحاديث الدالة علىٰ صحة صلاة المنفرد: ۱٦۸/۱، رقم الحديث: ۲۰۱، دارالمعرفة، بيروت، انيس)

(۳) خلاصۂ سوال: ایک پیر ایک مسجد کا امام ہے، ایک روز ایک مقتدی نے اس سے پوچھا کہ آج آپ کس کام سے گئے ہوئے تھے؟ اس امام نے جواب دیا کہ آج ایک سور کی قرآن خوانی تھی، اس کے گھر پر قرآن ختم پڑھا ہوں اور وہ سور دوسرے سوروں کے ساتھ جمع ہوکر قرآن ختم کئے ہیں اور ختم والا ہی سور ہے اور میرے علاوہ سب سور ہیں، ایسے پیر کا کیا حکم ہے اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا کیا؟ (انیس)

الجواب ــ

این چنیں پیر یاوہ گو لائق مقتدا بودن و امام شدن نیست نماز خلف چنیں کس مکروہ است وحسب تصریح فقہا آں کراہت تحریمی است:" لأن فی جعله إماماً تعظیمه و تعظیم الفاسق حرام". پس باید کہ آں امام را معزول کنند و کسے دیگر صالح واقف مسائل نماز را امام مقرر کنند۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/ ۲۸۷-۲۸۸)

حافظ فاسق کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں!

ایک شخص حافظ قرآن ہے؛ لیکن وہ شریعت کی رو سے فاسق ہے اور یہ حافظ صاحب رمضان المبارک میں قرآن شریف بھی سناتا ہے اور جس مسجد میں یہ حافظ صاحب قرآن شریف سناتے ہیں، اس میں حافظ صاحب معین ہیں، جو کہ تمام سال اس مسجد میں امامت کرتے ہیں یہ امام صاحب اس کے پیچھے تراویح کی نماز اور عشا کے فرض وغیرہ بھی پڑھتے ہیں اور اہل محلّہ میں سے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور اس کے فاسق ہونے کی وجہ سے ہماری تو نماز نہیں ہوتی؛ اس لیے ہم تو نہیں پڑھتے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس حافظ صاحب کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؟ برائے مہربانی جواب مکمل اور مدلل عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

(محمد الیاس، مدرس مدرسہ بدر العلوم قصبہ جسپور، ضلع نینی تال، ۱۹/ جمادیٰ الأولیٰ ۱۳۶۹ھ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

سائل نے اس حافظ صاحب کے فسق کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی؛ بلکہ مجمل سوال کیا، لہٰذا جواب بھی مطلق فاسق کی امامت کا دیا جاتا ہے، اب اس کی تحقیق خود سائل کے ذمہ ہے کہ صورت مسئولہ میں فاسق کی تعریف صادق آتی ہے، یا نہیں؟

---

(۱) خلاصۂ جواب: ایسا پیر مقتدا اور امام ہونے کے لائق نہیں ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور فقہا کی تصریح کے مطابق مکروہ تحریمی ہے؛ اس لیے کہ اس کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور فاسق کی تعظیم حرام ہے، لہٰذا ایسے امام کو معزول کردیں اور کسی دوسرے نیک صالح مسائل نماز سے واقف شخص کو امام مقرر کریں۔(انیس)

وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، وبأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، إلخ. بل مشٰى فی شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لماذكرنا. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱. ظفير)(مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس)

(والفاسق)لأنه لا يهتم لأمر دينه ولأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً .(تبيين الحقائق، الأحق بالإمامة: ۱۳۴/۱، بولاق القاهرة. انيس)

فاسق کوامام بنانا مطلقاً نماز میں خواہ نماز فرض ہو یا تراویح وغیرہ ہو، مکروہ تحریمی ہے، جب کہ اس سے بہتر متبع سنت مسائل نماز سے واقف امامت کے لائق دوسرا شخص موجود ہو۔

”لو قدموا فاسقًا یأثمون بناءً علٰی أن کراھة تقدیمه کراھة تحریم لعدم اعتنائه بأمور دینه و تساھله فی الإتیان بلوازمه فلا یبعد منه الإخلال ببعض شروط الصلاة وفعل ماینافیھابل ھو الغالب بالنظر إلٰی فسقه آہ“. (کبیری: ۴۷۹)(۱)**فقط واللّٰہ سبحانه تعالٰی أعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، ۲۳/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/ ۹۷-۹۸)

مرتکب کبائر کی امامت:

سوال: ایک شخص کسی مسجد میں امام ہے، اکثر اوقات محلّہ کے لوگوں کے ساتھ غیبت کیا کرتے ہیں، بہت باتوں میں جھوٹ کہنا بھی ثابت ہوا، عفیفہ عورت پر زنا کی تہمت لگائی، ”کسبی“ وغیرہ ناشائستہ الفاظ کہے، چنانچہ ایسی بے گناہ پر تہمتِ زنا لگانے کی وجہ سے ایک دفعہ سرکاری عدالت میں مقدمہ دائر ہوکر ماخوذ ہوکر قانوناً جرم ثابت ہونے کے بعد تیس روپیہ جرمانہ بھی دیا ہے اور بھی بعض بعض باتیں، مثلاً: بیگانہ عورتوں کے سینہ پر ہاتھ پھیرنا، چوتڑ پر تھپڑ مارنا، کپڑا پکڑ کر کھینچنا، وغیرہ افواہ ان کی بابت سنی جارہی ہے۔

اب شرعاً ایسے آدمی کو فاسق کہا جائے گا، یا نہیں؟ اگر یہ شرعاً فاسق ٹھہرا تو اس کے پیچھے جمعہ جماعت مکروہ ہے، یا بلاکراہت جائز ہے؟ اگر مکروہ ہے تو کیا مکروہ تحریمی ہے، یا تنزیہی؟ واضح رہے کہ محلّہ کے اکثر مصلیوں کو ان کے عیوب پر واقفیت ہونے کی وجہ سے رغبت اٹھ گئی ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے راضی بھی نہیں ہیں۔

اگر وہ شخص مذکورہ بزور امام رہے تو جمعہ جماعت میں انتشار پیدا ہوکر سوائے چندان کے قریبی رشتہ داروں کے سارے مصلیان دوسری مسجد میں منتقل ہونے کا قوی اندیشہ ہے، اب کیا اس شخص کو شرعاً امام رکھنا ضروری ہوگا، یا ان کو معزول کرکے کسی نیک چلن آدمی کو مقرر کرنا بہتر ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

غیبت کرنا، کسی پاکدامن پر تہمت لگانا وغیرہ، گناہِ کبیرہ ہے، (۲) اور ایسے امور کا مرتکب فاسق ہے اور فاسق کی

---

(۱) الحلبی الکبیر، کتاب الصلاة، الأولٰی بالإمامة: ۵۱۳، سھیل اکیڈمی، لاھور

(۲) قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿ولایغتب بعضکم بعضاً﴾ (سورة الحجرات: ۱۲)

عن أبی ھریرة رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ”کل المسلم علی المسلم حرام: ماله وعرضه ودمه، حسب امرئ من الشر أن یحقر أخاه المسلم“. ==

امامت مکروہ تحریمی ہے، اگر کوئی بہتر امامت کا اہل آدمی موجود ہو تو امور مذکورہ کے مرتکب کو امام نہ بنانا چاہیے؛ بلکہ دوسرے شخص کو امام بنانا چاہیے۔

اگر یہ شخص صدق دل سے توبہ کرلے اور اپنی ایسی حرکتوں سے باز آجائے تو پھر اس کی امامت بھی مکروہ نہ ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ شخص مذکورہ کو مسئلہ سمجھا کر اور فتنہ کا اندیشہ ظاہر کر کے توبہ کرادی جائے، اگر وہ نہ مانے اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کو امامت سے علیٰحدہ کر کے کسی دوسرے بہتر شخص کو امام مقرر کر دیا جائے، اگر اس کی علاحدگی میں فتنہ اور دشواری ہو تو کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھ لی جائے، اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو پھر شخص مذکورہ کے پیچھے بھی نماز مکروہ نہ ہوگی۔(۱)

"اعلم أن الغيبة حرام بنص الكتاب العزيز،وشبه المغتاب يأكل لحم أخيه ميتاً إذ هو أقبح من الأجنبى ومن الحى". (ردالمحتار:٢٦٠/٥)(٢)

"هو(القذف)من الكبائر بإجماع الأمة". (فتح)(٣)

"ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق "تنوير." (قوله:فاسق)من الفسق:وهوالخروج عن الاستقامة،ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر،والزانى وأكل الربا ونحو ذلک،

== عن البراء ابن عازب رضى اللّٰه عنها قال:خطبنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم حتٰى أسمع العواتق فى بيوتها.أو قال:فى خدورها.فقال:"يا معشر من آمن بلسانه،لا تغتابوا المسلمين ولاتتبعواعوراتهم،فإنه من يتبع عورة أخيه،يتبع اللّٰه عورته،يفضحه فى جوف بيته". (تفسير ابن كثير:٢٧٣/٤،دارالفيحاء،دمشق.(سورة الحجرات:١٢)

قال اللّٰه تعالٰى:﴿ولايأتين ببهتان يفترينه بين أيديهن وأرجلهن﴾(سورة الممتحنة:١٢)

"وأخرج أحمد:"خمس ليس لهن كفارة:الشرک باللّٰه،وقتل النفس بغيرحق،أوبهت مؤمن،أوالفرارمن الزحف، أويمين صابرة يقتطع بها مالاً بغيرحق". (مسند الإمام أحمدبن حنبل، تتمة مسند أبى هريرة رضى اللّٰه عنه:٣٤٠/١٤_٨٧٣٧،مؤسسة الرسالة،انيس)

وأخرج الطبرانى:"من ذكر أمراً بشئ ليس فيه ليعيبه به حبسه اللّٰه فى نارجهنم حتٰى يأتى بنفاذ ما قال فيه.(الزواجر عن اقتراف الكبائر،الكبيرة الرابعة والخمسون بعد المأتين البهت:٤١/٢،دار الفكر(كتاب النكاح،انيس)

(١) وفى المواقف وشرحه:إن للأمة خلع الإمام وعزله بسبب يوجبه،مثل أن يوجد منه ما يوجب اختلال أحوال المسلمين و انتكاس أمورالدين كماكان لهم نصبه وإقامته لإنتظامها وإعلائها وإن أدىٰ خلعه إلٰى فتنة احتمل أدنٰى الضررتين". (رد المحتار،كتاب الجهاد،باب البغاة:٢٦٤/٤ (مطلب فيما يستحق به الخليفة العزل،انيس)

"ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمىٰ". (الدرالمختار)

وقال الشامى"فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل،وإلا فالاقتداء أولٰى من الإنفراد". (رد المحتار، كتاب الصلاة،باب الإمامة:٥٥٩/١،سعيد.)(مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد،انيس)

(٢) ردالمحتار،كتاب الحظروالإباحة،فصل فى البيع:٤٠٨/٦_٤٠٩،سعيد

(٣) فتح القدير،كتاب الحدود،باب حد القذف : ٣١٦/٥ ،مصطفىٰ البابى الحلبى،بمصر

كذا في البرجندي، إسماعيل وفي المعراج: قال أصحابنا: لاينبغي أن يقتدىٰ بالفاسق إلافي الجمعة؛ لأنه في غيرها يجد إماماً غيره، آه. قال في الفتح: وعليه فيكره في الجمعة إذا تعددت إقامتها في المصرعلىٰ قول محمد المفتىٰ به؛ لأنه لاسبيل إلى التحول، آه". (ردالمحتار: ٥٨٤)(۱)

"لوقدموا فاسقاً يأثمون بناءً علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائه بأمور دينه". (كبيري، ص: ٤٧٩)(۲)**فقط والله سبحانه تعالىٰ أعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۸/۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، ۹/شعبان/۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۹۸-۱۰۰)

مرتکب کبائر شخص کی امامت:

(الجمعیۃ، مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(۱) اگر ایک مسلمان حافظ قرآن باوجود دین کے ضروری احکام سے واقفیت رکھنے کے، غیر مسلم اقوام کے پاس بغرض جھٹکا؛ یعنی گردن مارنے کے لیے جانور (بکرا وغیرہ) بیچتا ہو، جب کہ اس کو علم ہے کہ وہ جھٹکا کریں گے اور پھر صاف ہونے کے بعد ان کے پاس تول (یعنی چمڑا وغیرہ صاف کر کے گوشت) فروخت کرتا ہو، یا زندہ بکرا ہی قیمت مقرر کر کے دے دیتا ہو، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اس سے گوشت خرید کر کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) قصائی کا پیشہ اسلام میں کیسا ہے؟ نیز ایک قصاب کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، جو خود ہی کھال اتارے، خود ہی بوٹی کر کے بیچے اور اس کو اپنا پیشہ بنائے، کیا وہ جماعت کروا سکتا ہے؟

(۳) کچے چمڑے کی تجارت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو ایسا کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۴) اگر کسی شخص کی عورت گانے والی ہو، یا برائے نام پردہ کرتی ہو، اس کی امامت کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۵) ایک شخص جو بدکلام ہے (گالی گلوچ دیتا ہے) اور مدھک، چنڈو، گانجہ، افیون وغیرہ میں سے کسی چیز کا نشہ کرتا ہے، اس کو امام بننا جائز ہے، یا نہیں؟ یا ایک شخص گناہ کبیرہ اعلانیہ کرتا ہے، مثلاً: چوری کرنا، سود خوری، یا فوٹو کھینچوا تا ہے، اس کی امامت کا حکم بھی لکھیں، نیز ایک خانساماں جو خنزیر پکا کر انگریزوں کو کھلاتا ہے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسا آدمی ایک مسلم جماعت، یا انجمن کا صدر ہو سکتا ہے؟

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٥٥٩/١-٥٦٠، سعيد (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، الأولىٰ بالإمامة، ص: ٥١٣، سهيل اكيڈمى، لاهور

(۶) ایسا شخص جس میں مذکورہ عیوب ہیں اور مقتدی اس کی امامت نہیں چاہتے؛ لیکن ایک صاحب اقتدار شخص کے بل پر وہ جبرا امامت کرتا ہے، اس کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۷) ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ نماز فاسق وفاجر کے پیچھے بھی ہوجاتی ہے، فاسق کی تعریف کیا ہے؟

(۸) اگر کچھ مقتدی باوجود تمام باتوں کے علم کے اپنی ضد پر قائم رہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز سمجھتے رہیں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) اگر کوئی مسلمان کسی ایسے شخص کے ہاتھ بکرا بیچ دے، جو جھٹکا کرتا ہے تو یہ مسلمان گنہ گار نہیں ہوگا؛ کیوں کہ جھٹکا کرنا اس کا فعل نہیں ہے۔ ہاں! اگر اس کو یہ معلوم ہے کہ یہ جھٹکا کرے گا تو نہ بیچنا بہتر ہے اور بیچ دے تو گنہ گار نہیں، البتہ جھٹکا کئے ہوئے بکرے کا گوشت بیچنا مسلمان کے لیے جائز نہیں، پہلی صورت میں امامت جائز ہے اور دوسری صورت میں مکروہ ہے؛ یعنی جب کہ وہ اپنا جانور جھٹکا کرا کر گوشت فروخت کرتا ہو۔(۱)

(۲) قصاب کا پیشہ اسلام میں جائز ہے اور قصاب کے پیچھے نماز بھی جائز ہے، اگرچہ وہ خود کھال اتارتا اور گوشت فروخت کرتا ہو۔(۲)

(۳) مذبوحہ حلال جانوروں کے کچے چمڑے کی تجارت جائز ہے، ہاں! غیر مذبوحہ جانوروں کی کھال کی تجارت بعد دباغت جائز ہوتی ہے۔(۳)

(۴) اگر یہ شخص اپنی عورت کے اس فعل سے راضی نہ ہو اور اس کو منع کرتا ہو تو اس کی امامت جائز ہے۔(۴)

(۵) جو شخص بدکلام دشنام دہندہ، نشہ باز ہو، یا علانیہ گناہ کبیرہ کرتا ہو، مثلا: چور، زانی، شراب خور ہو (اسی کو فاسق کہتے ہیں)، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اس طرح فوٹو کھنچوانے والے اور خنزیر پکا کر کھلانے والے کی امامت بھی مکروہ ہے اور ان صفات کا شخص اس قابل بھی نہیں کہ انجمن اسلامیہ کا صدر بنایا جائے، صدر کوئی صالح دیندار ہونا چاہیے۔(۴)

---

(۱) لابأس بيع العصر لمن يعلم أن يتخذ خمراً أو من آجر بيتاً ليتخذ فيه بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباع فيه الخمر بالسواد فلابأس به. (الهداية، كتاب الكراهة، فصل فى البيع: ٤٧٦/٤)

(۲) ويجوز الاستئجار على الذكاة، لأن المقصود منها وطع الأوداج، إلخ (الفتاوىٰ الهندية: كتاب الإجارة، فصل فى المتفرقات: ٤٥٤/٤)

(۳) قال فى التنوير وشرحه: "وجلد ميتة قبل الدبغ يباع و ينتفع به، إلخ، و فى الشامية: (قوله ميتة قيد بها؛ لأنها لو كان مذبوحة فباع لحمها أو جلدها جاز؛ لأنه يطهر بالذكاة، إلخ. (باب البيع الفاسد: ٧٣/٥)

(۴) ويكره إمامة عبد وأعرابى و فاسق وأعمٰى. (الدر المختار مع رد المحتار: ٥٥٩/١-٥٦٠)

(۶) جب کہ مقتدی بجاطور پر امام صاحب کی امامت سے ناخوش ہوں تو امام صاحب کو نماز پڑھانی اور زبردستی امامت کرنی گناہ ہے۔(۱)

(۷) فاسق وفاجر کے پیچھے نماز جائز ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ بغیر کراہت جائز ہے، نماز ہوجاتی ہے؛ مگر کراہت تحریمیہ کے ساتھ ہوتی ہے۔(۲)

(۸) جولوگ ایسے شخص کوامام بنانے پر اصرار کریں، جس کی امامت ناجائز یا مکروہ ہے، وہ خطا کار ہیں اور اگر ان کی ضد جان بوجھ کر ہو تو وہ بھی فاسق ہوجائیں گے۔

اگر وہ شخص جس کی امامت مکروہ ہے، زبردستی امامت کرے تو دوسرے خیال کے لوگوں کو چاہیے کہ دوسری مسجد میں نماز باجماعت پڑھ لیا کریں، اسی مسجد میں دوسری جماعت قائم نہ کریں، یا اسی امام کے پیچھے نماز پڑھ کر اعادہ کرلیا کریں۔(۳) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۱۲۹/۳-۱۳۱)

معاصیٔ متعددہ کے مرتکب کی امامت:

سوال (۱) جو شخص ہمیشہ اپنی نماز پنجگانہ ادا نہ کرتا ہو؛ بلکہ دیکھا دیکھی کبھی کبھی نماز پڑھتا ہو، یا اگر کہیں مسجد میں کبھی کسی نے امام بنایا ہو تو نماز ادا کرلی، ورنہ نہیں، ایسے شخص کو امام مسجد بنایا جاوے، یا نہیں؟ جو شخص نماز پنجگانہ ہمیشہ ادا کرتے ہیں، ان کی نماز ایسے شخص کے ساتھ جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) اور اس شخص کو ایک مرتبہ بستی والوں نے مسجد سے بنظرِ حقارت علاحدہ کردیا ہو اور یہ پھر دوبارہ آنے کی کوشش کررہا ہو اور اس کی کوشش میں اگر کوئی دوسرا آدمی بستی والے اپنی مسجد میں امام بنانے کو لا رہے ہوں تو یہ امام اپنی طمع نفسی کی وجہ سے ایسے شخص کی برائی کرے اور لوگوں کو اس آدمی کی ناجائز اور جھوٹی برائی کرے، جو ہمیشہ ہمیشہ علاوہ نمازِ پنجگانہ ادا کرنے کے نفل اور نماز اشراق بھی ادا کرتا ہے۔

---

(۱) ولو أم قومًا وهم له كارهون، أن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره له ذلك تحريمًا لحديث أبي داؤد لايقبل الله صلاة من تقدم قومًا وهم له كارهو ن وإن هو أحق لا والكراهة عليهم. (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱)

(۲) ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق و أعمیٰ. (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۵۵۹/۱-۵۶۰)

(۳) یہ حکم بطور زجر یا احتیاط کے ہے ورنہ فاسق کے پیچھے نماز ہوتی ہے۔

وفي النهر عن المحيط: صلّٰى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة. (ردالمحتار: باب الإمامة: ۵۲۲/۱)

(۳) یہ کہ جس وقت یہ شخص (جس کے لیے دریافت کیا جا رہا ہے) دوبارہ مذکورہ بستی میں اپنے امام ہونے کی خواہش میں آیا ہے، اس کو بستی مذکورہ کے باشندے اس کے سامنے یہ لفظ کہیں کہ میاں جی صاحب! ہم تم کو دوبارہ امام رکھ لیتے لیکن تمہارے اندر چار عیب سخت ہیں، اس نے دریافت کیا کہ کیا ہیں؟ بستی والے بیان کرتے ہیں کہ وہ یہ ہیں:

۱۔ ہم سب لوگ صبح کی نماز پڑھ لیتے ہیں اور تم سوتے رہتے ہو۔

۲۔ اگر تمہارے ہم عمر تم کو سونے سے کبھی آ کر جگا دیویں تو تم اذان بے وضو مسجد میں جا کر پڑھ دیتے ہو۔

۳۔ جب کہ تم نو جوان ہو اور تمہاری بیوی نو جوان ہے اور تم اپنے بسترِ راحت پر لیٹے ہوئے ہو، ہمیں کیا معلوم کہ تم غسل کئے ہوئے ہو، یا تم کو غسل کی حاجت ہے، ہمارے اٹھانے پر اور جگانے پر تم اٹھ کر مسجد میں فوراً مصلی پر آ کر جماعت کرا دیتے ہو۔

۴۔ تم اکثر مویشی رکھتے ہو، جس کے واسطے گھاس وغیرہ کو تم گھسیارے کی شکل ہو کر ہمارے کھیت وغیرہ میں کام کرتے ہو، ہم لوگ دور سے کیا شناخت کر سکتے ہیں کہ ہمارے امام مسجد ہیں، اگر ہم کوئی لفظ گستاخانہ گھسیارہ سمجھ کر کہتے ہیں تو بے ادبی ہے۔

اس لیے یہ دریافت طلب یہ ہے کہ ایسی حالت جس شخص کی ہے اس کو امام مسجد بنایا جاوے، یا نہیں؟ اور جو شخص نمازِ پنجگانہ کا نمازی ہے، اس کی نماز ایسے شخص کے ساتھ ہو جائے گی، یا نہیں؟

(زیادہ حد ادب: احقر محمد صدیق ساکن وتولیٰ ضلع سہارنپور)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اپنے جانوروں کے لیے گھاس کھود کر جائز طریقہ سے لانا اور محنت مزدوری کرنا شرعاً کوئی عیب کی چیز نہیں، اس سے امامت میں نقصان نہیں آتا،(۱) اور ''گھسیارہ'' یا کوئی اور لفظ تحقیر و تذلیل کی نیت سے کہنا کسی کو بھی جائز نہیں۔(۲)

---

(۱) عن جده رافع ابن خديج رضی الله تعالىٰ عنه قال: قيل يا رسول الله! أى الكسب أطيب؟ قال: ''عمل الرجل بيده، وكل بيع مبرور''. {رواه أحمد} (حديث رافع بن خديج: ۵۰۲/۲۸ (ح: ۱۷۲۶۵) مؤسسة الرسالة، انيس)

قال الملاعلی القاری: ''قال: (عمل الرجل بيده): أى من زراعة أو تجارة أو كتابة أو صناعة''. (مرقاة، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال: ۳۰/۶، رشيدية. (ح: ۲۷۸۳) انيس)

عن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة''. رواه البيهقی فی شعب الإيمان. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال: ۲۴۲/۱، قديمی) (الفصل الثالث (ح: ۲۷۸۱) انيس)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تنابزوا بالألقاب﴾ (سورة الحجرات: ۱۱) ==

اذان بلا وضو بھی ہو جاتی ہے؛ لیکن افضل اور مستحب یہ ہے کہ وضو سے کہی جائے،(۱) جو شخص اپنے مکان سے اپنی بیوی کے پاس سے آیا ہے، اس کے متعلق یہ گمان کرنا کہ یہ بے غسل ہے، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، یہ گمان لغو اور ممنوع ہے،(۲) البتہ اگر تحقیق سے معلوم ہو کہ فلاں شخص کو غسل کی حاجت ہے تو جب تک وہ پاک نہ ہو جائے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا قطعاً حرام ہے۔(۳)

غیبت کرنا حرام ہے،(۴) پنجگانہ نماز فرض عین ہے، اس کا تارک فاسق ہے،(۵) پس شخص مذکورہ کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، خصوصاً جب کہ دوسرا نیک آدمی امامت کے لائق تہجد گذار موجود ہے، ایسے غیر پابند نماز اور غیبت کرنے والے کو ہرگز ہرگز امام نہ بنایا جائے،(۶) تاہم اگر وہ توبہ کرے اور جس کی غیبت کرتا ہے، اس سے بھی معاف کرا لے

== وهٰذا يدل علٰى أن اللقب المكروه هومايكرهه صاحبه،ويفيد ذماً الموصوف به؛لأنه بمنزلة السباب و الشتيمة، فأماالأسماء والأوصاف الجارية غيرهٰذاالمجرى فغيرمكروهة،لم يتناولهاالنهى؛لأنهابمنزلة أسماء الأشخاص و الأسماء المشتقة من أفعال...قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلى:"ياأبا تراب"لما عليه من التراب ... وقال سهل بن سعد:ماكان اسم أحب إلى علي رضى الله عنه أن يُدعىٰ به من أبى تراب.فمثل هٰذا لايكره؛إذليس فيه ذم،ولا يكرهه صاحبه".)(أحكام القرآن للجصاص:۶۰۳/۳،قديمى)

(۱) عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال:"لايؤذن إلا متوضى".(جامع الترمذى،أبواب الصلاة،باب ما جاء فى كراهية الأذان بغير وضوء:۵۰/۱،سعيد (ح:۲۰۰)انيس)

"ويكره أذان جنب...وإقامة محدث لاأذانه علىٰ المذهب".(الدرالمختار)

"ثم اعلم أنه ذكرفى الحاوى القدسى من سنن الأذان:كونه رجلاً عاقلاً،صالحاً،عالماً بالسنن والأوقات،مواظباً عليه،محتسباً،ثقةً متطهراً مستقبلاً".(الدرالمختارمع ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب الأذان:۳۹۲/۱_۳۹۳، سعيد (مطلب فى المؤذن إذاكان غيرمحتسب فى أذانه،انيس)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيراً من الظن،إن بعض الظن إثم﴾.(سورة الحجرات:۱۲)

عن أبى هريرة قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث"فهذا من الظن المحظور وهو ظنه بالمسلم سواءً من غيرسبب يوجبه".(أحكام القرآن للجصاص:۶۰۴/۳_۶۰۵، قديمى)

(۳) عن أبى هريرة قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:لاتقبل صلاة من أحدث حتىٰ يتوضأ.(متفق عليه)

عن ابن عمر قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"لاتقبل صلاة بغيرطهور،ولاصدقة من غلول". {رواه مسلم}(مشكاة المصابيح،كتاب الطهارة،باب ما يوجب الوضوء:۴۰/۱،قديمى)(الفصل الأول(ح:۳۰۰_۳۰۱)انيس)

(۴) قال الله تعالىٰ:﴿ولايغتب بعضكم بعضاً﴾(سورة الحجرات:۱۲)

عن أبى هريرة رضى الله عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"كل المسلم على المسلم حرام: ماله و عرضه ودمه،حسب امرئ من الشرأن يحقرأخاه المسلم".(تفسيرابن كثير:۲۷۳/۴،دار الفيحاء دمشق)

(۵) (هى فرض عين علىٰ كل مكلف...ويكفرجاحدها...و تاركها عمداً مجانةً :أى تكاسلاً فاسق".(الدر المختار، كتاب الصلاة:۳۵۱/۱_۳۵۲،سعيد)

(۶) ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمٰى" (الدرالمختار) ==

اورنماز وجماعت کا پابند ہوجائے تو پھر اس کے پیچھے نماز درست ہوجائے گی۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۱۲/۵۷ ۱۳ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ذی الحجہ/۵۷ ۱۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰۱/۶۔۱۰۴)

مرتکب مکروہ کی امامت:

سوال: مکروہات وسنت ومستحبات کی پابندی نہ رکھنے والے کے پیچھے نماز کیسے ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

مکروہ ہوگی۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰۴/۶)

ہندو تہذیب اختیار کرنے والے کی امامت:

سوال: اگر کوئی مسلمان ہنود کے یہاں اس قسم کی نوکری کرے کہ ہنود کو پوجا کے واسطے بُت کے مکان پر پہنچا دیوے اور اپنی صورت ہنود کی سی رکھے؛ تاکہ ہنود اس کو موقوف نہ کردیں، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

جو مسلمان ایسا فعل کرے، وہ فاسق ہے اور سخت گنہگار ہے اور اس فعل کو اچھا سمجھنے والا بھی فاسق ہے، لائق امام بنانے کے نہیں ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۴۰/۳۔۲۴۱)

== وقال ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالىٰ: "فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالإقتداء أولىٰ من الإنفراد... وإن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱۔ ۵۶۰، سعيد (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۱) (والأحق بالإمامة) الأعلم (بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعيد)

(۲) "وكره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب إهانته شرعاً، فلا يعظم بتقديمه للإمامة" (مراقي الفلاح). وقال الطحطاوي في حواشيه: "قال القهستاني: أي أو إصرار علىٰ صغيرة". (حاشية الطحطاوي على المراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان الأحق بالإمة، ص: ۳۰۲۔ ۳۰۳، قديمي)

(۳) ويكره إمامة عبد إلخ وفاسق. (الدر المختار)

بل مشىٰ في شرح المنية علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

جن لوگوں کی امامت مکروہ ہے

طوائف کی دعوت کھانے والے کو امام بنانا درست ہے، یا نہیں:

سوال: جو شخص پیشہ ور عورتوں کی دعوت کھاتا ہو، اس کو امام مقرر کرنا کیسا ہے؟

الجواب

مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۵۲/۳-۲۵۳)

جس کی لڑکی طوائف کا پیشہ کرتی ہو، اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: سخاوت نامی شخص صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے، اس کی لڑکی پیشہ طوائف کا کرتی ہے اور سخاوت اس کے پاس رہتا ہے، امامت اس کی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسی حالت میں اگر لوگوں کو اس کی امامت سے کراہت ہے تو اس کو امام ہونا مکروہ ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۶/۳)

امام کا غیر مسلم کے گھر میت کا کھانا کھانا:

سوال: آندھرا پردیش میں ہندوؤں کی آبادی زیادہ ہونے کی وجہ سے ہندو مسلمان ملے جلے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کی تقریب میں شریک ہوتے ہیں، ایک مشہور ہندو رئیس کی موت پر ان کے ورثا نے اپنی قوم کے ساتھ مسلمانوں کو بھی کھانے پر بلایا، امام صاحب اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ دعوت میں تشریف لے گئے اور کھانے میں جو دس دن کے بعد کھلایا جاتا ہے، برہمن منتر پڑھتے ہیں، کیا مسلمانوں کے لیے ہندو موتہ کا کھانا جائز ہے، ایسا شخص امامت کے قابل رہتا ہے، یا مرتد ہوجاتا ہے، کیا کوئی حرام کو حلال جان کر بھی مسلمان رہ جاتا ہے؟

---

(۱) ویکره إمامة عبد،إلخ، وفاسق. (الدر المختار،باب الإمامة،ظفیر)

(۲) ولو أم قوماً وهم له كارهون ،إن) الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره)له ذلک تحريماً لحديث أبی داؤد رحمه الله تعالىٰ:"لايقبل الله صلاة من تقدّم قوماً وهم له كارهون"(الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۲/۱،ظفیر)

ھو المصوب

بشرط صحت واقعہ دریافت کردہ صورت میں شخص مذکور کا عمل فسق کے دائرہ میں ہوا اور فاسق کی امامت مکروہ ہے؛ تا آنکہ اس عمل سے توبہ نہ کرلے۔(۱)

تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۶۶/۲)

امام کو سود کھلانا اور اس کے پیچھے نماز:

سوال: زید کی مسجد میں ایک امام صاحب ہیں جو بہت متقی و پرہیزگار ہیں اور محلّہ میں سود دینے والوں کے یہاں کھانا کھاتے ہیں تو ان کا یہ کھانا کھانا جائز ہوگا، یا نہیں؟ اور ان کے پیچھے نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب حامدًا و مصلیًا

محلّہ والوں کی ذمہ داری ہے کہ امام صاحب کو حلال کمائی سے کھانا کھلائیں، یا حلال کمائی سے اتنی تنخواہ دیں کہ وہ اپنے کھانے کا خود انتظام کرلیں ،سود لینا حرام اور سود سے بچنا فرض ہے،(۲)،خود بھی وہ توبہ کریں،(۳)اور امام صاحب کو بھی سود نہ کھلائیں، اگر امام صاحب کو معلوم ہو کہ یہ سودی مال سے نہیں کھلاتے بلکہ حلال کی کمائی سے کھلاتے ہیں، مثلاً سود کے علاوہ بھی کوئی ذریعہ آمدنی ہے، یا قرض لے کر کھلاتے ہیں تو وہ مال حرام نہیں،اس کا کھانا درست ہے،(۴) حرام کھانے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے،اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی،(۵)، جو سود دیتا ہے وہ گنہگار ہے؛ مگر اس کا مال حرام نہیں۔(۶) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۵/۶-۱۳۶)

---

(۱) (ویکرہ)تنزیهًا (إمامة عبد...وفاسق وأعمٰی).(الدرالمختار مع ردالمحتار،باب الإمامة: ۲۹۸/۲)

قوله:"فاسق"من الفسق:وهوالخروج عن الإستقامة،ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی و آكل الرباونحوذلک.(ردالمحتار: ۲۹۸/۲)(مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد،انيس)

(۲) قال اللّٰه تعالٰی:﴿ياأيها الذين آمنوا لاتأكلوا الرباأضعافاً مضاعفةً﴾(سورة آل عمران: ۱۳۰)

(۳) واتفقوا علٰی أن التوبة من جميع المعاصی واجبة علی الفورلايجوزتأخيرها سواءٌكانت المعصية صغيرة أو كبيرة.(شرح النووی علی الصحيح لمسلم،كتاب التوبة : ۳۵٤/۲،قديمی)

(۴) أهدٰی إلٰی رجل شيئاًأوأضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلابأس إلاأن يعلم بأنه حرام فإن كان الغالب هوالحرام ينبغی أن لا يقبل الهدية،ولايأكل الطعام،إلاأن يخبره بأنه حلال ورثته أواستقرضته من رجل،كذا فی الينابيع".(الفتاوٰی الهندية،الباب الثانی عشرفی الهداياو الضيافات: ۳٤۲/٥،رشيدية)

(۵) "ويكره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی".(تنويرالأبصار)"(قوله:فاسق)من الفسق،وهوالخروج عن الإستقامة،ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی وأكل الربا،ونحو ذلک".(الدرالمختار مع ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب الإمامة: ٥٥٩/١-٥٦٠ ، سعيد)(مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد،انيس)

(۶) عن جابر رضی اللّٰه عنه قال:لعن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم آكل الرباوموكله، وكاتبه، ==

کوئی دن متعین کر کے موت کا دعویٰ کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص اس امر کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ۲۵/ذی الحجہ سے عشرہ محرم تک ضرور مر جائے گا؛ لیکن وہ اب تک زندہ ہے، ایسا دعویٰ کرنے والا مسلمان رہتا ہے یا نہیں؟ اس کا نکاح بحال ہے، یا نہیں؟ امامت اس کی درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص کافر نہیں ہوا، مسلمان ہے اور نکاح اس کا قائم ہے؛ مگر ایسا ادعا اس کو کرنا نہ چاہیے تھا، یہ اس کی غلطی تھی، ایسا دعویٰ کرنا گناہ ہے، اس کو اس سے توبہ کرنی چاہیے اور آئندہ ایسا دعویٰ نہ کرے۔(۱) اگر وہ توبہ کر لیوے تو نماز اس کے پیچھے بلا کراہت صحیح ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۱۴۳)

جو امام جذامی کی گڑی ہوئی لاش کو نکال کر جلانے کا حکم دے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ریاست میں ایک قاضی کے فتویٰ دینے سے ایک جذامی مسلمان کی نعش کو دفن کرنے کے دو ماہ بعد جلایا گیا، اس کے متعلق کیا حکم ہے اور جس قاضی نے جواز کا فتویٰ دیا اور درمختارؔ وعالمگیریؔ وغیرہ کا حوالہ دیتا ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھی جاوے، یا اس سے مقاطعہ کر دیا جاوے؟ فقط

الجواب

مسلمان کی نعش کو جلانا جائز نہیں ہے، بالکل حرام ہے،(۳) جس قاضی نے مسلمان جذامی کی نعش کو جلانے کا حکم کیا

== وشاهديه، وقال:"هم سواء".(رواه مسلم)(مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الربا: ۲٤٤/۱، قديمي(الفصل الأول (ح:۲۸۰۷)/ الصحيح لمسلم، باب لعن آكل الربا ومؤكله (ح:۱٥۹۸) انيس)

(۱) قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: خمس لايعلم إلاّ اللّٰه ثم قرأ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ إلخ.(مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، ص:۱۲، ظفير)(ورواه أبو داؤد مع اختلاف وفيه: وإذا رأيت الحفاة العراة الصم والبكم ملوك الأرض في خمس لا يعلمهن إلا اللّٰه، ثم قرأ: إن اللّٰه عنده علم الساعة وينزل الساعة الغيث، الآية.(متفق عليه) (الفصل الأول، رقم الحديث:۳) انيس)

(۲) "التائب من الذنب كمن لاذنب له". (مشكاة المصابيح، باب التوبة، ص:۲۰٦، ظفير)(كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث، رقم الحديث:۲۳٦۳، انيس)

(۳) عن أبي كعب عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: كان آدم رجلاً أشعر، طوالاً، آدم كأنه نخلة سحوق، وأنه لما حضروه الوفاة نزلت الملائكة بحنوطه وكفنه من الجنة فلما مات غسلوه بالماء والسدر ثلاثاً، وجعلوا في الثالثة كافوراً، كفنوه في وتر ثياب وحفروا له لحداً، صلوا عليه وقالوا: هٰذه سنة ولد آدم من بعد.(المصنف لعبد الرزاق، كتاب الجنائز، باب غسل الميت:۳/٤۰۰، رقم الحديث:٦۰۸٦، المكتب الإسلامي، انيس) ==

وہ جاہل اور فاسق ہے، کسی کتاب میں جلانے کا حکم نہیں لکھا، یہ اس نے غلط حوالہ دیا، شخص مذکور چوں کہ بدعتی بھی ہے اور فاسق ہے؛ اس لیے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اس کو اپنا امام بنانا حرام ہے؛ کیوں کہ امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور تعظیم بدعتی اور فاسق کی حرام ہے۔(۱)

حدیث شریف میں ہے:

”من وقّر صاحب بدعة فقد أعان علٰی هدم الإسلام“. (۲)

یعنی! جس نے بدعتی کی تعظیم کی اور توقیر کی اس نے اسلام کے گرانے میں مدد کی۔ (**والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ**)

پس قاضی مذکور کو توبہ کرنی چاہیے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس سے سلام وکلام قطع کر دینا چاہیے، ایسا شخص لائق قاضی ومقتدا ہونے کے نہیں ہے۔ فقط۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۹۹-۲۰۰)

جو امام حق کی تبلیغ سے روکے، اس کو امام بنانا کیسا ہے:

سوال: ایک واعظ قرآن وحدیث کے بموجب وعظ بیان کرتا ہے، دوسرا شخص امام مسجد کو یہ کہتا ہے کہ ایسا وعظ مت کہو؛ کیوں کہ تم سب مسائل کو کھول کر بیان کر دیتے ہو، اس سے ہم کو کچھ نہیں ملتا، کچھ ملاّ لوگوں کا بھی حق رہنے دیا کرو، واعظ کو دوسرے لوگوں سے منع کراتا ہے، بہشتی زیور کے مسائل کو نہیں مانتا، ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

== وأما في شرعنا فلا يجوز الإحراق بالنار للحيوان. (كتاب قتل الحيات،النهى عن قتل النمل. (شرح النووى علٰى المسلم: ۲۳۹/۱۲،انيس)

عن عبد الرحمن بن عبد اللّٰه بن مسعود،عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تعذبوا بالنار،فإنه لا يعذب بالنار إلا ربها. (المصنف لأبى بكر بن أبى شيبة ،كتاب السير،من نهى عن التحريق بالنار (رقم الحديث: ۳۳۸۱٦) ۵۸٤/۱۷ ،مؤسسة علوم القرآن،انيس)

عن أبى الزنادحدثنى محمد بن حمزة الأسلمى عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمره علٰى سرية قال فخرجت فيها وقال إن وجدتم فلاناً فاحرقوه بالنار فوليت فناداني فرجعت إليه فقال إن وجدتم فلاناً فاقتلوه ولا تحرقوه فإنه لايعذب بالنار إلا رب النار. (سنن أبى داؤد، كتاب الجهاد،باب فى كراهية حرق العدوبالنار (رقم الحديث: ۲٦۷۳)ص: ۳۰۱،بيت الأفكار،انيس)

شروع فى مسائل الدفن: وهو فرض كفاية إن أمكن إجماعاً... ومفاده أنه لا يجزى دفنه وجه الأرض ببناء عليه. (ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنازة،مطلب فى دفن الميت: ۱۳۸/۳ ،دارالكتب العلمية،انيس)

(۱) بل مشٰى فى المنية وكراهة تقديمه أى الفاسق كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة،مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد: ۵۲۳/۱ ،انيس)

(۲) مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان،باب الإعتصام بالكتاب و السنة،الفصل الثالث،ص: ۳۱(ح: ۱۸۹،انيس)/ المعجم الأوسط عن عائشة عن النبى صلى الله عليه وسلم،من اسمه محمد (ح: ٦۷۷۲)انيس)

الجواب

واعظ کو مسائل شریعت موافق کتب فقہ کے بیان کرنا چاہیے، کسی کے کہنے سننے اور طعن وتشنیع کی وجہ سے مسائل حقہ مفتیٰ بہا کے بیان کرنے سے رکنا نہ چاہیے اور جو شخص بغرض دنیاوی کے واعظ حقانی کو مسائل حقہ مفتیٰ بہا ضروریہ کے بیان کرنے سے روکے، وہ خطا پر ہے اور عاصی ہے، امام بنانا اس کا مکروہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے، ایسا امام مخالف شریعت قابل معزول کرنے کے ہے، (۱) اور بہشتی زیور ایک عالم معتبر کی تصنیف کردہ ہے، اس کے مسائل جو مفتیٰ بہا ہیں، ان کے معتبر ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے اور کوئی عالم حقانی عموماً اس کے مسائل پر معترض نہیں ہوسکتا۔ باقی اگر کوئی مسئلہ سہواً اس میں خلاف راجح یا غیر مفتیٰ بہا لکھا گیا ہے، اس کی تصحیح خود مؤلف علام کرتے رہتے ہیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۰/۳-۲۷۱)

جو نومسلم کو عید کی نماز میں شریک نہ ہونے دے وہ کیسا ہے اس کی امامت جائز ہے یا نہیں:

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے شخص کی اقتدا و کفر و اسلام کی نسبت جو کسی غریب، نومسلم سند یافتہ کو کمین ورذیل سمجھ کر عید کے دن مسلمانوں کی جماعت سے نکلوا دے اور اس مجمع میں نماز نہ پڑھنے دے؛ بلکہ تمام مساجد میں نماز پڑھنے سے مانع ہو؟

(۲) جو لوگ تعصّباً شاہی عیدگاہ کی رونق بگاڑنے کے لیے گورستان کی مسجد میں نماز پڑھیں، ایسے حضرات کی اقتدا کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور اگر کسی شہر میں عید کی نماز دو جگہ پڑھی جاتی ہو۔ ایک قبرستان کی مسجد میں جس کے پیش امام صاحب وہ حضرت موصوف الصدر ہوں اور دوسری جگہ عیدگاہ میں جس کے امام صاحب دائم السکر اور بدون طلاق اور عدت کے ایام وحالت حمل حلال میں بطمع اجرت عورت کا دوسرے شخص سے نکاح پڑھا دینے کے عادی ومجوز ہوں، ایسے موقعہ پر بوجوہات مذکورہ بالا ونیز بغرض رفع فساد ونیز باین خیال کہ ہیچ آفت نرسد گوشۂ تنہائی را، اپنی جماعت کے ساتھ تیسری جگہ شہر میں نماز پڑھ لیا کرے تو یہ نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اور یہ نماز اس کی تیسری نماز کا خطبہ رئیس ریاست کے حق میں منحوس ومضر ہے، یا مسعود ومحمود؟ اور اس نماز کو منحوس ومضر بتلانے والے کے واسطے شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) کسی مسلمان کی خواہ وہ قدیم الاسلام ہو، یا نومسلم، بے وجہ تحقیر وتذلیل کرنا اور مسجد سے نکلوانا حرام اور ناجائز ہے۔ (۲) مرتکب ایسے امور کا فاسق ہے، نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے۔

---

(۱) ویکره إمامة عبد، إلخ، وفاسق (الدرالمختار) بل مشٰی فی شرح المنية أن کراهة تقديمه أی الفاسق کراهة تحريم، (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) ﴿والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اکتسبوا فقد احتملوا بهتانا واثما مبينا﴾ (سورة الاحزاب: ۵۸) ==

(۲) عیدگاہ کو چھوڑ کر قبرستان کی مسجد میں نماز عید ادا کرنا مکروہ ہے، اختلاف باہمی اور شقاق ونفاق سے پرہیز کرنا لازم ہے، جو امر موجب تفرقہ بین المسلمین ہو، اس سے بچنا چاہیے۔(۱)

حدیث شریف میں ہے:

”صلوا خلف کل بر وفاجر“.(۲)

فاسق کے پیچھے نماز اگرچہ مکروہ ہے؛ مگر تفرقہ ڈالنے سے یہ اچھا ہے کہ فاسق کے پیچھے نماز پڑھ لیوے؛(۳) کیوں کہ فتنہ وفساد سخت تریں ہے، قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۳/۲۹۲-۲۹۳)

قرآن یاد کر کے بھولنے والے اور جماعت کے تارک کی امامت کیسی ہے:

سوال: ایک شخص نے قرآن شریف حفظ کیا، ایک دو سال مسجد میں سنایا بھی، اب اگر بھول گیا اور وہ جماعت کا بھی پابند نہیں ہے، اس کا امام بنانا کیسا ہے؟ دوسرا شخص جو عالم ہے اور جماعت کا پابند ہے اور قرآن شریف جیسا کہ ناظرہ خواں پڑھتے ہیں، ویسا ہی پڑھتا ہے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

== ”المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمهاجر من هجر مانهى الله عنه“.(الصحيح للبخارى باب اعلم من سلم المسلمون من لسانه ويده)

قال الله تعالىٰ: ﴿لاتظلمون ولاتظلمون﴾(سورة البقرة:۲۷۹)

حدیث قدسی میں ہے: ”قال ياعبادى انى حرمت الظلم على نفسى وجعلته بينكم محرما فلاتظالموا“.(الصحيح لمسلم باب تحريم الظلم)

”اتقوا الظلم فإن الظلم ظلمات يوم القيامة واتقوا الشح فان الشح اهلك من كان قبلكم حملهم على ان سفكوا دمائهم واستحلوا محارمهم“.(مسلم باب تحريم الظلم)

”سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر“.(البخارى ومسلم والترمذى والنسائى، جمع الفوائد:۱۲۹٤)

(۱) ﴿واطيعوا الله ورسوله ولاتنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا ان الله مع الصابرين﴾(سورة الأنفال:٤٦)

﴿اعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا﴾.(سورة آل عمران:۱۰۳، انيس)

(۲) رواه الدارقطني، كتاب العيدين، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه: ۲/٤۰٤، رقم الحديث: ۱۷٦۸، مؤسسة الرسالة/ورواه أبو داؤد بلفظ: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم برًّا أو كان فاجرًا، وإن عمل الكبائر، كتاب الصلاة، باب إمامة البر والفاجر، رقم الحديث: ۵۹٤، انيس)

(۳) (وفي النهر عن المحيط: صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة) إلخ. أفاد أن الصلاة خلفهما أولىٰ من الانفراد لكن لاينال كما ينال خلف تقى ورع.(رد المحتار: ۱/۵۲۵، ظفير (باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام، انيس)

(۴) سورة البقرة: ۲٤

الفتنة: القتال، وأصلها: الإبتلاء والإمتحان، والفتنة: العذاب، قال الكسائى فى قوله تعالىٰ: ﴿الفتنة أشد من القتل﴾ أى العذاب.(شمس العلوم دواء كلام العرب من الكلوم، مادة: الفتنة: ۸/۵۰۸۲، انيس)

الجواب

قرآن شریف حفظ کر کے بھولنا گناہِ کبیرہ ہے،(۱) اور ترک جماعت پر اصرار کرنا بھی معصیت کبیرہ ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے،(۲) اور دوسرا شخص جو عالم اور پابند شریعت ہے اور قرآن شریف صحیح پڑھتا ہے، اس کی امامت افضل ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳/ ۲۵۸-۲۵۹)

دھوکہ دینے والے کی امامت درست ہے یا نہیں:

سوال: میں نے ایک شخص کو ایک تولہ سونا دیا تھا کہ تم اس کا کشتہ کر دو، خلاصہ یہ کہ اس نے سونا رکھ لیا اور تانبہ کا کشتہ مجھ کو دیا اور وہ امام ہے، لہٰذا اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اس کو امامت سے معزول کر دینا چاہیے،(۴) یا یہ کہ وہ توبہ کر لے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳/ ۲۰۶)

---

(۱) عن أبی موسیٰ الأشعری قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: تعاهدوا هذا القرآن فوالذی نفس محمد بیده لهو أشد تفلُّتاً من الإبل فی عقلها. (الصحیح للبخاری (ح: ۵۰۳۳)/ الصحیح لمسلم (ح: ۷۹۱) انیس)

سعد بن عبادة رضی اللّٰہ عنه یقول: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ما من أحد تعلم القرآن ثم نسیه إلا لقی اللّٰہ أجذم. (فضائل القرآن للقاسم بن سلام، باب القاریء ینسی القرآن: ۱/ ۲۰۲، دار ابن کثیر دمشق/ المعجم الکبیر للطبرانی، ما أسند سعد بن عبادة (ح: ۵۳۹۰) انیس)

الضحاک بن مزاحم یقول: ما من أحد تعلم القرآن ثم نسیه إلا بذنب یحدثه لأن اللّٰہ تعالیٰ یقول: ﴿وما أصابكم من مصیبة فبما كسبت أیدیكم﴾ وإن نسیان القرآن من أعظم المصائب. (فضائل القرآن للقاسم: ۱/ ۲۰۲/ شعب الإیمان للبیهقی، فصل فی تعلم القرآن (ح: ۱۸۱۳) انیس)

قال أبو العالیة: كنا نری من أعظم الكبائر أن یتعلم الرجل القرآن ثم ینام حتی ینساه لا یقرأ منه شیئاً. (الطبقات الكبریٰ لابن سعد، أبو العالیة الریاحی: ۷/ ۸۲، دار الكتب العلمیة بیروت. انیس)

(۲) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ولو أنكم صلیتم فی بیوتكم كما یصلی هٰذا المتخلف فی بیته لتركتم سنة نبیكم، ولو تركتم سنة نبیكم لضللتم". (فتح القدیر: ۱/ ۳۰۱، ظفیر)

(۳) والأحق بالإمامة، تقدیماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۰، ظفیر)

(۴) ویكره إمامة عبد، إلخ، و فاسق (الدر المختار) بل مشٰی فی شرح المنیة أن كراهة تقدیمه (أی الفاسق) كراهة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۳، ظفیر) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انیس)

بیوہ کے نکاح میں خلل ڈالنے والے کی امامت:

سوال: بیوہ عورت کے نکاح کرنے پر رضامند ہو، اس کے نکاح میں جو شخص خلل ڈالے، اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

بیوہ عورت جو کفو میں نکاح کرنا چاہے، اس کو کسی ولی یا غیر ولی کو نکاح سے روکنا نہ چاہیے، ورنہ بے وجہ شرعی کے کسی عورت کو نکاح سے روکنا گناہ ہے۔ فقط (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۲/۳، ۱۵۳)

فاسق امام کے پیچھے نماز کے جواز اور حالت اضطرار میں مکروہ نہ ہونے کا حکم:

سوال: پیش امام جامع مسجد کہ ہزارہا مخلوق درآنجا نماز ادا می کنند مرد جاہل و ربوا خوار و بخیل و بے تقویٰ و متلق وکاذب وحارس وغیرہ وغیرہ ہست در جماعت عالم وفاضل وزاہد وعابد وقاری ومتقی داخل اند پس آں نماز ایشاں چگونہ است اکثر قوم، ناراض اند صرف از طرف حکومت بطریق وراثت آں پیش امامی مقرر شدہ است ہمہ مردمان از طرف حکومت مجبور اند شرعاً چہ باید کرد؟ (۲)

الجواب

صبر باید کرد مخالفت با حکومت نازیباست، (۳) وچوں مقتدیان برعزل امام قادر نیستند پس ایں ہمہ کراہت برامام خواہد بود نماز مقتدیاں بلاکراہت صحیح خواہد ماند۔ (۴)

(تتمہ اولیٰ، ص: ۳۱۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۱۱/۱-۴۱۲)

---

(۱) اور اس پر اصرار فسق ہے، لہٰذا اس کی امامت مکروہ ہے۔ ویکره إمامة عبد ... وفاسق. (الدر المختار علی رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)

قرآن میں ہے: ﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ ظفیر) (سورة النور: ۳۲) انیس)

عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاث حق على الله عونهم الغازی فی سبيل الله والناكح يريد العفاف والمكاتب الذی ينوی الأداء. (مصنف عبدالرزاق، باب فضل الجهاد (ح: ۹۵۴۲) انیس)

(۲) خلاصۂ سوال: جامع مسجد کا امام جاہل، سود خور، بخیل، غیر متقی اور جھوٹا ہے اور نمازیوں میں عالم وفاضل، عابد وزاہد اور قاری ومتقی ہیں، پس ان کی نماز کیسی ہوگی، اکثر لوگ ناراض ہیں؛ لیکن چوں کہ حکومت کی طرف سے ان امام صاحب کو حق امامت وراثۃً پہنچا ہے؛ اس لیے تمام لوگ مجبور ہیں، پس شرعاً کیا کرنا چاہیے؟ (سعید احمد)

(۳) اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو صحیح طریقہ پر ایسے امام کو ہٹانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حدیث میں ہے: من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه وإن لم يستطع فبقلبه. (كتاب الإيمان، كون النهى عن المنكر من الإيمان، رقم الحديث: ۷۸، ص: ۵۱، بيت الأفكار، انیس)

(۴) ترجمہ جواب: صبر کرنا چاہیے حکومت کے ساتھ مخالفت زیبا نہیں ہے اور چوں کہ مقتدی امام کو معزول کرنے پر قادر نہیں ہیں؛ اس لیے ساری کراہت امام پر ہوگی، مقتدیوں کی نماز بلاکراہت صحیح ہوگی۔ (سعید)

فاسق کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا حکم:

سوال: اگر داڑھی کتروانے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے تو نماز کب سے اور کتنی دہرائی جائے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

بہتر یہ ہے کہ متقی امام تلاش کیا جائے اور اگر فاسق (داڑھی کتروانے والے) کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔

"صلوا خلف کل بر و فاجر". (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ الجواب صحیح: بندہ محمد عبد الحلیم غفرلہ۔ (حبیب الفتاویٰ: ۴/۸۷)

فاسق امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کے اعادہ کی تحقیق:

سوال: ہماری کتب فقہ میں ہے کہ اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو نماز کا اعادہ ضروری ہے؛ لیکن جب حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بلوہ ہوا اور حضرات صحابہ نے بلوائیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو حضرت عثمان سے پوچھا تو آپ نے اجازت دی اور یہ نہیں فرمایا کہ پڑھ کے پھر اعادہ کرلیا کرو، حالاں کہ بلوائیوں سے زیادہ اور کون فاسق اور بدعتی ہوگا، بالخصوص ایسے بلوائی جنہوں نے خلیفہ برحق امیر المومنین داماد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم داخل عشرۂ مبشرہ پر بلویٰ کیا ہو؟

الجواب ــــــــــــــــ

یہ روایت مجھ کو نہیں ملی، (۲) اگر حوالہ لکھا جاوے تو تحقیق کی جاوے، البتہ درمختار میں یہ قاعدہ لکھا ہے واجبات صلوٰۃ

---

(۱) رواہ الدارقطنی، کتاب العیدین، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة علیه: ۲/ ۴۰۴، رقم الحدیث: ۱۷۶۸، مؤسسة الرسالة)/(رواہ أبو داؤد، الصلاة المکتوبة، واجبة خلف کل مسلم برًا أو کان فاجرًا، وإن عمل الکبائر، کتاب الصلاة، باب إمامة البر والفاجر، رقم الحدیث: ۵۹٤، انیس)

(۲) یہ روایت بخاری شریف (۱/۹۶) باب: إمامة المفتون والمبتدع میں ہے، ونصه: عن عبید اللّٰه بن عدی بن خیار: أنه دخل علی عثمان بن عفان رضی اللّٰه عنهما وهو محصور، فقال: إنک إمام عامة، ونزل بک ما نری، ویصلی لنا إمام فتنة، ونتحرج؟ فقال: الصلاة أحسن مایعمل الناس، فإذا أحسن الناس فأحسن معهم، وإذا أساؤا فاجتنب إساء تهم، آه. (باب الأذان، رقم الحدیث: ۶۹۵، انیس)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ نظام جماعت معطل کرنے سے بہتر یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے پیچھے، جن کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے، نماز پڑھ لی جاوے، بخاری شریف کے دونوں شارح اس اثر سے یہی مسئلہ مستنبط فرماتے ہیں:

وفیه: أن الصلاة خلف من تکره الصلاة خلفه أولیٰ من تعطیل الجماعة، آه. (عمدة القاری: ۲/ ۷۶٤ (کتاب الأذان، باب إمامة المفتون والمبتدع، رقم الحدیث: ۶۹۵، انیس)/فتح الباری: ۲ / ۱۵۹ (کتاب الأذان، باب إمامة المفتون، رقم الحدیث: ۶۹۶، انیس)

میں: ''کل صلاۃ أدیت مع کراھة التحریم تجب إعادتھا'' اورردالمحتار میں اس کے عموم پر ایک قوی اعتراض کرکے(۱) تصحیح کے لیے یہ توجیہ کی ہے، إلا أن یدعی تخصیصھا بأن مرادھم بالواجب والسنة التی تعاد بترکه ماکان من ماھیة الصلاۃ وأجزائھا .(۲)

پس صلوٰۃ خلف الفاسق ونحوہ میں اول تو کوئی امراجزائے صلوٰۃ میں سے مختل نہیں ہوا؛ اس لیے قاعدہ وجوب اعادہ کا جاری نہ ہوگا۔ دوسرے انفراد سے ان کے ساتھ پڑھنا اولیٰ ہے اوراعادہ میں جوغالباعلی الانفراد ہوگا، اولیٰ سے غیراولیٰ کی طرف آنا ہے۔

فی الدرالمختار: ''صلی خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة ''.وفی ردالمحتار:أفاد أن الصلاۃ خلفھما أولٰی من الانفراد.(۳) فقط

۲۷/محرم ۱۳۲۲ھ۔(امداد صفحہ:۴۷، ج:۱)(امدادالفتاویٰ جدید:۱/۳۵۰-۳۵۱)

بے مروت اور بے غیرت شخص کی امامت مکروہ ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بستی کے مسلمانوں نے تحریراً وعدہ واقرار کیا کہ بیاہ شادی میں حرام رسومات، ڈھول ناچ، بے ہودہ گانا بجانا وغیرہ ہرگز استعمال نہیں کریں گے، اگرکسی نے کیا تو مبلغ یک صد روپیہ جرمانہ ہوگا، اس پر تقریباً پچیس سال عمل درعمل ہوا، اتفاقاً بستی کے ایک شخص نے اپنے بیٹے کی شادی پر ڈھول اور فاحشہ بازاری عورتیں وغیرہ لائے اور ناچ وغیرہ کا پروگرام ہوا اور بستی کے چندافراد نے بھی ساتھ دیا، امام مسجد نے ان کی اس خلاف ورزی کی وجہ سے تنبیہاً بامید مصلحت ان سے علاحدگی اختیار کی، ان چندافراد نے ایک جاہل ہم خیال کوامام مقرر کرلیا، جس سے بستی میں نہایت پریشانی ہوئی ہے، اب سوال یہ ہے کہ ان افراد کی یہ حرکت ازروئے شرع جائز ہے، یانہیں؟ اور جوامام بلااجازت امام اول کے مقرر ہوا ہے، ازروئے شرع ایسے بدعت پسند ناخواندہ امام کی اقتدادرست ہے، یانہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: پیرسکندرشاہ سوہلن ہزارہ، ۱۲/۹/۱۹۷۴ء)

---

(۱) اعتراض یہ کیا ہے کہ ''جماعت'' واجب یا کالواجب ہے، لہٰذا جس شخص نے تنہا نماز پڑھی ہو، اس کی نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور درمختار کے قاعدہ کے موافق اس کا اعادہ ضروری ہوگا، حالانکہ فقہاء کی تصریح اس کے خلاف ہے، لہٰذا قاعدہ صحیح نہ رہا۔ علامہ شامیؒ نے تصحیح قاعدہ کے لیے جوتوجیہ کی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ''اعادہ صلوٰۃ'' اس واجب، یاسنت کے چھوڑنے سے ضروری ہوتا ہے، جونماز کی ماہیت میں داخل ہو اور جماعت چوں کہ نماز کی ماہیت وحقیقت میں داخل نہیں ہے؛ بلکہ وصف خارجی ہے؛ اس لیے جماعت کے ترک سے اعادہ نہیں ہوگا۔

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار: ۴۵۷/۱ (کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، مطلب: کل صلاۃ أدیت مع کراھة التحریم تجب إعادتھا، انیس)

(۳) الدرالمختارمع ردالمحتارباب الإمامة، مطلب: البدعة اقسام: ۵۶۲/۱ ، بیروت ، انیس

الجواب

ان افراد کی یہ حرکت حرام ہے؛(۱)لأنهم خالفوا الشرع و اخلفوا الوعد نعم التعزیر بأخذ المال منسوخ، (۲) اور اس بے مروت اور بے غیرت امام کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ ہے۔(۳) وہوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۹۰/۲-۳۹۱)

توبہ کرنے کے بعد فاسق کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جھوٹی قسم کھانے والے کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: رحمت دین سنگ جانی راولپنڈی، ۱۸/۹/۱۹۷۲ھ)

الجواب

جھوٹی قسم کھانے والا سخت گنہ گار ہے؛(۴) لیکن توبہ کے بعد اس کے پیچھے اقتدا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۵) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۹۴/۲)

---

(۱) قال العلامة ابن البزار الکردری: استماع صوت الملاهی کالضرب بالقضیب ونحوه حرام لقوله علیه السلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق و التلذذ بها کفر أی بالنعمة.(الفتاوی البزازیة علی هامش الفتاویٰ الهندیة: ۳۵۹/۶، الباب الثالث فیما یتعلق بالمناهی)/(السنن الکبری للبیهقی، کتاب الشهادات، باب ماتجوزبه شهادة أهل الأهواء، رقم الحدیث: ۲۰۹۲۰-۳۵۶/۱۰، دارالکتب العلمیة، بیروت، انیس)

(۲) قال العلامة ابن عابدین: وفی المجتبی لم یذکر کیفیة الأخذ وأری أن یأخذها فیمسکها فإن أیس من توبته یصرفها إلی ما یری وفی شرح الآثار: التعزیر بالمال کان فی ابتداء الإسلام ثم نسخ والحاصل أن المذهب عدم التعزیر بأخذ المال.(ردالمحتار علی هامش الدر المختار: ۱۹۶/۳، مطلب فی التعزیر بأخذ المال)

(۳) قال العلامة الحصکفی رحمه الله: ویکره إمامة عبد وفاسق.(الدرالمختار علی هامش رد المختار: ۴۱۳/۱-۴۱۴، مطلب البدعة خمسة أقسام، باب الإمامة)

(۴) عن عبد الله بن عمر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم الکبائر الاشراک بالله وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس.(رواه البخاری) وفی روایة أنس: وشهادة الزور بدل الیمین الغموس.(متفق علیه.(مشکوٰة المصابیح: ۱۷/۱، باب الکبائر وعلامات النفاق)(صحیح البخاری، باب الیمین الغموس (ح: ۶۶۷۵)/ الصحیح لمسلم، باب بیان الکبائر وأکبرها (ح: ۸۷) انیس)

(۵) وعن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "التائب من الذنب کمن لاذنب له".(مشکوٰة المصابیح: ۲۰۶/۱، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث)(سنن ابن ماجة، باب ذکر التوبة (ح: ۴۲۵۰)/مسند الشهاب القضاعی، التائب من الذنب کمن لا ذنب له (ح: ۱۰۸) انیس

بلاثبوتِ شرعی صرف الزام کی وجہ سے کراہیت اقتدا کا حکم نہیں دیا جا سکتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے شرعی فیصلہ کے لیے مسمی فلاں اور مولوی فلاں سکنہ بیگوخیل کو ثالثان شرعی متعین کئے، فریقین سے بیان لینے کے بعد شرعی فیصلہ سنایا تو ایک فریق کو یہ فیصلہ ناجائز معلوم ہوا تو ثالثان سے کہہ کر فیصلہ رد کر دیا؛ مگر ثالثان نے کہا کہ اگر ہمارے فیصلہ کے خلاف تم لوگوں نے غلطی کا کوئی ثبوت پیش کیا تو ہم تسلیم کریں گے، پھر ہم نے حقانیہ اکواڑہ خٹک سے فتویٰ نمبر: ۵۹۹۲/طلب کیا تو اس میں ان کے فیصلہ کے خلاف ثبوت پیش ہوا، ہم نے وہ فتوے پیش کئے تو انہوں نے انکار کیا اور اپنے غلط فیصلے پر ثابت قدم رہے؛ لیکن ہمیں یقین ہے کہ انہوں نے اس فیصلہ میں رشوت لی ہے اور جو آدمی ہمارے درمیان پھرتا تھا، انہوں نے ہمیں یقین سے کہا ہے کہ انہوں نے رشوت لی ہے، کیا ایسے ثالثوں کے پیچھے اقتدا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: اجمل خان سکنہ بیگوخیل لکی مروت، ۶/۶/۱۹۷۲ء)

الجواب

محترم!

واضح رہے کہ بغیر ثبوت شرعی کے ہم صرف اس الزام کی وجہ سے کراہیت اقتدا کا فتویٰ نہیں دے سکتے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾(الآية) (۱)

وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۳۶۴)

☆☆☆

(۱) سورة الحجرات : ۲۶۔

عن ابی هريرة أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث ولا تجسسوا ولا تحسسوا ولا تحاسدوا ولا تنافسوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وكونوا عباد الله إخوانا.(صحيح ابن حبان، ذكر الزجر عن سوء الظن بأحد من المسلمين : ۱۲/۵۰۰، مؤسسة الرسالة/موطأ الإمام مالک، باب ماجاء فى المهاجرة (ح:۹۰۸)/الأدب للبخارى (ح:۶۰۶۶)/مسلم، باب تحريم الظن والتجسس والتنافس والتناجش(ح:۲۵۶۳)انيس)

انتہا پسند، کمیونسٹ وانگریز سے تعلق رکھنے والے کی امامت

انتہا پسند سیاسی جماعت سے جڑے امام کے پیچھے نماز:

سوال: ہمارے شہر کے ایک عالم دین جو کہ شہر کی جامع مسجد کے امام بھی بنے ہوئے ہیں، آج کل بھارتی جنتا پارٹی کے ہمنوا ہیں، آج انہوں نے اپنے مدرسہ میں اسی سیاسی پارٹی کے ایک لیڈر کو استقبالیہ دیا اور لوگوں سے مذکورہ لیڈر کے حق میں اپنے ووٹ ڈالنے کی اپیل کی، واضح رہے کہ مذکورہ لیڈر بابری مسجد کی شہادت میں پیش پیش تھا اور رام جنم بھومی تحریک کا بہت اہم لیڈر رہے، اس واقعہ کے بعد عوام الناس تذبذب کا شکار ہیں کہ امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

هو المصوب

ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے، البتہ امام کو گندی سیاست میں شریک ہونا درست نہیں ہے۔(۱)

تحریر: محمد طارق ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۴۲۱-۴۲۲)

آنریری مجسٹریٹ کی امامت:

سوال: ایک شخص جو کہ شہر کی سب سے بڑی جامع مسجد کا امام اپنے علاقہ کا مفتی اور اہل اسلام کے محکمہ نکاح وطلاق کا قاضی ہے، اسلام، اہل اسلام اور شعائر اسلام، اماکن مقدسہ وجزیرۃ العرب وغیرہ کے موجودہ نازک ترین حالات اور

(۱) والسياسة نوعان: سياسة ظالمة فالشرعية تحرمها، وسياسة عادلة تخرج الحق من الظالم وتدفع كثيرا من المظالم وتردع أهل الفساد ويتوصل بها إلى المقاصد الشرعية للعباد، فالشرعية يجب المصير إليها والاعتماد فى إظهار الحق عليها وهى باب واسع تضل فيه الأفهام وتزل فيه الأقدام وإهماله يضيع الحقوق ويعطل الحدود ويجرى أهل الفساد ويعين أهل العناد والتوسع فيه يفتح أبواب المظالم الشنيعة ويوجب سفك الدماء وأخذ الأموال الغير الشرعية ولهذا سلك فيه طائفة مسلك التفريط المذموم فقطعوا النظر عن هذا الباب إلا فيما قل ظنا منهم أن تعاطى ذلك مناف للقواعد الشرعية فسدوا من طرق الحق سبيلاً واضحةً وعدلوا إلى طريق من العناد فاضحة لأن فى إنكار السياسة الشرعية رداً للنصوص الشرعية وتغليظا للخلفاء الراشدين، الخ. (معين الحكام فيما يتردد بين الخصمين من الأحكام، القسم الثالث من الكتاب فى القضاء بالسياسة الشرعية: ۱/۱۷۹، دار الفكر بيروت. انيس)

اعداء اسلام کی اسلام کے مٹانے میں پوری کوشش وسرگرمی کو دیکھتے ہوئے اور عدم موالات بالکفار کے حکم الٰہی سے واقف ہوتے ہوئے بھی موجودہ حکام کی طرف سے ملی ہوئی آنریری مجسٹریٹی کو کسی موہوم نفع، یا ضرر کے احتمال سے چھوڑنا پسند نہیں کرتا؛ بلکہ وہ اپنے لیے اس کے ترک کو باعث ذلت ورسوائی اور اس کے وجود کو موجب عزت وفخر تصور کرتا ہے، ہر چند کہ مسلمانوں نے زور سے، نرمی ومحبت سے، تنہائی میں ومجالس میں سمجھایا اور تقریراً وتحریراً بار ہا اس سے آگاہ کیا اور اسی امر کا مطالبہ کیا؛ لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ کیا ایسا شخص قابل امامت ہے اور کیا اس کے صلوات وجمعات کا ادا کرنا شرعاً صحیح ودرست ہے اور کیا شرعی مسائل میں ایسے آدمی کا فتویٰ اور معاملات نکاح وطلاق میں اس کا فیصلہ قابل اعتماد ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، الحمدللّٰہ وحدہ

نہیں ہوسکتا اور جماعت کا فرض ہے کہ اس منصب سے اسے معزول کردیں۔

دستخط

مولانا ابوالکلام آزادؒ

الجواب

ایسا شخص لائق امام بنانے کے نہیں ہے؛ کیوں کہ آنریری مجسٹریٹی میں حکم خلاف شریعت کرنا لازم ہے، جیسا کہ ظاہر ہے اور بمصداق آیۂ کریمہ ﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا اَنزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾(۱) فاسق ہے اور امامت فاسق کی مکروہ ہے۔ (کما فی کتب الفقہ)(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۴۱/۳-۱۴۲)

(۱) سورة المائدة: ۷، ظفير ﴿هم الفاسقون﴾ أي المتمردون الخارجون عن حكمه أو عن الإيمان. (روح المعاني: ۳۱۹/۳، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)

(۲) كره إمامة الفاسق، والفسق لغةً: خروج عن الإستقامة وهو معنٰى قولهم خروج الشيء عن الشيء علٰى وجه الفساد، وشرعاً: خروج عن طاعة اللّٰه تعالٰى بأرتكاب كبيرة، قال القهستاني: أي أو إصراره علٰى صغيرة (فتجب إهانته شرعاً فلايعظم بتقديمه للإمامة) تبع فيه الزيلعي، ومفاده كون الكراهة في الفاسق تحريمية. (الطحطاوي علٰى مراقي الفلاح (باب الإمامة، فصل في بيان الأحق بالإمامة: ۳۰۳/۱، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)

ويكره تقديم العبد ... والأعرابي ... والفاسق، وإن تقدموا اجاز لقوله عليه السلام: صلوا خلف كل بر وفاجر. (الهداية، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱۲۲/۱. انيس)

"ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق". (الدر المختار)

انگریز کے مخالف کو کافر سمجھنے والے کی امامت:

سوال: زید گورنمنٹ اسکول میں کورس پڑھاتا ہے اور کہتا ہے کہ جو شخص میری ملازمت کو حرام جانے میں اپنے عقیدہ میں اس کو کافر جانتا ہوں تو اس صورت میں زید کے پیچھے نماز درست ہے، یا حرام؟

الجواب

انگریزی اسکول کی ملازمت اگرچہ کسی درجہ میں بعض صورتوں میں جائز بھی ہو؛ مگر اس کے قبیح ہونے میں تو کچھ کلام ہی نہیں ہے، لہٰذا زید جو کہ انگریزوں کی غلامی کو حرام جاننے والوں کو کافر سمجھتا ہے، سخت غلطی میں ہے اور عاصی وفاسق ہے، لہٰذا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور امام بنانا اس کو حرام ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۶۲)

انگریزوں کے نام قرآن پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنے والے کی امامت:

سوال: زید جامع مسجد کا امام اور واعظ ہے، اس نے جارج اور قیصر ہند کے لیے قرآن شریف پڑھ کر بخشا اور خطبہ میں دعا کی اور جب سلطان المعظم کے لیے دعا کرنے کو کہا گیا تو علما کا فتویٰ طلب کرتا ہے، خلافت والوں پر تبرّا کہتا رہتا ہے اور عوام کو بہکا دیا کرتا ہے کہ خلافت کمیٹی کچھ دینی بات نہیں ہے، ایسے امام کے پیچھے جو رنڈیوں کے یہاں دعوت کھالیتا ہے، نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص فاسق ہے، لائق امام بنانے کے نہیں ہے، اس کو امامت اور وعظ گوئی سے معزول کرنا اور روکنا چاہیے۔ ترکِ موالات فرض (۲) شرعی ہے اور خلافت کی ہمدردی مسلمانوں کو ہر طرح لازم وواجب ہے، اس میں کوتاہی کرنا حرام اور معصیت ہے، (۳) اور جو امام رنڈیوں کے گھر کی دعوت کھاوے وہ بھی لائق امام بنانے کے نہیں ہے۔(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۶۴)

(۱)　وكراهة تقديمه أي الفاسق كراهة تحريم، (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۲)

(۳)　إذا تحققت الإمامة الكبرىٰ لأحد فلايجوز لأحد البغاة الخروج عليه ويجب اتباعه وتعبر الشريعة هذا الاتباع بلزوم الجماعة .(العرف الشذى: ۳۹۸/۳، دارالتراث العربى بيروت. انيس)

وظاهر عبارة خزانة الفتاوىٰ لزوم إطاعة من استوفى شروط الإمامة.(ردالمحتار، كتاب الأشربة: ۴۶۰/۶، دارالفكر بيروت. انيس)

(۴)　ويكره إمامة عبد، إلخ ، وفاسق ، إلخ. (الدرالمختار) بل مشى فى شرح المنية : أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

انگریزوں کے خانساموں کی نماز اور امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال (۱) انگریزوں کے خانساماں کو جو کہ کھانا پکاتا ہے، خنزیر کا گوشت بھی پکانا اور کھلانا ہوتا ہے اور شراب تقسیم کرتا ہے، جب کہ یہ لوگ ایسا کام کرتے ہیں تو ان کی نماز وغیرہ قبول ہوتی ہے، یا نہیں؟

(۲)　اگر ان میں سے کوئی شخص قابل نماز پڑھانے کے ہو تو اس کی نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱)　چوں کہ وہ لوگ اسلام میں داخل ہیں، اس لیے نماز، روزہ ان کا قبول ہے، گناہ سے توبہ کرتے رہیں۔

(۲)　امام بنانا ایسے شخص کو مکروہ ہے؛ لیکن نماز اس کے پیچھے بہ کراہت درست ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۲۴۸/۳)

کمیونسٹ کو ووٹ دینے والے کی امامت:

سوال (۱) کمیونسٹ پارٹی کا ممبر بننا اور اس کو کامیاب بنانے کے لیے ووٹ دینا جائز ہے کہ نہیں؟ اور ووٹ دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۲)　زید کمیونسٹ ٹکٹ سے ٹاؤن ایریا کا ممبر ہے اور اس کا حمایتی بھی ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۳)　بکر حافظ قرآن اور کمیونسٹ امیدوار کو کامیاب بنانے کے لیے ووٹ بھی دیا ہے، اس کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے؟　　　(خریدار نمبر:۱۰۷۷)

الجواب　حامدًا و مصلیًا

کمیونسٹ اپنی اصل کے اعتبار سے مذہبِ اسلام کے مخالف ہیں،(۲) اور ان کی اس اصل کی پابندی کرتے ہوئے ان کی پارٹی کا ممبر بننا مذہبِ اسلام کی مخالفت کرنا ہے، ان کو ووٹ دینا ایک مذہبِ اسلام کے مخالف کو ووٹ دینا ہے،(۳) اس بات کو سمجھتے اور اعتقاد کرتے ہوئے ممبر بننے والے اور اس کو ووٹ دینے والے کو امام بنانا درست نہیں۔(۴)

---

(۱)　ویکرہ إمامة عبد، إلخ، وفاسق، (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲)　إن المنافق غیر معترف بنبوة نبینا صلی اللّٰه علیه و سلم، والدهری کذالک مع إنکاره إسناد الحوادث إلیٰ الصانع المختار سبحانه وتعالیٰ". (ردالمحتار، کتاب الحدود، باب المرتدین: ۲۴۱/۴، سعید (مطلب فی الفروق بین الزندیق والمنافقین والدهری والملحد، انیس)

(۳)　(وقوله تعالیٰ: ﴿وتعاونوا علی البر والتقویٰ﴾ یقتضی ظاهره إیجاب التعاون علیٰ کل ما کان طاعة اللّٰه تعالیٰ؛ لأن البر هو طاعات اللّٰه". ==

بعض آدمی مذہبِ اسلام کے معتقد اور پابند ہوکر بھی بعض سیاسی اور وقتی مصالح کی بنا پر کمیونسٹ، یا کسی اور مخالف اسلام پارٹی کے ٹکٹ پر ممبر بنتے ہیں اور ان کی اس مصلحت کے پیش نظر سچے پکے مسلمان ان کو ووٹ دیتے ہیں، ان کا یہ حکم نہیں؛ لیکن ان کی اس روش سے ایک مخالفِ اسلام پارٹی کو فروغ ہوکر اقتدار حاصل ہوتا ہے، جس سے بہت سے لوگوں کو غلط فہمی پیدا ہوگی اور کمیونسٹ پارٹی کو اسلام کے خلاف نہیں؛ بلکہ موافق سمجھیں گے اور جب ایسے لوگ ممبر بن جائیں گے تو وہ کمیونسٹ، جنہوں نے ان کو واقعۃً کمیونسٹ سمجھ کر ووٹ دیا ہے، ان سے اپنے ایسے مطالبات منظور کرائیں گے جو کہ اسلام کے مخالف ہوں گے، اگر یہ اس میں کوشش نہیں کریں گے تو ووٹ دینے والے ان کو غدار اور مکار قرار دیں گے اور یہ غداری ومکاری سب اسلام کے سر رکھی جائے گی اور آئندہ نہ ایسے ممبر پر کبھی اعتماد ہوگا اور نہ ایسے ووٹ دینے والوں پر جو کمیونسٹ پارٹی کا سہارا لے کر ایک مسلمان کو ممبر بنائیں۔

نیز یہ عمل ایک شریف سچا آدمی کبھی اختیار نہیں کرسکتا کہ خود مسلمان ہو اور دنیا کو دھوکہ دے کر اپنے آپ کو کمیونسٹ ظاہر کرے اور ووٹ حاصل کرے، ایسے شخص پر اس کا ضمیر انتہائی ملامت کرے گا، اسلام میں ایسے عمل کی ہرگز اجازت نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے والے جو لوگ ضمیر کے خلاف کہتے اور عمل کرتے تھے ان کی سخت مذمت قرآن پاک وحدیث شریف میں آئی ہے، ایسے لوگوں پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اعتماد تھا نہ خود ان کی پارٹی کو، ان لوگوں کا حال یہ تھا: ﴿مذبذبین بین ذلک، لاإلٰی ھؤلاء ولاإلٰی ھؤلاء﴾ (سورۃ النساء: ۱۴۳)

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (جواہر الفقہ، انتخابات میں ووٹ اور ووٹر اور امیدوار کی حیثیت: ۲۹۵/۲، مکتبہ دار العلوم کراچی) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۸۷-۸۸)

ظالم کے لیے دعائے خیر کرنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: جو ہندو اپنی رعیت پر ظلم وستم کرتا ہے، وہ اگر بیمار ہوجائے اور کوئی مسلمان بطمع دنیاوی اس کے لیے دعائے خیر اور ختم جلالی پڑھ کر شفا کی دعا کرے، اس کے لیے کیا حکم ہے، نماز اس کے پیچھے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ظالم کے لیے دعا خیر جائز نہیں ہے، اور ظالم کی مدد کرنا ظلم پر، حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

== وقوله تعالٰی: ﴿ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ نهی عن معاونة غيرنا علٰی معاصی اللّٰه تعالٰی". (أحكام القرآن للجصاص: ۴۲۹/۲، قدیمی)

(۴) ويكره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی". (الدرالمختار)

"فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولٰی من الإنفراد". (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ: ۵۵۹/۱، سعید) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انیس)

وعن أوس بن شرحبيل رضي الله عنه أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "من مشٰى مع ظالم، ليقويه وهو يعلم أنه ظالم فقد خرج من الإسلام. {رواه البيهقي}(۱)

پس جو شخص جان بوجھ کر ظالم کے لیے دعائے خیر کرتا ہے اور اس ظلم میں اس کی مدد کرتا ہے، وہ فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، (۲) إلا أن يتوب. فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۸/۳-۱۹۹)

امن سبھا کے ممبر کی امامت:

سوال: منجانب گورنمنٹ جو امن سبھا قائم ہوئی ہے، اس میں چندہ دینا اور ممبر بننا کیسا ہے اور جو لوگ ممبر بن چکے، ان کیلئے کیا حکم ہے اور نماز ان کے پیچھے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس میں چندہ دینا اور ممبر بننا اور کوشش کرنا خلاف میں درست نہیں ہے اور وہ درحقیقت شوکت اسلام وخلافت اسلامیہ کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں، ایسے لوگوں کا حال نہایت خطرناک ہے اور ان کو امام بنانا مکروہ ہے۔ (۳)

فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۵/۳-۱۵۶)

☆☆☆

---

(۱) مشكاة المصابيح، باب الظلم، الفصل الثالث. ص: ٤٣٦، ظفير (كتاب الآداب، رقم الحديث: ٥١٣٥، انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار)

وأن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٢٣/١، ظفير (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۳) ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورة النساء:)

ويكره تقديم الفاسق أيضاً لتساهله في الأمور الدينية. (غنية المستملي، ص: ٣٥١، ظفير)

یہ ۱۹۴۷ء سے قبل انگریزی حکومت کے زمانہ کی بات ہے۔ انیس

ووٹ کے سلسلہ میں قابل غور بات یہ ہے کہ ووٹ ایک طرح کی شہادت دینا ہے کہ فلاں امیدوار اپنی شرعی ومعاشرتی ذمہ داریاں بخوبی نبھا سکتا ہے، لہذا ووٹ نہ ڈالنا ایک طرح کا گناہ ہے، اس لیے بڑھ چڑھ کر ووٹ میں حصہ لینا چاہئے، مسلمانوں کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم نیکی کی حمایت کریں اور بدی کی مخالفت، اس لیے ہمارا فرض بنتا ہے کہ بااصول اور اچھے امیدوار کو ووٹ دیں۔ انیس

شرعی مسئلہ نہ ماننے والے کی امامت

غیر شرعی افعال کے مرتکب کی اقتدا کا حکم:

سوال: کیا اس شخص کی اقتدا جائز ہے، جو کئی ایسے غیر شرعی افعال کا اعلانیہ ارتکاب کررہا ہو، جن کا تعلق اس کی ذات سے ہو، مثلا: چوری کرنا، کسی کا حق غصب کرنا، جھوٹ بولنا، غیر محرم عورتوں سے میل جول، بے ریش لڑکوں سے بلاضرورت اختلاط وغیرہ اور وہ شرعی احکام کے تقدس اور عظمت کی رعایت بھی نہ کرتا ہو، بے حیائی کی مجالس میں اس کی آمد ورفت ہو، سینما گھروں میں آنا جانا ہو، یہاں تک کہ بعض اوقات سینما گھروں میں رسمی طریقہ پر ختم قرآن بھی کراتا ہو؟

الجواب

یہ سب کام امور فسقیہ ہیں، جب تک اس شخص کا یہ کردار ہو، یا اس میں یہ افعال موجود ہوں تو اس کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے، اس کی جگہ کسی نیک شخص کی اقتدا کرنی چاہیے، البتہ اگر وہ توبہ کرلے تو اس کے بعد اس کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں۔

قال ابن عابدين رحمه الله تحت هٰذا القول: (ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق) أي من الفسق وهو الخروج عن الإستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وآكل الربا ونحو ذلك. (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳/۱۵۷-۱۵۸)

شریعت کو حکم نہ تسلیم کرنے والے کی امامت:

سوال: جو شخص مولوی اور واعظ ہو کر اپنے تنازعات کو بروئے شریعت حقہ تصفیہ کرانے سے گریز کرتا ہے؛ لیکن عوام کے دریافت کرنے پر کہتا ہے کہ میں شریعت پر فیصلہ کرنے پر تیار ہوں اور موقع پر کہتا ہے کہ اگر میں شریعت کو حکم مقرر کرلوں تو میرا نقصان ہے، لہٰذا ایسے شخص کے ایمان اور امامت کا کیا حکم ہے اور اس سے تعلق رکھنا اور امداد کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) رد المحتار على الدر المختار، باب الإمامة: ١/٦٠١ (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

وفي الهندية: تجوز إمامة الأعرابي والأعمى أو العبد وولد الزنا والفاسق، كذا في الخلاصة، إلا أنها تكره، هٰكذا في المتون. (الفتاوىٰ الهندية، باب الإمامة: ١/٨٥)

{فسق} ... أصله الخروج عن الاستقامة وسميت بها على الاستعارة لخبثهن. (مجمع بحار الأنوار، مادة فسق: ٤/١٣٩، مجلس دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد. انيس)

الجواب

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَلاَ وَرَبِّکَ لاَ یُؤْمِنُوْنَ حَتیّٰ یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمّ لاَ یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾(۱)

پس جو شخص حکم شریعت پر رضا مند نہ ہو اور دل سے اس کو قبول نہ کرے اس کے مومن نہ ہونے کی خبر جناب باری تعالیٰ نے دی ہے اور دوسری جگہ حکم الٰہی کے نہ ماننے والوں پر کفر وفسق کا حکم فرمایا ہے، پس وہ شخص جو فیصلۂ شریعت کو تسلیم نہیں کرتا اور اس کے مقابلہ میں فیصلۂ عدالت کو جو کہ خلافِ شریعت ہے ناطق سمجھتا ہے، ظالم و فاسق ہے اور اس کے کفر کا خوف ہے، لہٰذا شخص مذکور لائق امامت وتولیت کے نہیں ہے،(۲) اور ایسا شخص اگر تائب نہ ہو تو اس سے ارتباط واختلاط حرام ہے اور قطع تعلقات واجب ہے اور مدد کرنا کسی عاصی و فاسق کی اس کی معصیت اور فسق پر حرام ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَ لَاتَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۷۹-۱۸۰)

شریعت پر رواج کو ترجیح دینے والے کی امامت وتولیت:

سوال: جو شخص عالم اور اہل حدیث ہو کر اپنی بہنوں کو باپ کے ترکہ سے حصہ نہ دے اور کہے کہ ہم رواج کے پابند ہیں؛ اس لیے ہم شرعی حصص تقسیم نہیں کرتے؛ بلکہ اس کے ایما سے اس کے جاہل بھائی نے عدالت میں بیان کیا ہے کہ چوں کہ عورتیں ناقص العقل ہیں؛ اس لیے ان کے لیے کوئی حصہ اور ترکہ نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلاَ تُؤْتُوا السُّفَھَآءَ اَمْوَالَکُمْ﴾(۴)

نیز ایک عالم کے دریافت کرنے پر کہ اگر تم اسی خیال میں مرگئے تو نجات کی کوئی صورت ہے، وہ جواب دیتا ہے کہ ہم جہنم کو جائیں گے؛ مگر یہ کام نہیں کریں گے، ایسے شخص کی امامت وتولیت مسجد، یا اس سے رشتہ وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب

عورت کا حصہ نصف مذکر سے نص قطعی سے ثابت ہے، کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلاَدِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ﴾(۵)

(۱) سورۃ النساء: ۶۵، الرکوع: ۹، ظفیر
(۲) أن کراھة تقدیمه أی الفاسق کراھة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۳، ظفیر)
(۳) سورۃ المائدۃ: ۲، الرکوع: ۱، ظفیر
(۴) سورۃ النساء: ۵. انیس
(۵) سورۃ النساء: ۱۱، الرکوع: ۲، ظفیر

پس عورتوں کے حصہ سے انکار کرنا نص قطعی سے انکار ہے، جو کہ کفر ہے اور آیۃ ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمْ﴾ (الآیۃ)(۱) سے اس بارے میں استدلال کرنا سخت جہالت ہے اور گمراہی ہے اور مقابلہ ہے، نص قطعی کا اپنے خیال باطل سے اور یہ قول اس کا کہ ہم جہنم میں، الخ، کفر صریح ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

" ومن قال لمن يأمر بالمعروف وينهى عن المنكر: لماذا أعرف العلم؟ أو لماذا أعرف الله؟ إني وضعت نفسي للجحيم أو قال: أعددت نفسي للجحيم، إلخ، كفر، أي لأنه أهان الشريعة، أو أيس من الرحمة فكلاهما كفر". (شرح الفقه الأكبر)(۲)

پس شخص مذکور کو امام اور متولی بنانا اور اس سے تعلق رکھنا اور رشتہ قائم رکھنا سب حرام اور نا جائز ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۸۰/۳-۱۸۱)

جرگے کا فیصلہ مقدم ہے، یا باجماعت نماز:

سوال (۱) نماز کا وقت ہو گیا تھا اور مولوی صاحب مسجد کے سامنے جرگہ میں بیٹھے تھے، مولوی صاحب کو دوبار آواز دی گئی کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے، لوگ انتظار کر رہے ہیں، اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ فرض نماز سے پہلے جرگہ کا فیصلہ اہمیت رکھتا ہے، آئندہ ایسے مولوی صاحب کی اقتدا جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) عصر کی نماز کی جماعت کھڑی تھی، مولوی صاحب خود جماعت کرا رہے تھے، محلّہ میں شور جھگڑا ہو گیا، مولوی صاحب نماز فوراً توڑ کر مسجد سے باہر بھاگ گئے، ایسے مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) جرگے (۳) کا فیصلہ کرنے کے لیے جماعت ترک کرنا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ مسئلہ ایسا ہو کہ اس وقت فیصلہ بیچ میں چھوڑ دینے سے کسی بڑے فتنے فساد کا اندیشہ ہو، لہٰذا مسئلے کا جواب اس فیصلے کی صحیح نوعیت پر موقوف ہے۔

(۲) صورتِ مسئولہ میں نماز توڑنا جائز نہیں تھا، جن امام صاحب نے ایسا کیا، انہیں اپنے اس عمل پر توبہ واستغفار کرنا چاہیے، (۴) اور وہ ایسا کر لیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۵/۱۰/۱۳۹۶ھ۔ (فتویٰ نمبر ۲۳۴۶/۲۷ھ) (فتاویٰ عثمانی: ۴۴۳/۱)

(۱) سورة النساء: ٥، الركوع: ١، ظفير

(۲) شرح الفقه الأكبر، قبيل فصل في الكفر صريحة و كناية، ص: ٢١٥، ظفير (فصل في العلم والعلماء، انيس)

(۳) جرگہ پشتو زبان میں اسمبلی یا پنچایت کو کہتے ہیں، یہ ایک روایتی پنچایت ہوتا ہے، جرگے میں جو سردار یا بڑے ہوتے ہیں ان کو جرگہ مشران کہتے ہیں، وصیت، طلاق، منگنی، قتل، شید چوٹ اور فتنہ وفساد کے مقدمات کے فیصلے صادر کرتے تھے، جرگے کا کوئی تحریری دستور یا قانون نہ تھا، بلکہ عموماً ہر قسم کے تنازعے کے لیے روایتی سزائیں مقرر تھیں، اکثر امور شرعی قانون کے مطابق حل ہوتے تھے؛ لیکن بعض امور میں مقامی رسم کو ترجیح دی جاتی تھی، جرگے کے ارکان نامزد ہوتے تھے اور صدر کوئی اعلیٰ سرکاری افسر جس کا تعلق قانون اور امن سے ہو، جیسے مجسٹریٹ یا پولیٹکل ایجنٹ وغیرہ۔

(۴) ... أن قطع الصلاة لا يجوز إلا لضرورة، الخ. (البحر الرائق، باب إدراك فريضة الصلاة: ٧٧/٢، دار الكتاب الإسلامي بيروت. انيس)

==

فتویٰ کی خلاف ورزی کرنے والے کی امامت:

سوال: امام جامع مسجد نے جمیع علمائے کرام کے فتوے کے خلاف اور تمام مسلمانوں کی مرضی کے خلاف جامع مسجد میں دشمنانِ اسلام کی خوشی کے لیے روشنی کی، جس سے تمام مسلمانانِ شہر کی بدنامی ہوئی۔

(۲) خطبہ سے پیشتر منبر پر چڑھ کر مغلظات فاحشہ بکی ہوں۔

(۳) تمام نمازیوں کے روبرو جامع مسجد میں صرف اپنی برأت کے لیے حلفیہ بیان کیا اور وہ بالکل غلط اور جھوٹ ثابت ہوا، ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اس کو معزول کر کے دوسرا امام مقرر کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص لائق امام بنانے کے نہیں ہے؛ بلکہ معزول کرنے کے لائق ہے، نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے، پس اس کو معزول کر کے دوسرا امام صالح وعالم مسائل شریعت مقرر کرنا چاہیے،(۱) مگر یہ کہ وہ امام اپنی حرکاتِ شنیعہ سے باز آوے اور توبہ کرے تو اس کو امامت پر قائم رکھ سکتے ہیں۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۶۴-۱۶۵)

مسئلوں کا جو انکار کرے، اس کی امامت:

سوال: جو مولوی خلاف شریعت باتیں سن کر چپ رہے، گویا لوگوں کے لحاظ سے جو مسئلہ حق ہووے، اس کو چھپاوے اور شریعت کی بے ادبی کرے اور یہ کہے کہ فتویٰ شریعت میرا کیا کر سکتا ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے، جو کہ شریعت کے مسئلوں کو نہ مانے اور بے ادبی کے الفاظ کہے۔(۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۲۰-۱۲۱)

== (يجب قطع الصلاة) ولو فرضا (باستغاثة) شخص (ملهوف) لمهم أصابه كما لو تعلق به ظالم أو وقع في ماء أو صال عليه حيوان فاستغاث (بالمصلي) أو بغيره وقدر على الدفع عنه و(لا) يجب قطع الصلاة (بنداء أحد أبويه) من غير استغاثة لأن قطع الصلاة لا يجوز إلا لضرورة. (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، فصل فيما يجب قطع الصلاة وما يجيزه: ۱۳۷-۱۳۸، المكتبة العصرية. انيس)

(۱) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير)

(۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (مشكاة المصابيح، باب التوبة والاستغفار: ۳۰۶، ظفير) (كتاب الدعوات، الفصل الثالث، رقم الحديث: ۲۳۶۳، انيس)

(۳) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير)

شرح فقہ اکبر صفحہ: ۵۱۳ میں ہے:

"من أهان الشريعة أو المسائل التي لا بد منها، كفر". (ظفير) (فصل في العلم والعلماء، انيس)

شرعی مسئلے کو نہ ماننے والے کی امامت کا حکم:

سوال: زید کسی جامع مسجد میں امام ہے، اس میں مندرجہ ذیل عیوب موجود ہیں:

(۱) جملہ مقتدی اس سے ناراض ہیں، ناراضگی دنیوی کاموں پر ہے، سوائے متولی کے جو کہ اس سے مجبور ہے، اس ناراضگی کی وجہ سے محلّہ کے لوگوں نے اسے لاٹھی بھی ماری، پھر بھی وہ پیش امام ہے۔

(۲) مقتدیوں پر بہتان اور ان کے عیوب کو افشاء کرنا، اس پیش امام کی عادت ہے۔

(۳) غرور سے اتنا بھرا ہوا ہے کہ اگر نماز میں کوئی خلل واقع ہو، خود نہیں جانتا اور اگر مقتدی کسی صاحب علم سے مسئلہ معلوم کر کے بتائیں تو ان کی باتوں کو نہیں مانتا، علما کو غلط کہتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسا امام امامت کا حقدار ہے، یا اس کو مسجد سے نکال دیں؟

الجواب

اگر سوال میں درج شدہ واقعات درست ہیں؛ یعنی امام خود عالم نہیں ہے اور علما کے بتائے ہوئے مسئلے کو مانتا نہیں اور مسلمانوں پر بہتان لگاتا ہے تو اسے مقتدیوں کی امامت سے الگ ہو جانا چاہیے؛ کیوں کہ حدیث میں ایسے شخص کی امامت پر اصرار کرنے پر وعید آئی ہے، (۱) اگر وہ خود مستعفی نہ ہو تو متولی مسجد کو بھی اختیار ہے کہ وہ اسے معزول کر دے۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۹/۱۱/۱۴۰۱ھ۔ (فتویٰ نمبر ۱۷۷۰/۲۳ج) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۱۵-۴۱۶)

---

(۱) وفي الدر المختار، ۱/۵۵۹ (طبع سعيد): ولو أم قوماًوهم له كارهون،لأن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره له ذلك تحريما لحديث أبي داؤد"لايقبل الله صلاة من تقدم قومًا و هم له كارهون".

(عن عبدالله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول:ثلاثة لا يقبل الله منهم صلاة،من تقدم قوماً وهم له كارهون،الخ.(سنن أبي داؤد،باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳)/المعجم الكبير للطبراني، عمران بن عبدالمغافري عن عبدالله بن عمرو(ح: ۱۷۶)/مسند ابن أبي شيبة،حديث سلمان الفارسي (ح:۴۵۳)/سنن ابن ماجة،باب من أم قوماً وهم له كارهون (ح: ۹۷۰)/صحيح ابن خزيمة،باب الزجر عن إمامة المرء من يكره إمامته (ح:۱۵۱۸)عن عطار بن دينار الهذلي مرسلاً.انيس)

وفيه أيضاً: ۱/۵۵۷:

والأحق بالإمامه تقديمًابل نصبًا مجمع النهر الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحة وفساداًبشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة.

وفي البحر الرائق: ۱/۳۴۸ (طبع مكتبہ رشيديہ كوئٹہ):

وأماالكراهة فمبينة علىٰ قلة رغبة الناس في لإقتداء بهؤلاء فيؤدي إلى تقليل الجماعة المطلوب تكثيرها تكثير الأجر. (كتاب الصلاة،باب الإمامة،انيس)

غلط مسئلہ بتانے والے کی امامت:

سوال: جو شخص اکثر مسئلہ غلط بتاتا ہو اور اپنے اندر عالم ہونے کا فخر رکھتا ہو تو اہلِ محلّہ کو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اگر نماز صحیح پڑھا دی تو نماز ادا ہو جائے گی، اگر غلط پڑھائی تو غلط ہوگی، اکثر مسئلہ غلط بتانے میں ہر نماز کے متعلق احتمال رہے گا، جب صحیح مسائل جاننے والا اور بتانے والا موجود ہو تو غلط مسئلہ بتانے والے کو امام نہ بنایا جائے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۱۰/۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۴۸/۶)

احکام شریعت پس پشت ڈالنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسئلہ وراثت میں شریعت کی طرف استفتا کرتا ہے؛ مگر ایک مولوی صاحب کہتا ہے کہ اس شرعی مسئلہ کو نہ چھیڑو؛ کیوں کہ اس میں اس کا ذاتی نقصان تھا؛ لیکن مدعی نے شرعی استفتا حاصل کرلیا، جس کی پاداش میں مولوی صاحب نے ساری برادری کو مدعی کے خلاف کر کے ایک فتنہ عظیم بنادیا، جس پر بہت سے فسادات خلاف شریعت رونما ہونے لگے۔ کیا ایسے مولوی سے جو رواج کا پابند ہو اور شریعت کو پسِ پشت ڈالے؛ بلکہ کتمان شریعت کی تبلیغ کرتے ہوئے اپنی پارٹی بنائے، اس سے عام مسلمین کا تعلقات رکھنا، یا اس کو امام نماز بنانا، یا اس کا وعظ سننا، یا اس سے اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا، درست ہے؟ بینوا تو جروا۔

---

(۱) والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوة وتجويداً للقراءة،ثم الأورع ،ثم الأسن،ثم الأحسن خلقاً،ثم الأحسن وجهاً،ثم الأشرف نسباً،ثم الأنظف ثوباً. (الدر المختار ،كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۵۵۷/۱ـ۵۵۸،سعيد)

عن إبراهيم قال:يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله فإن كانوا في القراءة سواء فأقدمهم هجرة فإن كانوا في الهجرة سواء فأقدمهم سنا.

قال محمد:وبه نأخذ،وإنما قيل أقرؤهم لكتاب الله،لأن الناس كانوا في ذلك الزمان أقرؤهم لكتاب الله أفقههم في الدين،فإذا كانوا في هذا الزمان على ذلك فليؤمهم أقرؤهم فإن كان غيره أفقه منه واعلم بسنة الصلاة وهو يقرأ نحوا من قراءته فأفقهما واعلمهمابسنة الصلاة أولاهما بالإمامة وهو قول أبي حنيفة رحمه الله.(كتاب الآثار لمحمد بن الحسن،باب الرجل يؤم القوم أو يؤم الرجلين (ح: ۹۱):۱۹۷،دارالكتب العلمية بيروت.انيس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر واقعہ ایسا ہے، جو سوال میں درج ہے تو واقعی ایسے شخص کے ساتھ تعلقات اور اس کی امامت جائز نہیں؛(۱) لیکن واقعہ کی تحقیق مقامی طور پر کر لی جاوے، اگر استفتا کا مضمون درست نہ ہو تو مفتی اس کا ذمہ دار نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔ (فتاویٰ مفتی محمود:۲/۲۳۲-۲۳۳)

فتویٰ صحیح سمجھنے کے باوجود اس پر عمل نہ کرنے والے کی امامت:

سوال: میں اپنی آنکھیں بنوانے کے سلسلے میں تیار ہی تھا کہ اتنے میں رجعت نامہ مل گیا، مرتکبین جرم کو سنایا گیا؛ لیکن ان پر جہل اس قدر غالب ہے کہ کسی مفتی کے فتویٰ پر عمل نہیں کرتے اور صاف انکار کر دیا کہ ہم توبہ نہیں کریں گے، ہندوستان کے مفتیوں کے خلاف ہیں، ایسی صورت میں ان پر شرعاً معصیت عائد ہوتی ہے، جو فسق پر دلالت کرتی ہے، مسلمانوں کی کوئی حکومت نہیں ہے اور نہ پنچائت ہی قائم رہی، کوئی کسی کی نہیں سنتا اور سخن پروری مسلط ہو چکی ہے، اب ان کی امامت کا کیا حکم ہے اور ایسے لوگوں سے معاملات رکھنے چاہئیں، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

فتویٰ کو صحیح سمجھنے کے باوجود اس کو تسلیم نہ کرنا بڑا جرم ہے، جس کی سخت سزا ہے۔(۲)

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: من كتم علماً تلجم بلجام من نار يوم القيامة. (صحيح ابن حبان،ذكر إيجاب العقوبة فی القيامة علی الكاتم العلم الذی يحتاج إليه فی أمور المسلمين (ح: ۹۵)/مصنف ابن أبی شيبة،فی الرجل يكتم العلم (ح: ۲٦٤٥٤)/مسند الإمام أحمد،مسند أبی هريرة رضی الله عنه (ح:۱۰٤۸۷)انيس)

عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال:من كتم علماً ألجمه الله يوم القيامة بلجام من نار.(المستدرک للحاكم: ۱/۱۸۲،رقم الحديث:۳٤٦،دارالكتب العلمية بيروت.انيس)

فی المقاصد الحسنة للسخاوی:"من كتم علما يعلمه ألجم يوم القيامة بلجام من نار"لجماعة وحسنه الترمذی وصححه الحاكم ويشتمل الوعيد حبس الكتب عن الطالب لا سيما عند عدم التعدد والابتلاء هذا كثير.(مرقاة المفاتيح، كتاب العلم:۱/۳۰٤،دارالفكر بيروت.انيس)

(۲) "إذا جاء أحد الخصمين إلٰی صاحبه بفتویٰ الأئمة ، فقال صاحبه:ليس كما أفتوا أوقال: لانعمل بهٰذا، كان عليه التعزير،كذا فی الذخيرة". (الفتاویٰ الهندية ، كتاب السير ، باب أحكام المرتدين ، ومنها مايتعلق بالعلم والعلماء:۲/۲۷۲،رشيدية)

إذا أخذ رجل فی حادثة فتوی العلماء وجاء إلی خصمه فقال:أنا لا أعمل عليه أو قال:ليس كما أفتوا وهو جاهل إن ذكر أهل العلم بالتحقير ، وجب عليه التعزير، وإذا قذف بالتعريض ، وجب التعزير،كذا فی الحاوی القدسی.(الفتاویٰ الهندية،فصل فی التعزير: ۲/۱٦۸-۱٦۹،دارالفكر بيروت.انيس)

امامت کا منصب تو جلیل القدر منصب ہے، ایسا آدمی اس کا اہل نہیں، (۱) البتہ کسی اہل علم کے نزدیک اس کے علم وبصیرت کی روشنی میں فتویٰ ہی صحیح نہ ہو، یا اس کے نزدیک غلط ہی سوال قائم کیا گیا ہوتو اس کا حکم یہ نہیں، توبہ واستغفار بہرحال امر خیر ہے، جس کا حکم نصِ قطعی میں موجود ہے، (۲) اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بکثرت منقول ہے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۴/۲۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۵/۶-۷۶)

---

(۳) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إنی جاعلک للناس إماماً﴾ (سورة البقرة: ۱۲٤)

"وذا ثبت أن اسم الإمامة يتناول ما ذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام فى أعلىٰ رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلك، ثم العلماء والقضاة العدول ومن ألزم اللّٰه تعالىٰ الاقتداء بهم، ثم الإمامة فى الصلاة ونحوها". (أحكام القرآن للجصاص: ۹۷/۱-۹۸، قديمى)

والصحيح فى الأثر والنظر ارتباط صلاة المأموم بصلاة الإمام فإن الإمام جعل ليؤتم به ويقتدى بأفعاله قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿إنى جاعلك للناس إماماً﴾ أى يأتمون بك هذا حقيقة الإمام لغة وشرعا فمن خالف إمامه لم يكن متبعا له. (اللباب فى الجمع بين السنة والكتاب، باب من اقتدى بإمام ثم علم أنه محدث: ۱٦٥/۱، دار القلم. انيس)

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿يأيها الذين آمنوا توبوا إلىٰ اللّٰه توبةً نصوحاً﴾ (سورة التحريم: ۸)

﴿توبوا الى اللّٰه﴾ يقول: ارجعوا من ذنوبكم إلى طاعة اللّٰه وإلى ما يرضيه عنكم ﴿توبة نصوحاً﴾ يقول: رجوعا لا تعودون فيها أبداً. (تفسير الطبرى، سورة التحريم: ٤۹۳/۲۳، مؤسسة الرسالة. انيس)

عن عبد اللّٰه فى قوله: ﴿توبوا الى اللّٰه توبة نصوحاً﴾ قال: التوبة النصوح أن يتوب ثم لا يعود. (مسند الإمام أحمد، كلام بن مسعود رضى الله عنه (ح: ۳٤٥٦۰) انيس)

(۲) عن أبى هريرة رضى اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "واللّٰه إنى لأستغفر اللّٰه وأتوب إليه فى اليوم أكثر من سبعين مرة". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار، ص: ۲۰۳، قديمى) (صحيح البخارى، باب استغفار النبى صلى اللّٰه عليه وسلم (ح: ٦۳۰۷) / سنن الترمذى، باب ومن سورة محمد صلى اللّٰه عليه وسلم (ح: ۳۲٥۹) / السنن الكبرىٰ للنسائى، كم يتوب فى اليوم (ح: ۱۰۱۹٤) / شرح معانى الآثار، باب الرجل يقول أستغفر الله وأتوب إليه (ح: ٦۹٥۱) / صحيح ابن حباب، ذكر البيان بأن هذا العدد الذى ذكرناه لم يكن بعدد لم يزد عليه المصطفى صلى اللّٰه عليه وسلم (ح: ۹۲٥) / مسند الشاميين للطبرانى (ح: ۳۰٤۰) / عمل اليوم والليلة لابن السنى، باب الاستغفار فى اليوم سبعين مرة (ح: ۳٦۷) / انيس)

عن أبى بردة يقول: سمعت رجلا من جهينة يقال له الأغر من أصحاب النبى صلى اللّٰه عليه وسلم يحدث عن ابن عمر أنه سمع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: يا أيها الناس توبوا إلى ربكم فإنى أتوب إليه كل يوم مائة مرة. (صحيح ابن حبان، ذكر الأمر بالاستغفار للّٰه عزوجل (ح: ۹۲۹) / مصنف ابن أبى شيبة، ماذكر فى الاستغفار (ح: ۲۹٤٤٤) / مسند الإمام أحمد، حديث الأغر (ح: ۱۷۸٤۷) انيس)

لالچ کی وجہ سے غلط فیصلہ کرنے والے کی امامت:

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں سر بلند پورہ کے خطیب ... دوفریقوں کا ثالث مقرر ہوا، لالچ کی وجہ سے شرعی فیصلہ کے بجائے غیر شرعی فیصلہ کیا اور لوگوں کو ظاہر کیا کہ یہ فیصلہ شرعی ہے، حالاں کہ وہ دھوکہ اور فراڈ تھا، جب اس فیصلہ کو قاضی غلام سرور آف بڈنی کو پیش کیا گیا تو یہ ثالث اپنے فراڈ (دھوکہ) کی وجہ سے حاضر ہونے سے انکاری ہوا اور حاضری نہیں دی۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حاجی سفید گل سر بلند پورہ پشاور، ۲۱/ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ)

الجواب

چونکہ اس مسئلہ متنازع فیہا میں حصص شرعی معلوم اور متیقن ہیں اور فائل میں تحریر شدہ ہیں تو اگر اس مصالح خطیب نے بلا رضا مندی طرفین یہ فیصلہ کیا ہو تو فیصلہ نامنظور اور کالعدم ہے اور فراڈ کرنے کی صورت میں نیک لوگوں کی نماز اس کے پیچھے مکروہِ تحریمی ہے۔ (۱) وہوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۳۷۷)

مسئلہ تنسیخ نکاح کے منکر کی امامت جائز ہے:

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو عدالت کی بار بار تنبیہات کے وجود آباد نہیں کیا اور کیس کی پیروی بھی نہیں کرتا، بالآخر عدالت نے تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کردی، بندہ نے دیوبند، سہارنپور، دہلی، کراچی، ملتان اکوڑہ خٹک وغیرہ سے استفتاءات کئے کہ بصورتِ مذکورہ شرعاً طلاق ہوئی، یا نہیں؟ تو سب نے لکھا کہ طلاق ہوئی ہے اور عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح جائز ہے تو بندہ نے دوسری جگہ نکاح پڑھ دیا، اب ہمارے امام مسجد نے کہا کہ تنسیخ نکاح ہمارے مذہب میں نہیں ہے، لہٰذا یہ دوسرا نکاح حرام ہے، اب استفتا یہ ہے کہ جب مفتیوں نے فتویٰ دیا اور بعد عدت کے جائز سمجھ کر نکاح کیا تو اس کو حرام کہنے والے کے پیچھے شرعاً نماز مکروہ ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔　　(المستفتی: نامعلوم......)

---

(۱) قال العلامة الحلبی: كذا فی الفتاوی الحجة وفيه إشارة إلٰى إنهم قدموا فاسقاً يأثمون بناءً علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (الشرح الكبير، ص: ٤٧٥، فصل فی الإمامة)

(وكره إمامة العبد) ... ((والفاسق) لأنه لا يهتم لأمر دينه ولأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليه إهانته شرعاً. (تبيين الحقائق، الأحق بالإمامة: ١/١٣٤، بولاق. انيس)

الجواب

اگر ضرورت شدیدہ (مثلاً: عصمت کا ڈر، یا نفقہ کا عدم انتظام) کی بنا پر یہ فسخ ہوا ہو تو یہ فسخ اور حاکم کا طلاق دینا صحیح ہے اور عدت کے بعد نکاح جائز ہے،(۱) اور اس کو غلط سمجھنے والا مولوی غلطی پر ہے، اس کے پیچھے اقتدا کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ مولوی اصل مذہب (۲) کی بنا پر حق بجانب ہے، اگر چہ جمِ غفیر کے فتویٰ پر بے اعتمادی کرنے سے غلطی پر ہے۔ وہو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۵۰/۲)

☆☆☆

(۱) الحیلةالناجزة للشیخ أشرف علی التهانوی،ص:۲۹،جزدوم، تفریق الزوجین بحکم حاکم

(۲) (ولا یفرق)أی لایفرق القاضی بین الزوجین (لعجزه عن النفقة)لأن التفریق إبطال حقه وفی عدمه تأخیر حقها والثانی أحق صدرا من الأول فکان أولیٰ علی أن غایة النفقة أن تکون دیناً فی الذمة وقد أعسر الزوج بها فکانت مأمورة بالانتظار بالنص.(النهر الفائق،باب النفقة:۵۱۰/۲،دارالکتب العلمية بیروت.انیس)

(قوله ولا یفرق بینهما بعجزه عنها)أی غائباً کان أو حاضرا (قوله بأنواعها)وهی مأکول وملبوس ومسکن ح (قوله حقها)أی من النفقة وهو منصوب مفعول المصدر وهو ایفاء (قوله ولو مؤسراً)المناسب ولو معسراً لأنه إشارة إلی خلاف الشافعی رحمه الله والأصح عنده عدم الفسخ بمنع المعسر حقها کمذهبنا (قوله باعسار الزوج)مقابل قوله ولا یفرق بینهما بعجزه ط (قوله بتضررها بغیبته)أی تضرر المرأة بعدم وصول النفقة بسبب غیبته وفی بعض النسخ وبتعزرها بغیبته أی تعذر النفقة وهی أظهر وهذا مقابل قوله ولا إیفاء حقها والحاصل أن عند الشافعی إذا اعسر الزوج بالنفقة فلها الفسخ کذا إذا غاب وتعذر تحصیلها منه علی ما اختاره کثیرون منهم لکن الأصح المعتمد عندهم ان لا فسخ مادام مؤسرا وإن انقطع خبره وتعذر استیفاء النفقة من ماله کما صرح به فی الأم،قال فی التحفة بعد نقله ذلک:فجزم شیخنا فی شرح منهجه بالفسخ خبر لا مال له حاضر مخالف للمنقول کما علمت،ولا فسخ بغیبة من جهل حاله یساراً وإعساراً بل لو شهدت بینة أنه غاب معسراً فلا فسخ ما لم تشهد باعساره الآن وإن علم استنادها للاستصحاب أو ذکرته تقویة لا شکّا کمایأتی،(قوله نعم لو أمر شافعیاً)أی بشرط أن یکون مأذوناً له بالاستنابة،خانية، قال فی غررالذکار:ثم اعلم أن مشائخنا استحسنوا أن ینصب القاضی الحنفی نائباً ممن مذهبه التفریق بینهما إذا کان الزوج حاضراً وأبی عن الطلاق لأن دفع الحاجة الدائمة لا یتیسر بالاستدانة إذ الظاهر أنها لا تجد من یقرضهاوغنی الزوج مألا أمر متوهم فالتفریق ضروری إذا طلبته،وإن کان غائبا لا یفرق لأن عجزه غیر معلوم حال غیبته وإن قضی بالتفریق لا ینفذ قضاء ه لأنه لیس فی مجتهد فیه لأن العجز لم یثبت،اه.

ونقل فی البحر اختلاف المشائخ وأن الصحیح کما فی الذخیرة عدم النفاذ لظهور مجازفة الشهود کما فی العمادية والفتح،الخ.(ردالمحتار،مطلب فسخ النکاح بالعجز عن النفقة،باب النفقة:۵۹۰/۳،دارالفکر.انیس)

جاہلانہ اور غلط رسم ورواج کرنے والے کی امامت

بارات میں باجہ لے جانے والے کی امامت:

سوال: اگر کوئی امام اپنے لڑکے کی شادی میں باجہ لے جاوے اور یہ عذر بیان کرے کہ لڑکی والے نے کہا ہے کہ اگر باجہ لاوے گا تو نکاح کروں گا، یہ عذر شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

یہ عذر شرعاً مسموع نہیں ہے اور اس عذر کی وجہ سے باجہ لیجانا درست نہیں ہے، اگر امام مذکور نے ایسا کیا تو وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۵۱)

اولاد کی شادی میں ڈھول بجوانے والے کی امامت:

سوال: زید نے اپنے پسر کی تقریب نکاح میں پندرہ بیس یوم پہلے سے ڈھول بجوایا اور دیگر رسوم بھی کی گئیں، زید افیون بھی کھاتا ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

زید اس صورت میں فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور وہ امامت کے لائق نہیں ہے، جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۸۷)

---

(۱) (و) كره (كل لهو) لقوله عليه الصلاة والسلام: "كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة: ملاعبته أهله وتأديبه لفرسه، ومناضلته بقوسه". (الدر المختار) (عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كل شيء من لهو الدنيا باطل، إلا ثلاثة انتضالك بقوسك وتأديبك فرسك وملاعبتك أهلك فإنها من الحق. (المستدرك للحاكم، كتاب الجهاد (ح:٢٤٦٨) قال الذهبي: على شرط مسلم. ج:٢/ص:١٠٤، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)

قوله: (كره كل لهو) أي كل لعب وعبث، إلخ ، شامل لنفس الفعل، واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون و المزمار و الصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة لأنها زي الكفار، واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام، وإن سمع بغتةً يكون معذوراً ويجب أن يجتهد أن لا يسمع، قهستاني. (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٣٤٧/٥-٣٤٨، ظفير)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار)

==

غیر شرعی تقریبات میں شرکت کرنے والے کی امامت:

سوال: زید ناچ ورنگ کی مجلسوں میں حصہ لیتا ہے اور غیر شرعی تقریبات میں شرکت کرکے خورد ونوش کرتا ہے اور بہت سی باتیں خلاف شرع کرتا رہتا ہے، ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا فیصلہ ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟ اور ایسے شخص سے ترک موالات کرنا درست ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نماز تو فاجر مسلمان کے پیچھے بھی جائز ہوجاتی ہے۔ حدیث شریف ہے:

"**صلوا خلف کل بر وفاجر**".(۱)

لیکن متقی کے پیچھے نماز افضل ہے،(۲) مسلمانوں کے آپس میں ترک موالات جائز نہیں ہے؛ لیکن بحالت مجبوری محض اصلاح کے ارادہ سے فتنہ وفساد سے بچتے ہوئے جب کہ بائیکاٹ سے اصلاح کی امید قوی ہو تو اس وقت یہ جائز ہے، جب تک کہ وہ بدکاری سے باز نہ آجائے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۴/صفر ۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۳۲۴-۳۲۵)

== من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر، إلخ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۱) "صلوا خلف كل بر وفاجر" أبوداؤد، والدارقطني واللفظ له والبيهقي من حديث مكحول، عن أبى هريرة رضى الله عنه. (التلخيص الحبير: ۸٤/۲ (كتاب صلاة الجماعة، رقم الحديث: ۵۷۸، انيس)

والحديث رواه الدار قطني، كتاب العيدين، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه، رقم الحديث: ۱۷٦۸: ۲/٤۰٤، مؤسسة الرسالة/وأبوداؤد: ۳٤۳ بلفظ: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم برًا كان أوفاجرًا وإن عمل الكبائر. كتاب الصلاة، باب إمامة البر والفاجر، رقم الحديث: ۵۹٤/والإمام الزيلعي فى نصب الرأية: ۲٦/۲، كتاب الصلاة، باب الإمامة الحديث الثالث و الستون، رقم الحديث: ۱۹۷۹، انيس

(۲) "ولو صلى خلف مبتدع أو فاسق فهو محرز ثواب الجماعة لكن لا ينال مثل ما ينال خلف تقى كذا فى الخلاصة" (الفتاوىٰ الهندية: ۸٤/۱) (الباب الخامس فى الإمامة، الفصل الثالث فى بيان من يصلح إماماً لغيره، انيس)

(۳) قال الخطابى: رخص للمسلم أن يغضب علىٰ أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها إلا إذا كان الهجران فى حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلك... وأجمع العلماء علىٰ أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرة فى دنياه يجوز له مجانبته... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة علىٰ مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات: ۷۱٦/٤) (كتاب الآداب، الفصل الأول، رقم الحديث: ۵۰۲۷، انيس)

وہمی کا امام بنانا کیسا ہے:

سوال (۱) ایک شخص اس قدر وہمی ہے کہ کسی سے مصافحہ نہیں کرتا، اگر کوئی مسلمان اس کو کوئی چیز دیوے تو اپنے ہاتھ میں نہیں لیتا، اس سے کہتا ہے کہ زمین پر رکھ دو، پھر وہ زمین پر سے اٹھاتا ہے، ایسے شخص سے بیعت کرنا اور اس کو امام بنانا کیسا ہے؟

قومیت بدلنے و دیگر گناہ کرنے والے کی امامت:

(۲)　ایک امام مسجد نے اپنی ذات کو تبدیل کر لیا ہے، ایسے شخص کی امامت اور بیعت درست ہے یا نہیں؟

سہرا باندھنے والے کی امامت:

(۳)　ایک شخص کے لڑکا پیدا ہوا، اس نے اپنی دیواروں پر سہرے باندھوائے، اس کی امامت و بیعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسا وہمی شخص جس کو اتباع شریعت کا کچھ خیال نہیں ہے، لائق بیعت کرنے کے اور پیر ومقتدا بنانے کے نہیں ہے اور امام بنانا بھی اس کو نہیں چاہئے ؛ لیکن اگر اس نے نماز پڑھائی تو اگر کوئی امر مفسد صلوٰۃ اس سے سرزد نہیں ہوا تو نماز ہوگئی۔(۱)

(۲)　ایسا شخص لائق امام بنانے اور پیر بنانے کے نہیں ہے۔(۲)

(۳)　ایسا شخص بھی لائق امامت و بیعت کے نہیں ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۵۷/۳)

جن کے گھر غلط رسمیں کی جاتی ہوں اور وہ منع نہ کریں، ان کی امامت:

سوال:　بہت سے لوگوں کے یہاں شادی بیاہ میں گھر کی عورتیں ڈھولک بجاتی ہیں، گیت گاتی ہیں اور دوسروں کے گھر کی عورتیں آکر باہم گاتی بجاتی ہیں، ان کے مردان کو اس کام سے منع نہیں کرتے، ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بہت سے لوگ تیرہ تیزی بارہ وفات اور تین و تیرہ و تیئیس و آٹھ و اٹھارہ و اٹھائیس تاریخ کو منحوس جانتے ہیں، ان تواریخ میں بیاہ شادی نہیں کرتے، ایسے لوگوں کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

---

(۱)　والأحق بـالإمامة، إلخ، الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة.(الدر المختار علی هامش رد المحتار ،باب الإمامة: ۵۱۸/۱ ،ظفير)

(۲-۳)　ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، إلخ، ومبتدع أی صاحب بدعة.(ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱ ،ظفير)

الجواب

جولوگ اپنی عورتوں کو افعالِ مذکورہ سے منع نہیں کرتے گنہگار ہیں، ان کو امام بنانا اچھا نہیں ہے، اگر چہ نماز ہو جاتی ہے اور جولوگ تواریخ مذکورہ کو منحوس جانتے ہیں اور ان تاریخوں میں نکاح وغیرہ نہیں کرتے، یہ بے اصل ہے، سب دن اور تاریخ مبارک ہیں اور ایسے برے عقیدہ والے لائق امام ہونے کے نہیں ہیں۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۴۱/۳)

شادی میں غیر شرعی رسومات اور عہد شکنی کرنے والے امام کو معزول کرنا مناسب نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موضع پٹیال میں تمام اشخاص نے باہم یہ حلف لیا تھا کہ شادی میں غیر شرعی رسومات مثلاً ڈھول باجا، گانا بجانا، ناچنا وغیرہ نہیں کیا جائے گا، اگر کوئی اس عہد کی خلاف ورزی کرے گا تو اس کے ساتھ نشست وبرخاست اور کھانا پینا ترک کیا جائے گا، تقریباً پانچ سال تک تمام لوگ اس عہد پر پابند رہے؛ لیکن ہمارے امام مسجد نے اس عہد کو توڑا اور گانا بجانا کیا ان کو دیکھ کر ایک اور شادی میں بھی اسی طرح ہوئی اور گانے بجانے کے ساتھ مغنیہ عورتیں بھی مدعو کی گئیں اور سب کے سامنے نچوائی گئیں، اس امام مسجد نے اس کا بائیکاٹ بھی نہیں کیا اور نکاح کے لیے چلے گئے، اب اس امام کا کیا حکم ہے کہ اس کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: نامعلوم...... مانسہرہ)

الجواب

اگر عام لوگ امام کے معاون اور امام سے مدافعت کرنے والے نہ ہوں امام کو اکیلے چھوڑنے والے ہوں تو ایسے بے حمیت اور عہد شکن امام کو معزول کرنا مناسب ہے۔(۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۴۸/۲-۳۴۹)

(۱) ویکره إمامة عبد، إلخ، و فاسق. (الدر المختار) وكراهة تقديمه أي الفاسق كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: وعند الحنفية ليست العدالة شرطاً للصحة فيصح تقليد الفاسق الإمامة مع الكراهة وإذا قلد عدلاً ثم جار وفسق لاينعزل ولكن يستحب العزل إن لم يستلزم فتنة ... (قوله: ويعزل به) أي بالفسق لوطرأعليه والمراد أنه يستحق العزل كما علمت آنفاً ولذا لم يقل: ينعزل. (ردالمحتار على هامش الدر المختار: ٤٠٥/١، باب الإمامة) (٥٤٩/١، دارالفكر بيروت)

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِى لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُم عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ (سورة لقمان: ٦)

جمہور صحابہ وتابعین اور عام مفسرین کے نزدیک لہو الحدیث عام ہے، جس سے مراد گانا بجانا اور اس کا ساز وسامان ہے اور ساز وسامان، موسیقی کے آلات اور ہر وہ چیز جو انسان کو خیر اور بھلائی سے غافل کر دے اور اللہ کی عبادت سے دور کر دے۔ اس میں ان بدبختوں کا ذکر ہے جو کلام اللہ سننے سے اعراض کرتے ہیں اور ساز وموسیقی، نغمہ وسرور اور گانے وغیرہ خوب شوق سے سنتے اور ان میں دلچسپی لیتے ہیں۔ خریدنے سے مراد بھی یہی ہے کہ آلاتِ طرب وشوق سے اپنے گھروں میں لاتے ہیں اور پھر ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں- لہو الحدیث میں بازاری قصے کہانیاں، افسانے، ڈرامے، ناول اور سنسنی خیز لٹریچر، رسالے اور بے حیائی کے پرچار کرنے والے اخبارات سب ہی آجاتے ہیں اور جدید ترین ایجادات، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو فلمیں، ڈش انٹینا وغیرہ بھی۔ اللہ ہم سب کو اپنا قریبی بننے کی توفیق دے۔ آمین (انیس)

بدگوکی امامت

کلمات بد بولنے والے کا امام ہونا کیسا ہے:

سوال: اگر کوئی مسلمان حافظ قرآن پابند صوم وصلوٰۃ چند مسلمانوں کے روبرو بآواز بلند کہے نام لے کر کہ اگر خداوند تعالیٰ مجھے فلاں مولوی مردود کی وجہ سے جنت دیوے تو میں ہرگز قبول نہ کروں؛ بلکہ اس خبیث کے عوض دوزخ کا خواستگار ہوں اور مولوی موصوف جس پر لفظ مردود بولا گیا، ایسا بہمہ صفت موصوف ہو کہ جس کو نصف دنیا کے آدمی اچھا جانتے ہوں اور اعتقاد بھی رکھتے ہوں، یہ شخص کس گناہ کا مرتکب ہوا اور اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

معصیت ہونا اس کا ظاہر ہے اور ایسے کلمات میں خوف کفر ہے، بدون توبہ کے اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کیا جاوے اور اگر وہ مولوی ہے تو مصداق اس حدیث کا ہے: ''إن شر الشر شرار العلماء'' (۱) کہ سب سے بدتر شریر علما ہیں تو جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدتر فرما دیں، اس کو بدتر کہنا بیجا نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۲۸۶)

امام اعظم کو برا بھلا کہنے والے کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال: بعد تھوڑے عرصہ کے جناب حافظ صاحب مسجد میں نماز مغرب کے قبل تشریف لا کر مصلیوں سے کہنے لگے کہ دیکھئے صاحبو! اس کتاب نام لا معلوم میں لکھا ہے، کیا لکھا ہے: مسئلہ، مردود امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک زنا کی خرچی حلال عینی کی شرح میں موجود ہے، پس مصلیوں میں سے ایک شخص بول اٹھا کہ جناب حافظ صاحب! آپ شاید امام صاحب کے حالات سے واقف نہیں، امام صاحب وہی ہیں کہ ایک وضو سے چالیس برس تک نماز فجر کی پڑھی تو حافظ صاحب نے جواب دیا کہ امام صاحب نے بدعت کیا تو اسی مصلی نے کہا کہ اونماز یو دیکھو اعتقاد حافظ صاحب کا معلوم ہو گیا اور ان کے پیچھے نماز ہرگز نہ ہوگی؛ کیوں کہ اس روز مالا بدمنہ کو پدوڑی بنایا اور آج امام صاحب کو زنا کی

(۱) مشکوٰۃ، کتاب العلم، الفصل الثالث، ص: ۳۷، ظفیر (رقم الحدیث: ۲۶۷)/عن حکیم قال: سأل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الشر فقال: لا تسألونی عن الشر واسألونی عن الخیر یقولها ثلاثاً، ثم قال: ألا إن شر الشر شرار العلماء وإن خیر الخیر خیار العلماء. (سنن الدارمی، باب التوبیخ لمن یطلب العلم لغیر اللہ (ح: ۳۸۲) انیس)

تہمت لگایا اور بدعتی بنایا، افسوس: جناب حافظ صاحب آپ اگر جماعت مسلمان علم والوں میں ہوتے تو اس گفتگو پر جماعت سے گوشمالی دے کر نکال دیئے جاتے اور امام بننے کے لائق نہ رہتے اور دیکھو بھائیو! میں ان کے پیچھے نماز نہ پڑھوں گا اور اگر جماعت ہوتی رہے گی تو وارکعوا مع الراکعین کے خیال سے جماعت میں شریک ہوکر نماز اپنی دہرالوں گا، چوں کہ حافظ صاحب اس محلّہ کے امام ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اظہار حق ہو، اس شخص کا کلام ارقام سے باہر ہے، ایسے کو امام بنانا جائز ہے، یا نہیں؟ اور ایسے اعتقاد والے کو کیا کہنا چاہیے، صاف صاف مدلل تحریر ہو؟

الجواب

جس نے امام اعظمؒ کی شان میں ایسے الفاظ استعمال کئے، وہ خود مردود ہے، (۱) اس کے پیچھے نماز درست نہیں، مسلمانوں کو کوئی اور امام صالح حنفی متقی تلاش کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم

۴؍رجب ۱۳۴۱ھ۔ (امداد الاحکام: ۱۲۳/۳-۱۲۴)

---

(۱) ... وفي رواية الشيخين عن أبي هريرة: "والذي نفسي بيده لو كان الدين معلقا بالثريا لتناوله رجل من فارس" وليس المراد بفارس البلاد المعروفة بل جنس من العجم، وهم الفرس، لخبر الديلمي: "خير العجم فارس" وقد كان جد أبي حنيفة من فارس ما عليه الأكثرون، قال الحافظ السيوطي: هذا الحديث الذي رواه الشيخان أصل صحيح يعتمد عليه في الإشارة لأبي حنيفة وهو متفق على صحته وبه يستغني عما ذكره أصحاب المناقب ممن ليس له دراية في علم الحديث، فإن كان سنده كذابين ووضاعين، آه ملخصا. (ردالمحتار، مقدمة: ٥٣/١، دارالفكر. انيس)

قرأت خلف الامام سے متعلق حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی امام ابوحنیفہ سے روایت کے متعلق دارقطنی نے لکھا کہ اس روایت کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ابوحنیفہ اور حسن بن عمارہ کے کسی نے روایت نہیں کیا ہے اور وہ دونوں ضعیف راوی ہیں، اس پر نوٹ لکھتے ہوئے علامہ عینیؒ شرح ابوداؤد میں لکھتے ہیں:

قلت: قد ظهر لک تحامل الدار قطني على أبي حنيفة وتعصبه الفاسد فمن أين للدار قطني تضعيف مثل أبي حنيفة ؟ والحال أنه بهذا يستحق التضعيف ثم هو يضعف حديث أبي حنيفة وقد روى هو في سننه أحاديث سقيمة معلولة وأحاديث غريبة منكرة وأحاديث موضوعا، الخ. (شرح سنن أبي داؤد، من ترک القراءة في صلاته: ٤٩٧/٣، مكتبة الرشد الرياض. انيس)

قلت: لو تأدب الدار قطني واستحىٰ لما تلفظ بهذه اللفظة في حق أبي حنيفة فإنه إمام طبق علمه الشرق والغرب ولما سئل إبن معين عنه فقال: ثقة مأمون ماسمعت أحدا ضعفه، هذا شعبة بن الحجاج يكتب إليه أن يحدث وشعبة شعبة. وقال أيضاً: كان أبو حنيفة ثقة من أهل الدين والصدق ولم يهتم بالكذب وكان مأموناً على دين الله تعالىٰ صدوقا في الحديث وأثنى عليه جماعة من الأئمة الكبار مثل عبدالله بن المبارک ويعد من أصحابه وسفيان بن عيينة وسفيان الثوري وحماد بن زيد وعبدالرزاق ووكيع وكان يفتي برأيه والأئمة الثلاثة مالک والشافعي وأحمد وآخرون كثيرون وقد ظهر لک من هذا تحامل الدارقطني وتعصبه الفاسد، الخ. (عمدة القاري شرح البخاري، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلاة: ١٢/٦، دارإحياء التراث العربي بيروت. انيس)

صاحب ہدایہ کو مشرک کہنے والے کی امامت:

سوال: جو شخص صاحب ہدایہ کو مشرک کہتا ہے اور ہدایہ کو منطق فلسفہ بتلاتا ہے اور صاحب مذہب کو بدعتی کہتا ہے اور نیز اس کو لقب ہذا کے ساتھ خط لکھتا ہے: ''**السلام علیکم من اتبع بھدایة محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم**''، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص فاسق ہے، نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۴۶/۳)

عالمگیری کو گرنتھ کہنے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس شخص کے بارے میں جو کہ دورانِ گفتگو ایک مسئلہ کے بلاتحاشا و بلاخوف فتاویٰ عالمگیری کے حق میں جو کہ علم فقہ کی معتبر اور مستند کتاب ہے، گرنتھ (مصنفہ گرونانک جو کہ سکھوں کا پیرو مقتدا ہے) کہہ دیتا ہے اور پھر اس پر اس کا اصرار ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص فاسق اور سخت عاصی ہے، جب تک توبہ نہ کرے، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں،(۲) اور امام نہ بناویں، کتب فقہ کی توہین کو علما نے کفر لکھا ہے۔(**والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ**)(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۲۱/۳-۱۲۲)

---

(۱) كما صرح به في الشامي: أن إمامة الفاسق مكروه تحريمًا: أي كراهة تحريم.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۳/۱،ظفير)(مطلب في تكرار الجماعة في المسجد،انيس)

قال سهل بن عبداللّٰه التستري: لا يزال الناس بخير ما عظموا السلطان والعلماء فإن عظموا هٰذين أصلح اللّٰه دنياهم وأخراهم وإن استخفوا بهذين أفسد دنياهم وأخراهم.(عقيدة المسلم في ضوء الكتاب والسنة.(تفسير القرطبي: ۲۶۰/۵،انيس)

أن الاستهزاء بالعلماء والصالحين لأجل ما هم عليه من العلم الشرعي واتباعهم للقرآن الكريم والسنة النبوية الصحيحة هو في حقيقته استهزاء بآيات اللّٰه تعالىٰ وسخرية بشرائع دين اللّٰه عزوجل ولا شك أن هذا الاستهزاء كفر يناقض الإيمان يقول اللّٰه تعالىٰ:﴿وإذا علم من آياتنا شيئا اتخذها هزوا أولئک لهم عذاب مهين﴾ (الجاثية: ۹) ولم يجيء إعداد العذاب المهين إلا في حق الكفار.(الصارم المسلول لابن تيمية،: ۵۲،انيس)

وفي الخلاصة: من قال: قصصت شاربک وألقيت العمامة على العاتق استخفافاً يعني بالعالم أو بعلمه كفر.(الموسوعة العقدية-الدرر السنية،المطلب الثاني: الإستهزاء بالعلماء: ۶۱/۷،انيس)

عن أبي ذر قال: إن خليلي أوصاني أن أسمع وأطيع وإن كان عبداً مجدع الأطراف.(مسلم (ح:۱۸۳۷)انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد،إلخ و فاسق.(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۳/۱)

(۳) من أهان الشريعة أوالمسائل التي لابد منها،كفر.(شرح فقه الأكبر،ص: ۵۱۵،ظفير)(فصل في العلم والعلماء،وكذا في تهذيب ألفاظ الكفر،ص: ۲۶،انيس)

==

امام کو برا بھلا کہنے والے کا حکم:

سوال: ہمارے یہاں ایک پیش امام با مشاہرہ مقرر ہیں، لوگ ان کو کہتے ہیں کہ تم میرے نوکر ہو اور ان کو برا بھلا کہتے ہیں، اس کے متعلق شرعا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

پیش امام جو مشاہرہ پاتے ہیں، بلا شبہ وہ نوکر و ملازم ہیں؛ لیکن وہ عزت دار نوکر ہیں، ان کی تعظیم وتکریم تمام مقتدیوں پر لازم ہے، جس طرح استاد (جو نوکر ہو) کی تعظیم کی جاتی ہے، چوں کہ پیش امام ایسا شخص مقرر کیا جاتا ہے، جو متقی ہو اور مسائل نماز وطہارت سے واقف ہو، قرآن صحیح پڑھتا ہو، ان ہی باتوں کی وجہ سے ان کی تعظیم کرنی چاہئے اور ان کی اہانت اور برا کہنا اور گالیاں دینا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: کامل مسلمان وہی ہے، جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۲۳/۲-۳۲۴)

جو امام جاہلانہ جواب دے، اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: جب زید سے صبح کو یہ بات کہی کہ رات تم نے کواڑ کیوں نہیں کھولے تو زید نے غصہ ہوکر جواب دیا کہ نماز پڑھنا مسجد ہی میں منحصر نہیں ہے، گھر پڑھ لی ہوتی اور جب زید کو وہ حدیث سنائی، جس میں یہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر مجھ کو اپنی امت کا خیال نہ ہوتا تو میں حکم کرتا کہ جو لوگ گھروں میں مسجد کے ہوتے ہوئے اور تندرست ہوتے ہوئے نماز پڑھتے ہیں، ان کے گھروں میں آگ لگادو۔ زید نے کہا کہ ایسی حدیثیں بہت ہیں، میں نہیں سنتا۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے، یا نہیں؟

== الاستهزاء بالعلم والعلماء كفر. (الأشباه والنظائر لابن نجيم: ١٩١، انيس)

والاستخفاف بالعلماء لكونهم علماء استخفاف بالعلم العلم صفة الله تعالىٰ منحه فضلا على خيار عباده ليدلوا خلقه على شريعته نيابة عن رسوله فاستخفافه بهذا يعلم أنه إلى من يعود. (الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ الهندية: ٣٣٦/٦، انيس)

(۱) واضح رہے کہ امامت یا امامت کی طرح کے دوسرے ملی اور اجتماعی کاموں کی ذمہ داریاں سنبھالنے والے لوگ اصل میں کارعبادت انجام دے رہے ہیں؛ لیکن انہیں اس کارعبارت میں مشغول ہونے اور اس کی وجہ سے محبوس و پابند ہونے کی وجہ سے بصورت اجرت نفقہ احتباس دیا جاتا ہے؛ اس لئے انہیں تنخواہ دار ملازم اور نوکر تصور کرنا غیر اسلامی فکر ہے، عام نوکر کو بھی یہ کہہ کر اس کی توہین کرنا جائز نہیں، چہ جائے کہ امام جو ایک دینی ضرورت کو پورا کرنے کی خاطر ایک دینی منصب پر فائز ہے، اس کو نوکر کہہ کر اس کی توہین کرنا بڑا گناہ ہے۔ [مجاہد]

عن عبد الله بن عمرو رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده. (مشكوة المصابيح: ١٢/١) (كتاب الإيمان، الفصل الأول، رقم الحديث: ٦، انيس)

الجواب

زیدکا جواب جاہلانہ ہے، ایسا شخص لائق امام بنانے کے نہیں ہے، اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔(۱)
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۳۵-۲۳۶)

اگر کوئی کسی کو حرام زادہ کہے تو اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: شخصے معروف النسب وثابت النسب را حرامزادہ گفت ودشنام ناسزا یافتہ داد شرعاً فاسق گردد وامامتش جائز است یانہ؟(۲)

الجواب

درفسق وکراہت امامتش کلام نیست، إلاأن یتوب، کذا فی کتب الفقه. (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۹۹)

گالی دینے والے کو امام بنانے کا حکم:

سوال: ایک امام بدگو، جلد مشتعل ہوجانے والا اور غصہ میں آپے سے باہر ہوجانے والا ہے؛ نیز غیبت ودروغ گوئی کا بھی عادی ہے، ایسے امام کی اقتدا میں نماز ہوجاتی ہے، یانہیں؟ ایک امام جس کے پیچھے اس کی اخلاقی پستیوں کی بناپر نماز پڑھنے کی طرف دل مائل نہ ہو اور دوسری مسجد بھی نزدیک نہ ہو تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جماعت پڑھنے سے نماز ادا ہوجائے گے؟

الجواب

سب وشتم کا عادی، جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے والا فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے؛ (۴) تاوقتیکہ وہ ان گناہوں سے توبہ نہ کرے، البتہ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھ لی گئی ہوں وہ ادا ہوجاتی ہیں، ان کا لوٹانا ضروری نہیں ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم
احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲۷/۱۱/۱۳۸۷ھ۔ (فتویٰ نمبر:۲/۱۳۷۷، ۱۸/الف) (فتاویٰ عثمانی:۱/۴۳۴-۴۳۵)

---

(۱) ”التائب من الذنب كمن لاذنب له“. (مشكاة الصابيح، باب التوبة والاستغفار، الفصل الثالث، ص: ٢٠٦، ظفير) (رقم الحديث: ٢٣٦٣، انيس)

(۲) خلاصہ سوال: ایک شخص نے ایک معروف النسب اور ثابت النسب شخص کو حرام زادہ کہا اور سخت قسم کی گالی دی تو کیا وہ شرعاً فاسق ہوگیا اور اس کی امامت جائز ہے، یانہیں؟ (انیس)

(۳) ويكره تقديم الفاسق لتساهله في الأمور الدينية فلايؤمن من تقصيره في الإتيان بالشرائط. (غنية المتملي شرح منية المصلي، ص: ٣٥١، ظفير)
ایسے شخص کے فسق اور امامت کے مکروہ ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے، جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔

(۴) وفي الدر المختار: ١/٥٥٩-٥٦٠، ايچ ايم سعيد (باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام، انيس): ويكره إمامة عبد... وفاسق، إلخ.

==

گالی بکنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص اولاد کو ماں بہن کی گالیاں دیتا ہے، حرامی بچہ اور حرام کی اولاد کہتا ہے اور نطفہ میں فرق ہونا بتلاتا ہے، ایک دختر جوان ہے، جس کا پردہ بالکل نہیں کراتا، ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے؟ امامت اس کی کیسی ہے؟

الجواب

شخص مذکور کے اکثر افعال خلافِ شریعت اور حرام اور معصیت ہیں، لہٰذا اس پر حکم فسق عائد ہوتا ہے، وہ فاسق ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۵۷)

گالی کے عادی کی امامت:

سوال: جس آدمی کی عادت ہو کہ وہ بات کرنے میں گالی دیتا ہو اور مقتدیوں کو گالی دیتا ہو، منافق کہتا ہو تو کیا وہ شخص امامت کے قابل ہے؟

الجواب حامدًا و مصليًا

یہ وصف ہرگز امام کے لئے زیبا نہیں، اس کا منصب جلیل ہے، شانِ امامت کے خلاف ہے، اس کو اصلاح کرنی چاہیے، ورنہ تو وہ امامت سے الگ کئے جانے کے قابل ہوگا۔ (۲)

تنبیہ: مقتدیوں کے لئے سخت ابتلاء ہوتا ہے، جب ان کو ایسے امام ملتے ہیں، حق تعالیٰ کی رحمت ہو تو مقتدی بھی اچھے ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۶۲)

== وفی الدرالمختار، أیضاً: ۱/۵۶۲: صلی خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة . وقال الشامی رحمه الله تحته قوله: نال فضل الجماعة. أفاد أن الصلاة خلفهماأولٰى من الإنفراد لکن لاینال کماینال خلف تقی ورع. (وکذا فی البحرالرائق: ۱/۳۴۹-۳۵۰، والفتاویٰ الهندیة: ۱/۸۴)

(۱) ویکره إمامة، إلخ، وفاسق. (الدرالمختار)

بل مشٰی فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

حدیث نبوی ہے: ’’ سباب المسلم فسوق وقتاله کفر‘‘. (رواه مسلم . ظفیر) (کتاب الإیمان، باب: بیان قول النبی صلی الله علیه و سلم، سباب المسلم فسوق وقتاله کفر، رقم الحدیث: ۶۴، انیس)

(۲) ’’ویعزل به إلالفتنة ‘‘. (الدرالمختار)

وفی ردالمحتار: ’’ قوله: (یعزل به): أی بالفسق لوطرأعلیه، والمراد أنه یستحق العزل‘‘. (کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۴۹، سعید) (مطلب: شروط الإمامة الکبریٰ، انیس)

کسی شخص کی قسم پر اعتماد نہ کرنے اور اسے گالی دینے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک متدین متشرع شخص قرآن کریم کی تلاوت کررہا تھا اور امام مسجد نے آکر اسے کچھ کہا، اس نے جواب میں قرآن مجید بند کر کے کہا کہ میرے ہاتھوں میں کلام اللہ شریف ہے، حلفیہ کہتا ہوں کہ نہ میں نے یہ بات کہی ہے اور نہ یہ کام کیا ہے تو امام نے جواب میں کہا کہ تو تو کافر ہے، منافق ہے، ابلیس ہے، تیرے اس کلام پر بھی مجھے اعتماد نہیں تو اس امام مذکورہ کا کیا حکم ہے؟ قابل امامت ہے، یا نہیں؟ دائرہ اسلام سے خارج ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبدالمنان چمیالی ہزارہ......۳۰/نومبر/۱۹۷۴ء)

الجواب

چونکہ اس امام کا اس پہلے شخص کی قسم پر اعتماد نہیں ہے، کلام اللہ پر باقاعدہ اعتماد رکھتا ہے، لہٰذا یہ امام کافر نہیں ہوا ہے، البتہ سباب (گالی) کی وجہ سے فاسق ہوا ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ”سباب المسلم فسوق“. (رواہ مسلم)(۱)

ان کے پیچھے صالحین کی اقتدا مکروہ ہے، **کما صرح به في إمامة البحر.** (۲)**وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۴۰۲)

مسجد میں گالی گلوچ کرنے والے کی امامت:

سوال: جو امام مسجد میں گالی گلوچ کرے اور مسجد کا احترام نہ کرے، ایسے امام کی امامت کیسی ہے؟

الجواب حامدًا و مصلیًا

ایسی حرکت سے تو ہر مسلمان کو بچنا لازم ہے، (۳) امام کا منصب تو بلند ہے، اگر امام باز نہ آئے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۶۲-۱۶۳)

---

(۱) الصحیح لمسلم: ۱/۵۸، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: سباب المسلم فسوق وقتاله كفر.

(۲) قال العلامة ابن نجيم: فالحاصل أنه يكره لهؤلاء التقدم ويكره الاقتداء بهم كراهة تنزيهية فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل وإلافالاقتداء أولى من الإنفراد. (البحر الرائق: ۱/۹٤۹، باب الإمامة)

(۳) عن عبد اللّٰه بن مسعود قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ”سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر“. (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة و الشتم: ۲/٤۱۱، قدیمی) (الفصل الأول، رقم الحديث: ٤۸۱٤، انیس)

فالحاصل أن المساجد بنيت لأعمال الآخرة مما ليس فيه توهم اهانتها وتلويثها مما ينبغي التنظيف منه، ولم تبن لأعمال الدنيا ولو لم يكن فيه توهم وتلويث وإهانة. (الحلبي الكبير، فصل في أحكام المساجد، ص: ٦۱۱، سهيل اکیڈمی، لاهور)

(۴) ويكره إمامة عبد و أعرابي وفاسق وأعمىٰ“.) ==

فحش گو اور نقال کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید ہمیشہ فحش بکتا ہے؛ بلکہ کبھی مسجد کے اندر بھی الفاظ فحش کا استعمال کرتا ہے اور گالیاں بھی بکتا ہے اور غیبت کرتا ہے اور دوسرے نمازیوں کی نیت نماز کی نقلیں کرتا ہے، جس سے نمازیوں کو نماز میں ہنسی آ جاتی ہے اور بعض دفعہ نماز میں ہنستا ہے، آیا یہ شخص قابل امامت ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز اس کے پیچھے ادا ہو جاتی ہے، لقوله عليه الصلاة والسلام: صلوا خلف كل بر وفاجر. (۱) لیکن اولیٰ والیق امامت کے وہ شخص ہے کہ اعلم واقرأ ہونے کے ساتھ صالح ومتقی ہو؛ کیونکہ فاسق کے پیچھے نماز اگرچہ صحیح ہے؛ مگر مکروہ تحریمی ہے اور شامی میں ہے کہ فاسق کو امام مقرر کرنا ممنوع ہے؛ کیوں کہ امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور تعظیم فاسق کی ممنوع ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۳۹/۳)

== قال ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ "قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وأكل الربا، ونحو ذلك. (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعيد) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۱) سنن الدارقطني، كتاب العيدين، باب صفة الصلاة من تجوز الصلاة معه: ۴۰۴/۲، رقم الحديث: ۱۷۶۸، مؤسسة الرسالة، انيس

(۲) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، ولايخفیٰ أنه إذا كان أعلم من غيره لاتزول العلة، فإنه لايؤمن أن يصلي بهم بغير طهارة، فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال، بل مشیٰ في شرح المنية علیٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا، قال: ولذا لم يجز الصلاة خلفه أصلا عند مالك ورواية عن أحمد. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

ويقدم في الإمامة كل من كان أفضل والفقيه أولیٰ من القارىء ولا تجوز إمامة الفاسق ولا المرأة ولا الصبي إلا في نافلة، الخ. (التلقين في الفقه المالكي، باب الإمامة والجماعة: ۴۸/۱، دارالكتب العلمية. انيس)

وكذلك أكره إمامة الفاسق والمظهر البدع ومن صلى خلف واحد منهم أجزأته صلاته ولم تكن عليه إعادة إذا أقام الصلاة. (الأم للشافعي، إمامة ولد الزنا: ۱۹۳/۱، دارالمعرفة بيروت. انيس)

قال في الوجيز: ولا تصح إمامة الفاسق وهو المشهور. (الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف، باب صلاة الجماعة: ۳۵۵/۴، هجر جمهورية مصر. انيس)

والفاسق؛ لأنه لايهتم بأمر دينه وقال مالك لاتجوز الصلاة خلفه لما ظهره منه، الخيانة في الأمور الدينية لايؤتمن في أهم الأمور. (فتح القدير، باب الإمامة: ۲۴۷/۱، انيس)

فحش بولنے والے کی امامت:

سوال: بلاتفریق مسلک وعقائد ایک مسجد میں نماز ادا کی جاتی رہی؛ لیکن چند سالوں کے بعد عقائد میں اختلاف رونما ہوا، موجودہ امام نے جمعہ کے روز اولیاء کرام اور بزرگوں کے خلاف لا یعنی کلمات نکالے اور امام صاحب نے مسجد کے اندر فحش گالیاں دیں، اس ضمن میں درج ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں؟

(۱) کیا جو امام مسجد کے اندر فحش گالیاں بکے اس کی اقتدا درست ہے؟ اور وہ امامت کے لائق ہے؟

(۲) کیا اہل سنت والجماعت کی نماز اس طرح کے عقائد رکھنے والے امام کے پیچھے درست ہے؟

(۳) کیا سنی صحیح العقیدہ کے پیچھے دیوبندی اور غیر مقلد کی نماز ہوسکتی ہے؟

(۴) ایک مسجد میں دو فریق کے عقائد میں اختلاف کی بنا پر دونوں فریق یکے بعد دیگرے دو جماعت قائم کرسکتے ہیں، یا نہیں؟

هو المصوب

اگر مذکورہ امام نے واقعی اولیاء اللہ کی شان میں گستاخی کی ہے تو یہ سنگین گناہ ہے، حدیث میں آتا ہے کہ ایسا شخص خدا سے جنگ کے لیے تیار ہو جائے، (۱) ایسے گناہ میں مبتلا ہونے والے امام نے اگر اپنی اس غلطی پر توبہ نہیں کی تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہوگی، البتہ نماز درست ہو جائے گی۔

(۲-۳) ایسے عقائد کے حامل امام کے پیچھے اہل سنت والجماعت کے عقائد رکھنے والوں کی نماز ہو جائے گی۔

حدیث میں آتا ہے: ”صلوا خلف کل بر و فاجر“. (۱) (یعنی ہر نیک اور فاسق وفاجر کے پیچھے نماز پڑھ لو۔)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فاسق وفاجر کے پیچھے بھی نماز درست ہو جائے گی۔

(۴) ایک مسجد میں دو جماعت کرنا کراہت سے خالی نہیں، (۳) اختلاف عقائد اور اختلاف آرا کی صورت میں الگ الگ مسجدوں میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی رتصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۲۷۳-۲۷۴)

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن الله قال: من عادیٰ لی ولیًّا فقد آذنته بالحرب. (صحيح البخاری، كتاب الرقائق، باب التواضع (ح: ۶۵۰۲)

(۲) سنن الدارقطنی، كتاب العيدين، باب صفة الصلاة من تجوز الصلاة معه (ح: ۱۷۸۸) قال الدار قطنی: مكحول لم يسمع من أبی هريرة ومن دونه ثقات. (السنن الكبریٰ للبيهقی، كتاب الجنائز، باب الصلاة علیٰ من قتل نفسه (ح: ۷۰۸۰)

(۳) ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طريق أو مسجد لا إمام له ولا مؤذن. (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲/۲۸۸) (كتاب الصلاة، باب الإمامة ، انيس)

امام کا مقتدی کو کتا کہنا:

سوال: کیا امام کے لئے جائز ہے کہ مقتدی کو کتا کہے اور یہ بھی کہے کہ دفع ہو جاؤ اور کہیں جا کر نماز پڑھو اور یوں کہے کہ اگر مجھے ہٹا دیا گیا، میرا قائم مقام لایا گیا تو مسجد میں خون کی ندیاں بہادوں گا اور میں اپنے مخالف کو ہلاک کر دوں گا، میرے پاس ایسے بہت لوگ ہیں، جو یہ کام کر سکتے ہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

امام صاحب سے ہرگز توقع نہیں کہ وہ اپنے مقتدی کو بلا وجہ کتا کہیں اور مسجد سے نکالیں، امام صاحب کے لیے تو لازم ہے کہ وہ مقتدیوں کے لیے بھی دعاء خیر کیا کریں اور مسجد کو اور زیادہ آباد کرنے کی کوشش کریں اور اگر مقتدی نے کچھ نالائقی کی ہو اور اس پر ڈانٹ دیا ہو تو یہ ممکن ہے؛ تاہم مقتدیوں کے ذمہ امام کا ادب واحترام واجب ہے۔(۱)

اور امام صاحب کو بھی چاہیے کہ سب سے اخلاق ومروت کا معاملہ کریں، سخت الفاظ خصوصاً خلافِ شرع الفاظ بولنے سے پوری طرح احتیاط برتیں۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۴/۱۴۰۱ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۳۹۴/۶-۳۹۵)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إنی جاعلک للناس إماماً﴾ (سورۃ البقرۃ: ۱۲٤)

''وإذا ثبت أن إسم الإمامة يتناول ماذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام فی أعلیٰ رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلک، ثم العلماء والقضاة العدول ومن الزم اللّٰه تعالیٰ الاقتداء بهم، ثم الإمامة فی الصلاة ونحوها''. (أحكام القرآن للجصاص: ۹۷/۱-۹۸، قدیمی)

''وتعظيم أولی الأمر واجب''، كذا فی الفتح. (ردالمحتار، باب الامامة: ۲۲۰/۲، سعید)

(۲) وفی رواية له: قال لعائشة رضی اللّٰه عنها: ''عليک بالرفق، وإياک والعنف والفحش، إن الرفق لا يكون فی شئ إلازانه، ولا ينزع من شئ إلا شانه''... ''عن عبد اللّٰه بن عمرو رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: ''أن من أحبكم إلیَّ أحسنكم أخلاقاً''. رواه البخاری''. (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الرفق و الحياء وحسن الخلق: ٤۳۱/٤، الفصل الأول، قدیمی) (حديث عائشة رواه البخاری، باب لم يكن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم، الخ (ح: ٦۰۳۰) بلفظ: مهلا يا عائشة عليک بالرفق وإياک والعنف والفحش/ورواه مسلم باب فضل الرفق (ح: ۲۵۹٤) بلفظ: إن الرفق لا يكون فی شئ إلازانه، ولا ينزع من شئ إلا شانه/حديث عبداللّٰه بن عمر بلفظ: إن من خياركم أحسنكم أخلاقاً. رواه البخاری، باب صفة النبی صلی الله عليه وسلم (ح: ۳۵۵۹) انيس)

عن العلاء بن كثير أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم قال: إن محاسن الأخلاق مخزونة عند اللّٰه فإذا أحب اللّٰه عبداً منحه منها خلقاً حسناً أو خلقاً صالحاً. (الجامع لابن وهب، ت: مصطفی أبوالخير، باب العزلة (ح: ٤۹۱): ۵۹۱/۱، دارابن الجوزی الرياض. انيس

ناواقف شخص کا وعظ کہنا اور ممبر پر گالیاں زبان سے نکالنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص شاہ محمد اردو و عربی کو روانی سے بھی نہیں پڑھ سکتا۔ صرف ونحو عربی سے نابلد حدیث وقرآن کے معانی سے بیگانہ جمعہ کے روز قرآن شریف سورہ جمعہ رکوع آخر، آیت شریفہ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ سے شروع کر کے تعلمون تک پڑھنے کے بعد ممبر شریف پر وعظ فرمانے لگے تو پنجابی دہقانوں کے حسب رواج کچھ گالیاں بھی استعمال کیں، مثلاً ہم پنجابی (گالی) لوگ حقہ نوشی میں مصروف رہتے ہیں۔

جو شخص امام سے عقیدت نہ رکھے اور وقت آنے پر امام سے جھگڑا کرے، باوجود اس کے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے اس کی نماز ہوگی، یا نہیں:

(۲) جو شخص امام مسجد کا قلبی طور پر تو مقلد نہ ہو، مگر ظاہر داری کے طور پر اس کے پیچھے نماز ادا کرے اور جب موقع ملے، تب ہی فساد پر آمادہ ہو جائے اور بلا وجہ چھیڑ چھاڑ شروع کر دے تو کیا ایسے شخص کی نماز امام کے پیچھے جائز ہے۔

(۳) جو شخص قانون شریعت سے قطعی ناواقف اور قانون رائج الوقت سے بھی قطعی واقفیت نہ رکھتا ہو تو اگر وہ فرقان حمید کا یہ حلف اٹھا کر اقرار کرے کہ میں پنجاب میں بیٹھ کر انصاف کر دوں گا، ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟

امام کی دودھ سے تواضع کرنا اور مقتدی کا امام کو مارنے دوڑنا کیسا ہے:

(۴) موجودہ رمضان المبارک کی ایک رات کا واقعہ ہے کہ بعد ختم نماز عشاء امام مسجد نے کہا کہ مجھے تکلیف ہے، اگر دیہاتی نمازی میرے واسطے پچھلے سال کی طرح دودھ کا انتظام کر دیں تو ان کی مہربانی ہے، مقتدی رضا مند ہو گئے، مگر شاہ محمد نامی ایک شخص نے کہا کہ تم آیتوں کو بیچتے ہو۔ الغرض امام صاحب نے شاہ محمد کی منت سماجت کی، مگر وہ بار بار یہی کہتا ہے اور امام صاحب کے لوٹا اٹھا کر مارنے کو دوڑا مگر خود گر گیا، نمازیوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی ہے، اس بارے میں شاہ محمد کا ایسا کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

(المستفتی: ۲۰۴۷، حافظ عباس حسین صاحب (ضلع لودھیانہ) ۱۳/رمضان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۸/نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

(۱) ایسے ناواقف اور بے علم شخص کو وعظ کہنا نہیں چاہیے اور ممبر پر گالیاں زبان سے نکالنا حرام ہے۔(۱)

---

(۱) سباب المؤمن فسوق و قتاله كفر. (الصحيح لمسلم: ۵۸/۱، ط: قديمي كتب خانة، كراچی)/مسند أبی داؤد الطيالسی، ماأسند عبدالله بن مسعود (ح: ۲۵۶)/مسند الإمام أحمد، مسند عبدالله بن مسعود (ح: ۳۶۴۷)/ صحيح البخاری، باب ما ينهى من السباب واللعن (ح: ۶۰۴۴) انيس)

(۲-۳) نماز تو ہو جائے گی؛ مگر امام سے جھگڑا فساد کرنا نا جائز ہے۔(۱)

(۴) اس معاملے میں اگر یہ بیان صحیح ہو تو شاہ محمد کی زیادتی ہے، اگر امام کی لوگ دودھ سے تواضع کر دیں تو یہ آیات بیچنا نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی ۔ (کفایت المفتی:۳/۱۰۶-۱۰۷)

نماز قضا ہو جانے پر امام کا یہ جواب کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نماز قضا ہوئی تھی'':

سوال: ایک مولوی صاحب کی فجر کی نماز قضا ہوگئی جب لوگوں نے ان سے کہا کہ جب تم نے نماز قضا کر دی تو ہم لوگوں کا کیا حال ہوگا تو برجستہ انہوں نے کہا کہ نماز حضور کی بھی قضا ہوئی ہے،اس جملے سے لوگوں پر غلط اثر پڑا، ایسے شخص کے بارے میں کیا رائے ہے علما کی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

ایک جہاد سے واپس تشریف لاتے ہوئے ایک مقام پر پورے انتظام کے باوجود فجر کی نماز قضا ہوگئی تھی،(۲) نیز ایک جہاد کی مشغولی میں نماز کی مہلت ملی نہیں،اس وقت نماز قضا ہوئی،جس کا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے حد افسوس ہوا اور قلق ہوا،حتیٰ کہ آپ نے بد دعا بھی فرمائی کہ ''اللہ تبارک وتعالیٰ ان دشمنوں کی قبروں کو آگ سے بھر دے،انہوں نے ہم کو نماز بھی نہ پڑھنے دی''۔(۳)

لیکن آج اگر کسی کی نماز قضا ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ اس قضا ہوئی نماز پر افسوس کرے، پشیمان ہو کر خدا سے معافی مانگیں،نہ یہ کہ جسارت سے کہہ دے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھی نماز قضا ہوئی ہے،ایسا کہنے والے کو پورا اجتناب لازم ہے،ورنہ مطلب یہ ہوگا کہ جس قصور میں یہ شخص مبتلا ہے،نعوذ باللہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی

(۱) عن عبد اللّٰه بن عمرو رضی اللّٰه عنه قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:''المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده.(صحیح البخاری،باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه (ح:۱۰)/الصحیح لمسلم(ح:۴۱)/ سنن أبی داؤد (ح:۲۴۸۱)/سنن الترمذی(ح:۲۶۲۷)/سنن النسائی (ح:۴۹۹۵)انیس)

(۲) عن عبد اللّٰه بن قتادة عن أبیه رضی اللّٰه عنه قال:سرنا مع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لیلة،فقال بعض القوم: لوعرّست بنایا رسول اللّٰه!قال:''أخاف أن تناموا عن الصلاة''قال بلال رضی اللّٰه عنه :أناأوقظکم فاضطجعوا وأسند بلال رضی اللّٰه عنه ظهره إلٰی راحلته،فغلبته عیناه فنام،فاستیقظ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وقد طلع حاجب الشمس،فقال:یابلال أین ما قلت''قال:ما ألقیت علٰی نومة مثلها قط،قال:''إن اللّٰه قبض أرواحکم حین شاء، وردهاعلیکم حین شاء،یا بلال!قم فأذن بالناس بالصلاة''.فتوضأفلماارتفعت الشمس وابیاضت ،قام فصلٰی''.(صحیح البخاری،کتاب مواقیت الصلاة، باب:الأذان بعد ذهاب الوقت:۱/۸۳ (ح:۵۹۵)انیس)

(۳) عن علی رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم:أنه قال یوم الخندق:''ملأ اللّٰه علیهم بیوتهم وقبورهم ناراً، کماشغلونا عن صلاة الوسطٰی حتٰی غابت الشمس''.(صحیح البخاری،باب غزوة الخندق وهی الأحزاب:۲/۵۹۰(ح:۴۱۱۱،انیس)

اس میں مبتلا ہوئے، یا یہ مطلب ہوگا کہ نماز کا قضا کر دینا دنیا میں سنت ہے۔(استغفر اللہ العظیم) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز قضا ہونے میں بھی شرعی حکم اور تعلیمات ہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۵۹/۶-۱۶۰)

امامت پر لعنت بھیجنے والے کی امامت:

سوال: ہماری مسجد میں ایک امام ہیں اوران کی عادت یہ ہے کہ وہ پانچ منٹ دیر سے آتے ہیں، نماز پڑھاتے ہیں، لہٰذا ابھی چند دن ہوئے ہیں کہ ظہر کی نماز میں امام آئے نہیں تو امام کے چھوٹے بھائی نے نماز پڑھائی؛ لیکن بعد میں امام صاحب بھی تشریف لے آئے تو وہ مؤذن پر بہت ناراض ہوئے اور یوں کہا کہ تمہاری آنکھیں نہیں تھیں دیکھنے کے لئے، جو تم نے مجھے دیکھا نہیں، میں حوض پر وضو کر رہا تھا، بہر حال میں نے مؤذن کی حمایت کی اور کہا کہ جب آپ نہیں تھے تو آپ کے بھائی نے نماز پڑھادی، آپ مؤذن پر بے کار گرم ہو رہے ہیں، لہٰذا انہوں نے نماز پڑھانی چھوڑ دی۔

اس کے بعد نمازیوں نے ان سے کہا کہ آپ نماز کیوں نہیں پڑھاتے؟ تو انہوں نے کہا ''لعنت ہے ایسی امامت پر'' اور کئی مرتبہ کہا تو آپ بتائیں کہ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے، جب کہ وہ تین سال سے امامت کر رہے ہیں اور کئی دفعہ ایسا ہی ہو چکا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

جن امام صاحب کے متعلق آپ کو تشویش ہے اور ان کی خرابی لکھ کر فتویٰ دریافت کیا ہے تو پھر آپ کو موقع مل گیا ہے کہ ان امام صاحب نے خود ہی نماز پڑھانا چھوڑ دیا ہے، غنیمت جانئے ان سے امامت کے لیے دوبارہ عرض کر دیا گیا، انہوں نے قبول نہیں کیا؛ بلکہ ایسی امامت پر لعنت کی۔اب بہتر ہے کہ کوئی دوسرا امام جو عقائد کے اعتبار سے صحیح ہو اور مسائل طہارت وصلوٰۃ سے واقف ہو، قرآن پاک صحیح پڑھتا ہو، متبعِ سنت ہو تجویز کر لیا جائے، موجودہ امام صاحب کو لعنت سے بچایا جائے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۶۷/۶-۱۶۸)

''میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا'' کہنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دامت برکاتہم کہ ایک عالم جو ایک گاؤں کی مسجد کے امام

(۱) ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی". (الدرالمختار) "قوله: (وفاسق) من الفسق، وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی وأكل الربا ونحو ذلک". (الدرالمختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵٦۰، سعيد) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انيس) ==

بھی ہیں کسی پنچائتی فیصلہ کے بعد اس کی زبان سے دوتین دفعہ یہ کلمہ نکلا ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا، کیا اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے، یا نہ؟ اگر وہ امام توبہ کرے تو کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہوجائے گا، یا نہ؟ حوالہ کتب سے جواب تحریر فرما کر ممنون فرماویں۔

الجواب

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم! سوال میں مندرجہ الفاظ کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا، بہت سنگین الفاظ ہیں، اس شخص کو فوراً توبہ کرکے تائب ہونا چاہیے، ورنہ امامت سے ہٹا دیا جائے، اگر وہ توبہ کرکے تائب ہوجائے تو اس کی امامت بلاکراہت جائز ہے؛ **لقوله عليه الصلاة والسلام: "التائب من الذنب كمن لاذنب له"**. (الحديث)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود:۲/۱۹۴)

یہ کہنے والے کی امامت کا حکم کہ حدیث صحیح نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد میں نماز پڑھاتا تھا، دیگر ایک شخص نے بیان کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کی تو ان کو معلوم ہوا کہ میرے والد کی شکل بجو کی ہے، اس پر پہلے نماز پڑھانے والے نے کہا کہ پہلے تو حدیث صحیح نہیں ہے، اگر ہے تو بار بار کہنا مناسب نہیں کہ اس مسئلہ میں جھگڑا معلوم ہوتا ہے، مسئلہ بیان کرنے والے نے کہا: یہ شخص حدیث کا قائل نہیں، کافر ہے، جو اسی جھگڑے پر عیب جوئی کرنے لگے اور جماعت میں تفرقہ ڈالا، ان شخصوں کے واسطے کیا حکم شرع ہے؟ دیگر ان چند اشخاص نے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھی اور اسی امام کے لڑکے کو امام مقرر کرلیا، باپ بیٹے کو منع کرتا ہے کہ جب مجھ کو یہ لوگ کافر سمجھتے ہیں تو ان کو نماز نہ پڑھاؤ لڑکے کے پیچھے باپ اور چند لوگ نماز نہیں پڑھتے، کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

واقعی یہ حدیث صحیح بخاری شریف، صفحہ:۴۷۳ (۲) پر موجود ہے؛ لیکن جس نے یہ کہا کہ پہلے تو حدیث صحیح نہیں، اس

== (والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة)فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة(ثم الأحسن تلاوة)وتجويداً(للقراءة ثم الأورع)"آه.(الدرالمختار، كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۵۵۷/۱،سعيد)

(۱) مشكاة الصابيح،باب التوبة والاستغفار،الفصل الثالث،ص:۲۰۶،رقم الحديث:۲۳۶۳، انيس

(۲) عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال:يلقى إبراهيم أباه آزر يوم القيامة وعلى وجه آزر قترة وغبرة فيقول له إبراهيم:ألم أقل لک لا تعصنی،فيقول أبوه:فاليوم لا أعصيک فيقول إبراهيم:يا رب إنک وعدتنی أن لا تخزينی يوم يبعثون فأی خزی أخزی من أبی الأبعد فيقول الله تعالىٰ:إنی حرمت الجنة على الكافرين ثم يقال:يا إبراهيم ! ما تحت رجليک؟فينظر فإذا هو بذيخ ملتطخ فيؤخذ بقوائمه فيلقى فی النار.(صحيح البخاری،باب قول اللّٰه تعالى:واتخذ الله إبراهيم ،الخ (ح:۳۳۵۰)انيس)

کا یہ مطلب ہے کہ اس کی سند ٹھیک نہیں تو یہ اس کو غلط فہمی لگی تھی، اس وجہ سے اس نے انکار کیا ہے، بہر حال یہ امام کافر نہیں ہے اور غلط فہمی کی وجہ سے گنہگار بھی نہیں ہوگا، جن لوگوں نے امام سے الگ ہو کر نماز پڑھنی شروع کی ہے، وہ حق پہ نہیں، بشرطیکہ امام سابق میں کوئی دوسرا عیب نہ ہو۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۹۵)

غصہ میں یہ کہنے والے کی امامت کا حکم ''میں توحید بیان نہیں کروں گا'':

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد کو ایک شخص نے کہا آپ توحید کا مسئلہ بیان کریں، امام مسجد نے جواب دیا: میں توحید بیان نہیں کروں گا، میں تو شرک بیان کروں گا، مسجد کے امام نے کہا کہ مجھے کہتے ہیں اور دوسرے اماموں کو نہیں کہتے، یہ الفاظ غصے میں کہے ہیں، کیا عند الشرع ان الفاظ کے کہنے سے ایمان میں کچھ نقصان تو نہیں ہوا، امامت کے قابل رہا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ان کلمات سے اگر چہ کفر کا حکم نہیں دیا جاتا؛ لیکن امام صاحب کو لازم ہے کہ اپنے الفاظ پر نادم ہو کر توبہ وتائب ہو، اگر اس میں کوئی دوسرا عیب نہ ہو تو اس کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ، نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔ الجواب صحیح: محمد انور شاہ غفرلہ، ۱۸/ رجب ۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۹۶)

''جھوٹ کہوں تو ابو جہل سے زیادہ بُرا میرا حشر ہو'' کہنے والے کی امامت:

سوال: ایک صاحب جو فاضل عربی یعنی مولوی ہیں اور پیش امام بھی، نیز ایک دینی دارہ میں تعلیم بھی دیتے ہیں، ایک دوسرے معلم کے بارے میں جو کافی دنوں سے امام شہر بھی تھے، ان پر اغلام بازی اور مشت زنی کا چرچا ہوا، اس سے پہلے بھی چند بار ہو چکا تھا، جب معاملہ کی تحقیق وتفتیش کا موقع آیا تو مذکورہ فاضل عربی امام نے کہا کہ میں نے دیکھا نہیں، البتہ جو باتیں میں نے سنی ہیں، ان الفاظ کو دہراتے ہوئے واقعہ کی سچائی اور ثبوت میں ان الفاظ سے قسم کھائی کہ ''جو میں کہ رہا ہوں اس میں جھوٹ کہوں تو ابو جہل سے زیادہ بُرا میرا حشر ہو'' اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ موصوف نے جو قسم کھائی ہے، کچھ صاحبان کو شبہ ہے کہ ان کی امامت درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

کسی کو مجرم قرار دینے کے لیے اس کا اقرار ضروری ہے، یا شرعی ثبوت (چشم دید گواہوں کا بیان) ضروری ہے، جب تک ان میں سے کوئی بات نہ ہو اس کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا ہے، (۱) پھر ایسی صورت میں یہ کہنا کہ ''جو کچھ میں

(۱) ومن نظائره: لو ادعی علی رجلین عمداً فأقر أحدهما بالخطاء والآخر بالعمد فالدية عليهما''. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الجنايات، الباب الخامس في الشهادة في القتل والإقرار: ۶/۱۹، رشيدية) ==

کہہ رہا ہوں اس میں جھوٹ کہوں تو ابوجہل سے زیادہ بُرا میرا حشر ہو‘‘ نہایت خطرناک ہے۔امام صاحب فاضل عربی موصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا نہیں، محض سنی ہوئی بات پر بغیر خود دیکھے اور بغیر گواہی کے ایسی سخت بات کہنا اپنے ایمان کو تباہ کرنے کے ہم معنی ہے،(۱) ان کو لازم ہے کہ فوراً اپنی اس غلطی پر نادم ہوکر سچے دل سے توبہ کریں اور جن کے سامنے ایسا کہا ان کے سامنے بھی اپنی توبہ کا اظہار کریں،(۲) ورنہ امامت سے علاحدہ کئے جانے کے مستحق ہوں گے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۶/۴/۲۰ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۶/۱۶۸-۱۶۹)

’’اگر کوئی میرا گلا گھونٹ کر ماردے‘‘ کہنے والے کی امامت:

سوال: جس امام کو یہ کہا گیا کہ دو حجرے ہیں ایک میں جو سامان مسجد کا ہے، اس کو رکھ لو، وہ یہ جواب دے دے کہ ’’جو کوئی میرا گلا گھونٹ کر مار گئے تو اس کا ذمہ دار کون ہے‘‘ اس نے اللہ کی ذمہ داری ختم کردی اور انسان کی ذمہ داری طلب کرے، وہ شخص کون ہوتا ہے، خواہ امام ہو، یا عام مسلمان، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

یہ انتظام اور تدبیر کی بات ہے، اللہ کی ذمہ داری ختم کرنا نہیں ہے۔(۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۶/۵/۱۲ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۶/۱۷۰)

== ’’وإذا شهد شاهدان علىٰ رجل أنه ضرب رجلاً بالسيف فلم يزل صاحب فراش حتىٰ مات فعليه القصاص‘‘. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الجنايات، الباب الخامس في الشهادة في القتل والإقرار: ٦/١٦. رشيدية)

(١) إذا كان المقذوف رجلاً، يكون القذف أيضاً من الكبائر، ويجب الحد أيضاً‘‘. (مرقاة المفاتيح، باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الأولىٰ: ١/٣٥، رشيدية)

(٢) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾ (التحريم: ٨)

’’وعن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ’’ان العبد إذا اعترف ثم تاب، تاب الله عليه‘‘. (مشكاة المصابيح، باب التوبة والاستغفار، الفصل الأول، ص: ٢٠٣، قديمي)(رقم الحديث: ٢٣٣٠، انيس)

(٣) ’’ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق‘‘. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة: ١/٥٦٠، سعيد)

(٤) عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يحرس، وكان يرسل معه أبو طالب كل يوم رجالاً من بني هاشم يحرسونه حتىٰ نزلت: ﴿و الله يعصمك من الناس﴾ (تفسير روح المعاني: ٦/١٩٩، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

وقال الجصاص الرازي: ولم يدفع أحد من علماء الأمة وفقهائها سلفهم وخلفهم وجوب ذلك (أي الدفاع) إلا قوم من الحشو وجهال أصحاب الحديث‘‘ إلخ. (أحكام القرآن: ٢/٥٠، قديمي)

بڑوں کی توہین کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص دعوت وتبلیغ سے وابستہ ہے، وہ اپنی مقامی مسجد میں امامت بھی کرتا ہے، اس نے معمولی جھگڑے میں اپنے سالے کو گالیاں دی اور سسر کو مغلظات وغیرہ اور کافی عرصہ تک اسی طرح بکتا رہا۔

(۱) اس کا نکاح درست ہے، یا فاسد؟

(۲) اس کی اقتدا درست ہے؟

(۳) مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟

هوا لمصوب

مذکور شخص کا نکاح درست ہے، مذکور شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے اس فعل پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کے پورے عزم کے ساتھ توبہ کرے، توبہ واستغفار کے بعد بلا کراہت مذکور شخص کی اقتدا درست ہوگی، (۱) مسلمانوں کو چاہیے کہ حکمت عملی کے ساتھ اس کو عمل سے باز رکھیں۔

تحریر: محمد طارق ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۴/۳۷)

مسجد کی بے ادبی کرنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص امام مسجد ہے، اس پر خیانت وغیرہ کا الزام ہے اور ایک شخص نے امام مذکور سے کہا کہ آپ مسجد کی صفائی وغیرہ کا خیال رکھیں، امام نے کہا: میں تو یہاں موتوں گا (پیشاب کروں گا)، لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص لائق امام بنانے کے نہیں ہے، اس کو معزول کرنا چاہیے اور دوسرا امام عالم وصالح مقرر کیا جاوے، جس

(۱) عن عبداللّٰہ بن عمرو عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: من لم یرحم صغیرنا ویعرف حق کبیرنا فلیس منا. (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب الرحمة، رقم الحدیث: ۴۹۴۳)

عن عبداللّٰہ أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: سباب المسلم فسوق وقتاله کفر. (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ماینهی من السباب واللعن، رقم الحدیث: ۶۰۴۴)/ الصحیح لمسلم، باب بیان قول النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم سباب المسلم فسوق وقتاله کفر (ح: ۶۴)/ سنن ابن ماجة، باب فی الإیمان (ح: ۶۹)/ سنن الترمذی، باب ماجاء فی سباب المسلم فسوق (ح: ۲۶۳۵)/ مسند البزار، مارواہ أبو وائل شقیق بن سلمة عن عبداللّٰہ (ح: ۱۶۶۰)/ سنن النسائی، قتال المسلم (ح: ۴۱۰۸) انیس)

میں اوصاف امامت موجود ہوں، امام مذکور کا یہ کلمہ کہ ''میں تو یہاں موتوں گا'' کلمہ کفر کا ہے؛ کیونکہ اس میں توہین مسجد کی ہے،(۱) لہٰذا اگر اس نے اس سے توبہ نہ کی تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے،(۲) بہر حال امام مذکور کا عزل کرنا واجب ہے اور مؤذن رکھنا بھی اس کو بحالتِ مذکورہ درست نہیں ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۹۲-۱۹۳)

عالم امام کا حکم، جو دوسرے عالم کی توہین کرے:

سوال: ایک عالم مفتی صاحب بھی ہیں، ایک شب یہاں کی جامع مسجد میں تقریر کرتے ہوئے کچھ علمائے دین کو نام لے کر برا بھلا کہا اور غیبت بھی کی، یہاں تک کہ جب ان کے نام لینا اور جن کے نام سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ ہوتا ہے تو سرکار کے اسم مبارک کو معاذ اللہ گالی میں تبدیل کر کے ان کے نام کو لیتا، جیسے احمق (معاذ اللہ) تبدیل کر کے بار باران کے ناموں کو لیتا، کیا ایسی حرکت درست ہے اور تا وقت کہ وہ اپنے اس جرم کی تلافی نہ کرے، کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

عالم کی عالم ہونے کی حیثیت سے توہین کرنا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کو لازم ہے، بڑی خطرناک غلطی ہے، سخت گناہ ہے، کفر تک کا خطرہ ہے، ایسے شخص کو عالم کہنا جو منصب علم کو نہ برتے، جائز نہیں ہوگا، ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ توبہ کرے اور ایسی حرکت سے باز آئے، ورنہ آخرت کی باز پرس اور عذاب کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھے، اگر تائب ہو کر باز نہ آئے تو اس کو امام بنانا بھی درست نہ ہوگا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: محمد ظفیر غفرلہ۔(نظام الفتاویٰ:۵/۲۲۷-۲۲۸)

جو امام مارنے کی دھمکی دے، اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: ایک مسجد کا امام یہ کہتا ہے کہ جو اس مسجد میں نماز پڑھنے آوے گا، اس کو ماردوں گا تو ایسے شخص کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) وفي تتمة الفتاوى: "من استخف بالقرآن أو بالمسجد أو بنحوه مما يعظم في الشرع كفر". (شرح فقه أكبر: ۲۰۵. ظفير)

(۲) اس لئے کہ جو حکماً کافر ہو گیا اس کی امامت جائز نہ ہوگی، وقيده إلخ بأن لاتكون بدعته تكفره فإن كانت تكفره فالصلاة خلفه لاتجوز. (البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۳۷۰، ظفير)

اور باقی امور جو خیانت کے متعلق ہیں ان سے وہ فاسق ہو گیا اس وجہ سے اس کی امامت مکروہ ہے۔ أن كراهة تقديمه (أي الفاسق) كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

الجواب

ایسا امام فاسق ہے، اس کو معزول کردینا چاہیے، نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۹۸)

جو مقتدی کو منافق بتائے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: جو پیش امام مسلمانوں کو عموماً اور اپنے مقتدیوں کو منافق بتائے اور یہ بھی کہے کہ آج کل تمام نمازیوں کے دل بوجہ منافق ہونے کے ٹیڑھے ہو چکے ہیں؛ اس لیے صف سیدھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس امام کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ اس امام کی بڑی جہالت ہے اور وہ سخت عاصی ہے، ایسے امام کو معزول کردینا چاہیے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۹۱-۱۹۲)

مذاہب اربعہ کو جو گمراہی سے تعبیر کرے، اس کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس شخص کے حق میں، جس کا عقیدہ ذیل کے اشعار میں درج ہے ؎

بجاں نفور زاہل مذاہب شتی		کہ غرق بحر ضلال اند وحرق نار ہوا
نہ شافعی نہ حنفی نہ مالکی مذہب		نہ نقش بندی وچشتی ونے کذا وکذا
منم کہ غرۂ نامم بنام صاحب نشست		علی ولی وملقب بخاتم الخلفاء

ایسے شخص کے پیچھے نماز میں اقتدا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر یہ واقعی اس کا عقیدہ ہے اور مذاہب ائمہ وطرق مشائخ اربعہ کو ضلال وگمراہی جانتا ہے اور اس کا معتقد ہے تو وہ فاسق ومبتدع ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور عجب نہیں کہ ایسا شخص بوجہ انکار نصوص قطعیہ کفر وارتداد تک پہونچ گیا ہو، ایسی حالت میں اس کے پیچھے نماز صحیح نہ ہوگی، بہرحال اجتناب اس کی اقتدا سے لازم ہے اور معزول کرنا ایسے امام کا لازم وواجب ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۰۰)

---

(۱) أن كراهة تقديمه (أي الفاسق) كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) ويكره تقديم العبد، إلخ، والأعرابي، إلخ، والفاسق. (الهداية، باب الإمامة: ۱/۱۱۰، ظفير)

(۳) ويكره إمامة العبد، إلخ، والفاسق، إلخ، والمبتدع، إلخ. (الدرالمختار)

==

گنہگار کی امامت بعد توبہ کیسی ہے:

سوال: ایک شخص بہت گنہگار ہے، مگر وہ توبہ کرتا ہے تو امامت اس کی درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

ایسی حالت میں جب کہ وہ تائب ہوتا ہے، امامت اس کی درست ہے اور اس کے گھر کا کھانا درست ہے، لقوله عليه الصلاة والسلام: "التائب من الذنب كمن لاذنب له". (رواه ابن ماجة)(۱)

وأخرجه لفسق وخيانة فبعد مدة تاب إلى اللّٰه وأقام بينةً أنه صار أهلاً لذلک، فإنه يعيده. (الفتاویٰ الهندية مصری: ۲۳۹/۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۹۹/۳)

گناہ سے توبہ کے بعد امامت کا حکم:

سوال: شروع میں داڑھی کتروا رہا تھا؛ لیکن اب نہیں کترواتا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

توبہ کرنے کے بعد فسق ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا اب نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، امام بنا سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۸۷/۴)

رقص وسرور سے توبہ کرنے والے کی امامت درست ہے:

سوال: ایک امام مسجد ہے، اکثر رقص وسرور میں جاتا ہے، اگر ایسا شخص توبہ کر لے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کراہت سے خالی ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

امام مذکور فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اگر وہ توبہ کر لے تو کراہت مرتفع ہو جاوے گی۔

"التائب من الذنب كمن لاذنب له". (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۴۷/۳)

== أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، ولايخفىٰ أنه إذا كان أعلم من غيره لاتزول العلة، فلايؤمن أن يصلي بهم بغير طهارة، فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال، بل مشىٰ في شرح المنية علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لماذكرنا. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۱-۲) مشكوٰة، باب التوبة والاستغفار، الفصل الثالث، ص: ۲۰۶، ظفير (رقم الحديث: ۲۳۶۳، انيس) ==

امام کی توہین کرنے والے کی اسی امام کے پیچھے نماز:

سوال: گاؤں کے معززین کا ایک اجتماع برائے فلاح وبہبود منعقد ہوا، جس میں امام مسجد شریک ہوئے، باتوں باتوں میں ایک شخص نے مولوی صاحب کے اعتراض پر کہا کہ مولوی بکواس کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے، کیا یہ شخص مجمع عام کے سامنے امام کی بے عزتی کر کے دوبارہ کسی جگہ فرض، واجب وغیرہ ان امام صاحب کی اقتدا میں نماز ادا کرسکتا ہے، اس کے لیے شرعی تعزیر، یا سزا کیا ہے؛ تا کہ آئندہ کے لیے سد باب ہو سکے اور امام صاحب کی عزت محفوظ رہ سکے، یاد رہے کہ مذکورہ امام صاحب عرصہ دس سال سے فی اللہ دینی خدمات، عیدین، جمعہ، جنازہ، دعاوغیرہ سرانجام دے رہے ہیں؟

الجواب ___________________

امام کی ناحق توہین کر کے وہ شخص گناہ کا مرتکب ہوا ہے، اس کو اس سے توبہ کرنی چاہیے اور امام صاحب سے معافی مانگنی چاہیے۔(۱) نماز اس کی امام صاحب کے پیچھے جائز ہے۔(آپ کے مسائل اوران کا حل:۳؍۲۶۴)

== ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشتَرى لَهوَ الحَديثِ لِيُضِلَّ عَن سَبيلِ اللّٰهِ بِغَيرِ عِلمٍ وَيَتَّخِذها هُزُوًا أُولٰئِکَ لَهُم عَذابٌ مُهينٌ﴾(سورة لقمان:٦)

جمہور صحابہ وتابعین اور عام مفسرین کے نزدیک لہوالحدیث عام ہے، جس سے مراد گانا بجانا اور اس کا ساز وسامان ہے اور ساز وسامان، موسیقی کے آلات اور ہر وہ چیز جو انسان کو خیر اور بھلائی سے غافل کردے اور اللہ کی عبادت سے دور کردے۔ اس میں ان بدبختوں کا ذکر ہے جو کلام اللہ سننے سے اعراض کرتے ہیں اور ساز وموسیقی، نغمہ وسرور اور گانے وغیرہ کو خوب شوق سے سنتے اور ان میں دلچسپی لیتے ہیں۔ خریدنے سے مراد بھی یہی ہے کہ آلاتِ طرب کو شوق سے اپنے گھروں میں لاتے ہیں اور پھر ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ لہوالحدیث میں بازاری قصے کہانیاں، افسانے، ڈرامے، ناول اور سنسنی خیز لٹریچر، رسالے اور بے حیائی کے پرچار کرنے والے اخبارات سب ہی آجاتے ہیں اور جدید ترین ایجادات، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو فلمیں، ڈش، انٹینا وغیرہ بھی اور ایسا شخص فاسق ہے۔(انیس)

(۱) (قال رسو ل اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: المسلم من سلم المسلمون من لسانه) أى بالشتم واللعن و الغيبة والبهتان والنميمة والسعى إلى السلطان وغيره ذلک (ويده)بالضرب والقتل والهدم والدفع والكتابة بالباطل.(مرقاة شرح المشكوة: ٦٣/١)(كتاب الإيمان،رقم الحديث: ٦،انيس)

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:(المسلم)اى المسلم الكامل فى إسلامه (من سلم المسلمون من لسانه ويده)بأن لا يتعرض لهم بما حرم من دمائهم وأموالهم وأعراضهم وإنما خص اللسان واليد لأن أكثر الإيذاء يحصل بهما.(شرح المصابيح لابن الملک، كتاب الإيمان: ٣٠/١،إدارة الثقافة الإسلامية.انيس)

قوله:المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده يعنى المسلم الكامل فى إسلامه من لا يؤذى أحداً بلسانه بالشتم والغيبة والبهتان ولا يأخذ مال أحد ولا يضرب أحدا بغيرحق ولا يمد يده إلى امرأة ليست منكوحة ولا مملوكة له،وإنما اختص اللسان واليد لأن أكثر الإيذاء والضرر يحصل بهذين العضوين وإلا يمكن إيذاء الناس بالعين والرجل بأن ينظر إلى بيت أجنبى أو يمشى إلى موضع يتأذى أهل ذلک الموضع من دخوله عليهم.(المفاتيح شرح المصابيح، كتاب الإيمان: ٦٦/١،دارالنوادر.انيس)

امام کی برائی کرنے والے کا اسی امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا:

سوال: ایک شخص امام کے پیچھے ہر وقت برائی کرتا ہے اور پھر اس کے پیچھے نماز بھی پڑھتا ہے، یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

پیش امام لائق احترام ہے، اس کی بے عزتی کرنا جائز نہیں، برائی کرنا تو ہر مسلمان کا برا ہے، خاص طور سے پیش امام کی برائی کرنا اور بھی قبیح ہے؛ لیکن اس سے اس پیش امام کے پیچھے برائی کرنے والے کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔(۱)

سوال: ایک شخص پیش امام کے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھالیتا ہے اور پھر بھی وہ اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے، جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

سابق میں ملاحظہ کیجئے۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۸۸/۱/۱۷ھ۔ (فتویٰ نمبر ۱۷/۱۹۷۷۔ الف) (فتاویٰ عثمانی: ۴۳۵/۱)

☆☆☆

(۱) (وقوله صلى الله عليه وسلم:من سلم المسلمون من لسانه ويده) معناه: من لم يؤذ مسلماً بقول ولا فعل وخص اليد بالذكر لأن معظم الأفعال بها،الخ.(شرح النووى لمسلم،باب بيان تفاضل الإيمان: ۱۰/۲،دارإحياء التراث العربى بيروت.انيس)

عن أبى الدرداء رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: ماشيئى أثقل فى ميزان المؤمن يوم القيامةمن حسن خلق وإن الله ليبغض الفاحش البذى.(سنن الترمذى باب ماجاء فى حسن الخلق (ح:۲۰۰۲) انيس)

عن عبد الله رضى الله عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:ليس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذىء.(سنن الترمذى،باب ماجاء فى اللعنة (ح:۱۹۷۷)انيس)

فتنہ پرداز کی امامت

فتنہ پرداز کی امامت جائز ہے، یانہیں:

سوال: ایسے مفسد شخص کو جو مسلمان لوگوں کے آپس میں جھگڑا کرادے اور غلط مسئلہ بتاوے، امام بنانا جائز ہے، یانہیں؟

الجواب

ایسے مفسد کو امام نہ بنایا جاوے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۴/۳)

فسادی شخص کی امامت:

سوال: اس بارے میں کیا رائے ہے کہ میرے گاؤں کی مسجد میں ایک پرہیزگار، دیندار، شریعت پرست، نہایت صحیح قرآن خواں اور حاجت مند شخص امام مقرر تھے اور ساتھ ہی ساتھ سرکاری پرائمری مکتب کے معلم بھی تھے اور سرکاری نوکری کی وجہ سے دوسری جگہ ان کو سرکاری قانون کے مطابق ملازمت کی خاطر بدلی ہوگئی، مقرر امام صاحب جاتے وقت مسجد میں اپنی جگہ دوسرے کو اپنا قائم مقام مقرر کر گئے تھے، اس شرط پر کہ جب میں دوبارہ اپنی بدلی ہوکر یہاں آجاؤں گا، اسی وقت امامت بھی لے لوں گا، قائم مقام امام بھی اس شرط پر راضی تھے اور اپنی خواہش کے مطابق اب پھر بدلی اسی سابقہ جگہ پر ہوگئے ہیں، اب مقرر امام صاحب سابق صاحب امام کو عہدہ امامت واپس کردیا جاوے تو اسی روز عشاء کے وقت سے دوسرے امام امامت چھوڑی اور سابق امام کی غیر حاضری کی وجہ سے کسی دوسرے شخص کی امامت پر نماز ادا کرتے رہے، قائم مقام امام نے بھی مصلیوں کے ساتھ دوسرے کی امامت میں شرکت دی اور یہی حالت تین چار روز تک قائم رہی ہے، اس کے بعد ایک صبح کو فجر کی نماز کے وقت قائم مقام امام صاحب اچانک امامت کے لئے کھڑے ہوگئے اور کمیٹی کی تحریک کو پامال کرڈالی ہے، بعدہ باضابطہ امامت کررہے ہیں اور وہ کسی پیر عالم باعمل

---

(۱) اس لئے کہ یہ فاسق ہوا اور فاسق کی امامت مکروہ ہے:

ويكره إمامة عبد،إلخ، وفاسق. (الدر المختار علٰى هامش رد المحتار،باب الإمامة: ۵۲۳/۱،ظفير)

﴿وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ (سورة القصص: ۷۷.انيس)

أى لا تعمل فيها بمعاصى اللّٰه،إن اللّٰه لا يحب المفسدين فى الأرض. (فتح القدير للشوكانى،تفسير سورة القصص: ۲۱۵/۴،دارابن كثير.انيس)

کی خدمت میں حاضر ہوکر کمیٹی کے خلاف فتویٰ طلب کیا؛ لیکن پیر صاحب موصوف بھی کمیٹی کی رائے پر ان کو عمل کرنے کا حکم دئے؛ تاہم وہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی میں جمے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم امامت کر رہے ہیں اور ایک فساد برپا کرنے کے لئے کمربستہ ہیں، آیا ایسے امام کے پیچھے مقتدی کی نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جب کہ منتظمہ اور سب مقتدیوں نے ان کو امامت سے علاحدہ کردیا اور سابق امام صاحب مستقل وہیں موجود ہیں تو علیٰحدہ شدہ شخص کو زبردستی نماز پڑھانے کا حق نہیں ہے؛ تاہم جو نمازیں ان کے پیچھے پڑھی گئیں ہیں، وہ ادا ہوگئیں، آپ کو بھی چاہئے کہ تنہا نماز نہ پڑھیں؛ بلکہ مسجد میں جاکر جماعت سے پڑھا کریں اور سابق امام کو بھی نماز پڑھانے کے لئے تجویز کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: بندہ محمود عفی عنہ۔ (نظام الفتاویٰ: ۲۰۶/۵-۲۰۷)

فراڈی شخص کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فراڈ کا کام کیا ہے، اس کا ایک کیس ایک عدالت میں چل رہا ہے، اسی کیس کے سلسلے میں جیل ہوگئی تھی، اب ضمانت پر آیا ہوا ہے، موجودہ کیس یہ ہے کہ چند روپے چاندی کے سکے لے کر بنئے کے پاس گیا اور کہا کہ میرے پاس چاندی کے ایک ہزار روپئے ہیں، ستاون ہزار روپئے میں معاملہ ہوگیا، دھوکہ سے بنئے سے ستاون ہزار روپئے لے لیے اور تھیلی میں ایک ہزار روپئے گیلٹ کا دے دیا، موقعہ پر پکڑا گیا کیا، ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر واقعہ صحیح ہے تو یہ شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، (۱) اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے کو منصب امامت نہ دینا چاہیے اور اس کو امام نہ بنانا چاہیے، یہاں تک کہ اس کا مقدمہ ختم ہوکر یہ تائب نہ ہوجائے اور اس کے حالات توبہ سے اطمینان نہ ہوجائے؛ کیوں کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز بکراہت ادا ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۲/۱۴۰۹ھ۔

الجواب صحیح: حبیب الرحمٰن خیرآبادی، مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (نظام الفتاویٰ: ۲۰۷/۵-۲۰۸)

---

(۱) عن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: إن الصدق یهدی إلی البر وإن البر یهدی إلی الجنة وإن الرجل لیصدق حتی یکون صدیقا وإن الکذب یهدی إلی الفجور وإن الفجور یهدی إلی النار ==

مسلمانوں میں انتشار پھیلانے والے کی امامت:

سوال (۱) قصبہ میں پہلے ایک جگہ جمعہ ہوتا تھا، زید جو کہ عالم ہے، اس نے کچھ لوگوں کو سابق امام کو بدعتی کہہ کر دوسری جگہ جمعہ کے قیام پر ابھارا اور جمعہ قائم کروا دیا، امام کے انتقال کے بعد زید خود امام ہوگیا تو دوسرے جمعہ کی مخالفت شروع کردی اور عدم جواز کا فتویٰ دے دیا، حتی کہ اختلاف کی نوبت آگئی، بالآخر لوگوں نے تیسرا جمعہ قائم کرلیا؟

(۲) زید صرف جمعہ کا امام ہے، مسجد میں سالانہ تبلیغی جلسہ ہوا، جس میں زید پنجوقتہ نماز پڑھانے پر ضد کی، جبکہ جماعت کے ذمہ دار امام متعین کرنا چاہتے تھے، زبردستی ظہر وعصر پڑھائی، مغرب، عشا اور فجر حکمت عملی سے جماعت والوں نے دوسرے سے پڑھوائی؟

(۳) زید کھلم کھلا ظالمین وقاتلین کی حمایت کرتا ہے؟

هو المصوب

اگر واقعتاً مذکور شخص امت میں انتشار پھیلاتا ہے اور ظالموں وقاتلوں کی حمایت کرتا ہے وہ فاسق ہوگا اور فاسق کی امامت مکروہ ہوتی ہے، لہٰذا مذکور شخص کی امامت مکروہ ہوگی، (۱) اور اگر اپنے اعمال بد سے توبہ کر لیتا ہے اور امت میں انتشار پھیلانے کا کام نہیں کرتا ہے تو امامت مکروہ نہ ہوگی۔ بہر حال حکمت عملی سے وہ راہ اپنائی جائے، جس سے کہ باہمی اختلاف کو بڑھاوا نہ ملے اور حتی الامکان موجودہ انتشاری کیفیت کو دور کرنے کی کوشش کی جائے، ذاتی رنجشوں کو انتشار دینی کا سبب نہ بنایا جائے، ورنہ سخت گنہگار رہوں گے، اللہ سرائر کا جاننے والا ہے۔

تحریر: محمد مستقیم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۳۸۵-۳۸۶)

== و إن الرجل ليكذب حتى كتب عند الله كذابا. (صحيح البخاري، باب قول الله اتقوا الله و كونوا مع الصادقين (ح: ٦٠٩٤)/الصحيح لمسلم، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله (ح: ٢٦٠٧) انيس)

عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على صبرة طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً فقال: ما هذا يا صاحب الطعام؟ قال: أصابته السماء يا رسول الله قال: أفلا جعلته فوق الطعام كي يراه الناس، من غش فليس منا. (صحيح لمسلم، باب قال النبي صلى الله عليه وسلم من غش فليس منا (ح: ١٠٢) انيس)

(۱) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المسلم أخو المسلم لايظلمه ولايخذله ولايحقره ... بحسب إمرء من الشر أن يحقر أخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه. (الصحيح لمسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره، رقم الحديث: ٢٥٦٤)

ويكره تنزيهًا إمامةً عبد ... وفاسق. (الدر المختار مع رد المحتار: ٢/٢٩٨) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

جھگڑالواور فسادی کی امامت:

سوال: گزارش ہے کہ اس سے قبل خط روانہ کر چکا ہوں، اس میں آپ نے پانی کے متعلق تو تحریر کر دیا؛ لیکن حافظ جی کے متعلق کچھ نہیں تحریر کیا، جو حافظ جھگڑے فساد گالی وغیرہ سے پیش آتا ہو، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، ان کے پیچھے نماز ہوگی، یا نہیں ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

بے وجہ جھگڑا فساد کرنا اور گالی دینا بہت بُرا ہے،(۱) امام اور مقتدی سب کو اس سے باز آجانا چاہئے، توبہ کرنا چاہئے،(۲) جو نمازیں اس امام کے پیچھے پڑھی گئی ہیں، ادا ہوگئیں ہیں، آئندہ ایسا نہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۶۵/۶)

جس کی وجہ سے گروہ بندی ہو، اس کی امامت:

سوال: کسی امام کی وجہ سے مسلمانوں میں گروہ بندی اور جھگڑے ہوجاویں، اس کو امامت پر رکھنا اولیٰ ہوگا، یا علاحدہ کردیا جاوے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

ایسے شخص کا علاحدہ ہوجانا امامت سے بہتر ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۸۲/۳-۱۸۳)

---

(۱) عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر". {متفق عليه} (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم: ٤١١/٢، قديمى (الفصل الأول، رقم الحديث: ٤٨١٤)/صحيح البخارى، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا (ح: ٤٨)/ الصحيح لمسلم، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم: سباب المسلم فسوق (ح: ٦٤) انيس)

﴿وأحسن كما أحسن الله إليك ولا تبغ الفساد فى الارض ان الله لا يحب المفسدين﴾ (سورة القصص: ٧٧)

(۲) علىٰ أن التوبة من جميع المعاصى واجبة وأنها واجبة على الفور لا يجوز تاخيرها سواء كانت المعصية كبيرة أو صغيرة. (شرح النووى على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ٣٥٤/٢، قديمى)

(۳) "ولو أم قوماً وهم له كارهون إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره" إلخ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٢٢/١)

اور کچھ نہ ہو تو یہی بات کافی ہے کہ اس کی وجہ سے مسلمانوں میں باہم اختلاف ہے جو نہایت بری چیز ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر)
اس لئے کہ امامت کا منشا باہم رشتۂ اتحاد و اتفاق کا مضبوط کرنا ہے اور یہاں وہی منشا ختم ہو رہا ہے۔

"ومن حكمها نظام الألفة وتعلم الجاهل من العالم". (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة: ٥١٥/١. ظفير)

خلافت کے مخالف کی امامت:

سوال: جو شخص خلافت سے قطع تعلق کرے اور اس کے متعلق نہ کوئی کوشش کرے، نہ کسی جلسہ میں شریک ہو اور اگر اس سے سبب دریافت کیا جائے تو اس کو غیر اہم اور خلاف مصلحت بتلاوے اور اپنے زیر اثر اشخاص کو بھی اس کی تلقین کرتا رہے اور فرقہ بندی قائم کردے، کیا یہ شخص مسلمان ہے؟ اگر ہے تو اس کی امامت جائز اور اولیٰ ہوسکتی ہے؟(۱)

الجواب

وہ شخص غلطی پر ہے، اسلام اور سلطنت وخلافت اسلام کے ساتھ ہمدردی مسلمانوں کا اولین فرض ہے، مسلمان ہوکر خلافت اسلامیہ سے ہمدردی نہ رکھنا سخت خطا ہے، تفصیل کا یہ موقعہ نہیں ہے۔(۲) بالاجمال یہ ہے کہ خیال مذکور اس شخص کا غلط ہے اور باطل ہے، باقی تکفیر اس کی درست نہیں ہے اور جھگڑا کرنا مناسب نہیں ہے اور کچھ تعرض اس کے ساتھ نہ کیا جاوے اور فتنہ وفساد نہ بڑھایا جاوے، صبر وسکون کے ساتھ اپنا کام کئے جاؤ، جو شریک ہو فبہا اور جو شریک نہ ہو، وہ اس کے ذمہ ہے، اس کے ساتھ کچھ تعرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۳۳/۳-۱۳۴)

غلط مسائل کی تبلیغ کرنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: وزیر اعلی سرحد کی وساطت سے آپ کا یہ استفتاء ہمیں ملا، سوال میں امام مسجد مولوی عبدالرحمٰن صاحب پر مندرجہ ذیل الزامات کا ذکر ہے:

(۱) مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے میں مصروف ہے۔

(۲) قرآن مجید غلط پڑھتا ہے۔

(۳) غلط مسائل کی تبلیغ کرتا ہے۔

(۴) جھوٹ سے کام لیتا ہے۔

---

(۱) ۱۹۰۰ء میں خلافت ترکی کے خاتمہ کے بعد ہندوستان میں اس کی بحالی کی تحریک چلائی جارہی تھی، اسی کے بارے میں سوال ہے۔انیس

(۲) عن ابن عمر قال: خطبنا عمر بالجابية فقال: ... عليكم بالجماعة وإياكم والفرقة فإن الشيطان مع الواحد وهو من الإثنين أبعد،الخ.(سنن الترمذی،باب جاء فی لزوم الجماعة (ح:٢١٦٥)

إذا تحققت الإمامة الكبرىٰ لأحد فلايجوز لأحد البغاة الخروج عليه ويجب اتباعه وتعبر الشريعة هذا الاتباع بلزوم الجماعة .(العرف الشذی:٣٩٨/٣،دارالتراث العربی بیروت.انیس)

وظاهر عبارة خزانة الفتاویٰ لزوم إطاعة من استوفی شروط الإمامة.(ردالمحتار،کتاب الأشربة: ٤٦٠/٦، دارالفکر بیروت.انیس)

(۵) تحریری معاہدہ سے منحرف ہوگیا ہے، وغیرہ۔

الجواب

مسجد کی منتظمہ کمیٹی ومعتمد علیہ نمازی تحقیق کرلیں، اگر واقعی یہ الزامات درست ہیں تو ایسا شخص لائق امامت نہیں، (۱) اس کو امامت سے ہٹادیا جاوے اور کسی معتمد علیہ دیندار حنفی المسلک عالم کو امام مقرر کردیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ۔ الجواب صحیح: محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، ۷/ ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۶۷/۲)

☆☆☆

---

(۱) ﴿وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَفِي الْأَرْضِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾(سورة القصص:۷۷)أى لا تعمل فيها بمعاصى الله، إن الله لا يحب المفسدين فى الأرض.(فتح القدير للشوكانى،تفسير سورة القصص:۲۱۵/٤،دار ابن كثير.انيس)

﴿واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا واذكروانعمة الله عليكم إذ كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا وكنتم على شفا حفرة من النار فانقذكم منها كذلك يبين الله لكم اٰياته لعلكم تهتدون﴾(سورة آل عمران:۱۰۳)

(ترجمہ: اور مضبوط پکڑے رہو اللہ کی رسی کو جس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور آپس میں نااتفاقی نہ کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کو یاد کرو جب کہ تم دشمن تھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچالی، اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے احکام بیان کر کے بتلاتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ ہدایت پر قائم رہو۔انیس)

عن مرثد بن أبى مرثد الغنوى وكان بدريا قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:إن سركم أن تقبل صلاتكم فليأمكم خياركم،الخ.(المعجم الكبير للطبرانى،ماأسند مرثد بن أبى مرثد الغنوى (ح:۷۷۷)انيس)

إذا لحن فى الإعراب لحناً فهو على وجهين:إما أن لاتغير المعنى بأن قرأ﴿ لَا تَرْفَعُوا اَصْوَتَكُمْ﴾ (الحجرات: ۲) ... وفى هذاالوجه لا تفسد صلاته بالإجماع ، وأما إن غيرالمعنى بأن قرأ ﴿هو الخالق البارىء المصور﴾(الحشر: ۲٤) بنصب الواو ورفع الميم ... وفى هذا الوجه اختلف المشايخ، قال بعضهم:لا تفسد صلاته وهكذا روى عن أصحابنا وهو الأشبه لأن فى اعتبارالصواب فى الإعراب إيقاع الناس بالحرج والحرج مرفوع شرعاً وروى عن هشام عن أبى يوسف إذا لحن القارىء فى الإعراب وهو إمام قوم وفتح عليه رجل إن صلاته جائزة وهذه المسئلة دليل على أن أبا يوسف كان لايقول بفساد الصلاة بسبب اللحن فى الإعراب فى المواضع كلها، الخ.(المحيط البرهانى،الفصل العاشر فى اللحن في الإعراب:۱/ ۳۳۱-۳۳۲،دارالكتب العلميةبيروت.انيس)

عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:من كتم علماً ألجمه الله يوم القيامة بلجام من نار.(المستدرك للحاكم:۱۸۲/۱،رقم الحديث:۳٤٦،دارالكتب العلمية بيروت.انيس)

عن عبدالله رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :إن الصدق يهدى إلى البر وإن البر يهدى إلى الجنة وإن الرجل ليصدق حتي يكون صديقا وإن الكذب يهدى إلى الفجور وإن الفجور يهدى إلى النار و إن الرجل ليكذب حتى كتب عند الله كذابا.(صحيح البخارى، باب قول الله اتقوا الله وكونوا مع الصادقين (ح:٦٠٩٤)/الصحيح لمسلم،باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله (ح:۲٦۰۷)انيس)

نس بندی کرانے والے کی امامت

نس بندی کرنے والے کی امامت:

سوال: جو شخص جان بوجھ کر نس بندی کرائے، اس کی امامت کیا ہے؟ حرام، یا مکروہ؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جان بوجھ کر ایسا کرانا ممنوع و حرام ہے، ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲۸۶/۱)

نس بندی کرانے والے کی امامت:

سوال: احقر نے آپریشن کرالیا ہے، سات اولاد ہونے کے بعد، احقر کے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، احقر صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے، امامت کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اولاد زیادہ ہونے کے خوف سے نس بندی کرالینا خدا کی صفت رزاقیت اور ربوبیت پر اعتماد نہ کرنا ہے، ہر نماز میں الحمدللہ رب العالمین پڑھ کر خدا کی ربوبیت اور اس کی رزاقیت کا انسان اقرار کرتا ہے، پھر نس بندی کا کیا کام، جو خدا اولاد دیتا ہے، وہی اس کے لیے رزق کا وعدہ بھی کرتا ہے؛(۲) اس لیے آپ نے آپریشن کرا کے بہت بڑا گناہ کیا ہے،

---

(۱) ﴿لاَ تَقْتُلُوْا أَوْلاَدَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلاَقٍ﴾(سورة الإسراء: ۳۱۔انیس)

قال عبداللّٰه: كنا نغزو مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وليس لناشيء ،فقلنا: ألا نستخصي؟فنهانا عن ذلك ثم رخص لنا أن ننكح المرأة بالثوب ثم قرأ علينا﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لاَ تُحَرِّمُوْا طَيِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلاَ تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾(سورةالمائدة: ۸۷).(صحيح البخاری، كتاب النكاح،باب مايكره من التبتل والخصاء (ح: ۵۰۷۵)/ الصحيح لمسلم،باب نكاح المتعة وبيان أنه أبيح ثم نسخ (ح: ۱۴۰۴)/السنن الكبرىٰ للنسائی، قوله تعالىٰ: لاتحرموا طيبات ماأحل اللّٰه،الخ (ح:۱۱۰۸۵)/مسندأبی يعلىٰ،مسند عبداللّٰه بن مسعود (ح:۵۳۸۲)انیس)

فدل على أنه حرام فی الآدمی صغيرًا كان أو كبيرًا لأن فيه تغير خلق اللّٰه تعالىٰ،ولمافيه من قطع النسل وتعذيب الحيوان.(عمدةالقاری شرح الصحيح للبخاری،باب قول الرجل لأخيه،الخ (ح:۱۷۰۵): ۷۱/۲۰. انیس)

(۲) ﴿ومامن دابة فی الأرض إلاعلىٰ اللّٰه رزقها﴾(سورة هود: ٦)

آپ کو چاہئے کہ بارگاہ الٰہی میں روکر گڑگڑا کر توبہ واستغفار کریں، اگر آپ صدق دل سے توبہ کرلیں تو آپ کے پیچھے نماز درست وصحیح ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۱۴۰۱/۳/۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۲۶/۲)

نس بندی کرائے ہوئے شخص کی امامت:

سوال: نس بندی کرائے ہوئے آدمی کے پیچھے امامت کا کیا حکم ہے، جب کہ آدمی اس وقت صوم وصلوۃ کا پابند ہے؟

هو المصوب

نس بندی کرانا حرام ہے،(۲) اس کی امامت مکروہ ہے،(۳) توبہ استغفار کرے، اگر تائب ہوجائے اور آثار توبہ ظاہر ہوجائیں تو امامت کرسکتا ہے۔(۴)

تحریر: محمد ظہور ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۹۸/۲)

کثرت اولاد کے خطرے سے نس بندی کرانا شرعا درست نہیں:

سوال: جس کا خاندانی منصوبہ بندی کا آپریشن ہوا ہو (جس نے برضا ورغبت کیا ہو) اور وہ اس وقت امامت کا خواہاں بھی ہو، کیا اس کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے؟ نیز ایک شخص ہے، جو کثرت اولاد کے ڈر سے اپنی بیوی کا آپریشن کروالیا ہو اور اب امامت کرتا ہے، کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے؟

(۲) دو سگی بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں ہونا شریعت کی نگاہ میں کیسا ہے؟ دونوں بہنیں ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں اور ایک مرد کے نکاح میں حیات ہیں، کیا ایسے شخص کو امام بنایا جاسکتا ہے؟

---

(۱) عن عبد اللّٰه بن مسعود قال قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لاذنب له". {رواه بن ماجة} (مشكوة المصابيح، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث: ۲۰۶/۱ (رقم الحديث: ۲۳۶۵، انيس)

(۲) خصاء بني آدم حرام بالاتفاق. (الفتاوى الهندية: ۳۵۷/۵) (الباب التاسع عشر في الختان و الخصاء وقلم الأظفار، إلخ، انيس)

أما خصاء الآدمي فحرام. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳۴۲/۵، كتاب الحظر والإباحة. انيس)

ومرتكب الحرام فاسق. (الطحطاوي على المراقي: ۲۷، مصرى، انيس)

(۳) ويكره تنزيهًا إمامة عبد... وفاسق. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۲۹۸/۲ (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

(۴) ﴿فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰه غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ﴾. (سورة المائدة: ۳۹) انيس)

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً فَاُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَحِيْمًا. (سورة الفرقان: ۷۰) انيس)

(۳) ایک شخص ہے، جو عرصہ سے امامت کررہا ہے، نیز وہ اپنی روزی کے لیے دوسرا کاروبار دست کاری بھی کرتا ہے، اچانک مشین کے ذریعہ سے ایک ہاتھ کا آدھا پنجہ اس کا کٹ جاتا ہے، حالات صحیح ہو جانے پر کیا وہ امامت کے فرائض انجام دے سکتا ہے؟

ھو المصوب

(۱) نس بندی اگر اپنی مرضی سے کرایا ہے تو یہ ایک بڑا گناہ ہے،(۱) اس کے بعد امامت مکروہ ہے، بعد کو توبہ واستغفار کرے اور اس کے آثار بھی ظاہر ہوں تو اس کی امامت کر سکتا ہے، کثرت اولاد کے خطرے سے نس بندی کرانا شرعا درست نہیں،(۲) اس کی امامت مکروہ ہوگی۔(۳)

(۲) جو دو بہنوں سے نکاح کر کے دونوں سے تعلق رکھے، وہ امامت نہیں کرسکتا ہے، اس کی امامت مکروہ ہے۔(۴)

(۳) مشین کے ذریعہ ہاتھ کا پنجہ کٹ جائے تو وہ امامت کرسکتا ہے۔

تحریر: محمد ظہور ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۲۹۹-۳۰۰)

بیوی کا آپریشن کرانے والے کی امامت:

سوال: زید نے شدید مجبوری کی وجہ سے بیوی کا آپریشن کرایا ہے اور زید کی فی الحال امامت کی ذمہ داری ہے۔ کیا امامت صحیح ہوئی؟

ھو المصوب

اگر ماہر مسلم ڈاکٹر کے مشورہ سے آپریشن کرایا ہے تو بر بنائے ضرورت کوئی گناہ نہیں ہے، رہا! امامت کا مسئلہ تو اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، امامت درست ہوگی۔(۵)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۳۰۳)

(۱) خصاء بنی آدم حرام بالاتفاق. (الفتاویٰ الهندية:۵/۳۵۷)(الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء، انیس)

(۲) (وكذا تكره خلف أمرد)... وكذا أجذم ... ومجبوب وحاقن ومن له يد واحدة، فتاویٰ الصوفية عن التحفة، والظاهر أن العلة النفرة، الخ. (ردالمحتار:۲/۳۰۲)(كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی إمامة الأمرد، انیس)

(۳) (قوله: "وكره إمامة العبد والأعرابی والفاسق...". .. أما الكراهة فمبنية علىٰ قلة الناس رغبة الناس فی الإقتداء بهؤلاء فيؤدی إلیٰ تقليل الجماعة المطلوب تكثيرها تكثيرًا للآجر ... والفاسق لايهتم لأمر دينه. (البحر الرائق:۱/۶۱۰)(كتاب الصلاة، باب الإمامة، انیس)

(۴) ﴿حرمت عليكم...أن تجمعوا بين الأختين﴾(سورة النساء:۲۳)(انیس)

(۵) خصاء بنی آدم بالاتفاق حرام ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری:۵/۳۵۷، انیس) ==

فیملی پلاننگ سے توبہ کرنے والے کی امامت:

سوال: یہ تو معلوم ہے کہ فیملی پلاننگ ناجائز ہے اور ﴿خشية إمـلاق﴾ قلتِ رزق کی وجہ سے آپریشن، یا مانع حمل ادویہ استعمال کرنا، یا عزل یہ سب چیزیں ممنوع ہیں۔

البتہ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی نیم تعلیم یافتہ آپریشن کرائے اور بعد میں جب پوچھ تاچھ شروع ہو تو وہ مولوی صاحب مجمعِ عام میں جامع مسجد کے ایک مفتی صاحب کے سامنے اعلانیہ توبہ کریں اور مفتی صاحب اس کو توبہ کرانے کے بعد اس کے پیچھے نماز جائز قرار دے تو آیا اس کی توبہ قبول ہے، یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ اس مسئلہ میں شدید اختلاف ہے؛ اس لیے مفصل و مدلل جواب جلد از جلد عنایت فرما کر مشکور فرمائیں؟

(۲) صورتِ ثانیہ اس مولوی صاحب سے جب مفتیوں نے دریافت کیا کہ آپ نے یہ آپریشن کیوں کرایا؟ تو مولوی صاحب حلفیہ بیان دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ میری صحت ہمیشہ کمزور رہتی تھی اور اہلیہ کی بھی تو میں نے چند اشخاص کے کہنے پر یہ آپریشن کرا لیا، بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ علماء لوگ اس کو بھی تسلیم نہیں کرتے تو میں اب آپ مفتی حضرات کے سامنے اور تمام مقتدیوں کے سامنے جامع مسجد میں توبہ کرتا ہوں اور اپنے کئے کی معافی مانگتا ہوں اور اپنے فعل پر خود نادم اور پشیماں ہوں۔

لہٰذا خدارا! میری توبہ قبول ہونے کا فتویٰ صادر فرما کر ممنون فرمائیں، مفتی صاحب نے جو کہ دار العلوم کے فاضل ہیں، عام لوگوں کے سامنے اس مولوی صاحب سے اعلانیہ توبہ کرائی اور اس کے بعد اس کے پیچھے نماز جائز ہونے کا حکم فرمایا، ان صورتوں کی علاحدہ علاحدہ تشریح فرما کر مدلل جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

توبہ جب سچے دل سے ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ توبہ قبول ہوگی، اللہ پاک کا وعدہ ہے، کسی کو کہنے کا حق نہیں کہ فلاں کی توبہ قبول نہیں، (۱) البتہ اگر کوئی شخص اس لیے توبہ کا اعلان کرے کہ اس کو امامت سے الگ کر دیا گیا اور اس کے پیچھے

== العلاج لإسقاط الولد إذا استبان خلقه كالشعر والظفر ونحوهما لا يجوز و إن كان غير مستبين الخلق يجوز. (الفتاوىٰ الهندية: ۳۵٦/۵) (الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات وفيه العزل واسقاط الولد، انيس)

إمرأة مرضعة ظهر بها حبل و انقطع لبنها و تخاف علىٰ ولدها الهلاک و ليس لأبی هٰذا الولد سعة حتىٰ يستأجر الظئر يباح لها أن تعالج فی استنزال الدم مادام نطفة أو مضغة أو علقة. (الفتاویٰ الهندية: ۳۵٦/۵) (الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات وفيه العزل واسقاط الولد، انيس)

(۱) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وإنی لغفار لمن تاب و آمن وعمل صالحاً ثم اهتدىٰ﴾ (سورة طٰه: ۸۲) ==

نماز پڑھنی چھوڑ دی اور اب وہ گویا کہ بے روزگار ہو، یا اس کا اقتدار جاتا رہے تو ظاہر ہے کہ یہ توحقیقی توبہ نہیں، نمازی اس کو تسلیم کرنے کے مکلّف بھی نہیں؛ مگر دل کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۰۸/۶-۱۰۹)

حمل ساقط کرانے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص نے کنواری لڑکی سے نکاح کیا، بعد دو ماہ کے پتہ چلا، تشخیص کرائی تو معلوم ہوا کہ منکوحہ کو پانچ چھ ماہ کا حمل حرام سے ہے، تب اس حمل کو ایک ناگوار سمجھ کر قصداً ساقط کرا کر، پھر دوبارہ الٹا کر نکاح کیا، اب اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

(حافظ عظمت اللہ، مقام مصطفیٰ آباد، محلّہ قاضیان، ضلع انبالہ)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہو چکا تھا، حمل ساقط کرا کے دوبارہ نکاح کی ضرورت نہ تھی، البتہ وضع حمل سے پہلے صحبت کرنا درست نہ تھا، (۲) قصداً حمل کو ساقط کرنا ایسی صورت میں سخت گناہ ہے، (۳) اگر باوجود علم کے ایسا کیا ہے تو

==   عن عبد اللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "التائب من الذنب كمن لاذنب له". {رواه ابن ماجة} (مشكوٰة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة: ۲۰۶/۱، قديمی) (الفصل الثالث، رقم الحديث: ۲۳۶۵، انيس)

(۱)   وقوله صلى اللّٰه عليه وسلم: "أفلا شققت عن قلبه حتٰى تعلم أقالها أم لا"؟... ومعناه: أنک إنما كلفت بالعمل بالظاهر وما ينطق به اللسان وأما القلب فليس لک طريق إلٰى معرفة ما فيه فأنكر عليه إمتناعه من العمل بما ظهر باللسان وقال: أفلا شققت عن قلبه لتنظر هل قالها القلب واعتقدها و كانت فيه أم لم تكن، بل جرت علٰى اللسان فحسب، إلخ. (شرح النووی علٰی الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد قوله: لا إلٰه إلا اللّٰه: ۶۸/۱-۶۹، قديمی)

(۲)   (و) صح نكاح حبلٰى من زنٰى لا) حبلٰى (من غيره) وإن حرم وطئها) ودواعيه، (حتٰى تضع) متصل بالمسئلة الأولٰى لئلا يسقى ماؤه زرع غيره. (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات: ۴۸/۳-۴۹، سعيد)

(۳)   قال اللّٰه تعالٰى: ﴿وَإِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ o بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ (سورة التكوير: ۸-۹)

إسقاط الحمل حرام بإجماع المسلمين، وهو من الوأد الذی قال فيه: ﴿وَإِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ o بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ (فتاویٰ ابن تيمية: ۲۱۷/۴) (مسألة إسقاط الحمل، انيس)

(فائدة) الوأد كبيرة لأنه قتل النفس بغير حق وفی حكمه إسقاط الحمل بعد أربعة أشهر لتمام خلقة الجنين ونفخ الروح فی تلک المدة وأقل منه وزراً إسقاط الحمل قبل أربعة أشهر لكنه حرام، ولذلک تجب الغرة إجماعا فيما ضرب بطن امرأة حبلی فسقط جنينا كامل الخلقة أو ناقصا إذ تصور فيها خلق آدمی إذا انفصل ميتاً وأما إذا انفصل حياً فمات ففيه كمال دية الكبير، الخ. (التفسير المظهری، تفسير سورة التكوير: ۲۰۶/۱۰، مكتبة الرشدية الباكستان. انيس)

توبہ کرنا لازم ہے،(۱) اگر توبہ نہ کرے تو اس کو امام نہ بنایا جائے، بشرطیکہ دوسرا شخص امامت کا اہل ہو اور یہ جب صدق دل سے توبہ کرلے تو اس کو امام بنانے میں بھی مضائقہ نہیں۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۸/۱۳۵۳ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/شعبان/۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۲۳۴-۲۳۵)

☆☆☆

---

(۱) واتفقوا علٰى أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة علٰى الفور لا يجوز تأخيرها سواءٌ كانت المعصية كبيرة أو صغيرة. (شرح مسلم للنووی، کتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قدیمی)

عن أبی سعید عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: کان فی بنی اسرائیل رجل قتل تسعة وتسعین إنساناً ثم خرج یسأل فأتی راهباً فسأله فقال له: هل من توبة فجعل یسأل فقال له رجل ائت قریة کذا وکذا فأدرکه الموت فناء بصدره نحوها فاختصمت ملائکة الرحمة وملائکة العذاب فأوحی اللّٰه إلی هذه أن تقربی وأوحی إلی هذه أن تباعدی وقال: قیسوا ما بینهما فوجد إلی هذه أقرب بشبر فغفر له. (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۷۴۳، انیس)

وفی الحدیث مشروعیة التوبة من جمیع الکبائر حتی من قتل النفس. (عمدة القاری شرح البخاری، رقم الحدیث: ۱۶/۵۶، دار إحیاء التراث العربی بیروت. انیس)

(۲) ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی. (الدر المختار)

"فإن أمکن الصلاة خلف غیرهم فهو أفضل، وإلا فالإقتداء أولٰی من الانفراد ... (قوله: وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی و آکل الربا ونحو ذلک". (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹-۵۶۰، سعید) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

والأحق بالإمامة الأعلم بأحکام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعید)

عبادات میں کوتاہی برتنے والے کی امامت

تارک صلوٰۃ کو امام و پیشوا بنانا:

سوال: ایک شخص خود کو عالم اور مرشد کہتا ہے؛ لیکن تندرستی کے باوجود وہ گھر ہی میں رہتا ہے، گاہے گاہے جلسوں میں، محفلوں میں، نکاحوں میں جنازوں میں جاتا ہے، شہر سے باہر کا بھی سفر کرتا ہے؛ لیکن گھر کے سامنے ہی مسجد ہے، وہاں جماعت سے نماز نہیں پڑھتا اور نہ پڑھاتا ہے، نہ جمعہ کی نماز کے لیے جاتا ہے، نہ تراویح کے لئے مسجد میں جاتا ہے۔

(۱) کیا ایسے شخص کو امام یا پیشوا بنایا جا سکتا ہے؟

(۲) کیا ایسا شخص واجب التقلید ہے؟

(۳) نماز جماعت کے ساتھ نہ پڑھنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟

(۴) کیا ایسا شخص مرید کر سکتا ہے؟

(۵) کیا ایسا شخص نکاح، یا جنازہ پڑھا سکتا ہے؟

هو المصوب

(۱،۲،۴) نہیں۔(۱)

(۳) مستقل تارک جماعت فاسق ہے (اگر بلا عذر تارک نہ ہو۔)(۲)

(۵) دوسرے کو پڑھانا چاہیے۔(۳)

تحریر: محمد ظہور ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۳۰۴-۳۰۵)

---

(۱) عن أبی هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، فَقَدَ ناسًا في بعض الصلوات فقال: لقد هممت أن أمر رجلاً يصلى بالناس، ثم أخالف إلى رجال يتخلفون عنها، فأمربهم فيحرقوا عليهم، بحزم الحطب، بيوتهم، ولو علم أحدهم أنه يجد عظما سمينًا لشهدها. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاة الجماعة (ح: ٦٥١)

وذكر في غاية البيان معزيًا إلى الأجناس أن تارك الجماعة يستوجب إساءة ولا تقبل شهادته إذا تركها استخفافًا بذلك مجانة أما إذا تركها سهوا... فلا يستوجب الإساءة وتقبل شهادته. (البحر الرائق: ٦٠٣/١) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

==

نماز چھوڑنے والے کی امامت:

(الجمعیۃ مورخہ ۵/نومبر ۱۹۲۹ء)

(۱) زید ایک شہر کی جامع مسجد کا امام اور کونسل کا ممبر بھی ہے، جمعہ اور عیدین بھی پڑھاتا ہے؛ مگر وہ ظہر، عصر کی نماز نہیں پڑھتا اور جب کونسل میں جاتا ہے تو کئی وقت کی نمازیں غائب کر دیتا ہے؟

مؤذن کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

(۲) ایک شخص ایک مسجد میں مؤذن ہے اور امامت بھی کر لیتا ہے، جمعہ اور پنج وقتی نماز پڑھا دیتا ہے، کیا اس کے پیچھے نماز صحیح ہو جاتی ہے؟

الجواب

(۱) ترک نماز موجب فسق ہے اور فاسق کو امام بنانا مکروہ ہے۔(۱)

(۲) ایک شخص مؤذن بھی ہو، وہی امامت بھی کرے، اس میں کوئی کراہت نہیں۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔(کفایت المفتی:۳/۱۳۳-۱۳۴)

تارکِ نماز فجر کی امامت:

سوال: امام مسجد کو وقف سے پندرہ روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے؛ لیکن وہ ہمیشہ فجر کی نماز پڑھانے کے لئے حاضر نہیں ہوتے؛ کیوں کہ آٹھ بجے تک سوتے ہیں، کیا ایسا شخص فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، یا نہیں؟

==(۲) لأن ترک الصلاة والزكاة معصية.(البحر الرائق،توبة الزنديق:۱۳۷/۵،دارالكتاب الإسلامي.انيس)

تارک الصلاة متعمداً فإنه يقتل فی قول الشافعي وفی قول أبی حنيفة وصاحبيه وأبی عبدالله لا يقتل ويعزر على ذلک.(النتف فی الفتاویٰ،تارک الصلاة:۶۹۴/۲،مؤسسة الرسالة بيروت.انيس)

من ترک الصلاة بالجماعات استخفافاً بها و هواناً بترکها فلا عدالة له لأن الجماعة واجبة.(بدائع الصنائع،فصل فی شرائط رکن الشهادة:۲۶۹/۶،دارالکتب العلمية.انيس)

(۳) عن مالک بن الحويرث قال:أتيت النبی صلی الله عليه وسلم فی نفر من قومی، فأقمنا عنده عشرين ليلة وكان رحيما رفيقا فلما شوقنا إلى أهالينا قال:ارجعوا فكونوا فيهم وعلموهم وصلوا فإذا حضرت الصلاة فليؤذن لكم أحدكم وليؤمكم أكبركم.(صحيح البخاری،باب من قال ليؤذن فی السفر مؤذن واحد (ح:۶۲۸)انيس)

حاشية صفحه هذا:

(۱) ويكره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی.(الدر المختارمع ردالمحتار:۵۵۹/۱-۵۶۰)

(۲) الأفضل كون الإمام هوالمؤذن.(الدرالمختار،باب الأذان:۴۰۱/۱)

الجواب

ایک وقت کی امامت نہ کرنے سے بوجہ نوم وغیرہ کے اس کو تنخواہ لینا ممنوع نہیں ہے اور نہ یہ وجہ کراہت امامت کی ہوسکتی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

" لا تفريط في النوم إنما التفريط في اليقظة ". (الحديث)(۱)

البتہ اگر تارک صلوٰۃ فجر ہونا محقق ہوجاوے تو پھر وہ فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے؛ (۲) لیکن اگر وہ کہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں تو پھر تکذیب جائز نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۵/۳-۱۴۶)

نماز میں کوتاہی کرنے والے کی امامت:

سوال: ہمارے گاؤں میں علما کی تعداد اچھی خاصی ہے، جن میں سے بعضے گھر پر ہی نماز پڑھ لیتے ہیں اور بعضے کبھی کبھار وہ بھی نوافل کو ترک کرکے پڑھتے ہیں؛ لیکن جب جماعت کا وقت آتا ہے تو وہ امامت کے لیے آگے بڑھ جاتے ہیں اور ہم لوگ ان کے ادب واحترام میں ان کی اقتدا کرلیتے ہیں، شرعی نقطۂ نظر سے وہ امامت کے حقدار ہیں، یا نہیں؟

ھو المصوب

نفل نماز کے ترک سے امامت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، (۳) اس کی امامت درست ہے، البتہ علما، یا کسی کو بلا عذر جماعت ترک کرنا، بڑا گناہ ہے۔ (۴)

تحریر: مسعود حسن حسنی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۰۶/۲)

---

(۱) مشکوۃ، باب تعجيل الصلوات، ص: ٦١، ظفير

مشکوٰۃ میں روایت اس طرح ہے: ليس في النوم تفريط، إنما التفريط في اليقظة. (الفصل الأول، رقم الحديث: ٦٠٤) والحديث بلفظه رواه الإمام أحمد في مسنده، حديث أبي قتادة الأنصاري (ح: ٢٢٥٤٦)/ وكذا في سنن أبي داؤد، باب في من نام عن الصلاة أو نسيها (ح: ٤٣٧)/ صحيح ابن خزيمة، باب الأذان للصلوات بعد ذهاب الوقت (ح: ٤١٠) انيس)

(۲) (وتاركها)-أي الصلاة -(عمداً مجانة) أي تكاسلا فاسق. (الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، ظفير) (٣٥٢/١، دار الفكر بيروت. انيس)

(۳) وفي النهاية قال مشائخنا: العالم إذا صار مرجعا في الفتاوىٰ يجوز له ترك سائر السنن لحاجة الناس إلٰى فتواه إلا سنة الفجر. (البحر الرائق: ٨٤/٢) (كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، انيس)

(۴) وفي النهر عن المفيد: الجماعة واجبة، وسنة لوجوبها بالسنة... إلا أن هٰذ يقتضي الاتفاق علٰى إن تركها مرةً بلاعذر يوجب إثمًا مع أنه قول العراقيين، و الخراسانيون علٰى أنه يأثم إذا اعتاد الترك كما في القنية، آهـ. وقال في شرح المنية: والأحكام تدل على الوجوب، من أن تاركها بلا عذر يعزر وترد شهادته، ويأثم الجيران بالسكوت عنه. (رد المحتار: ٢٨٧/٢) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب شروط إمامة الكبرىٰ، انيس)

پابند نماز شخص کے غیر پابند نماز کی اقتدا کا حکم:

سوال: ایک حافظ قرآن صحیح پڑھتا ہے، مگر نماز کا پابند نہ تھا، کبھی پڑھ لیتا تھا اور اکثر چھوڑ دیا کرتا تھا۔ اب وہ ماہ رمضان میں تراویح کی نماز پڑھانا چاہتا ہے، ایسے حافظ کے پیچھے ان لوگوں کی نماز جو برابر نماز کے پابند ہیں، بلا کراہت ہوگی، یا بکراہت؟ اگر مکروہ ہوتی ہو اور وہ اس وقت توبہ کرے کہ اب نماز ہم نہیں چھوڑیں گے اور جتنی نمازیں قضا ہوگئی ہیں، ان کی قضا پڑھ لیں گے تو کراہت زائل ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

توبہ سے کراہت زائل ہوجاوے گی؛ کیوں کہ علت کراہت کی فسق ہے اور توبہ سے فسق زائل ہوجاتا ہے اور مطالب بالحقوق (۱) رہنا موجب فسق نہیں وہذا ظاہر۔ فقط

۲۴ رشعبان ۱۳۲۵ھ۔ (امداد: ۱/۹۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۸۷)

نماز چھوڑنے والے اور اس کی امامت کا حکم:

سوال: زید نے دوران تقریر سامعین کو یہ بتایا کہ اگر کوئی شخص ایک وقت کی نماز چھوڑ دے تو وہ کافر ہوجاتا ہے، جب کہ زید اکثر و بیشتر فجر کی نماز ترک کرتا ہے، زید امامت بھی کرتا ہے، شریعت مطہرہ کا ایسے مقرر اور امام کے بارے میں کیا حکم ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے، یا نہیں؟ اس پر روشنی ڈالیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

نماز تمام عبادات میں اہم اور عظیم عبادت ہے، اس کو دیگر تمام عبادات پر خاص اہمیت حاصل ہے، اسی وجہ سے نماز کو دین کا عظیم ترین شعار اور امتیازی نشان قرار دیا گیا ہے اور اس کے ترک کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

"عن جابر رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: بین العبد وبین الکفر ترک الصلاۃ". {رواہ مسلم} (مشکوۃ المصابیح: ۱/۵۸) (۲)

---

(۱) یعنی اگر شبہ یہ ہو کہ اس بے نمازی نے توبہ کرلی ہے لیکن ابھی فوت شدہ نمازیں قضاء نہیں کی ہیں اور جب اس کے ذمہ قضا باقی ہے تو فسق کیسے ختم ہوا؟ تو حضرت مجیب قدس سرہ جواب دیتے ہیں کہ حقوق (مثلاً نماز کی قضا) کا ذمہ پر واجب رہنا فسق کا سبب نہیں ہے۔ (سعید)

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "التائب من الذنب کمن لاذنب لہ". (سنن ابن ماجۃ، باب ذکر التوبۃ (ح: ۴۲۵۰) / مسند الشهاب القضاعي، التائب من الذنب کمن لا ذنب له (ح: ۱۰۸) / شعب الإيمان، معالجة كل ذنب بالتوبة (ح: ٦٧٨٠) انيس)

(۲) مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، الفصل الأول، رقم الحديث: ٥٦٩ / الصحيح لمسلم، باب بيان إطلاق إسم الكفر على من ترك الصلاة (ح: ٨٢) / سنن ابن ماجة، باب ماجاء فيمن ترك الصلاة (ح: ١٠٧٨) انيس)

{حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے۔}

اس سلسلہ میں اکثر ائمہ کی رائے یہ ہے کہ ترک نماز گرچہ کافرانہ عمل ہے، جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں؛ لیکن اگر کسی نے صرف غفلت سے نماز چھوڑ دی ہے؛ مگر اس کے دل میں نماز سے انکار اور عقیدہ میں کوئی انحراف نہیں پیدا ہوا ہے تو بہر حال وہ مسلمان ہے، البتہ سخت گنہگار ہے۔(۱)

نماز چھوڑ دینا گناہ کبیرہ ہے؛ لیکن گناہ کبیرہ کا مرتکب اہل سنت کے نزدیک کافر نہیں ہوتا،(۲) پس ایسا شخص اگر امامت کرے تو اس کے پیچھے نماز درست ہوجائے گی؛ لیکن کراہت کے ساتھ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی،۱۴۰۹/۱۲/۴ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۴۲۵-۴۲۶)

کاروبار کی وجہ سے تارکِ جماعت کی امامت:

سوال: زید کاروباری مصروفیات کی بناپر جماعت سے نماز نہیں پڑھتا۔ ایسی حالت میں اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

نماز ہوجائے گی؛ مگر اس کو امام بنانا مکروہ ہے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔(فتاویٰ محمودیہ:۶/۱۴۹)

---

(۱) ”(ويكفر جاحدها) لثبوتها بدليل قطعي (وتاركها عمدًا مجانة)أي تكاسلا فاسق“.(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة:۲/٥)

(۲) قوله (ولا يخرج العبد من الإيمان إلا بجحوده ما أدخله فيه) يشير الشيخ إلى الرد على الخوارج والمعتزلة فى قوله بخروجه من الإيمان بارتكاب الكبيرة.(شرح العقيدة الطحاوية لصدرالدين الحنفى الأذرعى الصالحى الدمشقي، الجمع بين الخوف والرجاء:۲/٤٥٨،مؤسسة الرسالة بيروت. انيس)

(۳) (الجماعة سنة مؤكدة للرجال)قال الزاهدى:أرادوا بالتأكيد الوجوب“.(الدرالمختار)

وقال فى شرح المنية:والأحكام تدل على الوجوب،من أن تاركها بلا عذر يعزرو ترد شهادته،ويأثم الجيران بالسكوت عنه.(ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب الإمامة:۱/٥٥٢،سعيد)(مطلب:شروط الإمامة الكبرىٰ،انيس)

ويكره إمامة فاسق“.(الدرالمختار)

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ:”(قوله:وفاسق)من الفسق، وهوالخروج عن الاستقامة“.(رد المحتار، كتاب الصلاة،باب الإمامة:۱/٥٦٠،سعيد)(مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس) ==

جو شخص نماز کا عادی نہ ہو، اس کو امام مقرر کرنا:

سوال: زید کو نماز پڑھنے کی عادت نہیں؛ مگر وہ امامت کرانے کی لیاقت رکھتا ہے تو اگر اہل محلّہ اس کے واسطے کچھ ٹھہرا کر اس کو امام بنالیں اور وہ اس لالچ کی وجہ سے امام بن جائے اور نماز کا عادی ہو جائے تو آیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو وہ مکروہ ہوگی، یا نہیں؟ اگر ہوگی تو وہ مکروہِ تحریمی ہوگی، یا تنزیہی؟ اگر بغیر کچھ ٹھہرائے، اس خیال سے امام بن جائے کہ لوگ میری عزت کریں گے اور نماز کا عادی ہو جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

جب تک زید نماز کا عادی نہیں تو فاسق تھا تو اس کی امامت مکروہِ تحریمی تھی، (۱) جب توبہ کر کے نماز کا عادی ہو گیا تو اس کی امامت جائز ہوگی، کچھ ٹھہرا کر امامت کرائے، یا بلا ٹھہرائے، دونوں حالتوں میں اس کی امامت صحیح ہے۔ (۲) رہا نیت کا حال، سو وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، محض قیاس سے اس کی نیت کو فاسد کہہ کر اس کی امامت کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۱۵۵/۶-۱۵۶)

== وأما بيان من يصلح للإمامة فى الجملة فهو كل عاقل مسلم... كابن عمر وغيره والتابعون اقتدوا بالحجاج فى صلاة الجمعة وغيرها، مع أنه كان أفسق أهل زمانه... ولأن جواز الصلاة متعلق بأداء الأركان، وهؤلاء قادرون عليها إلا أن غيرهم أولىٰ". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل فى بيان من يصلح للإمامة: ٦٦٦/١-٦٦٧، دار الكتب العلمية، بيروت)

(١) ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق و أعمىٰ". "قوله: (وفاسق) من الفسق، أى الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر و الزانى وأكل الربا، ونحو ها ذلك... علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٥٥٩/١-٥٦٠، سعيد) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(٢) و الأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوة و تجويداً للقراءة، ثم الأورع، آه. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٥٥٧/١، سعيد)

(٣) قال الله تعالىٰ: ﴿و الله عليم بذات الصدور﴾ (سورة آل عمران: ١٥٤)

عن أسامة بن زيد رضى الله عنه—وهٰذا حديث ابن أبى شيبة—قال: بعثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فى سرية ... قال: أفلا شققت عن قلبه حتىٰ تعلم أ قالها أم لا، آه.

قال الإمام النووى فى شرحه: "ومعناه أنك إنما كلفت بالعمل بالظاهر وما ينطق به اللسان وأما القلب فليس لك طريق إلىٰ معرفة ما فيه فأنكر عليه إمتناعه من العمل بما ظهر باللسان وقال: أفلا شققت عن قلبه لتنظر هل قالها القلب و اعتقدها وكانت فيه أم لم تكن فيه بل جرت على اللسان فحسب يعنى وأنت لست بقادر علىٰ هٰذا فاقتصر على اللسان ولا تطلب غيره. (الصحيح لمسلم مع شرحه الكامل للنووى، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد قوله: لا إله إلا الله: ٦٨/١، قديمى)

باری باری نماز پڑھانے والے امام جو درمیان کی نماز نہ پڑھیں:

سوال: ایک مسجد میں چار بھائی نمبروار نماز پڑھاتے ہیں اور اپنی باری پر نماز پڑھاتے ہیں، بعد میں نماز چھوڑ دیتے ہیں، ان کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۶۳/۳-۱۶۴)

مستقلاً سنت چھوڑنے والے کی امامت:

سوال: زید ایک مسجد میں امام ہے اور حفظ کے بچوں کو تعلیم بھی دیتا ہے، جس کی وجہ سے دو تنخواہیں، الگ الگ ملتی ہے، مذکورہ امام تمام وقت کی سنتیں نہیں پڑھتا، خواہ وہ مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ، کہے جانے پر کہتے ہیں کہ غیر مؤکدہ نہ پڑھنے پر کوئی بات نہیں ہے، یہ تو سب جانتے ہیں؛ لیکن ہر وقت قصداً نہ، پڑھنا کیسا ہے؟ ان کے اس فعل سے جاہل طبقہ پر بھی اثر پڑتا ہے اور ان کے شاگرد ایسا ہی کرتے ہیں، ایک نمازی صاحب نے اس کے اس فعل پر ان سے کہا بھی، جس کا انہوں نے مذکورہ جواب دیا، مسجد زیادہ تر جاہل محلے والوں کی ہے؟

الجواب حامدًا و مصليًا

سنت مؤکدہ کا مستقلاً ترک کرنا اور ترک کی عادت ڈالنا بدنصیبی ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی کا سبب ہے،(۲) ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ ہے،(۳) سنتوں کا اہتمام چاہیے، سنتِ غیر مؤکدہ کا پڑھنا بھی

(۱) تارک نماز فاسق وعاصی ہے:
”وتاركها عمداً مجانةً أى تكاسلاً فاسق“(الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة: ۵/۱)
اور فقہا نے فاسق کی امامت کے سلسلہ میں صراحت کی ہے:
”أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير)(مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۲) الحديث الرابع العشرون بعد المائة: قال عليه السلام:”من ترك الأربع قبل الظهر، لم تنله شفاعتي“. قلت: غريب جداً. (نصب الراية لأحاديث الهداية، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة (رقم الحديث: ۲۵٦٤):۱٦٢/٢، مؤسسة الريان بيروت)

(۳) ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق و أعمىٰ“ . ”قوله:(وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وأكل الربا، ونحو ذلك...فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، وبأنه فى تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً...علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱ ـ ۵٦٠، سعيد)(مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

فضیلت کی چیز ہے اور حسنات میں ترقی کا ذریعہ ہے؛(۱) لیکن اگر کوئی شخص ترک کرے تو اس پر مؤاخذہ نہیں،(۲) مگر غیر مؤکدہ کو بھی حقیر اور خفیف سمجھنا درست نہیں۔تحفۃ الأخیار(۳) میں سنت سے متعلق نہایت اعلیٰ مضامین و مسائل مذکور ہیں، استدلال میں حدیث بھی نقل کی گئی ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۵۶/۶-۱۵۷)

جو امام سنت نہ پڑھے، اس کی امامت:

سوال: ہم لوگ گاؤں کے رہنے والے ہیں، ہمارے یہاں پر ایک آدمی نماز پڑھاتا ہے اور عشا کی سنت نہیں پڑھتا ہے، اگر اس کو کہتے ہیں تو یہ جواب دیتا ہے کہ میں کہنے سے نہیں پڑھنے کا اور اذان بھی نہیں دیتا، کہتا ہے کہ میرے او پر واجب نہیں ہے۔دریافت یہ ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا کہ نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اگر اس کے ذمہ اذان نہیں ہے؛ اس لیے وہ اذان نہیں دیتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے، دوسرا آدمی اذان دیا کرے، اگر وہ سنتیں وہاں نہیں پڑھتا ہے، اپنے مکان پر، یا کسی اور جگہ پڑھتا ہے، یا لوگوں کے کہنے سے نہیں پڑھتا ہے؛ بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے پڑھتا ہے تو کوئی حرج نہیں، اس سے اس کی امامت میں نقصان نہیں آتا ہے، اگر وہ سنتیں بالکل نہیں پڑھتا ہے اور نمازیوں کے کہنے سے ضد ہو گئی ہے تو اس کو سمجھا دیا جاوے کہ یہ ضد ٹھیک نہیں ہے، اس کا انجام خراب ہے اور اگر پھر بھی نہ مانے؛ بلکہ سنتوں کو مستقل ترک کر دے تو اس سے بہتر متبعِ سنت کو امام تجویز کر لیا جائے، تارک سنت کو امام نہ بنایا جائے۔(۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

محمود غفرلہ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۵۷/۶-۱۵۸)

---

(۱) ”عن أم حبيبة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من صلىٰ في يوم وليلة إثنتي عشرة ركعة، بُني له بيت في الجنة: أربعاً قبل الظهر، وركعتين بعدها، وركعتين بعد المغرب، و ركعتين بعدا لعشاء، وركعتين قبل صلاة الفجر“. (رواه الترمذی(كتاب الصلاة، باب ماجاء فيمن صلىٰ في يوم وليلة ثنتي عشرة ركعة من السنة وماله فيه من الفضل، رقم الحديث: ٤١٥، ص: ٩٠، بيت الأفكار، انيس)

وفي رواية مسلم (كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب: فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن، وبيان عددهن، رقم الحديث: ٧٢٨، ص: ٢٨٧، بيت الأفكار، انيس): ”ما من عبد مسلم يصلي لله كل يوم اثنتي عشرة ركعة تطوعاً غير فريضة، إلابنى الله له بيتاً في الجنة“. أو الأبُني له بيت في الجنة“. (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصلاة، باب السنن وفضائلها: ١٠٣/١، قديمی) (الفصل الأول، رقم الحديث: ١١٥٩، انيس)

(۲) ترک السنة لايوجب فساداً ولا سهواً بل إساءة لوعامداً غير مستخف“. (الدرالمختار) ==

تراویح نہ پڑھنے والے کی امامت:

سوال: ایک حافظ ہیں، قرآن کریم پورا یاد نہیں، کبھی تراویح نہیں پڑھتے، کانوں سے بہرے ہیں، مگر جمعہ وعیدین کی امامت ضرور کرتے ہیں تو ایسے امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اگر وہ صحیح طریقہ سے نماز پڑھا دیتے ہیں تو نماز ان کے پیچھے بھی ادا ہو جاتی ہے؛(۱) لیکن ان کو چاہئے کہ وہ خود ہی امامت سے دست بردار ہو جائیں، تراویح مستقل ترک کرنا ایک سنت کو ترک کرنا ہے، جس کا انجام عتاب الٰہی ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۱۱/۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۱۱/۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۵۸/۶-۱۵۹)

== "قوله:(لوعامداً غيرمستخف) فلو غيرعامد فلا إساء ة أيضاً". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۴۷۳/۱-۴۷۴، سعيد(مطلب: سنن الصلاة، انيس)

(۳) تحفة الأخيارفى إحياء سنة سيد الأبرارمع حاشية "نخبة الأنظار" من رسائل مجموعة اللكنوى، ج: ۴، ادارة القرآن، كراچى

(۴) والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة)فقط صحةً وفساداً بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة، (ثم الأحسن تلاوة)وتجويداً(للقراء ة، ثم الأورع، ثم الأسن، إلخ. (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعيد)

حاشية صفحه هذا:

(۱) عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أوفاجراً، والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم براًكان أوفاجراً وإن عمل الكبائر (سنن أبى داؤد، كتاب الجهاد، باب فى الغزومع أئمة الجور: ۳۵۰/۱، إمدادية، ملتان(رقم الحديث: ۲۵۳۳، انيس)

"وإن تقدموا اجازلقوله عليه الصلاةو السلام: "صلوا خلف كل بروفاجر". (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۳۴۶/۱، دار الكتب العلمية، بيروت)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلوا على من قال: لا إله إلا الله، وصلوا خلف كل من قال: لا إله إلا الله. (سنن الدارقطنى، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه (ح: ۱۷۶۱)انيس)

(۲) وحكمهاما يؤجرعلىٰ فعله ويلام علىٰ تركه". (الدر المختار)

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "قوله: (يلام): أى يعاتب بالتاء لايعاقب، كما أفاده فى البحروالنهر، لكن فى التلويح ترك السنة المؤكدة قريب من الحرام يستحق حرمان الشفاعة، لقوله عليه الصلاة والسلام: "من ترك سنتى لم ينل شفاعتى" آه، وفى التحرير: أن تاركها يستوجب التضليل واللوم، آه، والمراد: الترك بلا عذرعلىٰ سبيل الإصرار". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة: ۱۰۴/۱، سعيد)

کیا غیر روزہ دار، روزہ دار کی امامت کرسکتا ہے:

سوال: ایک شخص جو مسجد میں پنجگانہ نماز کی امامت کرتا ہے، وہ بوجہ بیماری رمضان کے روزے نہیں رکھتا ہے، کیا وہ روزے دار نمازیوں کی امامت کرسکتا ہے، یا کہ نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

اگر امام ایسے مرض کا مریض ہے کہ شرعاً بھی اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور اس مرض کی وجہ سے نماز میں کوئی فتور نہیں واقع ہوتا تو اس کی امامت جائز ہے۔(۱)

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور،۲۲/۷/۱۳۸۵ھ۔(منتخبات نظام الفتاویٰ:۲۹۲/۱)

جو صوم وصلوٰۃ کا پابند نہ ہو اور ظلم کرتا ہو، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: جو شخص صوم وصلوٰۃ کا قطعی پابند نہ ہو، جھوٹ کثرت سے بولتا ہو، ظلم وزیادتی کا عادی ہو، زانی ہو، بزرگانِ دین کو برا کہتا ہو، باوجود ان تمام بدافعالیوں کے اپنے کو ولی ظاہر کرے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنْ اَوْلِيَاءُ هُ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾(۲)

اور فرمایا:

﴿اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾(۳)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ کا ولی وہ ہے، جو متقی ہو، بداعمال شخص ولی نہیں ہے اور دعویٰ اس کا کاذب ہے، وہ شخص جو نافرمان حق تعالیٰ کا ہو، دشمن اللہ کا ہے، اس سے مرید ہونا درست نہیں اور امام بنانا اس کو مکروہ ہے۔(۴)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۶۴/۳)

---

(۱) ﴿فمن شهد منكم الشهر فليصمه ومن كان مريضاً أوعلىٰ سفر فعدة من أيام أخريريد الله بكم اليسر ولايريد بكم العسر﴾ ...". (سورة البقرة:۱۸۵)

اس عذر کی وجہ سے اس پر فسق کا اطلاق نہیں ہوگا۔

(۲) سورة الأنفال:الركوع:٤،الآية:٣٤،انيس

(۳) سورة يونس:الركوع:٧، الآية:٦٢-٦٣،انيس

(۴) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق.(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٢٣/١،ظفير)

جس پر حج فرض ہو اور نہ ادا کرے، اس کی امامت:

سوال: زید ایک محلّہ کی مسجد میں امام ہے، زید پر بوجہ نصاب حج فرض ہے، جس کو وہ ادا نہیں کرتا اور مانع شرعی بھی موجود نہیں، دیگر یہ کہ زید اپنی داڑھی خضاب سے سیاہ کرتا ہے اور حدیث ممانعت کی طرح طرح سے تاویل کرتا ہے، تیسرے یہ کہ زید نے جشن صلح میں خوب دلچسپی سے حصہ لیا اور دیگر مخلوق کو اس میں شریک ہونے کی بہت کچھ ترغیب دی، گویا اسلامی سلطنت اور خلافت کے مٹائے جانے پر ان کی طرف سے دل کھول کر خوشی کا اظہار کیا گیا، ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے اور اس کی اقتدا کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی تو گذشتہ نمازوں کا کیا ہونا چاہیے؟

الجواب

درمختار و شامی میں ہے کہ اصح حج کے بارہ میں یہ ہے کہ فی الفور ادا کیا جائے؛ یعنی جس سال فرض ہو اسی سال ادا کیا جائے اور تاخیر سال اول سے گناہ صغیرہ ہے، اگر کئی سال تک تاخیر کرے گا تو فاسق ہو جائے گا، (۱) اسی طرح سیاہ خضاب کو بلا کسی داعی مشروع کے مکروہ لکھا ہے، (۲) پس یہ ہر دو امر موجب کراہت امامت شخص مذکور ہیں؛ یعنی اگرچہ نماز اس کے پیچھے ادا ہو جاتی ہے، **لقوله عليه الصلاة والسلام "صلوا خلف كل بر و فاجر"**. (الحديث) **نقله في شرح المنية**. (۳) لیکن مکروہ ہوتی ہے اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئی ہیں، وہ بھی ہو گئیں، ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے؛ اس لیئے کسی دوسرے صالح و عالم شخص کو امام بنانا چاہیے؛ کیوں کہ اس کے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور تعظیم فاسق کی حرام ہے، (۴) اور جشن صلح (۵) کی شرکت کو اس سے علاحدہ رکھنا چاہیے کہ اس میں شرکت کرنے میں بوجہ حکم حکام فی الجملہ رعایا کو مجبوری ہے، محض اس وجہ سے حکم فسق کا نہ کیا جاوے گا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۱۲۴-۱۲۵)

---

(۱) **وهو فرض على الفور وهو الأصح فلا يباح له التأخير بعد الإمكان إلى العام الثاني فإذا أخره وأدى بعد ذلك وقع أداءً، كذا في البحر الرائق.** (الفتاویٰ الهندية، مصری، كتاب المناسك: ۱/۲۰۲، ظفیر)

(۲) **ويستحب للرجل خضاب شعره ولحيته، الخ، ويكره بالسواد، وقيل: لا.** (الدرالمختار علٰی هامش رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۵/۳۷۵، ظفیر) (باب الاستبراء وغيره، فروع: كتب إما قول الشافعي يكتب جواب أبي حنيفة، انيس)

(۳) فصل في الإمامة وفيها مباحث، ص: ۵۱۴، درسعادت انيس

(۴) **ويكره إمامة عبد إلخ وفاسق** (الدرالمختار) **وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً إلخ، بل مشٰى في شرح المنية كراهة تقديمه كراهة تحريم.** (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفیر) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۵) جشن صلح کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے، یہ غیر اسلامی طریقہ ہے، عہد نبوی میں صلح حدیبیہ بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے، سیرت نبوی اور تاریخ میں کہیں اس سلسلہ میں جشن منانے کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔ انیس

جس شخص میں خلاف شریعت عادات ہوں، یا ترک نماز کرتا ہو، اس کی شرعی حیثیت اور امامت:

سوال: جو شخص اعمیٰ حافظ قرآن ہو اور مجرد ہو اور ہمسایہ کی نامحرم عورتوں جوانوں کے پاس، بہ بہانے پڑھانے اور سنانے سوَرِ قرآن ومناجات وغزلوں کے، رات میں اور دن میں جاتا ہو اور جوان عورتوں مکارہ کو، بہ بہانے جھاڑ پھونک بعض اعضا، یا دیکھنے بعض زیور کے، بہ لمس مساس کرتا ہو اور بعض سے بعض وقت خلوت بیٹھنے کو بھی حاصل ہوتی ہو، جو بتصریح علما گناہِ کبیرہ ہے اور کسی لڑکی مراہقہ؛ یعنی قریب بلوغ کو، جب اکثر تعلیم سبق قرآن ہو تو مکان خالی میں زنجیر لگا کر ہو اور ان مواضع تہمت سے باوصف ملامِ مردم احتراز نہ کرے اور امور مذکورہ پر مصر رہے اور تمام سال مسجد جماعت محلّہ میں بجز نماز جمعہ نہ پڑھے اور اتفاقاً کبھی پڑھے تو التزام جماعت ہرگز نہ ہو اور تیار جماعت چھوڑ کر تنہا پڑھ جاوے، یا قبل جماعت کبریٰ، ایک دو کو ساتھ لے کر تفریق جماعت کرے اور رمضان المبارک میں طالب امامت صلوٰۃ تراویح اور سنانے قرآن کا ہو اور بعض ضعیف الایمان اس کو بجہت زود خوانی (۱) واسطے امامت کے پسند کرتے ہیں اور امام صالح مرتل کو ناپسند کرتے ہیں اور بعض؛ بلکہ اکثر اس کی امامت سے کارہ ہوں، یا ناجائز سمجھتے ہوں تو ان میں کون حق پر ہے اور اس طرح کا امام بروئے شرع محمدی کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا۔

اور نیز جہالت اور بے علمی کے ساتھ کلام شطحیات (۲) کرتا ہو اور راہِ الحاد [پر] چلتا ہو اور بعض حافظ قرآن ایسے بھی ہیں، کہ بالکل نماز پنجگانہ کے پابند نہیں، یا قطعاً پڑھتے ہی نہیں؛ مگر قرآن رمضان میں سناتے ہیں اور صرف رمضان میں نماز پڑھتے ہیں اور اس طرح کے امام اور اس کے مددگار براہِ ضد وفساد، باہر فرش پر اپنے امام کو کھڑا کر کے پڑھیں اور بعض نمازی [نماز] توڑ کر باہر جا ملیں تو مسلمانوں کو ایسے نزاع میں کیا حکم ہے؟ آیا ان کو لڑ کر مسجد سے نکال دیں، یا علاحدہ علاحدہ ایک وقت میں، دونوں پڑھی جاویں؟

الجواب

یہ حافظ فاسق ہے، اس کی امامت منع ہے، اس کو امام بنانا حرام ہے۔ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ فاسق کو امام بنانا سب مسلمین پر حرام ہے؛ کیوں کہ ایسے فاسق کی اہانت لازم ہے اور تعظیم وتکریم اس کی حرام ہے اور امام بنانے میں اس کی تعظیم لازم ہے۔ (۳) پس جو لوگ اس کو ضد سے امام بناتے ہیں لاریب! وہ مرتکب گناہ کبیرہ کے ہو کر، فاسق بنتے ہیں

(۱) جس کے واسطے "رب تال للقرآن" (یہ روایت امام غزالی نے احیاء العلوم کے باب "فی ذم تلاوۃ الغافلین" کے شروع میں نقل کی ہے، مگر علامہ زبیدی نے اتحاف السادۃ میں اس کی تخریج نہیں فرمائی اور اس کا کوئی حوالہ نہیں لکھا۔ ملاحظہ ہو: یہ روایت اور کہیں نہیں ملی۔ (اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین، ص: ۴۶۸، ج: ۴ (دار احیاء التراث العربی، بیروت) [نور] وارد ہے۔)

(۲) مخالف ظاہر شرع کے کہنا اور کلمے خلاف شریعت زبان پر لانا۔ (منتخب) [نور]

(۳) كره إمامة الفاسق، والفسق لغةً: خروج عن الإستقامة وهومعنٰى قولهم خروج الشيء عن الشيء ==

اورعلی ہذا القیاس جو حافظ دوازدہ ماہ نماز سے غافل ہوتے ہیں، وہ بھی فاسق ہیں، ان کو قرآن سننے کی غرض سے امام بنانا نہ چاہئے کہ فاسق کی امامت لازم آتی ہے، البتہ اگر وہ توبہ وعہد کریں کہ آئندہ ایسا نہ کریں گے اور قضاء ماسبق میں مصروف ہوں تو مضائقہ نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی۔(بدست خاص)(۱)(باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۵۸-۱۵۹)

وجوب کے باوجود قربانی نہ کرنے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص صاحب مال وزکوٰۃ ہوتے ہوئے عمداً دیدہ دانستہ طور پر قربانی پر جانور نہ ذبح کرے؛ یعنی قربانی نہ کرے، چہ جائے کہ امام مسجد ہو۔اگر وہ امام مسجد ہے تو اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

(المستفتی: حکیم حشمت علی، قادریہ دواخانہ، ۱۲/۵۸ ایل براستہ کسووال، ضلع ساہیوال)

الجواب

قربانی واجب ہونے کے باوجود نہ کرنا سخت گناہ ہے، حدیث میں ایسے شخص کے لئے شدید وعید آئی ہے، لہذا امام صاحب کو چاہیے کہ سابقہ قربانیوں کا بھی تدارک کریں، مع ہذا توبہ واستغفار کریں۔

"من وجد سعة فلم يضح، فلايقربنّ مصلانا". (الحديث)(۲)

بصورت دیگر وہ امام بننے کے لائق نہیں۔فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس، ملتان، ۱۸/۱۲/۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس، ملتان۔(خیر الفتاویٰ:۳۷۵/۲)

== علیٰ وجه الفساد، وشرعاً: خروج عن طاعة الله تعالىٰ بأرتكاب كبيرة،قال القهستاني:أى أوإصراره علىٰ صغيرة (فتجب إهانته شرعاً فلايعظم بتقديمه للإمامة) تبع فيه الزيلعي، ومفاده كون الكراهة فى الفاسق تحريمية.(الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح ،باب الإمامة، فصل فى بيان الأحق بالإمامة:٣٠٣،دارالكتب العلمية،انيس)

ويكره تقديم الفاسق أيضاً لتساهله فى الأمور الدينية.(غنية المستملى،ص: ٣٥١ ،انيس)

والفاسق؛لأنه لايهتم بأمر دينه وقال مالك لاتجوز الصلاة خلفه لما ظهره منه،الخيانة فى الأمور الدينية لايؤتمن فى أهم الأمور.(فتح القدير،باب الإمامة: ٢٤٧/١،انيس)

(۱) یہ فتویٰ جو حضرت مولانا کا لکھا ہوا اور حضرت کی مہر سے مزین ہے، ہمارے ذخیرہ میں ہے۔نور

(۲) مسند أحمدبن حنبل،تتمة أبى هريرة رضى الله عنه (ح : ٨٢٧٣) ٢٤/١٤، مؤسسة الرسالة/سنن الدارقطنى، الصيد والذبائح والأطعمة وغير ذلك (ح:٤٧٦٢)/المستدرك للحاكم: ٢٥٨/٤،دارالكتب العلمية بيروت.انيس

فرض نماز سے پہلے کی سنتیں ادا نہ کرنے والے کی امامت:

سوال: جو امام فرضوں سے پہلے کی سنتیں ادا نہ کرے اور نماز کے لیے کھڑا ہو جائے، اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس کے پیچھے نماز تو ہو جاتی ہے؛ مگر اسے ایسا بلا ضرورت کے کرنا نہ چاہئیے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی:۱۲۵/۳)

☆☆☆

(۱) عن عائشة رضى الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لايدع أربعًا قبل الظهر وركعتين قبل الغداة. (صحيح البخارى، باب الركعتين قبل الظهر (ح: ۱۱۸۲) انيس)

عن عائشة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ثابر على ثنتى عشرة ركعة من السنة بنى له بيت فى الجنة أربع قبل الظهر، وركعتين بعد الظهر وركعتين بعد المغرب وركعتين بعد العشاء وركعتين قبل الفجر. (سنن ابن ماجة، باب ماجاء فى ثنتى عشرة ركعة من السنة (ح: ۱۱۴۰) انيس)

وأما الصلاة المسنونة فهى السنن المعهودة لصلوات المكتوبة ... فركعتان قبل الفجر وأربع قبل الظهر لا يسلم إلا فى آخرهن وركعتان بعده وركعتان بعد المغرب وركعتان بعد العشاء ، كذا ذكر محمد فى الأصل، الخ. (بدائع الصنائع، فصل: الصلاة المسنونة: ۲۸۴/۱، دارالكتب العلمية. انيس)

والسنة قبل الفجر وبعدالظهر والمغرب والعشاء ركعتان وقبل الظهروالجمعة وبعدها أربع. (كنز الدقائق متن البحر الرائق، الصلاة المسنونة كل يوم: ۵۱/۲، دارالكتاب الإسلامى. انيس)

مہتمم کی امامت

زنا کے مرتکب شخص کی امامت مکروہ ہے:

سوال: زید پیدائشی نیک اور پابند شریعت حد درجہ کا ہے اور نماز باجماعت کا پابند بھی اسی درجہ کا ہے اور عرصہ بیس سال سے نماز فی سبیل اللہ پڑھاتا ہے؛ مگر اب کچھ دنوں سے ایک ایسے چکر میں پھنسا اور مجبوراً پھنسا کہ زنا کا مرتکب ہوگیا۔ زید عرصہ چودہ سال سے مجرد تھا، صرف نکاح کرنے کی غرض سے زنا کا مرتکب ہوا؛ مگر زید کا زنا کسی کو معلوم نہیں ہے اور واقعہ ٹھیک ہے۔ اگر زید اس فعل سے باز آجائے اور توبہ کرے تو اس صورت میں زید کی امامت درست ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

زید زنا کا مرتکب ہوا تو اس کی امامت ناجائز ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۴/۳)

زانی امام کی اقتدا:

سوال: امام مسجد زنا کرتے ہوئے پکڑا گیا اور وہ احکامِ شرعیہ میں اجماع کے خلاف اجتہادی فتاویٰ دیتا رہتا ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا، یا فتوے پر عمل کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی. (الدرالمختارمع ردالمحتار: ۵۵۹/۱-۵۶۰)

﴿الـزَّانِـي لَا يَـنْـكِـحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْـرِكَةً وَالـزَّانِيَةُ لَا يَـنْـكِـحُهَـا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْـرِكٍ وَحُـرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ. (سورة النور: ۳) انیس)

عن أبي هريرة قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن ولا يشرب الخمر حين يشرب وهو مؤمن ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن ولا ينتهب نهبة يرفع النساس إليه فيها أبصارهم حين ينتهبها وهومؤمن. (صحيح البخاری، باب النهي بغير إذن صاحبه (ح: ٢٤٧٥)/مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان نقصان الإيمان بالمعاصي (ح: ٥٧) انیس)

الجواب

ایسا شخص جو کہ فاسق ہے اور خلافِ اجماع وخلاف قول امام مجتہد جس کا وہ مقلد ہے، مسئلہ بتلاتا ہے اور غیر مفتیٰ بہا مسائل پر فتویٰ دیتا ہے، لائق امام بنانے کے نہیں ہے، اس کو امام نہ بنایا جاوے اور معزول کر دیا جاوے۔ (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۲/۳)

زانی کی امامت:

سوال: ایک شخص امام مسجد نے ایک زمیندار کی لڑکی فرار کر کے اس سے نکاح کیا اور اپنی پہلی زوجہ کو قتل کیا۔ کچھ مدت کے بعد امام مذکور نے ایک لڑکی نا کتخدا کو فرار کر کے دوسری جگہ لے گیا، بعد کو اس کے ورثا نے لڑکی کو اس سے علاحدہ کر کے دوسری جگہ نکاح کر دیا، اب پھر گاؤں کے چند مسلمانوں نے اس کو اپنا امام بنالیا ہے، ایسی صورت میں اس کو امام بنانا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

اگر امام مذکور نے اپنے افعال ومعاصی سے توبہ نہیں کی تو امام بنانا اس کو مکروہ تحریمی ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۵۲/۳)

---

(۱) ویکره إمامة عبدإلخ وفاسق. (الدرالمختار)

قوله: (فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني، إلخ، بل مشٰى في شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۳، ظفير (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(إن الإجماع من المسلمين حجة لا يعدوه الحق والصواب بيقين) كقوله عليه السلام: لا تجتمع أمتى على الضلالة. (الكافي شرح البزدوى، باب الإجماع: ۱٦٠٤/٤، مكتبة الرشد. انيس)

فإن إجماع هذه الأمة إنما كانت حجة موجبة للعلم بالسماع من رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أن الله تعالىٰ لا يجمع أمته على الضلالة" والسماع منه موجب للعلم لقيام الدلالة على أن الرسول عليه السلام يكون معصوماً عن الكذب والقول الباطل. (أصول السرخسي، قبيل فصل في بيان الكتاب وكونه حجة: ۲۷۹/۱، دارالمعرفة. انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني، إلخ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

اور اگر اس نے توبہ کر لی ہے تو گنہ اس کا معاف ہے اور امامت اس کی درست ہے، بحكم: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (مشكوٰة، باب الاستغفار والتوبة: ۲۰٦، ظفير (الفصل الثالث، رقم الحديث: ۲۳٦۳، انيس)

اس شخص کی امامت کا حکم جس نے دوسری عورت کو اپنے گھر رکھا ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح روبرو گواہوں کے ایک شخص کے ساتھ کردیا؛ لیکن اس لڑکی کا چچازاد بھائی اس کو شوہر کے پاس نہیں جانے دیتا اور اپنے پاس رکھ رکھا ہے، اس شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور ایک مولوی کہتا ہے کہ اس شخص کی امامت جائز ہے، جس نے دوسری عورت کو اپنے گھر رکھا ہے اور کہتا ہے کہ فرعون ملعون بہشت میں جاوے گا اور ایک کم دولاکھ آدم اس آدم سے پیشتر گذر چکے ہیں اور جمعہ بلا دِنصاریٰ میں جائز نہیں ہے اور خضاب سیاہ مباح ہے، اس شخص کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب

وہ شخص جس نے اس عورت کو رکھا اور شوہر کے پاس نہیں جانے دیتا، وہ فاسق وظالم ہے، اس کی امامت مکروہ ہے، **كذافى الشامى (۱)وغيره من الكتب الفقهية.**

اور وہ مولوی جو خلاف عقیدہ اہل سنت وجماعت کے عقائد ظاہر کرتا ہے، وہ ضال مضل ہے، اس کے اقوال کا اعتبار نہیں ہے، اس سے اعتقاد رکھنا حرام ہے۔

قال عليه الصلاة والسلام:يكون فى اٰخرالزمان دجالون كذّابون يأتونكم من الأحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولا اٰبائكم،فإياكم وإياهم،لايضلونكم و لايفتنونكم.{رواه مسلم}(۲)

وفى حديث البخارى ومسلم :حتىٰ إذالم يبق عالماً اتخذ الناس رؤوساً جهالاً فسئلوا فأفتوا بغيرعلم فضلوا وأضلوا.(۳)فقط واللّٰه تعالىٰ أعلم(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۱۸-۳۱۹)

---

(۱) ويكره تقديم العبد،إلخ والفاسق.(الهداية،باب الإمامة:۱/۱۰۱،ظفير)

(۲) مشكٰوة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة،الفصل الأول:۲۷،ظفير (كتاب الإيمان (ح: ۱۵٤)/الصحيح لمسلم، باب فى الضعفاء والكذابين ومن يرغب،الخ (ح:۷)/شرح مشكل الآثار،باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الكذابين الثلاثين الذين يخرجون بعده هل هم دجالون أم لا (ح:۲۹٥٤)انيس)

عن أبى هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم:سيكون فى آخر الزمان ناس من أمتى يحدثونكم ما لم تسمعوا أنتم ولا آباء كم وإياكم وإياهم.(صحيح ابن خزيمة ، ذكر الأخبار عما يظهر فى آخر الزمان فى الروايات والأخبار:١٦٩/١٥،مؤسسة الرسالة (ح:٦٦٦٧)انيس)

(۳) (كتاب العلم،باب: كيف يقبض العلم (ح:١٠٠)ص:٤٥ ، بيت الأفكار،انيس)

مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں:

حتىٰ إذا لم يترك عالما،اتخذالناس رؤوسًا جهالاً،فسئلوا فأفتوابغيرعلم،فضلوا وأضلوا.(كتاب العلم،باب رفع العلم وقبضه وظهورالجهل والفتن فى آخرالزمان (ح: ٢٦٧٣) ١٠٧٢/١،بيت الأفكار،انيس)

زانی کی امامت درست ہے، یانہیں:

سوال: ایک شخص اپنے حقیقی پسر کی زوجہ سے زنا کرتا ہے اور برضامندی دیگر اشخاص سے زوجہ پسر کو زنا کاری کی اجازت دیتا ہے، اس کے پیچھے نماز درست ہے، یانہیں؟ اور اپنی دختر بالغہ کا منھ چومنا کیسا ہے؟

الجواب

اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، (۱) اور اپنی دختر کا بوسہ لینا از راہِ محبت ورحمت درست ہے اور از راہِ شہوت حرام ہے اور موجبِ حرمتِ مصاہرت ہے اور احتراز کرنا، اس سے پہلی صورت میں بھی احوط ہے۔ (۲)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۹۵-۱۹۶)

زانی اور بیڑی پینے والے کی امامت:

سوال: دو شخص دو مسجد کے امام ہیں، ایک نے اپنی سالی سے زنا کیا اور دوسرا بیڑی پیتا ہے۔ ان کی امامت درست ہے، یانہیں؟ جب کہ یہ لوگ امامت سے روکے جائیں تو فساد عظیم ہونے کا اندیشہ ہے۔

الجواب

فاسق کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؛ مگر مکروہ ہے، (۳) پس جب کہ امام فاسق کے علاحدہ کرنے میں فتنہ ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۰۱)

---

(۱) وأن كراهة تقديمه: أى الفاسق كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۲) (وماحل نظره) ممامر من ذكر أوأنثىٰ حل لمسه إذا أمن الشهوة علىٰ نفسه وعليها ؛ لأنه عليه الصلاة والسلام كان يقبل رأس فاطمة رضى الله عنه، إلخ وإن لم يأمن ذلک أوشک فلايحل له النظر و المس. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى النظر والمس: ۵/۳۲۳، ظفير)

(ولا بأس بأن يمس ما يجوز النظر إليه إذا أمن الشهوة) لأن المسافرة معهن حلال بالنص ويحتاج فى السفر إلى مسهن فى الإركاب والإنزال وعن النبى صلى الله عليه وسلم أنه كان إذا قدم من مغازيه قبّل رأس فاطمة وعن أبى بكر أنه قبل رأس عائشة ومحمد بن الحنفية كان يقبل رأس أمه ولأن المحرم لما كان لا يشتهى عادة حلت معه محل الرجال ولا ينبغى أن يفعل شيئا من ذلک إذا خاف الشهوة أو غلبت على ظنه بل ينبغى أن يغض بصره فإن من رتع حول الحمى يوشک أن يقع فيه قال عليه الصلاة والسلام: دع ما يريبک إلى ما لا يريبک، الخ. (الإختيار لتعليل المختار، فصل النظر إلى العورة: ۴/۱۵۵، دارالكتب العلمية بيروت. انيس)

(۳) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، إلخ ، وفى المحيط: صلىٰ خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة. (الدرالمختار)

==

زنا کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک امام نے مسجد کے اندر زنا کیا، دوشخصوں نے بچشم خود دیکھا اور امام مذکور ہمیشہ ایسی حرکات کرتے رہتے ہیں، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسا شخص جو اس قسم کے فواحش میں مبتلا ہے، فاسق و عاصی ہے،(۱) امامت اس کی مکروہ تحریمی ہے۔ لازم ہے کہ اس کو معزول کیا جاوے،(۲) اور دوسرا امام صالح و عالم مقرر کیا جاوے۔ اگر پورا عالم نہ ہو تو کم از کم اتنا ہو کہ مسائل نماز سے واقف ہو اور قرآن شریف صحیح پڑھتا ہو۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۰/۳)

== أفاد أن الصلاة خلفهما أولٰى من الانفراد. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۵/۱)(مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس)
اگر دوسری مسجد ہو تو وہاں چلا جائے۔

وفی غیر الجمعة یجوز أن یتحول إلٰی مسجد اٰخر ولا یأثم به. (الفتاویٰ الهندیة مصری، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إمامًا لغیره: ۸۱/۱، ظفیر)

(۱) ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيْلاً﴾ (سورة الإسراء: ۳۲)

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًاo يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا إِلَّا مَنْ تَابَ﴾ (سورة الفرقان: ۶۸) انیس)

الزنا معصیة کبیرة یجب إخمالها وإقامة الحد علیها والمؤاخذة بها. (حجة اللّٰه البالغة، الحدود: ۲۵۰/۲، دارالجیل بیروت، انیس)

الکبیرة العاشرة الزنا وبعضه أکبر من بعض. (الکبائر للذهبی: ۵۰/۱، دارالندوة الجدیدة بیروت، انیس)

عن ابن عباس قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه وعلیه وسلم: خمس بخمس قالوا: یا رسول اللّٰه! وما خمس بخمس؟ قال: ما نقض قوم العهد إلا سلط علیهم عدوهم، وما حکموا بغیر ما أنزل اللّٰه إلا فشا فیهم الفقر ولا ظهرت فیهم الفاحشة إلا فشا فیهم الموت ولا طففوا المکیال إلا منعوا النبات وأخذوا بالسنین ولا منعوا الزکاة إلا حبس عنهم القطر. (المعجم الکبیر للطبرانی، طاؤس عن ابن عباس (ح: ۱۰۹۹۲) انیس)

عن أنس بن مالک قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: إن من أشراط الساعة أن یرفع العلم ویکثر الجهل ویکثر الزنا ویکثر شرب الخمر ویقل الرجال ویکثر النساء حتی یکون لخمسین امرأة القیم الواحد. (صحیح البخاری، باب یقل الرجال ویکثر النساء (ح: ۵۲۳۱) انیس)

(۲) ویکره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدرالمختار)

قوله: (فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی، بل مشٰی فی شرح المنیة علٰی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

زنا کار دھوکہ باز کی امامت:

سوال: زید نے اپنی چچازاد بہن ہندہ نوجوان کو جس کی شادی دوسری جگہ ہوچکی تھی، ورغلا کر کچھ دنوں اپنے ساتھ رکھا، پھر ایک اسٹامپ ہندہ کے شوہر کے نام سے خریدا اور طلاق نامہ لکھ کر دھوکہ سے ہندہ کے شوہر کا انگوٹھا لگوایا، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ جب کہ دوسرے لوگ قابل امامت موجود ہوں۔

الجواب

زید کی اگر کچھ خیانت ثابت ہوجائے اور بے وجہ تفریق مابین الزوجین میں وہ ساعی ہوا ہے، (۱) تو بحالت موجودہ وہ لائق امام بنانے کے نہیں ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے، کسی دوسرے شخص صالح و عالم کو امام بناویں۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۷/۳)

زانی اور لوطی کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص امام ہے اور وہ زنا بھی کرتا ہے اور لڑکوں کے ساتھ برافعل بھی کرتا ہے، اس کی نسبت کیا حکم ہے، آیا امامت اس کی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص جو زانی اور لوطی ہو، امامت کے قابل نہیں، فاسق اور عاصی ہے، (۳) اگر وہ توبہ کرے، فبہا، ورنہ اس کو امام نہ بنایا جاوے کہ نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے۔ (۴) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۲/۳)

---

(۱) قوله: (فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر، إلخ. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انیس)

"أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً، ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتٰى يدعها: إذا اؤتمن خان". {الحديث} (مشكاة المصابيح، باب الكبائر وعلامات النفاق، ص: ۱۷، ظفير (كتاب الإيمان، الفصل الأول (ح: ۵۶) / صحيح البخارى، باب علامة النفاق (ح: ۳۴) / الصحيح لمسلم، باب بيان خصال المنافق (ح: ۵۸) انیس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار) بل مشٰى فی شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه: أی الفاسق كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۳) عن ابن عباس أن رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم قال: لعن الله من ذبح لغير الله، لعن الله من غير تخوم الأرض، لعن اللّٰه من كمه الأعمى عن السبيل، لعن الله من سب والديه، لعن الله من تولى غير مواليه، لعن اللّٰه من عمل عمل قوم لوط. (المستدرك للحاكم، كتاب الحدود (ح: ۸۰۵۲) انیس)

(۴) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه (إلٰى قوله) بل مشٰى فی شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انیس)

زانی کی امامت درست ہے یا نہیں:

سوال: ایک شخص امام مسجد ایک شخص کی منکوحہ کو لے کر بھاگ گیا اور اس سے زنا کیا اور ولد الزنا بھی پیدا ہوا، اسی بنا پر لوگ اس کو بہت برا اور مکروہ جانتے ہیں، ایسے شخص کو امامت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں لکھا ہے:

(ولو أمّ قوماً وهم له كارهون إن) الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق منه بالإمامة يكره)له ذٰلک تحريماً لحديث أبی داؤد:"ولا يقبل اللّٰه صلاة من تقدم قوماًوهم له كارهون" إلخ. (۱)

اس عبارت سے واضح ہے کہ صورت مسئولہ میں اس شخص زانی و بدکار کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے اور اس کا کچھ حق امامت میں نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۳۶/۳-۲۳۷)

زانی توبہ کرنے والے کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص عرصہ سے امام مسجد ہے، اس نے اپنی بھاوج سے ناجائز تعلق رکھا اور اس کو لے کر دوسری جگہ چلا گیا، عورت کو اس کا شوہر لے آیا اور امام مذکور بھی آ گیا۔ اب اس کی امامت کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب

وہ شخص اگر تائب ہو جائے اور پہلے افعالِ شنیعہ سے توبہ کرے اور اکثر نمازی اس کی امامت سے راضی ہوں تو اس کو امام بنانا درست ہے اور اس کی امامت میں کچھ کراہت نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۹۳/۳)

اس زنا کار کی امامت جو توبہ کر چکا ہو:

سوال: ایک شخص ایک عورت منکوحہ کو جس کا خاوند زندہ تھا، لے کر بھاگ گیا اور دو سال تک بلا نکاح رکھا، پھر خاوند اس کا مر گیا اور عدت کے بعد اس شخص نے اس عورت سے نکاح کر لیا اور توبہ کی تو امامت اور اذان اس کی جائز ہے، یا نہیں؟ اور جس پر شبہ ہو کہ یہ زانی ہے اور گواہ نہ ہوں تو اس کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفير (سنن أبی داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳)/المعجم الكبير للطبرانی، عمران بن عبدالله المغافری عن عبدالله بن عمرو (ح: ۱۷۶)/ مسند ابن أبی شيبة، حديث سلمان الفارسی (ح:۴۵۳). انيس)

(۲) قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:"التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (مشكوٰة، باب التوبة والاستغفار، ص: ۲۰۶، ظفير) (كتاب الدعوات، الفصل الثالث (ح: ۲۳۶۳) انيس)

الجواب

اس عورت کا خاوند گزرنے کے بعد، اگر عورت کے عدت موت؛ یعنی چار ماہ دس دن پورے کرنے کے بعد، اس مرد نے اس سے نکاح کیا ہے تو نکاح صحیح ہوگیا، (۱) اور وہ شخص بوجہ بھگالے جانے دوسرے کی زوجہ کے فاسق ہوگیا، زنا ثابت ہو یا نہ ہو، فاسق ہونا اس کا مسلّم ہوگیا۔

اب اگر وہ صدق دل سے توبہ کرے اور آئندہ کو ایسے افعال ناشائستہ سے باز آوے اور نادم ہو تو امامت اس کی صحیح ہے اور نماز اس کے پیچھے بلا کراہت درست ہے اور اذان کہنا اس کا جائز ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۷۳-۲۷۴)

بدکار و فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے:

سوال: جو ولد الزنا ہو، فاسق ہو، لڑکوں سے ناجائز فعل میں پکڑا گیا ہو، بدعتی جاہل ہو، مسجد کی آمدنی خود کھا گیا ہو، وغیرہ۔ ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

وہ شخص جس کے یہ افعال ہیں، جو سوال میں مذکور ہیں فاسق ہے، لائق امام بنانے کے نہیں ہے، فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور شامی میں نقل کیا ہے کہ فاسق کے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور تعظیم فاسق کی حرام ہے؛ بلکہ وہ واجب الاہانۃ ہے، لہٰذا فاسق کو امام نہ بنایا جاوے، خصوصاً امام دائمی ہرگز ایسے شخص کو مقرر نہ کیا جاوے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۴۲)

---

(۱) ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ (سورة البقرة: ۲۳٤)
(وحل لها التزوج بآخر بعد العدة). (ردالمحتار: ۳/۵۲، دارالفكر بيروت، انيس)

(۱) ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ (سورةالبقرة: ۲۲۲، انيس)
عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (مشكوة، باب التوبة والاستغفار، ص: ۲۰٦، ظفير) (كتاب الدعوات، الفصل الثالث (ح: ۲۳٦۳) / سنن ابن ماجة، باب ذكر التوبة (ح: الدعاء للطبرانی (ح: ۱۸۰۷) / المعجم الكبير للطبرانی (ح: ۱۰۲۸۱) / مسند الشهاب القضاعی، التائب من الذنب كمن لا ذنب له (ح: ۱۰۸) / السنن الكبرىٰ للبيهقی، باب شهادة القاذف (ح: ۲۰۵٦۱) انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ وفاسق. (الدرالمختار)
وكراهة تقديمه: أي الفاسق كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير) (مطلب: فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس)

اغوا کار، زانی اور جھوٹی قسمیں کھانے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں دو شخص ہیں، جن میں سے ایک صوم وصلاۃ کا پابند ہے، جب کہ دوسرے میں یہ برائیاں پائی جاتی ہیں۔

(۱) اغوا کرنا اور کرانا۔

(۲) زنا کرنا اور کرنے میں مدد دینا۔

(۳) نکاح پر نکاح پڑھانا۔

(۴) جھوٹی گواہی دینا۔

(۵) جھوٹی قسمیں کھانا۔

(۶) کباڑ مال مسجد سے غائب کرنا۔

جب رمضان شروع ہوتا ہے تو مسجد میں آتا ہے، باقی سارا سال نماز نہیں پڑھتا، رمضان میں آکر مسجد پر قبضہ کرتا ہے، لوگ اسے کہتے ہیں کہ ہماری نماز آپ کے پیچھے نہیں ہوتی؛ لیکن وہ بضد ہے، نتیجۃً مجبوراً لوگ گھروں میں نماز پڑھتے ہیں، کیا اس امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: جاوید اقبال، کوٹ دھمیک جہلم)

الجواب

بشرط صدق وثبوت اس برے امام کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے، **کما فی شرح الکبیر** (ص:۴۳۸): **أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم.**(۱)

---

(۱) **قال العلامة الحلبی: کذا فی فتاویٰ الحجة وفیه إشارة إلیٰ أنهم قدموا فاسقاً یأثمون بناءً علیٰ أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم.(الشرح الکبیر للحلبی، ص:٤٧٥، فصل فی الإمامة)**

عن أبی هریرة أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: لا ینتهب نهبة ذات شرف یرفع المؤمنون فیها أبصارهم وهو حین ینتهبها مؤمن.(سنن الدارمی، باب النهی عن النهبة (ح: ٢٠٣٧)/السنة لأبی بکر بن الخلال، باب مناکحة المرجئة (ح:١٢٤٧)/الإبانة الکبریٰ لابن بطة، باب ذکر الذنوب التی من ارتکبها فارقه (ح:٩٥٢)انیس)

"لا ینتهب نهبة" ذات شرف یرفع الناس إلیها أبصارهم وهو مؤمن، النهب: الغارة والسلب، أی لا یختلس شیئا له قیمة عالیة.(مجمع البحار الأنوار، مادة نهب: ٤/٨٠٦، دائرة المعارف العثمانیة، انیس)

عن أبی هریرة قال: قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: لا یزنی الزانی حین یزنی وهو مؤمن ولا یشرب الخمر حین یشرب وهو مؤمن ولا یسرق حین یسرق وهو مؤمن ولا ینتهب نهبة یرفع الناس إلیه فیها أبصارهم حین ینتهبها وهو مؤمن.(صحیح البخاری، باب النهی بإذن صاحبه (ح:٢٤٧٥)/سنن ابن ماجة، باب النهی عن الهبة (ح:٣٩٣٦)انیس)==

البتہ انفراد سے فاسق کے پیچھے اقتدا بہتر ہے، کما فی ردالمحتار هامش الدر المختار: ۴۱۵/۱، باب الإمامة، قبیل مطلب فی إمامة الأمرد. وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۶۹/۲)

اگر عورت کہے: ’’فلاں امام نے میرے ساتھ زنا کیا‘‘ اس کی امامت:

سوال: ایک عورت اپنی زبان سے یہ کہتی ہے کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ زنا کیا ہے، وہ شخص امامِ مسجد بھی ہے، اب اس شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اور وہ شخص زنا سے انکار کرتا ہے اور عورت فاحشہ ہے، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ عورت کا نکاح اس کے شوہر سے ٹوٹ گیا، یا قائم ہے؟

الجواب

عورت کے کہنے سے مرد پر زنا کا ثبوت نہیں ہوسکتا، (۲) اور اس کی امامت میں کچھ کراہت نہیں آتی اور عورت مذکور کا نکاح اس کے شوہر سے قائم ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۱۸/۳)

== منکوحة الغير ومعتدته ومطلقته الثلاث بعد التزوج كالمحرم. (فتح القدير، باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجبه: ۲۶۰/۵، دارالفکر بیروت. انیس)

﴿والمحصنات من النساء﴾ معطوف علی قوله تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم امهاتکم﴾ معناه: وحرمت المحصنات من النساء وذلک عبارة عن منکوحة الغیر ومعتدته فیکون نفیا لا نهیا. (أصول السرخسی، فصل فی بیان موجب الأمر فی حق الکفار: ۹۰/۱، دارالمعرفة بیروت. انیس)

﴿والمحصنات من النساء﴾ وهی معطوفة علی قوله تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم امهاتکم﴾ والمراد بها ذوات الأزواج. (الکافی شرح البزدوی، باب حکم الأمر والنهی فی أضدادها: ۱۲۰۱/۳، مکتبة الرشد. انیس)

﴿فاجتنبوا الرجس من الأوثان واجتنبوا قول الزور﴾ (سورة الحج: ۳۰) والزور الکذب وذلک عام فی سائر وجوه الکذب وأعظمها الکفر بالله والکذب علی الله وقد دخل فیه شهادة الزرو. (أحکام القرآن للجصاص، باب شهادة الزور: ۳۱۴/۳، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

قال ابن مسعود: عدلت شهادة الزور بالشرک بالله، ثم قرأ ﴿فاجتنبوا الرجس من الأوثان واجتنبوا قول الزور﴾. (مصنف ابن أبی شیبة، ما ذکر فی شهادة الزور (ح:۲۳۰۳۸) انیس)

”عن عبد الله بن عمر رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ”الکبائر: الإشراک بالله، وعقوق الوالدین، و قتل النفس، والیمین الغموس“. (صحیح البخاری، کتاب الإیمان والنذر، باب: الیمین الغموس: ۹۸۷/۲ (ح: ۶۶۷۵)/سنن الترمذی، باب ومن سورة النسء (ح: ۳۰۲۱)/سنن النسائی، ذکر الکبائر (ح: ۴۰۱۱) انیس)

(۲) جب تک چار عینی شاہدوں کی شہادت نہ پیش کرے، قابل اعتبار نہیں۔

و الشهادة علیٰ مراتب منها: الشهادة فی الزناء یعتبر فیها أربعة من الرجال لقوله تعالیٰ: ﴿وَاللَّاتِیْ یَأْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَائِکُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنْکُمْ﴾ (الهدایة، کتاب الشهادات: ۱۳۸/۳، ظفیر)

(۳) جن امور سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، ان میں زنا شامل نہیں ہے۔ انیس

زانیہ کے شوہر کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال: زید کی بیوی سے عمرو کا کافی دنوں سے تعلق تھا اور عمرو شادی شدہ ہے، ایک دن اتفاق سے عمرو کی بیوی نے ان دونوں کو رات کی تنہائی میں زنا کرتے ہوئے دیکھا؛ بلکہ دروازہ کھلوا کر زید کی بیوی کی پٹائی کی اور زید پڑھا لکھا شخص ہے؛ بلکہ وہ جامع مسجد کا امام بھی ہے، یہ خبر گاؤں والوں کو ہوئی تو مقتدی ان سے کترانے لگے، نتیجہ یہ کہ لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے دور بھاگ رہے ہیں اور زید کا کہنا ہے کہ مجھے ایسی بیوی کہاں ملے گی؛ یعنی اس نے اپنی بیوی کو زجر و توبیخ نہیں کی، لہٰذا یہ بیوی اپنے شوہر کی زوجیت میں رہے گی، یا نکاح سے خارج ہو جائے گی؟ اور اس کے پیچھے لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں مفصل جواب سے نوازیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

زید کی بیوی کا فعل انتہائی غلط ہے، اس کو چاہئے کہ فوراً توبہ استغفار کرے اور آئندہ کبھی بھی ایسی حرکت سرزد نہ ہونے پائے، لیکن اس کی وجہ سے زید کے پیچھے نماز کو ترک کرنا درست نہیں، نیز ان کی بیوی زنا کی وجہ سے نکاح سے خارج بھی نہیں ہوئی اس کے ساتھ حسب سابق زید تعلق ازدواجیت قائم رکھے، البتہ زید کو چاہیے کہ اپنی بیوی کو تنبیہ کرے اور ایسے اعمال سے توبہ کرائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ الجواب صحیح: بندہ محمد حنیف غفرلہ۔ (حبیب الفتاویٰ: ۴/ ۷۹-۸۰)

متعہ کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص حنفی عدالت میں بحلف بیان کرتا ہے کہ اس نے ایک مسماۃ کے ساتھ عقد کے وعدہ پر متعہ کرلیا، ایسا شخص مذہب حنفی کے اندر داخل رہا، یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور اس کی بیعت جو ایک بزرگ کے ہاتھ پر کی تھی قائم رہی، یا نہیں؟ اور ایسے شخص کی تجہیز و تکفین و نماز پڑھنی چاہیے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

جو شخص مقر ہے، اس فعل بد کا، وہ فاسق و عاصی ہے، امامت اس کی مکروہ ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/ ۱۰۰-۱۰۱)

---

(۱) قولہ: (والمزنی بها لا تحرم علٰی زوجها) فله وطؤها بلا استبراء عندهما. و قال محمد: لا أحب له أن يطأها ما لم يستبرئها، كما في فصل المحرمات. (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: الدخول في النكاح الأول دخول في الثاني في مسائل: ۲۱۲/۵، دار الكتب العلمية، انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير)

اگر وہ توبہ کرے تو امامت اس کی درست ہے اور بیعت و حنفیت قائم ہے اور تجہیز و تکفین و نماز جنازہ ہر ایک مسلمان کی کرنی چاہئے، اگرچہ وہ فاسق و بدکار ہو۔ کما في الحديث: "صلوا علٰی كل بر و فاجر". (الحديث) (شرح الفقہ الاکبر: ۹۶، ظفیر) ==

بے نکاحی عورت رکھنے کی ترغیب اوراس کی امامت:

سوال: جو شخص دوسرے کو رغبت دلا کر بے نکاحی عورت سے گھر آباد کردے، اس کی امامت درست ہے، یا نہ؟

الجواب

ایسا شخص لائق امام ہونے کے نہیں ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۰۵)

غیر کی منکوحہ سے شادی کرنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے شوہر والی غیر مطلقہ عورت سے نکاح کرلیا ہے۔ یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟ اور جو اولاد اس سے ہوئی، اس کا کیا حکم ہے؟ اور امامت اس کی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

غیر مطلقہ عورت سے نکاح حرام و باطل اور اولاد ولد الزنا ہے، امامت اس کی مکروہ ہے۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۰۵)

شادی شدہ عورت کو بغیر طلاق و نکاح کے بیوی کی طرح رکھنے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک عورت بوجہ مفلسی شوہر و کج نہادی خود، اپنے خاوند سے متنفر ہوکر بلا طلاق اپنے بھائی کے گھر چلی گئی اور بارہا اس کے خاوند نے بلایا؛ مگر بدطینتی سے نہیں گئی، پھر چند عرصہ بعد اس کی بڑی بہن اپنے گھر لے آئی، عرصہ کے بعد وہ بڑی بہن مرگئی، بعد ازیں اس عورت غیر مطلقہ کے خاوند نے اپنی دختر کو، جو اس عورت کے شکم سے تھی، بھیجا کہ اپنی والدہ کو لے آ، اب اس کا وہاں رہنا اچھا نہیں؛ مگر وہ اس کے ہمراہ نہ آئی۔

== (وبطل نكاح المتعة)وهو أن يقول لامرأة :أتمتع بک مدة بكذا من المال(والمؤقت)مثل أن يتزوج بشهادة شاهدين عشرة أيام،كذا فى الهداية.(النهر الفائق،فصل فى المحرمات:۲/۲۰۰،دارالكتب العلمية.انيس)

(۱) قال اللّٰه تعالىٰ:﴿وَلَاتَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(سورة المائدة:۲)

ويكره إمامة عبد،إلخ، وفاسق.(الدرالمختار)

من الفسق:وهوالخروج عن الاستقامة،ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر،والزانى،إلخ، وأما الفاسق فقدعللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمردينه بل مشٰى فى شرح المنية علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم.(ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳،ظفير)(مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد،انيس)

(۲) لقوله تعالىٰ:﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ ... وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾(سورة النساء:۲۳-۲۴،انيس)

وفى الكبيرى للحلبى،ص: ۴۷۹ "قدموا فاسقاً يأثمون بناءً علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم".(فصل فى الإمامة وفيها مباحث،انيس)

پھر اس عورت کی بھاوج اور خالہ بتقریب تعزیت وہاں پر گئی اور اس عورت کو فہمائش کی کہ ہمارے ساتھ چل؛ مگر مسماۃ مذکورہ نے باشتعالک اپنے بہنوئی کے انکار کیا، بعد اس کے اس بہنوئی سے نکاح کر لیا، وہ شخص باوجودیکہ پیر جی اور مولوی مشہور ہے اور اس موضع میں نماز پنج گانہ وجمعہ پڑھاتے ہیں اور ان کو یقین کامل اس کی طلاق کا نہیں ہے؛ بلکہ ایک مرتبہ شوہر سابق سے کہلایا کہ تو اپنی زوجہ کو طلاق دے دے، اگر ان سے کہا تو جواب دیا کہ ایک طلاق ضمناً ہوئی ہے، وہ طلاق ضمناً دے چکا، اب نکاح کو عرصہ چند سال کا ہوا اور اس کی اولاد پیدا ہوئی، اس اولاد کو ولد الزنا کہیں، یا نہ کہیں؟

اور پیر جی صاحب چہلم وغیرہ کو مباح کہتے ہیں اور طعام پر فاتحہ پڑھتے ہیں اور جو گائے وغیرہ خریدتے ہیں تو اپنے مکان پر لا کر اس کے داہنی کھر کو پانی ڈالتے ہیں اور ہر سال اپنے بھائی کی قبر کو، اس کپڑے سے کہ جس پر کلمہ شریف لکھا ہوا ہے، غلاف پوش کر کے روشنی کرتے ہیں اور اکثر کام غیر مشروع کرتے ہیں، سو بوجہ امور مذکورہ کے پیر جی صاحب کے پیچھے نماز جمعہ وغیرہ درست ہے، یا نہیں؟ اور ان کو دیوّث کہنا اور ان سے بغض للہ رکھنا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

لاریب! ایسا شخص فاسق ہے اور دیوث کا اطلاق ایسے آدمی پر درست ہے اور ایسے شخص سے اگر بغض بوجہ اللہ تعالیٰ کے کرے تو موجب اجر ہے اور نکاح اس شخص کا ہرگز درست نہیں ہوا؛ کیوں کہ جب تلک پہلا خاوند طلاق نہ دیوے، نکاح درست نہیں ہو سکتا اور ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔(۱) فقط

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی۔ (مجموعہ کلاں، ص:۱۱۲-۱۱۳) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۲)

غیر کی منکوحہ سے جو نکاح کرے، اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: ایک مسجد کے امام نے ایک عورت سے جو غیر کی منکوحہ ہے اور اس نے اس کو طلاق نہیں دی ہے، نکاح کر لیا ہے، ان کی امامت درست ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

امامت ایسے شخص کی، بوجہ فاسق ہونے کے، مکروہ تحریمی ہے۔ فقط

کتبہ رشید احمد، الجواب صحیح، عزیز الرحمٰن عفی عنہ

(۱) (دیوث) هو من لا یغار علی امرأته أو محرمه. (الدر المختار رعلی صدر ردالمحتار، کتاب التعزیر: ۷۰/۴، دارالفکر بیروت. انیس)

عن عمار عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لایدخل الجنة دیوث ولا مدمن خمر. (التوحید لابن خزیمة، باب ذکر أخبار رویت أیضا فی حرمان الجنة: ۸٦٥/۲، مکتبة الرشد الریاض. انیس)

قال في الدر المختار: وكره إمامة عبد وفاسق.

وقال في رد المحتار: قال في شرح المنية: إن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (۱)

اور عالمگیری میں ہے:

لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة. (۲) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۶۳)

بغیر طلاق کسی کی عورت رکھنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک دوکاندار ہے، جس وقت پیش امام موجود نہیں ہوتا تو وہ نماز پڑھاتا ہے تو ہم کو اس دوکاندار امام کے متعلق اس کے رشتہ داروں نے بتلایا کہ اس کے گھر بغیر طلاق عورت ہے، اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو ہم نے پوچھا تو اس نے بتلایا کہ مجھے ٹھٹھ سے فتویٰ مل گیا ہے تو مجھے طلاق کی کیا ضرورت ہے، پھر علماء کرام سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے تمام لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے رک گئے اور اس کے بعد پھر یہ امام صاحب حج پر تشریف لے گئے اور حج کر کے واپس آ گئے تو ہماری مسجد کا جو پیش امام تھا، وہ گزر گیا، جو لوگ اس دوکاندار کی امامت کو چاہنے والے تھے، انہوں نے اس کو دوبارہ پھر قائم کر دیا، جب یہ نماز پڑھانے لگ گیا تو پھر یہ شور ہوا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو مولوی صاحب نے کہا کہ اس وقت تو میں آپ کو فتویٰ بھی دکھا سکتا ہوں، آپ نماز پڑھ کر دو چار آدمی میرے پاس آئیں تو میں آپ کو فتویٰ دکھا دوں گا، جب آدمی اس کے پاس گئے تو اس نے فتویٰ دکھایا، جس پر کسی کی کوئی مہر یا دستخط نہیں تھے، ان لوگوں نے کہا کہ آپ اس کا فیصلہ کیوں نہیں لیتے تو جواب ملا کہ جن لوگوں نے مقرر کیا ہے، میں ان کی نماز ضرور پڑھاؤں گا۔ باقی آپ میرے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اس کی جو بیوی ہے، اس کا گھر والا زندہ ہے، جو کہ ہم سے تین میل کے فاصلہ پر ہے، اس سے اس عورت کے متعلق پوچھا تو کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی، اس کے بھائی بھتیجے وغیرہ تمام کو پوچھا؛ مگر انہوں نے بھی یہی جواب دیا اور جس شخص کو اس کے حال کا علم ہو گیا تو کیا وہ اس امام کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہے کہ نہیں؟ اور یہ بات وہ دوسرے نمازیوں کو بتلا سکتا ہے، یا کہ نہیں؟ اور ان کی نماز ہو سکتی ہے، یا کہ نہیں؟

---

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۳۷٦/۱ (مطبع مجتبائی، دهلی: ۱۲۸۷ھ) نیز ص: ۴۱۳-۴۱۴، جلد اول، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد [مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان: ۱۳۹۹ھ] نیز کتاب الصلاة، باب الإمامة: ٥٦٠/۱ [دار الفکر بیروت]

(۲) عالمگیری: ۲۸۰/۱، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر (مکتبۂ ماجدیہ کوئٹہ: ۱۴۰۳ھ) فتاویٰ عالمگیری، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات القسم السادس فی المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۲۸۰/۱ [نورانی کتب خانہ، پشاور پاکستان] نیز کتاب النکاح، باب مذکور: ۲۹۰/۱ [مطبع بندر ہوگلی کلکتہ ۱۲۰۸ھ] (نور)) (فتاویٰ دار العلوم، دیوبند۔ مرتبہ مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب ص: ۳۲۰، جلد سوم (دیوبند: ۱۹۷۱ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

حسب سوال جب تک نکاح والی عورت کو اس کے خاوند کے ہاں واپس کر کے توبہ نہ کرے، امامت کے قابل نہیں، یا طلاق لے کر بعد عدت کے خود نکاح کرے،(۱) بلا نکاح کسی عورت کو گھر میں رکھنا اور امام مسجد بننا نہایت درجہ جرأت ہے، اگر سوال کے مطابق واقع ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۶۴)

بے نکاحی عورت کو رکھنے والے کی امامت درست ہے:

سوال: زید اور ہندہ نامحرم ایک گھر میں مثل یگانہ رہتے ہیں اور نکاح کے متعلق استفسار کرنے پر زید کہتا ہے کہ ہم نے باہم ایجاب وقبول کرلیا ہے، نکاح ثابت نہیں ہے، ہمخانگی ثابت ہے، ایسا شخص امامت کے قابل ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

ایجاب وقبول اگر روبرو شاہدین کے ہو تو نکاح منعقد ہوجاتا ہے، مثلاً خود مرد اور عورت دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیں اور کوئی تیسرا شخص نکاح پڑھنے والا نہ ہو، تب بھی نکاح ہوجاتا ہے۔ پس اگر زید یہ کہے کہ خود ہم نے ایجاب وقبول دو گواہوں کی موجودگی میں کرلیا ہے تو ان کا نکاح ثابت ہے، ان کو زوجین سمجھنا چاہئے اور بے نکاحی عورت کے رکھنے کا الزام اس پر نہ لگانا چاہیے اور نماز اس کے پیچھے صحیح ہے۔ (شامی، جلد ثانی)(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۲۰۲)

بے نکاحی عورت رکھنے والے اور سینما دیکھنے والے کی امامت:

سوال: زید ایک جامع مسجد کا امام ہے، عرصہ بارہ سال سے اس کے خلاف چند بستی والوں کی درخواست اراکین جامع مسجد کے پاس آئی ہے کہ زید کے چال چلن کے متعلق بھی لوگوں کے بہت سے شکوک اور اعتراضات قابل وثوق ہیں اور اس کے متعلق بہت سی شہادتیں موجود ہیں اور وہ اکثر سینما تھیٹر اور ناچ گانوں کی محفلوں میں شریک رہتے ہیں، درخواست دینے والے نے صرف چودہ گواہوں کے نام پیش کئے ہیں، جن میں سے بارہ گواہوں کا بیان تو یہ ہے کہ ہم نے ایک دوسرے سے سنا اور ذکر کیا، دو گواہوں نے جو بیان دیا، وہ حسب ذیل ہے:

ہم نے زید کو جنگل کی طرف دو کافرہ عورتوں کے ہمراہ جن میں سے ایک جوان اور دوسری بوڑھی تھی، دن کے بارہ بجے قریباً دو سال پیشتر جاتے دیکھا، ہم بھی پیچھے ہو لیے، شہر سے قریب ڈیڑھ میل کے فاصلے پر زید اور دونوں عورتیں

---

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۲۸۰، نورانی کتب خانہ پشاور، پاکستان، انیس

(۲) وينعقد ملتبساً بإيجاب من أحد هما وقبول من الأخر، إلخ، وشرط كل من العاقدين لفظ الأخر ليتحقق رضاهما وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معاً على الأصح. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب النكاح: ۲/۳٦۱، ظفير)

جنگل میں دس قدم ایک دوسرے سے فاصلے پر کھڑی ہوئیں، زید ان میں سے ایک کو اپنی طرف بلا رہا تھا، گواہ عمرو بکر جو الگ چھپے ہوئے تھے، ان پر زید کی نگاہ پڑی اور زید وہاں سے چلا آیا، گواہ بکر نے ان عورتوں سے دریافت کیا تو انہوں نے اقرار کیا کہ زید نے ایک روپیہ دینا کیا تھا، اس معاملہ میں دونوں گواہوں کی ایک ہی زبان ہے، راستہ وغیرہ دونوں گواہ برابر بتاتے ہیں، ایک گواہ نے جائے وقوع نہیں بتلائی؛ لیکن جو نشانات پہلے گواہ نے بتلائے تھے، وہی راستے بتلائے جن کے ہمراہ یہ دو گواہ مختلف اوقات میں جائے وقوع بتلانے گئے تھے، ان میں کا ایک سکریٹری جامع مسجد اور دوسرا ممبر ہے اور وہ دوارا کین بھی ان دو گواہوں کے بیان جائے وقوع کے بتلانے سے اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ زید جنگل میں گیا۔

دونوں گواہ صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں، دونوں میں دوستی ہے، ایک ہی جگہ کام کرتے ہیں، دونوں نے بے نکاح عورتیں رکھی ہوئی ہیں، زید یقیناً سنیما دیکھتے ہیں، زنا کا ثبوت نہیں ہے؛ لیکن یہ سب کچھ شک پر ہو رہا ہے، زید شادی شدہ ہے، صاحب اولاد ہے، عمر ۳۵/سال سے ۴۰/تک ہے، نو بچوں کا باپ ہے، اوپر لکھی باتوں پر زید کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۱۶۶، سیٹھ حاجی عمر ملاں (برار) ۲۶/شوال ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲/جنوری ۱۹۳۸ء)

الجواب

گواہوں کے پاس بے نکاحی عورتیں ہیں تو وہ خود فاسق ہیں، نیز دو سال پہلے کا واقعہ بیان کرنا بھی قابل سماعت نہیں، دو برس تک انہوں نے یہ واقعہ کیوں بیان نہیں کیا؟ اس کے اخفا کی وجہ سے بھی یہ شہادت قابل سماعت نہیں۔ ہاں! سنیما دیکھنے کی وجہ سے امام کی امامت مکروہ ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۳/۱۱۳-۱۱۴)

غیر محرم عورتوں میں بیٹھنے والے شخص کی امامت:

سوال: جو شخص امام ہو اور غیر محرم عورتوں میں بیٹھے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۱) ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۵۵۹-۵۶۰)

قال العلامة ابن البزار الکردری الحنفی: استماع صوت الملاهی کالضرب بالقضیب ونحوه حرام لقوله علیه السلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق و التلذذ بها کفر أی بالنعمة. (الفتاویٰ البزازیة علیٰ هامش الفتاویٰ الهندیة: ۶/ ۳۵۹، الباب الثالث فیما یتعلق بالمناهی) (والحدیث أخرجه البیهقی فی السنن الکبریٰ، من کتاب الشهادات، فی باب ماتجوز به شهادة أهل الأهواء، رقم الحدیث: ۲۰۹۲۰ - ۱۰/ ۳۵۶، دار الکتب العلمیة، بیروت، انیس)

الجواب

ایسا امام، جو غیر محرم عورتوں میں بیٹھے فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۸۴/۳-۲۸۵)

مطلقہ عورت کو رکھنے والے کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص مسجد کا امام ہے، اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی؛ مگر اس کو اب تک گھر میں رکھ چھوڑا ہے اور طلاق کے بعد اس سے بچے بھی ہوئے ہیں۔ مقتدی یہ کہتے ہیں کہ اس کے پیچھے ہماری نماز ہو جاتی ہے، طلاق دینے کا گناہ امام کو ہوا؛ مگر ایک شخص ایک روز جماعت سے علاحدہ ہو گیا اور کہا کہ میری نماز اس کے پیچھے نہیں ہوتی، اس پر امام صاحب نے کہا کہ یہ کافر ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟ اور اس نے جو کافر کہا، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر اس امام نے اپنی زوجہ کو طلاق رجعی دی تھی تو رجوع کر لینا بدونِ نکاح کے جائز ہے اور اگر بائنہ (یا مغلظہ طلاق) دی تھی تو اس عورت کا بدون (تجدید نکاح) یا حلالہ کے رکھنا درست نہیں ہے اور اگر اس نے ایسا کیا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی؛ کیوں کہ وہ فاسق ہے اور معزول کرنے کے قابل ہے اور امام کا کسی مقتدی کو کافر کہنا گناہِ کبیرہ ہے، اس کو توبہ کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: عزیز الرحمٰن

(ویکره (إلٰی قوله) وخلف فاسق، إلخ، فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم، لما ذکرنا، إلخ. (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۹۴/۳-۲۹۵)

---

(۱) ویکره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار)

بل مشٰی فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب: فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

غیر محرم عورتوں کے سلسلہ میں لکھا ہے: (فإن خاف الشهوة) أو شک (امتنع نظره إلٰی وجهها) فحل النظر مقید بعدم الشهوة ... وهٰذا فی زمانهم، وأما فی زماننا فمنع من الشابة. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس: ۳۵۲/۵، ظفیر)

(۲) رد المحتار: ۵۲۳/۱، مهدی (کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

عن أبی ذر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق، ولا یرمیه بالکفر إلا ارتدت علیه إن لم یکن صاحبه کذلک". {رواه البخاری} (مشکٰوة، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، جمیل (الفصل الأول، رقم الحدیث: ۴۸۱۶، انیس)

جو مطلقۂ مغلظہ عورت کو بلا حلالہ رکھے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: پیش امام مسجد نے اپنی زوجہ کو تین چار مرتبہ طلاق دیکر گھر سے نکال دیا اور پھر بلا حلالہ کے اس کو گھر میں رکھ لیا، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

بدون حلالہ کے مطلقہ ثلاثہ کو رکھنا اور اس کو زوجہ بنانا حرام ہے۔ وہ شخص فاسق وزانی ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۱۷/۳)

مطلقہ ثلاثہ کو بغیر حلالہ کے رکھنے والے کی امامت:

ایک شخص اپنی بیوی کو ایک ہی بیٹھک میں تین طلاق دیدیتا ہے، اس کے بعد بستی کے کل لوگ مجبور کرتے ہیں کہ پھر اس سے شادی کرلیا جائے، چونکہ مطلقہ عورت اندھی ہے، لوگوں کے مجبور کرنے پر اس شخص نے مختلف جگہوں سے فتاوی منگوایا، ہر جگہ سے شادی نہ کرنے کا جواب آیا، جب تک کہ حلالہ نہ ہو؛ لیکن مدرسہ اصلاح المسلین سے جواب آیا کہ ان کا نکاح ثانی کیا جاسکتا ہے، چوں کہ ایک بیٹھک میں تین طلاق ایک طلاق کے مانند ہوتی ہے۔ دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

"کان الطلاق علیٰ عهد رسول الله صلیٰ الله علیه وسلم، وأبی بکر وسنتین من خلافة عمر طلاق الثلثة واحدة" أو کماقال. (مسلم)(۲)

اس فتوی کی بنا پر وہ شخص اپنی بیوی پر ترس کھا کر چوں کہ وہ اندھی تھی اور عدت اپنے شوہر کے گھر میں گزار رہی تھی، اس کی فریاد اور عاجزی قابل رحم تھی، لہذا وہ نکاح کرلیتا ہے۔ گزارش ہے کہ چوں کہ یہ امام مسجد بھی ہیں اور کچھ لوگوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا بھی چھوڑ دیا، اکثر لوگ نماز پڑھتے ہیں، اب بستی میں نزاع کی صورت پیدا ہوگئی ہے، ممکن ہے کہ فتنہ پیدا ہوجائے۔ حضور ارشاد فرمائیں کہ کون سی صورت عورت کے ساتھ اب اختیار کی جائے؟ دیگر ان کے پیچھے نماز پڑھی جائے یا نہیں؟ اکثریت ان کے ساتھ اس لیے ہے کہ یہ بستی میں کل لوگوں سے زیادہ پرہیزگار اور پابند شرع ہے، اس کے مقابلہ میں دوسرا کوئی نہیں، جس کو امام بنایا جائے۔

(۱) ویکره إمامة عبد، إلخ، وأعرابی، إلخ، وفاسق، إلخ. (الدر المختار)

من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی وآکل الربوٰ ونحو ذلک. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب: فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) الصحیح لمسلم، باب طلاق الثلاث (ح: ۱۴۷۲) انیس

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

حنفی مذہب کے مطابق یہ نکاح صحیح نہیں ہے، اس کی بیوی بے غیر حلالہ کے اس پر حرام ہے، (۱) جب تمام جگہ سے یہی فتوی آیا ہے کہ نکاح حرام اور ناجائز ہے تو سب کو چھوڑ کر اہل حدیث (غیر مقلد) کے فتوی پر عمل کرنا اور پھر اپنے کو حنفی ٹھہرانا غلط ہے؛ کیونکہ یہ نفس پروری ہے، فتویٰ کی اتباع نہیں ہے؛ بلکہ ہوا وہوس کی اتباع ہے، یہ تقوی اور پرہیز گاری نہیں ہے؛ بلکہ نفس پرستی ہے، لہذا ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے۔ خصوصاً ایسے شخص کو جو اوپر مذکور ہوا، جس سے فتنہ پیدا ہو، نزاع ہو، تفریق بین المسلمین ہو۔

مگر حنفی مسلک پر اس شخص کو فوراً بیوی کو الگ کر دینا چاہیے؛ تاکہ وہ عدت گزار کر دوسری جگہ شادی کر لے، ان امام کو بڑا ترس ہے تو اس کی دوسری جگہ اپنی کوشش سے شادی کرا دیں، یا باوجود مطلقہ ہونے کے گزارہ دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالصمد رحمانی۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۲۹۶-۲۹۷)

تین طلاق کے بعد رکھنے والے کے احکام: امامت، جنازہ، معاشرہ وغیرہ:

سوال (۱) زید نے بقائمئ ہوش وحواس معززین شہر کے سامنے بجبر واکراہ تین طلاق دے دی، آیا دوبارہ اس مطلقہ کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ نکاح کر سکتا ہے اگر کر سکتا ہے تو کن شرائط کے ساتھ؟

(۲) اگر زید مذکور تین طلاق کے بعد تجدید نکاح کرے اور دلیل میں یہ کہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے؛ اس لیے میں نے ایسا کیا۔ کیا یہ قول اس کا معتبر ہے؟

(الف) کیا امام شافعیؒ، یا کسی اور امام کا یہ مسلک ہے کہ تین طلاق کے بعد تجدید نکاح کر کے مطلقہ کو رکھے؟

(ب) مقلد امام ابوحنیفہؒ ہو کر ایسا کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

(ج) ایسے شخص کے ساتھ معاشرت خورد ونوش مصاحبت وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

(د) اگر یہ شخص مر جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہیے، یا نہیں؟

(ہ) ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟

---

(۱) كان عبد اللّٰه إذا سئل، عن ذٰلك، قال لأحدهم: أما أنت طلقت امرأتك مرة أو مرتين، فإن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أمرني بهٰذا وإن كنت طلقتها ثلاثاً فقد حرمت عليك، حتٰى تنكح زوجاً غيرك، وعصيت اللّٰه فيما أمرك من طلاق امرأتك. (الصحيح المسلم، كتاب الطلاق، رقم الحديث: ١٤٧١)

قد اختلف العلماء فيمن قال لامرأته أنت طالق ثلاثاً فقال الشافعي ومالك وأبو حنيفة وأحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث. (نووی شرح مسلم، باب طلاق الثلاث: ٣٢٨/٥)

(ز)　اگر وہ لوگوں کے بتلانے کے بعد اس بیوی کو مثل منکوحہ سمجھے تو عام مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا معاملہ رکھنا چاہیے؟

(و)　کیا اس کا کوئی کفارہ ہوسکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

(۱)　اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوگی، اب اس سے نکاح حرام ہے۔(۱)

(۲)　اگر کوئی شخص بیک وقت تین طلاق دے مثلاً کہے: ”أنت طالق ثلاثاً“ تو یہ طلاق مغلظہ باتفاق ائمہ اربعہ واقع ہوجاتی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف نہیں، ان کے نزدیک بھی تجدید نکاح بغیر حلالہ کافی نہیں، لہٰذا زید کا قول غلط ہے، ایسا شخص ائمہ اربعہ اور اجماع اور نص قطعی کے خلاف کرتا ہے، جب تک کہ شخص مذکور عورت مذکورہ سے قطع تعلق نہ کرے اور اپنی اس حرکت سے سچی توبہ نہ کرے اس سے معاشرت ومجالست ترک کردی جائے؛ تاکہ وہ تنگ آکر اپنی حالت شریعت کے مطابق بنائے۔(۲)

اس کی جنازہ کی نماز ضرور پڑھی جائے،(۳) البتہ اگر کوئی مقتدا شخص اس غرض سے اس کے جنازہ کی نماز میں شریک نہ ہو کہ لوگوں کو عبرت ہو اور وہ ایسے کام نہ کریں تو گنجائش ہے،(۴) زید مذکور کی امامت بھی مکروہِ تحریمی ہے،(۵)

(۱)　﴿حتّٰى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية (سورة البقرة: ۲۳۰)

”وعن عائشة رضي الله عنها: أن رفاعة القرظي تزوج امرأة ثم طلقها، فتزوجت آخر، فأتت النبي صلى الله عليه وسلم فذكرت له: أنه لا يأتيها، وأنه ليس معه إلا مثل هدبة، فقال: ”لا، حتّٰى تذوقي عسيلته ويذوق عسيلتک“. (صحيح البخاري، كتاب الطلاق، باب إذا طلقها ثلاثاً، ثم تزوجت بعد العدة زوجاً غيره، فلم يمسها: ۸۰۱/۲، قديمي (ح: ۵۳۱۷) انيس)

(۲)　قال الملا علي قاري رحمه اللّٰه تعالٰى تحت هٰذا الحديث: ”(لا يحل لرجل أن يهجر أخاه الخ) قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب علٰى أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق اللّٰه تعالٰى، فيجوز فوق ذلک ... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة علٰى مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق“. (مرقاة المفاتيح للملا علي القاري، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر و التقاطع، واتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۷۵۸/۸، رشيدية)

(۳)　وهي فرض علٰى كل مسلم مات، خلا بغاة، وقطاع طريق إذا قتلوا في الحربِ ... وكذا مكابر في مصر ليلاً بسلاح وخناق. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب: هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي: ۲۱۰/۲، سعيد)

(۴)　وعن مالک وغيره، أن أهل الفضل لا يصلون على الفساق زجراً لهم. (الشرح الكامل للنووي على الصحيح لمسلم، كتاب الجنائز، باب ترک الصلاة، على القاتل نفسه: ۳۱۴/۲، قديمي)

(۵)　ويكره إمامة عبد وأعرابي و فاسق و أعمٰى. (الدر المختار)　==

پس کفارہ یہی ہے کہ عورت مذکورہ کو علاحدہ کردے اور خدائے پاک کے سامنے سچی توبہ کرے، اس نکاح کے دوام پر اصرار سخت خطرناک ہے۔

اس مسئلہ پر مستقل رسائل: ''الأعلام المرفوعة فی حکم الطلقات المجموعة ''اور '' الأزهار المربوعة '' وغیرہ بھی تصنیف ہوئے ہیں، جن میں استدلال بالحدیث کی حیثیت سے کافی بحث کی گئی ہے۔

وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلٰی أنه يقع ثلاث. قال فی الفتح: بعد سوق الأحاديث الدالة عليه: وهٰذا يعارض ما تقدم، وأما إمضاء عمر الثلاث عليهم مع عدم مخالفة الصحابة له وعلمه بأنها كانت واحدة فلايمكن إلاوقد اطلعوا فی الزمان المتأخر علٰی وجود ناسخ أو لعلمهم بأنتهاء الحكم لذلک لعلمهم بإناطته بمعان علموا انتفاء ها فی الزمن المتأخر. وقول بعض الحنابلة: توفی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم عن مائة ألف عين رأته، فهل صح لكم عنهم أوعن عشر عشر عشرهم القول بوقوع الثلاث باطل؟ أما أولاً فإجماعهم ظاهر؛ لأنه لم ينقل عن أحد منهم أنه خالف عمر رضی اللّٰه عنه حين أمضٰی الثلاث، ولايلزم فی نقل الحكم الإجماعی عن مائة ألف تسمية كل فی مجلد كبير لحكم واحد علٰی أنه إجماع سكوتی. وأما ثانياً فالعبرة فی نقل الإجماع نقل ما عن المجتهدين.

والمائة ألف لايبلغ عدة المجتهدين الفقهاء منهم أكثر من عشرين كالخلفاء والعبادلة وزيد بن ثابت ومعاذ بن جبل وأنس وأبی هريرة والباقون يرجعون إليهم ويستفتون منهم. وقد ثبت النقل عن أكثرهم صريحاً بإيقاع الثلاث ولم يظهر لهم مخالف فماذا بعد الحق إلا الضلال وعن هٰذا قلنا: لو حكم حاكم بأنها واحدة لم ينفذ حكمه؛ لأنه لا يسوغ الاجتهاد فيه، فهو خلاف. (ردالمحتار: ۵۷۶/۲)(۱)

اعلاء السنن جلد: ۱۱، کے اخیر میں اس مسئلہ پر نہایت مبسوط و مدلل کلام کیا ہے، من شاء البسط فليراجع إليه. (۲)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/شوال/۱۳۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/شوال/۱۳۶۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۳/۶-۲۲۴)

== ''قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، و لعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، و الزانی وآكل الربا ونحو ذلک... فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، وبأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعا... علٰی أن كراهة تقديمه كراهة تحريم''. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱ أ ۵۶۰، سعيد (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس)

(۱) ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۲۳۳/۳، سعيد (مطلب: طلاق الدور، انيس

(۲) إعلاء السنن، كتاب الرقة هل وقوع الطلاق البدعی مسألة خلافية بين الصحابة والتابعين: ۷۵۲/۱۱، إدارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشی)

اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک امام مسجد نے ایک شخص کو چار سو روپے دے کر اس سے عورت کو طلاق دلوائی، اب وہ مطلقہ اور امام ایک کوٹھری میں اکیلے رہتے ہیں، کیا اب ان کا نکاح بعد میعاد عدت ہوسکتا ہے، نیز امامت اس کی جائز ہے، یا نہیں؟ عورت مذکور کو وہ مثل لونڈی شمار کرے، یا نہیں؟

الجواب

بعد عدت کے نکاح ہوسکتا ہے اور قبل نکاح وہ عورت اجنبیہ ہے، خلوت اس کے ساتھ حرام ہے،(۱) اور باندی سمجھنا اس کو غلط ہے اور جہالت ہے اور امام مذکور لائق امامت کے نہیں ہے، اس کو امامت سے معزول کیا جاوے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۲۳/۳)

سالی سے مذاق کرنے والے کی امامت:

سوال: زید وعمر آپس میں ہم زلف (۳) ہیں اور زید مذکور اپنی سالی کے ساتھ ناشائستہ مذاق کرتا ہے اور دواعی جماع کا ظاہراً ارتکاب کرتا ہے، اسی بنا پر عمر نے زید کے ساتھ اپنے تعلقات کو ختم کر دیا، لہٰذا زید کا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور عمر کا اس طرح زید سے تعلق ختم کر دینا بھی جائز ہے، یا نہیں؟ اور نیز یہ دونوں حضرات امام ہیں، لہٰذا ان دونوں کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں، یا ظالم ومظلوم میں کچھ رعایت ہے؟ اور یہ تحریر کریں کہ کن کن لوگوں سے شرعی پردہ درست ہے؟

---

(۱) وفی الأشباه: الخلوة بالأجنبية حرام. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر و المس: ۳۲۳/۵، ظفیر)

عن ابن عباس قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يخلون رجل بامرأة إلا ومعها ذو محرم ولا تسافر المرأة إلا مع ذی محرم فقام رجل فقال: إن امرأتی خرجت حاجة وإنی اكتتبت فی غزوة كذا وكذا فقال عليه الصلاة والسلام: انطلق فحج مع امرأتک. (الصحيح لمسلم، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج (ح: ۱۳۴۱)/ صحيح البخاری، باب لا يخلون رجل بامرأة إلا فی محرم (ح: ۵۲۳۳)/ مسند أبی يعلىٰ الموصلی، أول مسند ابن عباس (ح: ۲۳۹۱)/ صحيح ابن خزيمة، باب ذكر خروج المرأة لأداء فرض الحج (ح: ۲۵۲۹) انیس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدرالمختار)

بل مشى فی شرح المنية أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب: فی تكرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۳) ''ہم زلف: ساڑھو، سالی کا خاوند''۔ (فیروز اللغات، فیروز سنز لاہور)

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

یہ طریقہ خلاف شرع ہے اور نا جائز ہے، سالی کو پردہ کرنا لازم ہے، تنہائی اس کے ساتھ حرام ہے، (۱) اگر زید فہمائش کے بعد بھی اپنی حرکت سے باز نہیں آیا اور اس کے فتنہ سے حفاظت کے لیے عمر نے اس سے قطع تعلق کر دیا اور اپنی بیوی کی اس طرح اس سے حفاظت کر لی تو بہت اچھا کیا، اس کو ایسا ہی کرنا چاہیے، ایسا کرنے سے عمر کی امامت میں کوئی خلل نہیں، (۲) زید البتہ خطا وار ہے اس کو توبہ واحتیاط لازم ہے، (۳) ورنہ وہ منصب امامت سے علاحدہ کرنے کے قابل ہوگا، (۴) جن لوگوں سے کسی وقت بھی نکاح جائز ہے ان سے پردہ کرنا لازم ہے۔ (۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۱۵-۱۱۶)

غیر محرم عورتوں سے بدن دبوانے والے کی امامت:

سوال: زید ایک مسجد میں امام ہے اور قرآن مجید کا حافظ ہے اور پانی پتی لہجہ میں پڑھتا ہے؛ مگر اس کی شادی نہ ہونے کی وجہ سے بعض بعض باتیں خلافِ شرع معلوم ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے بعض نے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنی ہی چھوڑ دی ہے اور بعض بادل ناخواستہ پڑھتے ہیں اور خلافِ شرع یہ باتیں ہیں:

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ و لايبدين زينتهن إلا لبعولتهن أو آبائهن أو آباء بعولتهن أو أبنائهن أو أبناء بعولتهن،أو إخوانهن أو بنی إخوانهن،أو أخواتهن،أو نسائهن ، أوما ملكت أيمانهن،أو التابعين غير أولی الإربة من الرجال أو الطفل ﴾(سورة النور: ۳۱)

(والخلوة بالأجنبية حرام.(الدرالمختار،كتاب الحظروالإباحة،فصل فی النظر واللمس: ۶/۳۶۸،سعيد)

(۲) قال الخطابی: رخص للمسلم أن يغضب علیٰ أخيه ثلاث ليال لقلته،ولايجوز فوقها،إلا إذا كان الهجران فی حق من حقوق اللّٰه تعالیٰ،فيجوز ذلک...فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة علیٰ مر الأوقات،ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلیٰ الحق.(مرقاة المفاتيح،كتاب الآداب،باب ما ينهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات،الفصل الأول (رقم الحديث : ۵۰۲۷) : ۸/۷۵۸-۷۵۹ ،رشيدية)

(۳) عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه قال :قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم:"للّٰه أشد فرحاً بتوبة أحدكم بضالته إذا وجد". قال النووی: واتفقوا علیٰ أن التوبة من جميع المعاصی واجبة علی الفور،لا يجوز تاخيرها،سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة،إلخ".(الصحيح لمسلم ماشرحه الكامل للنووی،كتاب التوبة: ۲/۳۵۴،قديمی)

(۴) إن للأمة خلع الإمام وعزله بسبب يوجبه،مثل أن يوجد منه ما يوجب اختلال أحوال المسلمين وانتكاس أمور الدين كما كان لهم نصبه وإقامته لانتظامها وإعلائها،وان أدی خلعه إلیٰ فتنة احتمل أدنی المضرتين.(ردالمحتار،كتاب الجهاد ،باب البغاة: ۴/۲۲۴،سعيد)

(۵) ومن محرمه هی من لايحل له نكاحها أبداً بنسب أو سبب ولو بزنا.(الدرالمختار،كتاب الحظر والإباحة،فصل فی النظرواللمس: ۶/۳۶۵،سعيد)

کہ ایک دفعہ حافظ صاحب مرضِ نمونیہ میں مبتلا ہوگئے تو حالتِ مرض میں غیر محرم مستورات سے بدن دبواتے رہے جو کہ حافظ کی دور کی رشتہ دار ہیں، مثلاً: ایک چچی ہے جس میں بہت دور کا واسطہ ہے اور اسی طرح سے ایک دور کے چچا زاد بھائی کی عورت ہے جس کو حافظ صاحب بھاوج کہہ کر پکارا کرتے ہیں اور ایک دو عورتیں ایسی اور بھی ہیں، جن کے ساتھ دور کا رشتہ ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو نفرت ہوگئی ہے۔

اور ایسے ہی ایک شکایت اور ہے، ایک دفعہ حافظ جی صاحب اسی مذکورہ بھاوج کے ساتھ بازار میں جاتے دیکھے گئے ہیں اور ایسے ہی ایک دفعہ اسی بھاوج کے ساتھ ہنسی اور دل لگی کرتے دیکھا گیا ہے، جس کے باعث لوگ بہت متنفر ہیں اور بعض نے ان کے پیچھے نماز بھی ترک کردی ہے، لہٰذا ارشاد فرماویں کہ آیا ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے یا ناجائز؟ باحوالہ تحریر فرماویں؟ بینوا بالبرہان وتوجروا عندالرحمٰن۔

(محمد الدین، مدرسہ عربیہ خیر العلوم، مقام سرسہ محلّہ کھٹیکان، ضلع حصار)

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

صرف اتنی باتوں سے بدگمان ہوکر ان کے پیچھے نماز چھوڑ دینا اور ان سے نفرت کرنا مناسب نہیں، بہتر یہ ہے کہ نرمی اور مناسب طریقہ سے ان کو سمجھا دیا جائے کہ آپ کی ان باتوں سے لوگوں کو بدگمانی اور نفرت پیدا ہوتی ہے، (۱) لہٰذا آپ احتیاط کریں، خصوصاً جب کہ آپ کی شادی بھی نہیں ہوئی تو اور زیادہ بدگمانی کا موقع ہے، ویسے بھی شرعاً اجنبی عورت کے ساتھ یعنی نامحرم (جس سے پردہ فرض ہو) خلوت ممنوع ہے، (۲) ذرا ذرا سی بات پر امام کو علیٰحدہ کرنا تو آسان ہوتا ہے؛ لیکن پھر صالح اور صحیح پڑھنے والے امام کا ملنا مشکل ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۲/۱۳۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۴/۲/۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۱۷-۱۱۸)

---

(۱) قال اللّٰه تعالٰى: ﴿أدع إلٰى سبيل ربک بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن﴾ (سورة النحل: ۱۲۵)

(۲) اس لئے ان کے اوپر توبہ لازم ہے، اگر اس سے بعد توبہ پرہیز کریں تو امامت کریں ورنہ انہیں امامت سے علیٰحدہ کردیا جائے۔ انیس

قال اللّٰه تعالٰى: ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم﴾ (سورة النور: ۳۰)

"سمعتُ أبا أمامة رضي اللّٰه عنه يقول: رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: "اكفلوا لي ستاً اكفل لكم بالجنة: إذا حدث أحدكم فلا يكذب، وإذا أوتمن فلا يخن، وإذا وعد فلا يخلف، وغضوا أبصاركم، وكفوا أيدكم، واحفظوا فروجكم"

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "إن النظرة سهم من سهام إبليس مسموم، من تركها مخافتي، أبدلته إيماناً يجد حلاوته في قلبه". ==

نوجوان بیوہ سے پاؤں دبوانے والے کی امامت:

سوال: ایک امام مسجد کچھ دنوں سے بیمار تھے، نوجوان ہیں اور غیر شادی شدہ بھی، انہوں نے بھتیجے کی بیوی کو جو بیوہ ہے اور نوجوان بھی ہے، اپنی خدمت کے لیے رکھ لیا ہے، اس سے پیر بھی دبواتے ہیں، جب نمازیوں نے اعتراض کیا تو جواب دیا کہ ہسپتال والوں میں نرسیں بھی تو رہتی ہیں، اب نمازیوں میں دو گروپ ہو گئے، ایک کہتا ہے کہ وہ بیٹی سمجھ کر پیر دبواتے ہیں، دوسرا کہتا ہے کہ یہ عورت بیوہ غیر محرم ہے، اس سے ایسی خدمت کیوں لی گئی؟ اب ان امام کے متعلق علمائے دین کا کیا فتویٰ ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

امام صاحب کو چاہئے کہ اس بیوہ سے نکاح کر لیں، پھر اس طرح کی خدمت لیں، (۱) نامحرم سے اس طرح خلط ملط نہ رکھیں، (۲) اگر امام نہ مانیں تو ان کو امامت سے الگ کر کے کسی پابندِ شریعت اور متبع سنت کو امام تجویز کر لیا جائے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۸/۶-۱۱۹)

متہم کی امامت:

سوال: ایک شخص حافظ قرآن ہے؛ مگر اس پر چند الزامات لگائے جاتے ہیں کہ غیر مذہب کی عورت ان کے گھر میں بلا نکاح ہے؛ لیکن حافظ صاحب نکاح کرنا ظاہر کرتے ہیں اور مسلمان کرنا بھی ظاہر کرتے ہیں؛ مگر ثبوت کامل نہیں ہے، اس کی امامت صحیح ہے، یا نہیں؟

== عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "كل عين باكية يوم القيامة إلا عيناً غضت محارم الله، وعينا سهرت في سبيل الله، وعيناً يخرج منها مثل رأس الذباب من خشية الله عزوجل". (تفسير ابن كثير: ۳۷۶/۳-۳۷۷، دار الفيحاء دمشق)

الخلوة بالأجنبية حرام. (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۳٦۸/٦، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿وأنكحوا الأيامىٰ منكم﴾ (سورة النور: ۳۲)

الأيامىٰ جمع أيم، ويقال ذلك للمرأة التي لازوج لها وللرجل الذي لا زوجة له، سواء كان قد تزوج ثم فارق، أو لم يتزوج واحد منها". (تفسير ابن كثير: ۳۸۳/۳، دار الفيحاء دمشق)

(۲) الخلوة بالأجنبية حرام، إلا لملازمة مديونة هربت ودخلت خربة أو كانت عجوزاً شوهاء، أو بحائل. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۳٦۸/٦، سعيد)

(۳) والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوة وتجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن. (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱-۵۵۸، سعيد)

الجواب

چونکہ مسلمان پر حسن ظن کرنا چاہیے اور بدظنی نہ کی جائے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ (۱)

لہٰذا جب کہ وہ امام صاحب مسلمان کرنا اس عورت کا اور نکاح کرنا بیان کرتے ہیں تو اس کا اعتبار کرنا چاہیے اور الزام معصیت ان پر نہ لگایا جاوے اور امامت ان کی صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۴۹-۲۵۰)

جس کو متہم کیا جائے، اس کی امامت:

سوال: زید کی والدہ نے چند مرتبہ یہ کہا ہے کہ زید کی زوجہ سے میرا شوہر صحبت کرتا ہے اور زید کو والدہ کے کہنے کا بالکل یقین نہیں ہے، اس صورت میں کیا حکم ہے اور زید کو امام بنا سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

زید کی والدہ کے اس کہنے سے زید کی زوجہ زید پر حرام نہیں ہوئی، (۲) اور ایسی خبر کا یقین نہیں کرنا چاہیے، (۳) اور زید کو امام بنانا صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۴۶-۱۴۷)

متہم فاسق کی امامت:

سوال: ایک لڑکی کا خسر بدنیت ہے، اپنے بیٹے کی زوجہ کی عزت خراب کرنا چاہتا تھا، چناں چہ لڑکی کا بیان ہے کہ میں نے سر دھوکر کرتہ اتارا تھا کہ میرا خسر دیوار کود کر مکان میں آیا، میں نے شور مچایا، وہ بھاگ گیا اور کوئی بات نہیں ہوئی، پس اس شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟ اور زوجہ اپنے شوہر کے نکاح سے خارج ہوگئی، یا نہیں؟ ایسے باپ کے ساتھ بیٹا کیا برتاؤ کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جب کہ کوئی بات موجب حرمت مصاہرت نہیں ہوئی، جیسا کہ عورت کا بیان ہے تو وہ عورت اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوئی؛ لیکن ایسے متہم فاسق شخص کو امام نہ بنانا چاہیے، اگرچہ نماز اس کے پیچھے ہوجاتی ہے؛ مگر اس کو امام بنانا مناسب نہیں ہے، جب کہ اس کی شرارت معلوم ہوگئی، (۴) اور بحالت موجودہ بیٹے کو باپ کے ساتھ کوئی گستاخی نہ کرنی چاہیے؛ لیکن اپنی زوجہ کو علیاحدہ رکھنے کا انتظام کرسکے تو کرے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۴۵)

---

(۱) سورة الحجرات: ۱۲، انیس

(۲) تزوج بكراً فوجدها ثيباً وقالت أبوك فظني إن صدقهابانت بلامهر، وإلالا. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، فصل في المحرمات: ۳۸٤/۲، ظفير)

(۳) منها: الشهادة في الزناء يعتبر فيها أربعة من الرجال. (الهداية، كتاب الشهادات: ۱۳۸/۳، ظفير)

(۴) أن كراهة تقديمه أى الفاسق كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱) ==

جس پر عورت تہمت لگائے، اس کی امامت:

سوال: ہندہ بیوہ ایک بازاری عورت اپنا حمل حرام امام مسجد کا بتلاتی ہے اور امام انکار کرتا ہے کہ یہ مجھ پر ناحق الزام لگاتی ہے، چند اشخاص امام کو معزول کرنا چاہتے ہیں، شرعاً اس امام کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

جب کہ کوئی شہادت زنا کی موجود نہیں ہے تو زنا اور حمل زنا سے ہونا ثابت نہیں ہے، (۱) اور محض اتہام ہے۔ پس امامت امام میں اس وجہ سے کچھ کراہت نہ ہوگی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۱/۳)

غلط تہمت جس پر لگائی جائے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص عمدہ قرآن شریف پڑھتا ہے اور شریف آدمی ہے۔ غرض شہر بھر قابل امامت اس کو جانتا ہے صرف ایک شخص اس پر یہ الزام لگاتا ہے کہ یہ سفلی عمل پڑھتا ہے۔ اس نے دو ہندوؤں کو گواہ کرلیا ہے کہ بے شک یہ سفلی عمل پڑھتا ہے۔ وہ امام بالکل انکار کرتا ہے۔ اب یہ فرمائیے کہ جو شخص ایسے نیک امام پر کہ جس کو تمام بستی کے آدمی اچھا جانتے ہوں الزام لگادے، اس کی کیا سزا ہے؟

الجواب

جب کہ اس الزام و تہمت کا کچھ ثبوت نہ ہو، جو امام پر لگایا تو امامت اس کی بلا کراہت صحیح ہے، جھوٹا الزام لگانے والا فاسق ہے اور عاصی ہے، توبہ کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۱۱/۳)

بلا ثبوت زنا کی تہمت لگانے والے کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال: ایک شخص کسی پر بلا ثبوت، زنا کی تہمت لگاتا ہے، ایسے شخص کا کیا حکم ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟

الجواب

کسی شخص پر زنا کی جھوٹی تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے، (۲) اگر ایسا کرنے والا توبہ نہ کرے تو فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے؛ لیکن اگر نماز پڑھ لی گئی تو ادا ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۹۱/۵/۶ھ (فتویٰ نمبر ۲۲/۵۹۶ب) الجواب صحیح بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ (فتاویٰ عثمانی: ۴۴۷/۱)

== ویکره تقديم العبد، إلخ، والفاسق؛ لأنه لايهتم لأمر دينه، إلخ، وإن تقدموا اجاز لقوله عليه السلام: صلوا خلف كل برّ و فاجر. (الهداية، باب الإمامة: ۵۷/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت. ظفير)

(۱) الشهادة فى الزناء يعتبر فيها أربعة من الرجال لقوله تعالىٰ. (الهداية، كتاب الشهادات: ۱۳۸/۳، ظفير)

(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے: سورۂ نور کی آیت: ۴ ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ﴾ الآیۃ' کے تحت تفسیر معارف القرآن، ۳۵۳/۶) ==

مشتبہ اور بدنام کو امام بنانا کیسا ہے:

سوال: ایسے امام کے پیچھے جو تنہا رہتا ہو اور اکثر بے ریش لڑکے اس کے پاس تنہائی میں پائے گئے ہوں اور اس کی بابت محلّہ میں بدچلنی کا شہرہ بھی ہو تو نماز بلا کراہت درست ہے، یا نہیں؟ دوسرے نیک آدمی کے ہوتے ہوئے جو کہ عفیف ہے، اس کو نماز پڑھانے دینا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

ایسی حالت میں اس امام کو نماز پڑھانا مکروہ ہے؛ کیوں کہ مقتدیوں کی کراہت اس کی امامت سے بوجہ امام کی خرابی کے ہے، لہٰذا ایسے امام کو نماز پڑھانا نہ چاہیے اور دوسرا شخص جو عفیف وصالح ہے، وہ امام ہونا چاہیے۔

قال في الدر المختار: (ولوأمّ قوماً وهم له كارهون) أن الكراهة (لفساد فيه أولأنهم أحق بالإمامة كره) له ذٰلک تحريماً لحديث أبی داؤد : ''لا يقبل الله صلوٰة من تقدم قوماً وهم له كارهون'' إلخ. (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۵۵/۳)

جس امام پر شبہ ہو کہ اس نے زنا کیا:

سوال: ایک شخص امام مسجد ہے، اس نے اپنی زوجہ کی والدہ سے زنا کیا ہے، حالانکہ وہ چار سال سے بیوہ تھی، اس کو حمل بھی ہوا، اگرچہ شہادت زنا ثابت نہیں؛ مگر وہاں بسبب پردہ اور کوئی داخل نہیں ہوسکتا تھا، اس کی اہلیہ نابالغہ تھی، دو گاؤں کا اس کے اس برے فعل پر پورا شک ہے، ایسا شخص قابل امامت ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ امام مذکور کی طرف ایسا شبہ ہے تو اس کو امام نہ بنانا چاہیے اور اس کو بھی چاہیے کہ امام نہ بنے۔

لقوله عليه الصلاة والسلام: ''من أم قوماً وهم له كارهون''. (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۷۴/۳)

بغیر ثبوت جس امام پر تہمت لگائی جائے، اس کی امامت:

سوال: یہاں کے مہتمم صاحب کے نام کسی شخص نے ایک خط لکھ کر مسجد کے پیش امام پر یہ الزام لگایا کہ تمہارے امام نے اپنی پہلی منکوحہ کی لڑکی سے نکاح کیا ہے، بھیجنے والے نے اپنا نام و پتہ خط میں نہیں لکھا، اس خط کے سوا کوئی ثبوت

== الكبيرة السابعة والثامنة والثلاثون بعد المأتين: قذف المحصن أو المحصنة بزنا أو لواط والسكوت على ذلک. (الزواجر عن إقتراف الكبائر، الكبيرة السابعة والثامنة والثلاثون بعد المأتين: ۸۵/۲، دار الفكر بيروت. انيس)

(۱-۲) الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفير

اور گواہ نہیں ہے اور امام مذکور کو اس معاملہ سے صفا انکار ہے تو شرعاً ایسے خط پر اعتبار کر کے مذکورہ امام کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے خط اور تحریر لا پتہ کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور جب کہ امام مذکور واقعہ مذکورہ سے انکار کرتے ہیں تو محض اس تحریر غیر ثابت کی بنا پر امام صاحب موصوف کو متہم بفعل مذکور نہیں کر سکتے اور ان کو امامت سے معزول نہیں کر سکتے اور خیرات ومبرات سے ان کو محروم نہیں کر سکتے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْراً مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ الآية(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۷۹/۳)

جس پر زنا کی تہمت لگائی دی جائے؛ مگر گواہ کوئی نہ ہو، اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: زید ایک مسجد میں امام ہے، عام لوگوں نے یہ شہرت دی ہے کہ زید نے ہندہ کیساتھ زنا کیا ہے، عینی شہادت کوئی نہیں دیتا، سنا سنائی کہتے ہیں، اس صورت میں زید کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے، یا نہ؟ اور جن لوگوں نے تہمت لگائی، ان کی نسبت کیا ارشاد ہے؟

الجواب

بدون کسی ثبوت کے زید پر ایسا اتہام لگانا، حرام اور ناجائز ہے، تہمت لگانے والے گنہگار اور عاصی ہیں، وہ توبہ کریں، (۲) اور زید کی امامت درست ہے، بے تأمل اس کے پیچھے نماز پڑھیں۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۲۱/۳)

---

(۱) سورۃ الحجرات: ۱۲، ظفیر

(۲) القذف هو لغةً الرمي وشرعاً الرمي بالزنا وهو من الكبائر بالإجماع. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب حد القذف: ۲۳۰/۳، ظفير)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: اجتنبوا السبع الموبقات، قالوا يا رسول اللّٰه وما هن؟ قال: الشرك باللّٰه والسحر وقتل النفس التي حرم اللّٰه إلا بالحق وأكل الربا وأكل مال اليتيم والتولي يوم الزحف وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات. (صحيح البخاري، باب رمي المحصنات (ح: ٦٨٥٧) / صحيح مسلم، باب بيان الكبائر وأكبرها (ح: ٨٩) انيس)

فأصل القذف الرمي ثم استعمل في السب ورميها بالزنا أو ما كان معناه حتى غلب عليه. (تاج العروس، مادة قذف: ٢٤١/٢٤، دار الهداية. انيس)

تنبيه: عد القذف هو ما اتفقوا عليه لما علمت من النص في الآيتين الكريمتين المتقدمتين على ذلك صريحا في الأولىٰ للنص فيها على أن ذلك فسق. (الزواجر عن إقتراف الكبائر، الكبيرة السابعة والثامنة والثلاثون بعد المأتين: ٩٠/٢، دار الفكر بيروت. انيس)

بلاثبوت، زنا کی تہمت لگانے والے کی امامت:

سوال (۱) عشرت نام کا ایک شخص، ایک پاک دامن عورت پر جھوٹا الزام لگاتا ہے، جس کا اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے؟

(۲) اگر ایسا شخص امامت کرے تو کیا اس کی امامت جائز ہے؟

(۳) زنا ثابت ہونے کے لئے ہماری شریعت نے کیا اصول مقرر فرمایا ہے؟

هو المصوب

(۱) جھوٹا الزام لگانے والے کو سمجھایا جائے کہ وہ اپنی اس شنیع حرکت سے باز آجائے اور اگر وہ نہیں مانتا تو اس پر اس طرح کا اخلاقی دباؤ ڈالا جائے کہ جھوٹا الزام لگانا چھوڑ دے،(۱) اس سلسلہ میں اگر بائیکاٹ کرنا پڑے، ملنا جلنا ترک کرنا پڑے تو شرعاً اس کی گنجائش ہے۔

(۲) اگر مذکور شخص بے بنیاد زنا کا الزام لگاتا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی؛ لیکن مکروہ تحریمی ہوگی۔(۲)

(۳) زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کا ہونا شرعا ضروری ہے۔(۳)

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۲۳/۲)

لواطت کے مرتکب کی امامت کا حکم:

سوال: ایک پیش امام نے جو شادی شدہ بھی ہے، ایک لڑکے سے لواطت کی اور اس پر دو عادل نمازیوں نے گواہی دی، یہ تمام ماجرا بستی کے مولوی صاحب سے (جو پیش امام کے علاوہ ہے) بیان کیا، مولوی صاحب نے پیش امام سے اس بارے میں معلومات حاصل کیں تو پیش امام نے اقرار جرم کرلیا، بعد ازاں پیش امام مذکور کو اپنے عہدہ سے الگ کردیا گیا اور تمام لوگوں میں اس بات کی تشہیر کردی گئی، اس کے بعد اس پیش امام نے ایک دفعہ نماز پڑھائی ہے، کیا کوئی صورت ہے کہ امام مذکور کو واپس اپنے منصب پر لایا جائے؟

(۱) عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال: اجتنبوا السبع الموبقات قيل: يارسول الله، وما هن؟ قال: الشرك بالله، والسحر، وقتل النفس التي حرم الله إلا بالحق، وأكل مال اليتيم وأكل الربوا، والتولي يوم الزحف وقذف المحصنات الغافلات المؤمنات. (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الكبائر وأكبرها، رقم الحديث: ۸۸)

(۲) ﴿و الذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة أبدًا وأولٰئك هم الفاسقون﴾. (سورة النور: ٤)

(۳) ﴿والآتي يأتين الفاحشة من نساء كم فاستشهدوا عليهن أربعة منكم﴾ (سورة النساء: ١٥)

الجواب

لواطت کا مرتکب فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے؛(۱) لیکن اگر نماز پڑھ لی جائے تو ہو جاتی ہے اور جب تک وہ شخص توبہ نہ کرے، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں، البتہ اگر وہ صدق دل سے توبہ کرے تو اسے امام بنایا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲۷/۱۱/۱۳۸۷ھ (فتویٰ نمبر ۱۳۷۶/۱۸/الف)

الجواب صحیح:

لیکن ایک مسلمان کے گناہ کی تشہیر کرنا ٹھیک نہیں، صرف اتنا کافی تھا کہ ان کو امامت سے معزول کردے۔

محمد عاشق الٰہی۔ (فتاویٰ عثمانی: ۴۳۴/۱-۴۳۵)

جس سے اغلام کرے اس کی اقتدا درست ہے، یا نہیں:

سوال: کریم اور کلو دو لڑکے تھے، کریم نے کلو سے اغلام کیا تو کریم کی نماز کلو کے پیچھے جو امام مسجد ہے، جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

کریم کی نماز کلو کے پیچھے صحیح ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۴۳/۳، ۲۴۴)

بدکردار اور مفعول کی اقتدا کا حکم:

سوال: ایک شخص کسی مسجد کا امام ہے؛ لیکن وہ اپنے کردار کے لحاظ سے بدنام ہے، مثلاً مفعولیت میں مشہور ہے تو ایسے شخص کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) وفی الدرالمختار: ۵۵۹/۱-۵۶۰: ویکره إمامة عبد ... وفاسق.

وفی الشامية: قوله (وفاسق): من الفسق؛ وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانی، إلخ. (وراجع أيضاً البحرالرائق: ۳٤۸/۱، والفتاویٰ الهندية: ۸٤/۱، انيس)

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: أربعة يصبحون فی غيض الله ويمسون فی سخط الله أو يمسون فی غيضه ويصبحون فی سخطه، قيل: من هم يا رسول الله! قال: المتشبهون من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال والذی يأتی البهيمة والذی يأتی الرجل. (شعب الإيمان، تحريم الفروج وما يحب من التعفف (ح: ۵۰۰۱) انيس)

عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: سبعة لا ينظر الله عزوجل إليهم يوم القيامة ولا يزكيهم ويقول ادخلوا الناس مع الداخلين الفاعل والمفعول به. (أمالی بن بشران: ۲۰٦/۱، دارالوطن الرياض. انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

موصوف کی بدنامی اگر امامت سے قبل کی ہو اور بعد میں اس نے توبہ کرلی ہو تو اس کی اقتدا جائز ہے؛ کیوں کہ گناہ سے توبہ کرنے کے بعد اس کی حیثیت مجروح نہیں رہتی؛ لیکن اگر یہ بدنامی کسی ایسے فعل کی وجہ سے ہو، جس میں فی الحال یہ شخص مبتلا ہو تو بوجہ فسق اس کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے۔

قال ابن عابدین: تحت هٰذاالقول(ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق)أی من الفسق: وهو الخروج عن الإستقامة ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی، وأکل الربا ونحو ذلک. (۱)(فتاویٰ حقانیہ:۳/۱۳۵)

لڑکے کا بوسہ لینے والے کی امامت:

سوال: اگر کوئی شخص کسی لڑکے کا بوسہ لے لے اور اس کو انزال ہو جائے تو کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجوابــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

شہوت پوری کرنے کے لئے لڑکے کا بوسہ لینا ناجائز ہے، (۲) جو شخص ایسا کرتا ہے اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶/۱۱۲)

(۱) رد المحتارعلی الدرالمختار، باب الإمامة: ۱/٥٦٠ (مطلب فی تکرارالجماعة فی المسجد،انیس)

وفی الهندیة: تجوزإمامة الأعرابی والأعمٰی والعبد وولد الزناوالفاسق، کذا فی الخلاصة إلاأنها تکره ، هٰکذا فی المتون.(الفتاویٰ الهندیة،باب الإمامة: ۱/٨٥)

(۲) قال فی الهندیة: والغلام إذا بلغ مبلغ الرجال ولم یکن صبیحاًفحکمه حکم الرجال وإن کان صبیحاً فحکمه حکم النساء،وهوعورة من فوقه إلٰی قدمه،لایحل النظرإلیه عن شهوة،وأما الخلوة والنظرإلیه لاعن شهوة فلا بأس به، ولذا لم یؤمربالنقاب، کذا فی الملتقط...وفوق ذلک المیل إلی التقبیل،أوالمعانقة،أوالمباشرة، أوالمضاجعة، ولو بلاتحرک آلة ".(ردالمحتار، کتاب الحظروالإباحة،فصل فی النظر واللمس: ٦/٣٦٥،سعید)

وذکر فی فتاویٰ الإمام ناصر الحسامی:الغلام إذا بلغ مبلغ الرجال ولم یکن صبیحا فحکمه حکم الرجال وإن کان صبیحا فحکمه حکم النساء وهو عورة من قرنه إلی قدمه.(العنایة شرح الهدایة: ۱۲/۱۳٤،دارالکتب العلمیة.انیس)

(۳) "ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمیٰ " (الدرالمختار)

"قوله:(وفاسق)من الفسق:وهوالخروج عن الاستقامة،ولعل المراد من یرتکب الکبائر کشارب الخمروالزانی،وأکل الربا،ونحو ذلک.(ردالمحتار، کتاب الصلاة،باب الإمامة : ۱/٥٦٠،سعید)(مطلب:فی تکرار الجماعة فی المسجد،انیس)

جو امام لڑکے کا بوسہ لے، اس کی امامت:

سوال: ایک شخص دو سال سے امام ہے اور بچوں کو تعلیم بھی دیتا ہے، ایک بچہ جو نہایت خوبصورت ہے اس کو کمرہ میں لے جاتے تھے اور بوسہ لیتے تھے، ایک مرتبہ اس بچے نے شکایت کی کہ امام صاحب نے میرا بوسہ لیا ہے، امام صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ ہاں! میں اس کو بیٹا سمجھ کر بوسہ لیتا ہوں اور مصری لوگ بھی بوسہ لیتے ہیں، میں کیوں جھوٹ بولوں، اس پر مسجد میں ہنگامہ ہوا دو پارٹیاں بن گئیں، بعدہ اس کو مسجد سے الگ کر دیا گیا، اب وہ پھر آنا چاہتے ہیں، حالانکہ بہت سے نمازی ان کو لانے کے لیے تیار نہیں ہیں، ایسے امام کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اگر امام صاحب سے بہتر صحیح العقیدہ، مسائلِ نماز اور طہارت سے واقف صحیح پڑھنے والا، متبعِ سنت دوسرا امام مل جائے تو سابق امام کو دوبارہ لانے اور امام بنانے پر ہرگز اصرار نہ کیا جائے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱۲/۶-۱۱۳)

کم سن بچوں سے تنہائی میں خدمت لینے والے اور فجر کے بعد سونے والے کی امامت:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے، ساتھ ہی بچوں کی تعلیم کا بھی کام ان کے ذمہ ہے، امام موصوف بسا اوقات فجر کی نماز مقتدیوں کے بار بار بلانے پر بھی نہیں پڑھاتے، عاجز آ کر دوسرے آدمی کو پڑھانا پڑتا ہے اور امام صاحب سوئے رہتے ہیں، کچھ کمسن بچے ایسے بھی ہیں، جن کی عمر بارہ چودہ برس کی ہوگی، اپنے کمرہ میں بند کر لینے کے بعد اب بچوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے، وہ اللہ جانے؛ لیکن بار بار ایسا دیکھنے کے بعد جب ان سے اس کی شکایت کی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ کمرہ بند کر کے ان سے کچھ خدمت کرا لیتے ہیں، جس پر سائل نے ان سے کہا کہ خدمت کرانے کے لئے کمرہ بند کرنے کی ضرورت نہیں، مگر اس پر قطعاً ان کا دھیان نہیں، ایسی شکل میں قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں کہ امام موصوف کا یہ عمل ان کے لیے اچھا ہے؟ اگر نہیں تو امامت کے منافی تو نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اگر نیند کا غلبہ ہے، جس کی وجہ سے بیدار نہیں ہو پاتے، تب تو ان کو علاحدہ کرنے کی ضرورت نہیں، (۲) البتہ اس کا

---

(۱) والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوة وتجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً، آه". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعيد)

(۲) وعن علی رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: "رفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتٰی يستيقظ، وعن الصبی حتٰی يبلغ، وعن المعتوه حتٰی يعقل". {رواه الترمذی وأبو داؤد والدارمی}(مشكٰوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الخلع و الطلاق: ۲۸۴/۲، قديمی (الفصل الأول، رقم الحديث: ۲۳۸۷، انيس)

انتظام ضروری ہے کہ وقت پر بیدار ہو جایا کریں، رات کو بعد عشا جلد سو جائیں، گھڑی الارم کا انتظام کیا جائے، ایسی جگہ اور اس طرح سوئیں کہ ان کو بیدار کرنا سہل ہو، مؤذن یا کوئی اور شخص بیدار کر دیا کریں، (۱) اگر امام صاحب اس کی فکر اور انتظام نہ کریں؛ بلکہ لا پرواہی سے رہیں، جب چاہیں پڑھائیں، یا نہ پڑھائیں، وقت پر اٹھیں، یا سوتے رہ جائیں، نماز ادا ہو، یا قضا ہو جائے، ان کو پرواہ بھی نہ ہو تو پھر وہ علاحدہ کئے جانے کے قابل ہوں گے۔ (۲)

ایسے بچوں کو بند کمرے میں ساتھ رہنے سے پرہیز کریں، جن سے تہمت کا اندیشہ ہو اور دوسروں کو بھی تہمت لگانے سے بچنا ضروری ہے، یہ سخت معصیت ہے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۳۹۲/۹/۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۱۳-۱۱۵)

اغلام باز اور اغلام بازی کا الزام لگانے والے کی امامت:

سوال (۱) ایک امام صاحب جب کہ پانچ وقت کی نماز پڑھاتا ہے، دینی مدرسہ میں بچوں کو تعلیم دیتا ہے، لوگوں کو اچھی باتیں بتاتا ہے اور بری باتوں سے منع کرتا ہے، ایک دوسرے امام صاحب پر ایک نابالغ لڑکے کے ساتھ اغلام بازی کا الزام رکھتا ہے، امام مسجد خدا کی قسم کھاتا ہے کہ ہم نے کوئی بدفعلی نہیں کی تو اب لڑکے کی بات پر اعتبار کرنا چاہئے جو کہتا ہے کہ ہم سے تین چار بار بدتمیزی کی، یا امام کی قسم کا اعتبار کرنا چاہیے اور امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۲)　امام نے دوسرے امام کے اوپر اغلام بازی کا الزام لگایا ہے، ان کے متعلق یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ امام پنج وقتہ نماز اور جمعہ پڑھاتا ہے اور ان کا معاملہ یہ ہے کہ جب یہ باہر جاتے ہیں تو کسی وقت کی نماز نہیں پڑھتے، جب ملازمت پر رہتے ہیں تو پابندی سے نماز پڑھتے ہیں، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، درست ہے، یا نہیں؟ یہ اکثر جھوٹ بولا کرتے ہیں، ان دونوں میں کون سے امام افضل ہیں؟ کس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے؟

---

(۱)　"ويثوب بين الأذان والإقامة في الكل لكل بما تعارفوه". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۸۹/۱، سعيد)

(۲)　ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمیٰ. (الدرالمختار)

"وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعيد (مطلب: في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۳)　"اتقوا مواضع التهم". ذكره في الأحياء: وقال العراقي في تخريج أحاديثه لم أجد له أصلاً لكنه بمعنیٰ قول عمر رضي الله عنه: "من سلك مسلك الظن اتّهم". ورواه الخرائطي في مكارم الأخلاق مرفوعاً بلفظ: "من أقام نفسه مقام التهم، فلا يؤمن من أساء الظن به". وروى الخطيب في المتفق والمفترق عن سعيد بن المسيب رحمه الله قال: وضع عمر بن الخطاب رضي الله عنه ثماني عشرة كلمة..."ومن عرض نفسه للتهمة، فلايؤمن من أساء به الظن". (كشف الخفاء: ۴۵/۱، مؤسسة الرسالة، بيروت)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

(۱) امام صاحب کو محض اس نابالغ لڑکے کے بیان پر مجرم قرار دے کر شرعی سزا کا مستحق نہیں ٹھہرایا جائے گا، امام صاحب کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا،(۱) بغیر ثبوتِ شرعی کے کسی کے متعلق الزام لگانا کبیرہ گناہ ہے،(۲) امام صاحب کو بھی احتیاط سے رہنا چاہئے؛ تاکہ بدگمانی کا موقع کسی کو نہ ملے۔(۳)

(۲) الزام لگانا، فرض نماز ترک کرنا، جھوٹی قسمیں کھانا، تینوں سخت قسم کے گناہ ہیں،(۴) اگر واقعۃً ان میں یہ

---

(۱) عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم:"لو يعطى الناس بدعواهم،لادعى ناس دماء رجال وأموالهم،ولكن اليمين على المدعى عليه".رواه مسلم وفى شرحه للنووى:"إنه قال :وجاء فى رواية البيهقى بإسناد حسن أوصحيح ، زيادة عن ابن عباس مرفوعاً لكن البينة على المدعى ، واليمين علىٰ من أنكر".(مشكوٰة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء،باب الأقضية و الشهادات:۲/ ۳۲٦،قديمى(الفصل الأول ،ح:۳۷۵۸،انيس)

(۲) قال اللّٰه تعالىٰ:﴿ولا يأتين ببهتان يفترينه بين أيديهن وأرجلهن﴾(سورة الممتحنة:۱۲)

"وأخرج أحمد:"خمس ليس لهن كفارة:الشرک باللّٰه وقتل النفس بغير حق،وبهت مؤمن،والفرار من الزحف ، ويمين صابرة يقتطع بها مالاً بغيرحق.والطبرانى:من ذكرأمراًبشيئ ليس فيه ليعيبه به حبسه اللّٰه فى نار جهنم حتىٰ يأتى بنفاد ما قال فيه".(الزواجرعن اقتراف الكبائر،كتاب النكاح،الكبيرة الرابعة والخمسون بعد المأتين: البهت:۲/ ٤۱،دار الفكر بيروت)

(۳) "اتقوا موضع التهم".ذكره فى الإحياء:وقال العراقى فى تخريج أحاديثه:لم أجد له أصلاً،لكنه بمعنىٰ قول عمر:"من سلک مسالک الظن اتهم".

ورواه الخوائطى فى مكارم الأخلاق مرفوعاً بلفظ:"من أقام نفسه مقام التهم،فلا يؤمن من أساء الظن به".

وروى الخطيب فى المتفق و المفترق عن سعيد بن المسيب قال:وضع عمر بن الخطاب ثمانى عشرة كلمة ..."ومن عرض نفسه للتهمة،فلا يؤمن من أساء به الظن".(كشف الخفاء:۱/ ٤٥،مؤسسة الرسالة بيروت)

(۴) وأخرج أحمد : "خمس ليس لهن كفارة : الشرک باللّٰه وقتل النفس بغيرحق،وبهت مؤمن".إلىٰ آخرالحديث". (الزواجر عن اقتراف الكبائر،كتاب النكاح،الكبيرة الرابعة والخمسون بعد المأتين:البهت:۲/ ٤۱،دار الفكربيروت)

"عن أبى الدرداء رضى اللّٰه عنه قال:أوصانى خليلى:"أن لا تشرک باللّٰه شيئاً وإن قطعت وحرقت،ولا تترک صلاة مكتوبة متعمداً ، فمن تركها متعمداً فقد برئت منه الذمة،ولا تشرب الخمرفإنها مفتاح كل شر". {رواه ابن ماجة} (مشكوٰة المصابيح،كتاب الصلاة،الفصل الثالث:۱/ ٥۹،قديمى)(رقم الحديث:٥۸۰،انيس)

"عن عبد اللّٰه بن عمررضى اللّٰه عنه عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال:"الكبائر:الإشراک باللّٰه،وعقوق الوالدين، و قتل النفس،واليمين الغموس".(صحيح البخارى،كتاب الإيمان والنذر،باب:اليمين الغموس: ۲/ ۹۸۷، قديمى)(رقم الحديث: ٦٦٧٥،انيس)

چیزیں موجود ہیں تو ان کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، جب تک وہ ان سب چیزوں سے پختہ توبہ نہ کرلیں، ہرگز ان کو امام نہ بنایا جائے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۴/۷ ۱۳۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۹/۶-۱۲۱)

اغلام بازی کرنے والے کی امامت:

سوال (۱) زید مسجد کا امام ہو یا مولوی امامت کی خدمت کو انجام دیتا ہے اور اس کو ایک دیرینہ اغلام بازی کا بھی شوق ہے، اس کے اس فعل کا لوگوں کو صرف شک وشبہ تھا، مگر اب وثوق کے ساتھ وہ اس جرم کا پوری طرح مرتکب ہو چکا ہے تو کیا ایسے امام مولوی کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے، یا نہیں؟

(۲) دوسرا امر دریافت طلب یہ ہے کہ من جملہ ایک کثیر جماعت کے کچھ تھوڑے لوگ امام کے موافق ہوں اور بہت سارا حصہ اس کے مخالف تو کیا ایسے امام کے پیچھے بھی نماز ہو سکتی ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۴۶۷، جناب ابوالفرج صاحب (حیدرآبادی) ۲۸/محرم ۱۳۵۸ھ، ۲۰/مارچ ۱۹۳۹ء)

الجواب

اگر زید کا یہ فعل ثابت ہو، یا جماعت کی اکثریت کو اس کی اس حرکت قبیحہ کا ظن غالب ہو تو ایسے امام کو معزول کردیا جائے؛ کیونکہ متہم امام کو امام رکھنا جماعت کی نماز کو خراب کرتا ہے اور جب کہ جماعت کی اکثریت ناراض ہے اور ناراضی کی وجہ بھی شرعی ہے تو ایسے امام کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔(۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۱۸/۳-۱۱۹)

== عن البراء ابن عازب رضی اللّٰہ عنہا قال: خطبنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حتٰی أسمع العواتق فی بیوتها أو قال: فی خدورها. فقال: "یا معشر من آمن بلسانه، لا تغتابوا المسلمین ولاتتبعوا عوراتهم، فإنه من یتبع عورة أخیه، یتبع اللّٰه عورته، یفضحه فی جوف بیته". (تفسیر ابن کثیر: ۲۷۳/٤، دارالفیحاء، دمشق. (سورة الحجرات: ۱۲)

قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿ولایأتین ببهتان یفترینه بین أیدیهن وأرجلهن﴾ (سورة الممتحنة: ۱۲) انیس

(۱) ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی. (الدرالمختار)

"قوله: (فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وأکل الربا، ونحو ذلک ... علٰی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم". (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-٥٦٠، سعید) (مطلب: فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

"وکره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فتجب إهانته شرعاً، فلا یعظم بتقدیمه للإمامة" (مراقی الفلاح). وقال الطحطاوی فی حواشیه: "قال القهستانی: أی أو إصرار علٰی صغیرة". (حاشیة الطحطاوی علی المراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی بیان الأحق بالإمة، ص: ۳۰۲-۳۰۳، انیس)

(۲) ولو أم قومًا وهم له کارهون، أن الکراهة لفساد فیه أو لأنهم أحق بالإمامة منه کره له ذلک تحریمًا ==

اغلام باز کی امامت:

سوال (۱) ایک امام مسجد اغلام کراتا ہے اور اس کو اس کی عادت ہے، جو لوگ اس کے ساتھ اغلام کرتے ہیں، وہ مسجد کے اندر شہادت دیتے ہیں کہ ہم نے یہ فعل اس امام کے ساتھ کیا، امام وہاں کے لوگوں کے کہنے کی وجہ سے توبہ کر لیتا ہے اور مسجد میں اقرار کرتا ہے کہ اب ایسا فعل نہیں کراؤں گا؛ مگر پھر اس کے بعد بھی وہ اس فعل کو کراتا ہے تو اس صورت میں اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

(۲)　اور اگر توبہ کے بعد اس نے یہ فعل نہیں کرایا، مگر لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے کراہت کرتے ہیں اور شک ہے کہ اس نے توبہ توڑ دی تو پھر شرع کا حکم کیا ہے؟

(۳)　اور اگر توبہ کے بعد لوگوں کو شک نہ ہو اور فعل کی وجہ سے لوگوں نے نہیں پڑھی؛ یعنی ایک جماعت اس کے پیچھے نماز پڑھتی ہے ایک نہیں پڑھتی؛ بلکہ دوسری جماعت اسی وقت دوسرا امام بلاتی ہے، ایک مسجد میں ایک ہی وقت میں دو امام نماز پڑھاتے ہیں، پہلی محراب میں پہلا امام اور دوسری محراب میں دوسرا امام، فساد کی جڑ جو ہے، یہ امام ہے تو اس صورت میں کون سی جماعت کی نماز ہوتی ہے، امام سے کہا جاتا ہے کہ تم چلے جاؤ، اس وجہ سے کہ تمہاری وجہ سے فساد ہو رہا ہے؛ مگر وہ نہیں جاتا تو اس صورت میں بھی نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اور امام کا جو حق ہے، وہ بھی اس کو دینا چاہیے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۰۷۱، ضامن حسین صاحب بیت السلام دیوبند (سہارنپور) ۲۴/رمضان ۱۳۶۵ھ، ۲۹/نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

اگر امام نے خود اس فعل قبیح کے ارتکاب کا اقرار کیا ہے اور اس کے فعل قبیح سے لوگ متنفر ہو گئے ہیں تو ان کا تنفر بے جا نہیں ہے اور جب تک وہ طرز عمل سے اپنی پوری صلاحیت اور نیک اعمال کا ثبوت نہ دے اور لوگ مطمئن نہ ہو جائیں تو ان کو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں معذور سمجھنا چاہیے اور اس امام کی حمایت میں جو لوگ اصرار کریں اور دو جماعتیں مسجد میں قائم کرلیں، وہ گنہ گار ہوں گے۔ (۱)

==　لحديث أبي داؤد : " لا يقبل الله صلا ة من تقدم قومًا وهم له كارهون " وإن هو أحق لا والكراهة عليهم. (الدر المختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۵۵۹/۱) (سنن أبي داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳) / المعجم الكبير للطبراني، عمران بن عبدالمغافري عن عبدالله بن عمرو (ح: ۱۷۶) / مسند ابن أبي شيبة، حديث سلمان الفارسي (ح: ۴۵۳) انيس)

(۱)　(قوله: ويكره) أي تحريما لقول الكافي: لا يجوز، والمجمع: لا يباح، وشرح الجامع الصغير: إنه بدعة، كما في رسالة السندي (قوله بأذان وإقامة، الخ) عبارته في الخزائن أجمع مما هنا ونصها: ويكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان وإقامة. (ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد: ۵۵۲/۱، دار الفكر. انيس)

یہ واضح رہے کہ اغلام کرنے والوں کی شہادت بالکل ساقط الاعتبار ہے، امام کے اقرار کی صورت میں یہ حکم ہے، جو تحریر کیا گیا ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔(کفایت المفتی:۳/۱۰۸-۱۰۹)

اغلام بازی کی بعد توبہ امامت:

سوال: مسمیٰ عبد الغنی اغلام بازی میں مشہور تھا، اب اس نے صدق دل سے توبہ کرلی ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

بعد توبہ کے بے تردد اور بے کراہت عبد الغنی کے پیچھے نماز درست ہے، کچھ شبہ نہ کرنا چاہیے۔(۲)(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۳۰۹-۳۱۰)

لواطت سے تائب کی اقتدا کا حکم:

سوال: ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کہ جس سے فعل قوم لُوطؑ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سرزد ہوا ہو؛ مگر اس فعلِ شنیع سے توبہ کرلی ہو اور آئندہ اسی عہد پر قائم رہنے کا عزم رکھتا ہو، کیسا ہے؟ اور اگر مقتدی ایسے شخص کو امام بناویں تو ان پر کچھ وبال ہوگا، یا نہیں؟ اور اس فعلِ بد کا کفارہ کیا ہوسکتا ہے؟ بینوا بالتفصیل توجروا من اللہ الجلیل۔

الجواب

"التّائب من الذنب كمن لاذنب له"، اس فعل کا کفارہ توبۂ صادقہ ہی ہے،(۳) جو شخص توبہ کرلے اور قرائن

---

(۱) ويكره إمامة عبد وأعرابی وفاسق،إلخ. (الدر المختار: ۱/۱٦۰)

(۲) "التائب من الذنب كمن لاذنب له". (مشکوٰة،ص: ۲۰٦،ظفیر)(كتاب الدعوات،باب التوبة والإستغفار،الفصل الثالث،رقم الحديث:۲۳٦۳/ انيس)

﴿ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين﴾(سورة البقرة:۲۲۲)انيس)

فإن التوبة سبب الطهارة.(البرهان فی علوم القرآن،تابع النوع السادس والأربعون: ۳/۲٤۷،دار المعرفة بيروت لبنان.انيس)

عن أنس بن مالک قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل بنى آدم خطاء وخير الخطائين التوابون،باب ذكر التوبة (ح: ٤۲۵۱)/سنن الدارمی،باب فی التوبة (ح: ۲۷٦۹)/مسند البزار،مسند أبی حمزة أنس بن مالک (ح:۷۲۳٦)/مسند أبی يعلى الموصلی،قتادة عن أنس (ح: ۲۹۲۲)نيس)

(۳) عن أبی الأحوص عن عبد الله فی قوله﴿توبوا إلى الله توبة نصوحا﴾(التحريم:۸)قال:التوبة النصوح أن يتوب ثم لا يعود.(مسند الإمام أحمد، كلام ابن مسعود (ح: ۳٤۵٦۰)انيس)

سے اس کی توبہ صحیح معلوم ہو کہ اب اس فعل سے اور اس کے مقدمات سے کلّی اجتناب کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے؛ لیکن اگر یہ شخص بدنام ہو چکا ہو اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے لوگ کنارہ کریں تو کسی ایسے شخص کو امام بنانا چاہئے، جو بدنام نہ ہو، **لفضیلة الأورع من غیرہ وکون تقلیل الجماعة مکروھا.** (۱) واللہ اعلم

۷/شعبان ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام:۲/۱۴۵-۱۴۶)

ایسی حرکات کرنے والے کی امامت کا حکم جن سے شبہات پیدا ہوتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عنایت پور بستی کی جامع مسجد میں جو امام مسجد مقرر ہیں، بستی کے مقتدیوں کو امام کی کچھ خامیاں نظر آئیں، جن سے امام مسجد بھی اقراری ہے؛ اس لیے ان خامیوں کے بارے میں فتویٰ دریافت ہے، حرکات یہ ہیں:

(۱) ۱۲، ۱۳ سالہ بچے سے گھٹنوں سے اوپر تک ٹانگیں دبوانا، جب کہ بچے دوسرے قریباً ۷، ۸ گز کے فاصلے پر چراغ جلا کر فرش پر قرآن کریم پڑھ رہے ہوں اور اس فاصلہ کے درمیان کوئی پردہ کی آڑ نہ ہو اور امام مسجد چارپائی لیٹ کر اس عمل میں مشغول ہوں۔

(۲) ۶، ۷/سالہ بچے کو اس طریقہ کا پیار کرنا کہ بچے کی گال پر دانت کے نشان پڑ جائیں۔

(۳) ان بچوں کے ساتھ اس قسم کے مذاق کرنا کہ امام مسجد ان بچوں کے اوپر اتنا پانی پھینکے کہ بچوں کے کپڑے تمام تر ہو جائیں اور بچے امام مسجد پر پانی پھینکیں، اس طریقہ سے کھیلنا۔

(۴) امام مسجد کا ایک جھوٹ ثابت ہوا کہ جن دنوں میں امام مسجد صاحب مسجد ہذا میں تشریف لائے، مقتدیوں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ شادی شدہ ہیں، انہوں نے جواب دیا: میں شادی شدہ نہیں ہوں، اکیلا ہوں، مجھے صرف روٹی کپڑے کی ضرورت ہے؛ لیکن ابھی چند دن ہوئے ان کے والد صاحب آئے تھے، ان سے زبانی معلوم ہوا کہ ان کا نکاح ہو چکا ہے، صرف چار ماہ تک رخصتی ہونی ہے، اس سے امام مسجد اقراری ہو چکے ہیں؛ کیوں کہ ایک حرکت پیشتر کر چکے تھے، معافی دے کر سمجھا دیا گیا تھا کہ آئندہ ایسی حرکات نہ ہونی چاہئیں؛ لیکن اب پہلے سے زیادہ حرکات

---

(۱) الأفضلیة فی الإمامة والأولیٰ بالإمامة الأفقه ثم الأقرأ ثم الأورع ثم الأكبر سنا ثم الأحسن خلقا ثم الأشرف نسبا ثم الأصبح وجها. (تحفة الملوک، فصل فی الجماعة: ۸۸/۱، دار البشائر الإسلامیة بیروت. انیس)

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: اجعلوا أئمتکم خیارکم فإنهم وفدکم فیما بینکم وبین اللہ عزوجل. (سنن الدارقطنی، باب تخفیف القراءة لحاجة (ح: ۱۸۸۱)/السنن الکبریٰ البیهقی، باب اجعل أئمتکم خیارکم (ح: ۵۱۳۳) انیس)

کی گئیں اور اس وقت بھی امام مسجد صاحب معافی کے خواست گار ہیں؛ اس لیے ہم اہالیان بستی اب قرآن کریم کے فیصلہ پر متفق ہوتے ہیں۔

الجواب

جب امام معافی کا خواست گار ہے اور نادم ہے تو اس کی امامت جائز ہے۔ امام پر لازم ہے کہ وہ آئندہ اس قسم کی حرکات ہرگز نہ کرے، جو شرعاً منع ہوں، یا جس سے لوگوں میں شبہات پیدا ہوں، امام کو دیندار صالح اور متقی ہونا چاہیے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود:۲/۱۷۲)

☆☆☆

(۱) عن عبد اللّٰه يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: التوبة ندم، قال: نعم. (مصنف ابن أبى شيبة، باب من قال للقاتل توبة (ح: ۲۷۷۵۱) انیس)

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة على الفور لايجوز تأخيرها سواءٌ كانت المعصية صغيرة أو كبيرة". (شرح النووى على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، انیس)

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لاذنب له". (سنن ابن ماجة، باب ذكر التوبة (ح: ۴۲۵۰)/مسند الشهاب القضاعى، التائب من الذنب كمن لا ذنب له (ح: ۱۰۸) انیس)

غلط نکاح خواں کی امامت

منکوحہ کے نکاح پڑھوانے والے کی اقتدا کا حکم:

سوال: ایک شخص اپنی منکوحہ لڑکی خاوند کے سپرد کے بجائے اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کردے، جب کہ یہ فعل معاشرے میں بھی قبیح سمجھا جاتا ہے تو ایسے شخص کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟

الجواب

منکوحہ کا نکاح پڑھوانا شرعاً ناجائز اور حرام ہے، نکاح علی النکاح کالعدم ہوکر اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی، اگر امام مذکور نے عمداً یہ کام کیا ہو تو بوجہ فاسق ہونے کے اس کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے۔(۱)

قال الحصكفي رحمه الله:(لو أم قوما وهم له كارهون أن) الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره) له ذلك تحريمًا لحديث أبي داؤد : " لايقبل الله صلاة من تقدم وهم له كارهون". (۲)(فتاویٰ حقانیہ:۱۳۵/۳۔۱۳۶)

---

(۱) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً فعلٰى هذا يفرق بين فاسده وباطله في العدة ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لأنه زنى،كما في القنية وغيرها.(ردالمحتار،مطلب في النكاح الفاسد:۱۳۲/۳،دارالفكر بيروت.انيس)

منكوحة الغير ومعتدته ومطلقته الثلاث بعد التزوج كالمحرم.(فتح القدير،باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه:۲۶۰/۵،دارالفكر بيروت.انيس)

﴿والمحصنات من النساء﴾ معطوف على قوله تعالىٰ: ﴿حرمت عليكم امهاتكم﴾معناه:وحرمت المحصنات من النساء وذلك عبارة عن منكوحة الغير ومعتدته فيكون نفيا لا نهيا.(أصول السرخسي، فصل في بيان موجب الأمر في حق الكفار: ۹۰/۱،دارالمعرفة بيروت.انيس)

﴿والمحصنات من النساء﴾ وهي معطوفة على قوله تعالىٰ: ﴿حرمت عليكم امهاتكم﴾ والمراد بها ذوات الأزواج.(الكافي شرح البزدوي،باب حكم الأمر والنهي في أضدادها: ۱۲۰۱/۳،مكتبة الرشد.انيس)

(۲) ردالمحتارعلى الدرالمختار المعروف بشامي، باب الامامة: ۵۵۹/۱۔

(رجل أم قوما وهم له كارهون فإن كانت الكرهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره له ذلك وإن كان هو أحق بالإمامة لايكره لأن الجاهل والفاسق يكره العالم والصالح.(الفتاوىٰ قاضي خان علىٰ هامش الهندية، باب مايصح الإقتداء في مالايصح: ۹۲/۱)

شادی شدہ عورت کا نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: کوئی شخص جو کہ پیش امام بھی ہواور ایسا نکاح پڑھادے جس کی طلاق نہ ہوئی ہواور مدت عدت بھی پوری نہ ہوئی ہواور ایسا نکاح دانستہ طور پر امام صاحب پڑھاویں تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے اور اس کی امامت شرعاً جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

اگر امام نے دیدہ دانستہ بالقصد ایسا نکاح پڑھایا ہے تو کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا، امام کو فوراً توبہ کرنا چاہیے اور جب تک تائب نہ ہوجائے اور اس کے حالات سے لوگوں کو اطمینان نہ ہوجاوے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہوگا اور اگر امام واقعۃً نہیں جانتا تھا، اس کو دھوکہ دیا گیا تھا تو اس کا کوئی قصور نہیں ہے اور نہ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (۱)
فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔ الجواب صحیح: سید احمد علی سعید۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲۹۲/۱-۲۹۳)

منکوحہ کا نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال (۱) ایک عورت کا خاوند تین سال سے لام پر ہے، عرصہ تین ماہ کا ہوا، اس کا خط آیا تھا، اب معلوم نہیں، وہ زندہ ہے، یا مرگیا، نیز عورت کو پانچ ماہ کا حمل ہے، اس عورت کا نکاح ایک شخص نے پڑھادیا ہے، باوجود لوگوں کے منع کرنے کے، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

شوہر والی عورت کا جو دوسرے سے نکاح کردے، اس کی امامت:

(۲) ایک شخص نے ایک عورت کا نکاح کیا جس کا خاوند لام پر گیا ہوا تھا اور شخص مذکور نے یہ کہا کہ جس وقت اس کا خاوند آوے گا، اس کو واپس کرلے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، چھ ماہ تک اس خاوند کے گھر رہی، بعد میں خاوند اول آیا اور عورت کو لے گیا، ایسے نکاح پڑھانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ وکذلک المعتدة، کذا فی السراج الوھاج. (الفتاوی الھندیة: ۲۸۰/۱) (الباب الثالث فی بیان المحرمات، وھی تسعة أقسام، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر، انیس)

وحاصله أن المانع من النکاح خمسة أوجه النسب والسبب والجمع وحق الغیر والدین ... والتحریم لحق الغیر زوجة غیرہ ومعتدته، الخ. (الجوھرة النیرة، کتاب النکاح: ۴/۲، المطبعة الخیریة. انیس)

وتجوز إمامة الأعرابی والأعمی والعبد وولد الزنا والفاسق، کذا فی الخلاصة، إلا أنھا تکرہ، ھٰکذا فی المتون. (الفتاویٰ الھندیة: ۸۵/۱) (الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغیرہ، انیس)

الجواب

(۱) اس حالت میں اس کا دوسرا نکاح شرعاً درست نہیں ہوا اور جس نے باوجود علم کے اس کا نکاح ثانی پڑھایا، وہ فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(۱)

(۲) ایسے نکاح کرنے والے اور نکاح پڑھنے والے کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے، یہ فعل حرام ہے اور مرتکب اس کا فاسق مردود الشہادۃ ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۴۹/۳-۱۵۰)

غیر مطلقہ کا نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: ایک عورت نے اپنے شوہر کے گھر سے نکل کر مدت مدید تک ایک غیر شخص مثلاً زید سے ناجائز تعلق رکھتی رہی، پھر زید مرگیا تو عورت نے عمر سے ناجائز تعلق کرلیا اور حاملہ ہوگئی، عمر نے عورت سے نکاح کرنا چاہا تو مولوی صاحب نے عورت کے شوہر سے طلاق طلب کی، جب اس نے طلاق نہ دی تو بدونِ طلاق ہی عورت کا نکاح پڑھادیا، مولوی نکاح خواں اور شرکا پر کیا حکم ہے؟ ایسے مولوی کی اقتدا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

بدونِ طلاق شوہر اول کے عمر سے نکاح اس عورت کا ناجائز اور باطل ہے،(۳) اور جو لوگ فتویٰ جواز کا دینے والے اور معین اس نکاح میں ہیں وہ فاسق وعاصی ہیں، توبہ کریں اور اعلان کردیں کہ یہ نکاح نہیں ہوا اور تفریق کرادیں، بدونِ توبہ کے ایسا مولوی لائق اقتدا نہیں ہے(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۶۶/۳-۲۶۷)

غیر مطلقہ سے نکاح خواں کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے جو عہدۂ قضا رکھنے کے علاوہ امام مسجد بھی ہے، ایک ایسی منکوحہ کا جس کو نہ اس کے خاوند نے طلاق دی تھی، نہ کوئی اور سند تھی، صرف اس کے والدین کے ایک پرچہ لکھ دینے پر کہ وقت ضرورت ہم دیکھ لیں، دوسرے

(۱-۲) ویکره إمامة عبد،إلخ، وفاسق.(الدر المختار،باب الإمامة)

بل مشٰی فی شرح المنية أن كراهة تقديمه كراهة تحريم.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۳/۱،ظفير) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد،انيس)

(۳) قرآن پاک میں جہاں محرمات کا ذکر ہے ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾ الآیة، وہاں محرمات میں شادی شدہ عورتوں کو بھی شمار کیا ہے: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ ظفیر)

(۴) ویکره إمامة عبد،إلخ، وفاسق.(الدر المختار)

أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه،إلخ، بل مشٰی فی شرح المنية علٰی أن كراهة تقديمه كراهة تحريم.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۳/۱،ظفير(مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد،انيس)

شخص سے نکاح پڑھا دیا، کیا ایسا شخص جو مذہبی معاملات میں اس قدر واقفیت نہ رکھتا ہو، یا جان بوجھ کر ایسی جرأت کرے اور بلا کسی تحریک، یا گواہی کے ثبوت کے، خلاف احکامِ شریعت ایسا کرے تو کیا ایسا شخص امامت کے لائق ہے؟

الجواب

اگر فی الواقع امام مذکور نے غیر منکوحہ کا نکاح بلا طلاق شوہر اور جان بوجھ کر دوسرے شخص سے پڑھ دیا تو وہ فاسق ہے، مرتکب کبیرہ کا ہوا، (۱) لہٰذا نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے اور وہ شخص لائق امامت کے نہیں ہے، جب تک توبہ نہ کرے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۹/۳)

عورت کے حلفیہ بیان پر نکاح پڑھا دینا جرم نہیں:

سوال: ایک عورت نے حلفیہ بیان کیا کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی، اس پر قاضی نے اس کا نکاح دوسرے شخص سے پڑھا دیا، بعد کو معلوم ہوا کہ طلاق نہیں ہوئی، لوگوں نے نکاح خواں کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی، اس قسم کا نکاح پڑھانے سے نکاح خواں کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟ اور اس کی زوجہ پر طلاق ہوگی، یا نہ؟

الجواب

عورت کے حلفیہ بیان پر جبکہ وہ حلفیہ شوہر اول کا طلاق دینا بیان کرے، نکاح کر دینا دوسرے شخص سے درست ہے، (۳) اور اس وجہ سے نکاح خواں امامت سے معزول کرنے کے قابل نہیں ہے اور اس کے پیچھے نماز صحیح ہے؛ لیکن جب محقق ہو گیا کہ وہ عورت غیر مطلقہ ہے تو اس وقت دوسرے نکاح کا باطل ہونا عام طور سے بیان کر دینا ضروری ہے اور علاحدگی کرا دینا شوہر ثانی سے لازم ہے، پھر اگر طلاق ہو جائے تو عدت کے گذرنے پر دوبارہ نکاح ہونا چاہیے اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ قاضی صاحب کی زوجہ ان کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۷/۳)

(۱) وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، إلخ، لم يقل أحد بجوازه. (ردالمحتار، باب المهر: ۴۸۲/۲، ظفير)

قال أبوبكر: اتفق هؤلاء على أن المراد بقوله تعالىٰ: ﴿والمحصنات من النساء﴾ ذوات الأزواج منهن وأن نكاحها حرام مادامت ذات زوج. (أحكام القرآن للجصاص، باب تحريم نكاح ذوات الأزواج: ۱۷۰/۲، دارالكتب العلمية بيروت. انيس)

(۲) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه، إلخ، وجب عليهم إهانته شرعاً. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۳) (و) حل (نكاح من قالت طلقني زوجي وانقضت عدتي). (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الحظر و الإباحة، فصل في البيع: ۳۷۱/۵)

لاتجوز خلف الرافضي والجهمي، إلخ. (الفتاوىٰ الهندية، مصري، باب الإمامة: ۷۸/۱، ظفير) (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إمامًا لغيره، انيس)

صرف عورت کے کہنے پر جو نکاح پڑھادے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص عورت کے حلفیہ بیان سے کہ ''میں بیوہ ہوں'' بے تحقیق کئے نکاح کردے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے کہ نہیں؟

الجواب

درست ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۳۳)

مطلقہ ثلاثہ کا بغیر حلالہ نکاح کرنے والا اور شرح وقایہ اٹھا کر پھینک دینے والا اور اس کی امامت:

سوال: جو امام جمعہ مطلقہ ثلاثہ کا نکاح طالق سے بدون تحلیل کردیوے اور یہ کہے کہ میرے نزدیک تین طلاقیں بمنزلۂ واحدہ رجعیہ کے ہیں، مباحثہ کرلو، پھر ایک دیوبندی تعلیم یافتہ سے گفتگو ہونے پر شرح وقایہ پیش کیا گیا تو شخص مذکور نے شرح وقایہ اٹھا کر مسجد کے صحن میں پھینک دیا اور یہ کہا کہ مولوی دیوبندی اور جو لوگ اس مسئلہ میں اس کے ہمراہی ہیں، سب منافق ہیں، ایسے شخص کی امامت کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

مطلقہ ثلاثہ سے بدون تحلیل کے شوہر اول سے نکاح کرنے والا فاسق ہے اور فقہ کی کتاب کو پھینک دینے والا اور علماءِ حقانی کو منافق کہنے والا اشد درجہ کا فاسق ہے؛ بلکہ توہین کتب دینیہ سے خوفِ کفر ہے، ایسا شخص لائق امامت کے نہیں ہے، جب تک وہ توبہ نہ کرے اور تجدید ایمان نہ کرے، اس کو امام نہ بنایا جائے۔ شامی میں ہے:

وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه و قد وجب عليهم إهانته شرعاً ولايخفىٰ أنه إذا كان أعلم من غيره لاتزول العلة فإنه لايؤمن أن يصلي بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال،إلخ . (۳۷٦/۱)(۲)

وفي شرح الفقه الأكبر عن التتمة: من أهان الشريعة والمسائل التي لابد منها كفر،إلخ. (ص:۲۱۵)

فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۳۵-۱۳٦)

---

(۱) اس لئے کہ اس سلسلہ میں عورت کے بیان پر اعتماد کرنا جائز ہے۔

(و)حل(نكاح من قالت طلقني زوجي وانقضت عدتي،أو كنت أمة لفلان فأعتقني)إن وقع في قلبه صدقها.(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة،فصل في البيع: ۳۷۱/۵ . ظفير)

(۲) **كتاب الصلاة،باب الإمامة ، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد انيس**

الاستهزاء بالعلم والعلماء كفر.(الأشباه والنظائر لابن نجيم: ۱۹۱،انيس)

حرام نکاح خواں کی امامت:

سوال: زید نے تین نکاح ناجائز جن کی ممانعت قرآن شریف سے ثابت ہے پڑھے، دو نکاح عدت طلاق کے اندر اور ایک نکاح سالی حقیقی سے (حالاں کہ دوسری بہن نکاح میں موجود تھی) پڑھا، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا جاہل شخص لائق امام بنانے کے نہیں ہے، اس کو امامت سے معزول کرنا چاہیے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے؛ کیوں کہ وہ فاسق ہے اور امامت فاسق کی مکروہ ہے۔

کذافی الشامي: أن کراهة تقدیم الفاسق کراهة تحریم. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۶۸/۳)

عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص نے عدت کے دنوں میں نکاح کر دیا ہے، اس کی امامت کیسی ہے؟

الجواب حامدًا و مصلیًا

اگر باوجود علم کے ایسا نکاح کیا ہے تو نکاح پڑھانے والا اور اس نکاح میں شریک ہونے والے اور باوجود قدرت کے اس نکاح کو نہ روکنے والے سب گنہگار رہوئے، سب کے ذمہ توبہ علی الاعلان لازم ہے، (۲) اگر اس شخص سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو تو اس شخص کی امامت مکروہ ہے، دوسرے کو امام بنانا چاہیے، تاوقتیکہ یہ شخص توبہ نہ کرے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۶/۳/۱۵ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۶/ربیع الاول/۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۰/۶-۲۲۱)

---

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر (کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿إلا الذین تابوا وأصلحوا بینوا﴾ (سورة البقرة: ۱۶۰)

"یدل علیٰ أن التوبة من الکتمان إنما یکون بإظهار البیان، وأنه لا یکتفی فی صحة التوبة بالندم علی الکتمان فیما سلف دون البیان فیما استقبل". (أحکام القرآن للجصاص: ۱۴۳/۱، قدیمی)

عن أبی سعید الخدری رضی اللّٰه عنه عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: "من رأی منکم منکراً فلیغیره بیده، فإن لم یستطع فبلسانه، فإن لم یستطع فبقلبه، وذلک أضعف الإیمان". {رواه مسلم} (مشکوٰة المصابیح، کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۴۳۶/۲، قدیمی) (رقم الحدیث: ۵۱۳۷، انیس)

(۳) ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمیٰ ومبتدع لایکفر بها، وإن کفر بها فلا یصح الاقتداء به أصلاً، وولد الزنا، هذا إن وجد غیرهم، وإلا فلا کراهة. (الدر المختار، کتاب الصلاه، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۲، سعید)

عدت پوری ہونے سے قبل نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: ایک امام نے اپنے ہاتھ سے تحریر کر کے طلاق نامہ بی بی کواور خلع نامہ شوہر کو دونوں کی راضی برضا پر دلوادیا، ایک ماہ کے اندر ہی؛ یعنی عدت پورا نہ گزرنے پر اس بی بی نے دوسری بستی جا کر دوسرے شوہر کے نکاح میں جانے کے لئے آمادہ ہو کر اس بستی کے قاضی سے دریافت کیا تو اس قاضی نے طلاق نامہ دیکھ کر عدت پورا نہ ہونے پر نکاح پڑھنے سے انکار کر دیا، بعد میں یہی امام جس نے طلاق نامہ وخلع نامہ اپنے ہاتھ سے تحریر کر کے دلوایا تھا، اس نے اپنی جماعت کو بغیر اطلاع کئے ہوئے خفیہ طور پر جا کر کچھ رشوت لے کر نکاح پڑھ دیا، کیا یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ بعد ہفتہ عشرہ جماعت کو یہ خبر معلوم ہونے پر اس پیش امام سے اس نکاح کے متعلق جماعت کے دریافت کرنے پر ''اس نکاح کو میں نے نہیں پڑھایا'' کہہ کر جھوٹ بول کر جماعت کو انکار کر دیا، اس تاریخ سے جماعت نے اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیا، بعد دو چار دن کے اس پیش امام نے عام جماعت میں کہا کہ خود میں نے ہی یہ نکاح پڑھایا، یہ اقرار کر کے معافی کا خواستگار ہوا تو کیا پھر یہ امام امامت کے قابل ہو گیا، یا نہیں؟

(المستفتی:۲۴۱۴، محمد غوث صاحب گوداوری ۲۳/رجب ۱۳۵۷ھ، ۱۹/ستمبر ۱۹۳۸ء)

الجواب

اس امام نے اول تو عدت کے اندر نکاح پڑھنے کا بڑا گناہ کیا، دوسرے رشوت لی (اگر رشوت لینا ثابت ہو) تیسرے جھوٹ بولا کہ میں نے نکاح نہیں پڑھایا۔

پس اگر چہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں؛ مگر زجراً اس امام کو کچھ دنوں کے لیے امامت سے علاحدہ کر دیا جائے اور جو رشوت لی ہے، وہ واپس کرائی جائے اور وہ نکاح عدت کے بعد از سر نو پڑھایا جائے، جب لوگوں کو اطمینان ہو جائے کہ امام نے سچی توبہ کر لی ہے اور آئندہ وہ ایسا کام نہ کرے گا تو پھر اس کو امام بنا سکتے ہیں۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۳/۱۱۷-۱۱۸)

(۱) قالت (عائشة رضی اللّٰہ عنها فی حدیث طویل): فتشهد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم حین جلس ثم قال: أما بعد! یا عائشة: إنه بلغنی عنک کذا وکذا فإن کنت بریئة فسیبرئک اللّٰہ وإن کنت ألممت بذنب فاستغفری اللّٰہ وتوبی إلیه فإن العبد إذا اعترف ثم تاب تاب اللّٰہ علیه. (صحیح البخاری، باب حدیث الإفک (ح: ٤١٤١)/ الصحیح لمسلم، باب فی حدیث الإفک (ح: ٢٧٧٠)/ السنن الکبریٰ للنسائی، حدیث الإفک (ح: ٨٨٨٢)/ مسند أبی یعلی الموصلی، مسند عائشة (ح: ٤٩٢٧)/ صحیح ابن حبان، ذکر ما یجب علی المرء من الأقراع بین النساء (ح: ٤٢١٢)/ المستدرک للحاکم، کتاب التوبة والإنابة (ح: ٧٦١٣)/ شعب الإیمان للبیهقی، معالجة کل ذنب بالتوبة (ح: ٦٦٢٨) انیس)

خالہ اور بھانجی کا ایک شخص سے نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: ایک پیش امام مسجد ناظرہ حافظ ہے، صحیح ظن سے قرآن قرأت میں پڑھ سکتا ہے، نماز جمعہ بھی وہی پڑھاتے ہیں، جو کہ خطبہ میں پڑھتے ہیں، ہر روز پنجگانہ اذان بلا وضو کے دیتے ہیں، چند اشخاص اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ بلا وضو اذان دینا ٹھیک نہیں ہے؛ لیکن امام صاحب اس پر اصرار کرتے ہیں کہ بلا وضو اذان دینا جائز ہے اور صحیح ہو جاتی ہے اور وہ پیش امام عقائد نکاح سے بالکل واقفیت نہیں رکھتے ہیں، ایک نکاح امام صاحب موصوف نے ناجائز پڑھا دیا ہے، نکاح بحیثیتِ دستور طریقہ سے پڑھایا، ایک شخص کے گھر میں خالہ موجود ہے، اس کی بھانجی سے اس کا نکاح جائز قرار دے دیا، آیا یہ مسئلہ جائز ہے، یا نہیں؟ خالہ اور بھانجی ایک مرد کے نکاح میں رہ سکتی ہیں؟ اور ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

آپ نے لکھا ہے کہ ''ایک پیش امام مسجد ناظرہ حافظ ہے''، اس کا مطلب میں نے نہیں سمجھا ''ناظرہ حافظ'' کسے کہتے ہیں؟ قرأت قرآن شریف میں کیا غلطی کرتے ہیں؟ اس کو لکھئے؛ کیوں کہ غلطی معمولی ہوتی ہے، اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور بعض غلطی سخت ہوتی ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، خطبہ کے متعلق کیا لکھا ہے، سمجھ میں نہیں آیا، صاف صاف لکھئے۔

اذان کے لئے افضل یہ ہے کہ باوضو کہے؛ لیکن اگر بے وضو کہہ دے، تب بھی ناجائز نہیں؛ بلکہ درست ہے۔

''ويكره أذان جنب، وإقامة محدث لا أذانه على المذهب، إلخ''. (الدر المختار: ۴۰۷/۱)(۱)

امام صاحب کو اگر معلوم تھا کہ اس شخص کے گھر میں ایک عورت پہلے سے موجود ہے اور اب دوسری سے نکاح کرتا ہے اور وہ دوسری بھانجی ہے پہلی خالہ ہے اور یہ ناجائز ہے تو وہ شخص اور وہ عورت اور امام صاحب جس قدر لوگ نکاح میں شریک ہوئے، سب پر توبہ لازم ہے اور جس کو علم نہیں تھا، وہ گنہگار نہیں ہوگا۔ (۲)

اب لازم ہے کہ اس مرد اور عورت میں تفریق کرا دیں، (۳) اور امام صاحب اور سب شریک ہونے والے توبہ کریں

---

(۱) الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۹۲/۱، سعيد

(۲) ومن استحل حراماً وقد عُلم تحريمه في الدين: أي ضرورة كنكاح المحارم أو شرب الخمر... وعن محمد رحمه الله بدون الاستحلال ممن ارتكب كفر: أي في رواية شاذة عنه ''والفتوىٰ على الترديد إن استعمل مستحلاً كفر وإلا لا، فإن ارتكب غير استحلال فسق''. (شرح الملا على القاري على الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً وكناية، ص: ۱۸۸، قديمي)

(۳) ولا يجمع بين المرأة وعمتها أو خالتها أو إبنة أخيها أو إبنة أختها، ==

اور امام صاحب توبہ نہ کریں تو ان کو امامت سے علاحدہ کردیا جائے، بشرطیکہ دوسرا آدمی امامت کے لائق ان سے بہتر موجود ہو،(۱) وہ مرد وعورت اگر مفارقت نہ کریں اور باوجود فہمائش کے نہ مانیں تو سب مل کر ان سے قطع تعلق کرلیں؛ تاکہ وہ دونوں تنگ آکر توبہ کریں،(۲) اگر وہ شخص دوسری عورت کو رکھنا چاہتا ہے تو فی الحال دونوں کو الگ کردے اور پہلی کو طلاق دیدے جب اس کی عدت ختم ہوجائے، تب دوسری سے نکاح کرے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹/۱۰/۱۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہٰذا۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۹/۶-۲۳۱)

سوتیلی نانی سے نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال (۱) ایک شخص نے اپنی ماں کی ماں سے؛ یعنی سوتیلی نانی سے نکاح کرلیا ہے، آیا یہ نکاح کیسا ہوا ہے اور سوتیلی نانی محرمات میں سے ہے، یا نہیں؟

(۲) اگر محرمات میں ہے تو جس شخص نے اس کا نکاح پڑھایا اور جو لوگ اس میں شامل ہوں، ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۳) اگر نکاح پڑھانے والا امام ہو اور لوگوں کو نماز پڑھاتا ہو تو اس کے لیے امامت درست ہے، یا نہیں؟ اور اگر یہ ثابت ہوجائے کہ سوتیلی نانی محرمات میں سے ہے تو نکاح فسخ کردیا جائے، یا نہیں؟ اور امام صاحب جتنے دن تک لوگوں کو نماز پڑھائے ہیں، وہ نماز لوٹانا پڑے گا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

== لقوله عليه السلام: " لا تنكح المرأة على خالتها، ولا علىٰ عمتها، ولا على إبنة أخيها، ولا علىٰ إبنة أختها". (الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات: ۳۰۸/۲-۳۰۹، شركة علمية، ملتان)

يجب علىٰ القاضى التفريق بينهما". (الدرالمختار، كتاب النكاح، مطلب فى النكاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعيد)

(۱) ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمىٰ ومبتدع لايكفر بها، وإن كفر بهافلا يصح الاقتداء به أصلاً، وولد الزنا، هٰذا إن وجد غيرهم، وإلا فلا كراهة". (الدرالمختار، كتاب الصلاه، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۲، سعيد)

(۲) رخص للمسلم أن يغضب علىٰ أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوزفوقها، إلا إذا كان الهجران فى حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوزفوق ذلك". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ماينهٰى عنه من التهاجر، إلخ: ۷۵۸/۸، رشيدية)

(۳) وإن أراد أن يتزوج أحداهما بعد التفريق فله ذلك إن كان التفريق قبل الدخول وإن كان بعد الدخول فليس له ذلك حتىٰ تنقضى عدتها وإن انقضت عدة إحداهما دون الأخرىٰ، فله أن يتزوج المعتدة دون الأخرىٰ ما لم تنقض عدتها، وإن دخل بإحداهما، فله أن يتزوج المعتدة دون الأخرىٰ ما لم تنقض عدتها، وإن إنقضت عدتها، جاز له أن يتزوج بأيتهما شاء، كذا فى التبيين". (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، القسم الرابع المحرمات بالجمع: ۲۷۸/۱، رشدية)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

(۱) سوتیلی نانی سے کیا مراد ہے، اگر یہ مراد ہے کہ حقیقی ماں کی سوتیلی ماں؛ یعنی حقیقی نانا کی بیوی، پھر تو اس سے نکاح ناجائز ہے۔

"حرم أصله وفرعه،وزوجة أصله وفرعه مطلقاً ولو بعيداً،آھـ". (الدرالمختار)(۱)

اوراگر یہ مراد ہے کہ سوتیلی ماں کی حقیقی ماں؛ یعنی کسی عورت سے اس کی باپ نے دوسرا نکاح کرلیا، اس عورت کی حقیقی ماں یا سوتیلی ماں سے اس نے نکاح کرلیا ہے تو یہ نکاح جائز ہے۔

"قال الخير الرملي: ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها ولا أم زوجة الابن ولا بنتها ولا زوجة الربيب ولا زوجة الأب، إلخ". (الدرالمختار)(۲)

(۲) جائز نکاح پڑھنا اوراس میں شامل ہونا تو جائز ہے اورناجائز نکاح پڑھنا اوراس میں شامل ہونا جائز نہیں، جواز عدم جواز سے نمبر: "۱" سے معلوم ہوسکتا ہے۔

(۳) اگر جائز سے پڑھایا ہے پھر تو اس کی امامت میں کوئی اشکال نہیں، اگر ناجائز نکاح پڑھایا ہے اور مسئلہ سے واقف ہوتے ہوئے ایسا کیا ہے تو نکاح پڑھانے والا اور مرد اور عورت نیز شرکا سب کو گناہ ہوا سب کو توبہ لازم ہے، (۳) اور مرد وعورت میں تفریق ضروری ہے، (۴) اگر امام توبہ نہ کرے تو اس کو امام نہ بنایا جائے۔ (۵)

اگر مسئلہ سے ناواقفیت کی بنا پر ایسا کیا ہے تو گناہ نہیں ہوا، (۶) البتہ تفریق پھر بھی ضروی ہے، جو نمازیں ایسے امام

---

(۱) الدر المختار، كتاب النكاح،فصل في المحرمات: ۲۸/۳-۳۱،سعيد

قال الله تعالىٰ: ﴿حرمت عليكم أمهٰتكم﴾ (النساء: ۲۳) "عموم في جميع مايتناوله الأسم حقيقة،ولا خلاف أن الجدات وإن بَعُدُن محرمات،واكتفى بذكر الأمهات؛لأن إسم الأمهات يشملهن كما أن إسم الآباء يناول الأجداد وإن بعدوا". (أحكام القرآن للجصاص: ۱۷٦/۲،قديمى)

(۲) ردالمحتار، كتاب النكاح،فصل في المحرمات: ۳۱/۳،سعيد

(۳) واتفقوا علىٰ أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور،ولا يجوز تأخيرها سواءٌ كانت المعصية صغيرة أو كبيرة". (شرح النووى علىٰ مسلم،كتاب التوبة،۳٥٤/۲،قديمى)

(۴) يجب على القاضي التفريق بينهما. (الدرالمختار، كتاب النكاح،مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۳/۳،سعيد)

(۵) ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمىٰ". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة،باب الإمامة: ٥٥۹/۱-٥٦۰)

(۶) "رفع عن أمتي الخطاء والنسيان". الحديث: أي إثمه لا حكمه... وقال ابن الهمام: قوله رفع الخ من باب المقتضى ولاعموم له؛لأنه ضرورى فوجب تقديره على وجه يصح و الإجماع علىٰ أن رفع الإثم مراد،فلا يراد غيره، إلخ". (فيض القدير: ۳٤۰۳/۷،(رقم الحديث: ٤٤٦۱)،مكتبة نزار مصطفىٰ الباز،رياض)

کے پیچھے لوگ پڑھ چکے ہیں، اس نکاح پڑھانے کی وجہ سے ان کا اعادہ کسی حال میں لازم نہیں، خواہ نکاح جائز پڑھایا ہو، خواہ ناجائز، جواز عدم جواز کا حال نمبر: ا میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹/۱/۱۶ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ الجواب صحیح: عبد اللطیف، عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/ ۲۳۱-۲۳۲)

زبردستی نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: ہندہ سے بکر کا زبردستی زیادہ مہر پر نکاح کروایا گیا، اس نکاح کے متعلق مسجد کا مستقل امام بخوبی واقف ہے، جب کمیٹی اور بکر کے درمیان نکاح و مہر کے متعلق جدوجہد ہوئی اس وقت پر وہ بھی حاضر تھے اور جان گئے کہ نکاح بالکل جبراً ہورہا ہے، مگر کمیٹی کو کوئی شرعی رائے دیئے بغیر کمیٹی کا حکم پاتے ہی نکاح پڑھ دیا گیا، ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہوسکتی ہے؟ اس نکاح کے بعد وہ جو نکاح پڑھائے گا، وہ شریعت کی بنیاد سے درست ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اگر امام صاحب نے بھی اس ظلم میں حصہ لیا ہے تو وہ گناہ میں شریک ہیں؛(۱) تاہم اس کے بعد جو نکاح پڑھیں گے، وہ صحیح ہوجائیں گے، نکاح خواں سفیر محض ہوتا ہے۔ (کذا فی البحر الرائق)(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۱۲/۲۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/ ۲۳۳-۲۳۴)

اس شخص کی امامت کا کیا حکم ہے جو عورتوں کو بے حیائی کی تلقین کرتا ہے:

سوال: زید کو امام مسجد بنانا جس کے احوال مندرجہ ذیل ہیں، کیا ہے: زید عورتوں کو ورغلاتا ہے اور بے حیائی کی طرف بلاتا ہے اور مسلمانوں کو گالیاں دیتا ہے اور شریعت کی ہتک کرتا ہے، کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

ایسے مبتدعین کی صحبت اور پاس بیٹھنے سے احتراز واجب اور لازم ہے اور امام بنانا اس کو ممنوع اور ناجائز ہے، ہرگز اس کو امام نہ بناویں کہ فاسق کو امام بنانا حرام ہے۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/ ۲۲۴)

---

(۱) کسی بھی معصیت میں اعانت کرنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا علی الإثم﴾ (المائدة: ۲، انیس)

(۲) قال فی فتح القدیر: وینبغی أن یزاد فی الولی لا فی الزوج والزوجة ولا فی متولی العقد فإن تزویج الصغیر والصغیرة جائز وتوکیل الصبی الذی یعقد العقد ویقصده جائز فی البیع فصحته هنا أولی لأنه محض سفیر، إلخ. (البحر الرائق، کتاب النکاح: ۳/ ۸۳، دارالکتاب الإسلامی بیروت. انیس)

(۳) بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم، لما ذکرنا. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۳، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

غلطی سے نکاح درج کردینے پر تائب شخص کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ مولوی رجسٹرار نکاح نے مقدمہ تنسیخ شدہ کا کسی مغالطہ پر نکاح درج کردیا، اس کے بعد اس نے اندراج کو خطا سمجھ کر مسجد میں لوگوں کے سامنے توبہ تائب اور نادم ہوا، ایسے مولوی کی اقتدا میں نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر واقعی غلطی سے اس نے ایسا کام کرلیا ہے اور پھر معلوم ہوجانے پر صدق دل سے توبہ تائب ہوگیا ہے تو بنا برحدیث پاک " **التائب من الذنب كمن لاذنب له**"، (۱) یہ شخص امامت کا اہل ہے، اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ: محمد اسحاق غفراللہ لہ، نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۷۲/۲)

☆☆☆

(۱) **سنن ابن ماجة، باب ذكر التوبة، رقم الحديث: ٤٢٥٠/مسند الشهاب القضاعى، التائب من الذنب كمن لا ذنب له، رقم الحديث: ١٠٨، انيس**

داڑھی اور امامت

داڑھی کی شرعی حیثیت:

سوال (۱) داڑھی رکھنا واجب ہے، یا مستحب ہے؟ داڑھی منڈوانے والا اور کترنے والا اور اس پر اصرار کرنے والا، شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ داڑھی کتروانے والے کی شہادت شرعا جائز ہے، یا کہ نہیں؟

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور تابعین کا کیا عمل رہا ہے، کیا ان کا عمل ہمارے واسطے موجب عمل ہے، یا کیا ہے؟

(۳) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہ کا عمل ہمارے واسطے موجب اتباع ہے، جب کہ داڑھی رکھنے کے متعلق آپ نے فرمایا ہے، ایک مٹھی کی مقدار پر داڑھی رکھنا واجب ہے، یا کہ نہیں؟ اس سے کم داڑھی رکھنے والے کی شہادت مقبول ہے، یا کہ نہیں؟ فقہا کا مقدار قبضہ کو متعین کرنا اور اس سے کم داڑھی والے کو مردود الشہادت کہنا، یہ فقہا کا قول امر منکر نا قابل ہے، یا کیا؟ اور داڑھی والے کے متعلق یہ کہنا کہ یہ بے ایمان ہیں جائز ہے، یا کہ نہیں؟ یا کہنا حرام ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

داڑھی اسلامی شعار میں سے ایک شعار ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعینؒ اور تمام اصحاب خیر القرون میں سے کسی کا بھی داڑھی رکھنا محض عادت کے طور پر، یا محض طبعی نہیں تھا؛ بلکہ شرعی حکم ہونے کی حیثیت سے تھا، اس پر ہنسنا، یا اس کا مذاق اڑانا بڑی ہی خطرناک بات ہے، یہ سب یورپ کی پیداوار ہے، احادیث صحیحہ کثیرہ سے اس کا وجوب ثابت ہے اور محض امت مسلمہ ہی کا شعار نہیں ہے؛ بلکہ تمام انبیاء سابقین علی نبینا علیہم الصلوۃ والسلام کا شعار اور ان سب کی سنت ہے، یہ علما کی من گڑھت بات، یا اختراع نہیں ہے۔(۱)

---

(۱) عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: خالفوا المشرکین، وفّروا اللِّحیٰ وأحفوا الشوارب. (الصحیح للبخاری، باب تقلیم الأظفار (ح: ۵۷۹۲) / الصحیح لمسلم، باب خصال الفطرۃ (ح: ۲۵۹) / السنن الکبریٰ للبیھقی، باب السنۃ فی الأخذمن الاظفار والشوارب (ح: ۶۸۹) انیس)

عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: عشر من الفطرۃ: قص الشارب وإعفاء اللحیۃ والسواک واستنشاق الماء وقص الأظفار وغسل البراجم ونتف الإبط ==

داڑھی منڈانا یا چار انگلی کی مقدار سے کم رکھنا اوراس پر اصرار کرنا فسق ہے،(۱) اس سے آدمی اللہ اور رسول کے نزدیک فاسق مردود الشہادۃ ہوجاتا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ داڑھی ایک قبضہ سے کم نہ رکھنا چاہیے، تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس مقدار کی سنت پر اجماع ہے اوراجماع صحابہ خود بھی ایک حجت شرعی ہے، داڑھی مذہبی شعار کے ساتھ ساتھ ایک صحیح فطرت انسانی بھی ہے۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ ۱/۳۰۴-۳۰۵)

== وحلق العانة وانتقاص الماء. قال زكريا: قال مصعب: ونسيت العاشرة إلا أن تكون المضمضة زاد قتيبة، الخ. (الصحيح لمسلم، باب خصال الفطرة (ح: ٢٦١) انيس)

(عشر من الفطرة) أى من الدين الذى فطر اللّٰه خلقه عليه واختاره لهم. (تفسير غريب ما فى الصحيحين: ١/٥٥٥، مكتبة السنة القاهرة. انيس)

من أهان الشريعة أو المسائل التى لابد منها، كفر. (شرح الفقه الأكبر: ٥١٣، فصل فى العلم والعلماء، انيس)

(١) ويحرم على الرجل قطع لحيته، الخ. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ٦/٤٠٧، انيس)

وأما الأخذ منها - وهى دون ذلك (أى دون القبضة) كما يفعل بعض المغاربة ومخنثة الرجال - فلم يبحه أحد، الخ، وأخذ كلها كما يفعل يهود الهند ومجوس الأعاجم قبيح. (الدر المختار، كتاب الصوم، باب ما يفسد وما لايفسد ٥: ٢/٤١٨، انيس)

وقال العلائى فى كتاب الصوم قبيل فصل العوارض: إن الأخذ من اللحية وهى دون القبضة، كما يفعل بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود والهنود ومجوس الأعاجم، اه، فحيث أدمن علىٰ فعل هذا المحرم يفسق، وإن لم يكن ممن يستخفونه، الخ. (العقود الدرية فى تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الشهادة، لايباح الأخذ من اللحية وهى دون القبضة: ١/٣٢٩- دار المعرفة بيروت. انيس)

... فأقل مافى الباب إن لم يحمل على النسخ كماهو أصلنا فى عمل الراوى على خلاف مرويه مع أنه روى عن غير الراوى وعن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم، يحمل الاعفاء على اعفائها من أن يأخذ غالبها أو كلها كماهو فعل المجوس من حلق لحاهم كمايشاهد فى الهنود وبعض أجناس الفرنج فيقع بذلك الجمع بين الروايات، يؤيد إرادة هذا مافى مسلم عن أبى هريرة عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم "جزوا الشوارب واعفوا اللِّحىٰ خالفوا المشركين" فهذه الجملة واقعة موقع التعليل وأما الأخذ منها وهى مادون ذلك كمايفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد. (فتح القدير، باب مايوجب القضاء والكفارة: ٢/٣٤٨. انيس)

أن العلماء رحمهم اللّٰه اتفقوا على تحريم حلق اللحية وهى الشعر النابت على الخدين والذقن فيشمل عظم اللحى إلى ملتقى العظمين فى الذقن ويشمل ما على الخدين وخرج بهذا الشعر الذى على الحلق أما الشعر الذى على الفك السفلى فهو من اللحية فالشعر على الخدين والفكين فهو من اللحية، الخ. (مختصر شرح فصول الآداب، قوله وإعفاء اللحية: ١/٢٢، جامع ابن القيم الرياض. انيس)

(٢) وأما إعفاء اللحية فهو توفيرها وتكثيرها ومنه قوله تعالىٰ: ﴿حتى عفوا﴾ أى كثروا، ==

داڑھی کی شرعی حیثیت اور اس سے متعلق چند مسائل:

سوال (۱) غیر شرعی داڑھی والے حافظ قرآن جو نماز کے باہر ٹخنہ سے نیچے پتلوں بھی اکثر لٹکائے رہتا ہے، سینما بھی دیکھتا ہے، فوٹو بھی مستورات کی مجلسوں تک میں جا کر اتارتا ہو، نماز جماعت بھی اکثر چھوڑتا رہتا ہو، کا امام بن کر نماز فرض اور نماز سنت تراویح پڑھانا کیسا ہے؟ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مع حوالہ جات کے تفصیلی جواب تحریر فرمادیں، جو اشاعت بھی کیا جانے والا ہو۔

(۲)　داڑھی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۳)　داڑھی کی شرعی مقدار کیا ہے؟

(۴)　داڑھی کی شرعی مقدار سے کم وبیس رکھنا کیسا ہے؟

(۵)　اور ایسے لوگوں کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

(۶)　غیر شرعی داڑھی رکھنے والے کے پیچھے نماز فرض، نماز سنت تراویح ادا کرنا کیسا ہے، جب کہ شرعی داڑھی والا شخص موجود ہو؟

(۷)　غیر شرعی داڑھی رکھنے والے کی اذان وتکبیر کہنا، نکاح پڑھوانا گواہی دینا کیسا ہے، جب کہ شرعی داڑھی والے (خصوصا اذان وتکبیر کہنے والے) موجود ہوں؟　　　(ابراھیم یوسف باوارنگون)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نوٹ:　ہر نمبر کا جواب دینے سے پہلے بطور تمہید کے چند باتیں معروض ہیں، اس سے مذکورہ نمبروں کا جواب آسانی سے ذہن میں آسکے گا۔

تمہید:　بے شمار احادیث صحیحہ میں داڑھی رکھنے کی اور مونچھ کٹانے کی؛ بلکہ چھوٹی سے چھوٹی کر لینے کی بہت زیادہ تاکیدیں وارد ہیں اور اس کے خلاف کرنے پر سخت سخت مذمتیں وارد ہیں، یہاں بطور نمونہ محض چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں، مثلاً: بعض روایات صحاح میں ہیں:

== 　وقد روی أن أبا هريرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه كان يقبض على لحيته فما فضل من قبضته جزه ، وكان عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه يقول: خذ ما تحت القبضة. (الغنية لطالبی طريق الحق: ۴۲/۱ ،فصل فی العشر الخصال التی فی الفطرة، دارالكتب العلمية. انيس)

عن مروان بن سالم المقفع قال: رأيت ابن عمر يقبض على لحيته فيقطع ما زاد على الكف. (سنن أبی داؤد، باب القول عند الإفطار (ح: ۲۳۵۷) انيس)

"أوفروا اللحی واحفوا الشوارب". (۱)

بعض میں ہے:

"أنهكوا الشوارب واعفوا اللحی". (۲)

ان دونوں حدیثوں کا مفہوم یہ ہے کہ داڑھی بڑھاؤ اور موچھوں کو اس طرح چھوٹی کراؤ کہ کھل کر صاف ہو جائے۔

بعض روایات میں "قصوا الشوارب واعفوا اللحی" (۳) اور بعض روایات میں ان کلمات کے ساتھ: "وخالفوا المشرکین" (۴) اور بعض میں "خالفوا زی الأعاجم" (۵) اور بعض میں "خالفوا زی المجوس" ہے۔ (۶)

ان روایتوں کا مفہوم یہ ہے کہ مشرکوں میں اور غیر مسلم عجمیوں کی مشابہت نہ اختیار کرو؛ بلکہ اس کی مخالفت کرو۔

چناں چہ عجمیوں اور مشرکوں میں عموما ان کا مذہبی شعار دیکھا جاتا ہے، داڑھی مونڈانے اور مونچھ بڑھانے کا اور اسی اعتبار سے مونچھ کٹانے اور مٹانے کو اور داڑھی بڑھانے کو اسلامی شعار قرار دیا گیا ہے۔ (۷)

(۱-۲-۳) عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: "خالفوا المشرکین، وفروا اللحی، واحفوا الشوارب، وفی روایة: انهکوا الشوارب، واعفوا اللحی". (مشکوٰة مع شرح الطیبی: ۲۴۷/۸، باب الترجل، کتاب اللباس (ح: ۴۴۲۱) / والنسائی کتاب الطهارة: ۱۳/۱-۱۵)

روایة ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما رواه البخاری، باب تقلیم الأظفار (ح: ۵۸۹۲) / شعب الإیمان للبیهقی، فصل فی الکحل (ح: ۶۰۱۵) انیس)

روایة: "أنهکوا الشوارب واعفوا اللحی" رواه ابن أبی شیبة، ما یؤمر به الرجل من إعفاء اللحیة (ح: ۲۵۹۲) / والبخاری، باب إعفاء اللحی (ح: ۵۸۹۳) انیس)

روایة: "قصوا الشوارب واعفوا اللحی" رواه أحمد فی مسنده، إبتداء مسند أبی هریرة (ح: ۷۱۳۲) انیس)

(۴) مشکوٰة، کتاب اللباس، باب الترجل: ۲۴۷/۸ (صحیح البخاری، باب تقلیم الأظفار (ح: ۵۸۹۲) انیس)

(۵) داڑھی اور موچھ سے متعلق احادیث صحاح ستہ میں ان الفاظ میں وارد ہیں: "خالفوا المشرکین ووفروا اللحی واحفوا الشوارب". (مشکوٰة حوالہ مذکورہ)

عن عمر رضی اللّٰہ عنه أنه قال: إیاکم وزی الأعاجم. (نصب الرأیة، فصل فی اللبس: ۲۲۶/۴، مؤسسة الریان بیروت. انیس)

(۶) عن ابن عمر قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: خالفوا المجوس أحفوا الشوارب واعفوا اللحی. (مستخرج أبی عوانة، بیان الطهارات (ح: ۴۶۸) انیس)

(۷) وقص اللحیة من صنع الأعاجم وهو الیوم شعار کثیر من المشرکین کالأفرنج والهنود ومن لاخلاق له فی الدین من الطائفة القلندریة". (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح: ۴/۲) (کتاب الطهارة، باب السواک، الفصل الأول، رقم الحدیث: ۳۷۹، انیس)

بعض روایات میں ''عشرة من الفطرة ''(۱) اور بعض میں ''خمس من الفطر '' (۲) اور بعض میں ''من خصال الأنبياء'' (۳) اور تقریباً سب میں داڑھی بڑھانے کو ضرور شمار کیا ہے اور ''فطرہ کے معنی جبلہ سلیمہ (۴) کے ہیں؛ یعنی صحیح فطرت انسانی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مونچھیں ختم کی جائیں، یا کٹائی جائیں اور داڑھی بڑھائی جائے۔ نیز بعض روایات صحاح میں اسی خصلت (مونچھ چھوٹی سے چھوٹی رکھنا، یا بالکل کٹا دینا اور داڑھی بڑھانا) کو فطرت انبیاء بتایا گیا ہے، جس کے معنی یہ خصلت تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت اور طریقہ مسلوکہ ہے، جو یقیناً محبوب عندرب العالمین شکل بھی ہے۔

انہی روایات کی بنا پر تمام فرق اسلامیہ کا سوائے بعض روافض وبعض خوارج کے، سب کا یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ یہ صورت (مونچھ) کٹی، یا اس طرح صاف ہو کہ جلد (چمڑا) نمایاں ہو اور داڑھی بڑھی ہوئی ہو اور یہ صورت اسلامی اور مذہبی شعار میں شمار ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ داڑھی کم سے کم کتنی لمبی اور بڑی ہو اور اس میں آپس میں کچھ ضمنی اختلاف ہے؛ مگر داڑھی رکھنا واجب سب کے نزدیک بالاجماع ہے، (۵) بعض اصحاب ظواہر ظاہر نص کے اعتبار سے کٹوانے کی قطعا اجازت نہیں

---

(۱) عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ''عشرة من الفطرة: قص الشارب، وإعفاء اللحية، والسواك، والاستنشاق بالماء، وقص الأظفار وغسل البراجم، ونتف الإبط وخلق العانة، و انتقاص الماء''. (دیکھئے: سنن الدارقطنی، كتاب الطهارة: ۹۵/۱) (رقم الحديث: ۳۱۵/و الصحيح لمسلم، باب خصال الفطرة (رقم الحديث: ۲۶۱) انيس) موسوعة أطراف الحديث: ۴۴۹/۵)

(۲) عن أبي هريرة قال: خمس من الفطرة، إلخ. (دیکھئے: أوجز المسالک باب ماجاء في السنه في الفطرة: ۲۲۳/۱۴، مشكوة المصابيح مع شرح الطيبي، كتاب اللباس: ۲۴۶/۸، أبو داؤد، رقم الحديث: ۴۱۹۸، كتاب الترجل: ۸۴/۴)

(۳) عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: عشر من الفطرة ... الخ. (الحديث) قال الخطابي: فسر أكثر أهل العلماء الفطرة في هذا الحديث بالسنة تأويله أن هذه الخصال من سنن الأنبياء الذى أمرنا أن نقتدى بها، الخ. (الرد على من أجاز تهذيب اللحية: ۵/۱، مكتبة المعارف. انيس)

(۴) ''كل مولود يولد على الفطرة ... والمعنى أنه يولد على نوع من الجملة والطبع المنتهئ بقبول الدين، عشر من الفطرة أى من السنة؛ يعنى سنن الأنبياء عليهم السلام التنى أمرنا أن نقتدى بهم''. (النهاية في غريب الحديث والأثر: ۴۵۷/۳، باب الفاء مع الطاء، نیز دیکھئے: مرقات المصابیح: ۴/۲)

(۵) ...لا نعلم وجود دليل صارف عن وجوب إعفاء اللحية فيبقى الإعفاء واجبا وحلقها محرم لأن فيها تشبها بالمشركين. (توضيح الأحكام من بلوغ المرام، باب الآنية: ۱۵۴/۱، مكتبة الأسدى مكة، انيس)

أن العلماء رحمهم الله اتفقوا على تحريم حلق اللحية، الخ. (مختصر شرح فصول الآداب، قوله وإعفاء اللحية: ۲۲/۱، جامع ابن القيم الرياض. انيس)

دیتے، بالکل چھوڑے رکھنے کو ضروری قرار دیتے ہیں، ایک قول حضرت امام احمد بن حنبل کا بھی یہی ہے، (۱) دوسرا قول دوسرے ائمہ کی طرح کچھ توسع کا ہے اور اس توسع کی بنا ان روایات پر ہے، جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے کہ وہ اطراف لحیہ سے کچھ کٹوا کر مرصع اور جمیل بنا لیتے تھے، (۲) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لحیہ مبارکہ کے بارے میں صحاح میں حوالہ جات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کثہ (لٹکی ہوئی) اور مسترسلہ (لٹکی ہوئی) (۳) اس طرح پر تھی کہ وہ پیچھے سے بھی نظر آتی تھی اور اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کے بال کٹ کر بالکل چھوٹے جلد سے لگے ہوئے، یا محض کھونٹی کی طرح ہوں، ایسے نہیں تھے؛ بلکہ مسترسل (لٹکے ہوئے) تھے؛ مگر ساتھ ہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کٹا کر ایک قبضہ (چار انگل کی مقدار) سے کم کرا لینے کو کسی صحابی نے بھی جائز نہیں قرار دیا ہے۔ (کما فی ردالمحتار: ۱۱۳/۲) (۴) یعنی ایک قبضہ (مشت) سے جو لوگ کم کرا لیتے ہیں، اس کو کسی نے بھی جائز نہیں کہا ہے۔

---

(۱) وقال الحنابلة: لا يكره أخذ ما زاد عن القبضة منها نص عليه أحمد ونقلوا عنه أنه أخذ من عارضه ،وذهب آخرون من الفقهاء إلى أنه لا يأخذ من اللحية شيئاً إلا إذا تشوهت بافراط طولها وعرضها نقله الطبرى عن الحسن وعطاء واختاره ابن حجر وحمل عليه فعل ابن عمر،الخ.(الموسوعة الفقهية الكويتية،الأخذ من اللحية: ۲۲۵/۳۵، مطابع دارالصفوة مصر.انيس)

ويعفى لحيته وقال ابن الجوزى فى المذهب: مالم يستهجن طولها ويحرم حلقها،ذكره الشيخ تقى الدين ولا يكره ما زاد على القبضة ونصه:ولا بأس بأخذ ذلک وأخذ ما تحت حلقه وقال فى المستوعب:وتركه أولىٰ وقيل:يكره وأطلقهما ابن عيدان،الخ.(الإنصاف فى معرفة الراجح من الخلاف عند الإمام أحمد،باب السواک وسنة الوضوء: ۲۵۰/۱،هجر القاهرة.انيس)

(۲) ... وقد روى أن أبا هريرة رضى الله تعالىٰ عنه كان يقبض على لحيته فما فضل من قبضته جزه ، وكان عمر رضى الله تعالىٰ عنه يقول:خذ ما تحت القبضة.(الغنية لطالبى طريق الحق: ۴۲/۱ ،فصل فى العشر الخصال التى فى الفطرة،دارالكتب العلمية.انيس)

وعن مروان بن سالم المقفع قال:رأيت ابن عمر يقبض على لحيته فيقطع ما زاد على الكف .(سنن أبى داؤد،باب القول عند الإفطار (ح:۲۳۵۷)انيس)

سئل أحمد عن الأخذ من اللحية قال:كان ابن عمر يأخذ منها ما زاد على القبضة وكأنه قد ذهب إليه قيل له:فالإعفاء يروى عن النبى صلى الله عليه وسلم قاک:كأن هذا عنده إعفاء.(مسائل حرب الكرمانى،باب إحفاء الشوارب وإعفاء اللحى: ۴۴۸/۱،الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة.انيس)

(۳) رسول الله صلى الله عليه وسلم كان كثيف اللحية عظيم الهامة.(مسند الإمام أحمد (ح:۱۱۲۲)

(۴) وأماالأخذ منها وهى دون ذلک (أى القبضة) كمايفعله المغاربة و مخنثة الرجال فلم يبحه أحد.(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳۹۸/۳)(كتاب الصوم،باب ما يفسد الصوم ومالا يفسده،مطلب فى الأخذ من اللحية،انيس)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لحیہ مبارک کے بارے میں صحاح میں ہے کہ آپ کی لحیہ مبارکہ (داڑھی مبارک) کثہ (گھنی) اور مسترسلہ (دراز لٹکی ہوئی)(۱) اس طرح پر تھی کہ پیچھے سے بھی نظر آتی تھی اور اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کے بال کٹ کر بالکل چھوٹے جلد سے لگے ہوئے، یا محض کھونٹی کی طرح ہوں، ایسے نہیں تھے؛ بلکہ مسترسل (لٹکے ہوئے) تھے اور پیچھے سے بھی نظر آتے تھے اور اس کے معنی یہ ہوئے کہ کان کے نیچے بھی داڑھی کے بال اتنے بڑے اور لمبے ہوتے تھے کہ شانہ مبارک کے اوپر سے بھی لٹکے ہوئے معلوم ہوتے تھے، چاہے دو انگل ہو یا تین انگل ہو؛ مگر لٹکے ہوئے اور دراز ضرور ہوتے تھے اور اسی کے اندر تمام ائمہ کا قول دائر ہے، جڑ سے داڑھی کٹا دینے کا، یا مونڈا دینے کا کسی کا مذہب نہیں ہے اور پورے ڈاڑھ پر (یعنی نیچے کا جبڑا جس کی ہڈی پر نچلے دانت لگے ہوتے ہیں) اس پر جو بال ہوں، وہ سب داڑھی میں شمار ہیں اور اس پورے بالوں کا یہی حکم ہے، جو ابھی مذکورہ ہوا؛ کیوں کہ حدیث پاک میں صیغہ امر کے ساتھ: ”واعفوا اللحی، ارخوا اللحی“ وغیرہ حدیثیں وارد ہیں اور صیغہ امر وجوب کے لیے ہونا مسلم ہے اور اس سے مراد وہی بال ہیں، جو لحیتین پر اُگے ہوتے ہیں۔(۲)

انہی روایات کی بنا پر حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ پورے لحیتین میں کہیں چار انگل سے کم مقدار بالوں کی کٹا کرنہ ہو اور اس کی تائید مزید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر سے بھی ہوتی ہے، جس کو فقہاء کرام ان لفظوں میں نقل کرتے ہیں:

”وصح عن ابن عمر روی هذا الحديث أنه كان يأخذ الفاضل عن القبضة (إلٰی قوله) **وأما الأخذ منها وهی دون ذلک** (أی القبضة) **كما يفعله المغارية ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد“.** (۳)

غرض داڑھی مونڈانا زی اعاجم ومشرکین میں داخل ہو کر حرام ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور مونچھ دونوں کے صفایا سے مخنثین کے مشابہ ہو کر مزید حرمت کا سبب اور باعث مذمت و باعث غضب خداوندی اور بغاوت عن قول الرسول علیہ السلام کے مشابہ ہوگا، جیسا کہ شیخ احمد بفراوی مالکی عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے، جس کو وہ فقہ مالکی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

(۱) یہ لفظ کسی حدیث میں نہیں ملا، البتہ بخاری کی اس حدیث سے اس پر دلالت ہوتی ہے۔

”عن أبی معمر قال: قلنا لخباب رضی اللّٰه عنه أكان رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم يقرأ فی الظهر والعصر قال نعم، قلنا بما كنتم تعرفون ذاک قال: باضطراب لحية“. (صحيح البخاری مع فتح الباری: ۲۳۳/۲، كتاب الأذان، باب رفع البصر إلی الإمام فی الصلاة، رقم الحديث: ۷۴۶)

(۲) **اللحية إسم لجميع من الشعر ما نبت علی الخدين والذقن. (مجمع بحار الأنوار: ۴۸۸/۴)**

(۳) **الدر المختار مع ردالمحتار: ۳۹۸/۳ (كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم و مالا يفسده، مطلب فی الأخذ من اللحية، انيس)**

فما علیه الجند فی زماننا من أمر الخدم بحلق لحاهم دون شواربهم لاشک فی حرمته عند جمیع الأئمة لمخالفته لسنة المصطفی صلی اللّٰه علیه وسلم ولموافقته لفعل الأعاجم والمجوس. (۱)

غرض زمانہ رسالت علی صاحبہا الصلاۃ والسلام سے لے کر برابر داڑھی کے معاملہ میں اسی پر وجوباً عمل ہونا چلا آ رہا تھا اور کتاب وسنت سے بھی یہی صورت متعین ہوکر اسلامی شعار متعارف ہے؛ مگر مسلمانوں کے اسباب زوال میں ایک سبب کہئے، جو اپنے نحوست اعمال سے پیدا ہوئے کہ مغربی تہذیب سے متأثر ہوکر بعض خطہ کے لوگوں نے داڑھی مونڈانا شروع کر دیا، پھر بعض علماء مستشرقین نے تہذیب مغرب زدگی سے متاثر ہوکر داڑھی کی شرعی حیثیت ہی کو مبتدل ومتغیر کرنا شروع کر دیا اور داڑھی بالکل غیر شرعی چیز؛ بلکہ محض طبعی شے قرار دینے لگے اور اس معاملہ میں مکمل چھوٹ دینے لگے، یہاں تک کہ بہت سے پڑھے لکھے ذی ہوش وذی علم حضرات اور بہت سے خطبا اور ائمہ مساجد بھی متأثر ہونے لگے۔ (الامان والحفیظ) پھر یہ وبا ایشیا میں غالباً سب سے پہلے مصر میں آئی، پھر یہ وبا بلا بن کر اس قدر عام ہوگئی کہ عرب کے دیگر ممالک میں بھی عام طور سے پھیل گئی اور ایک سنت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جو شعار کا درجہ رکھتی تھی، وہ مردہ ہونے لگی اور حدیث پاک **"من ترک سنتی لم ینل شفاعتی" أو کما قال صلی اللّٰه علیه وسلم** (۲) کے وبال میں مسلمانوں کو اس وبا نے مبتلا کر دیا اور ترک سنت رسول علیہ السلام کا وبال دنیا اور آخرت دونوں جگہ ذلت ورسوائی ونامرادی وناکامیابی ہے، جیسا کہ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے: **"أبغض الناس إلی اللّٰه ثلاثة: ملحد فی الحرم، ومبتغ فی الإسلام سنة الجاهلیة، ومطلب دم امرأ مسلم بغیر حق". {رواه البخاری}** (مشکوۃ، ص: ۲۷) (۳) بلکہ ترک سنت گمراہی کے شہر کا دروازہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے، موطأ امام مالک میں مروی ہے:

"قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب اللّٰه وسنة رسوله". (۴)

(ترجمہ: یعنی! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک تم لوگ ان دونوں کے مطابق عمل کرتے رہوگے، گمراہ نہ ہوگے: ایک کتاب اللہ، دوسرے سنت رسول اللہ۔)

---

(۱) داڑھی اور انبیاء کی سنتیں، مصنفہ مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری: ۲۶ (الفواکہ الدوانی، باب فی الفطرۃ: ۳۰۶/۲، دار الفکر۔ انیس)

(۲) رد المحتار: ۲۲۰/۱، کتب حدیث میں ان الفاظ میں کوئی حدیث نہیں مل سکی، البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ایک حدیث میں یہ الفاظ مذکور ہیں: **ومن نکث ذمتی لم ینل شفاعتی و لم یرد علی الحوض". (مجمع الزوائد: ۱۷۲/۱) (کتاب العلم، ثان منه فی اتباع الکتاب والسنه ومعرفة الحلال و الحرام، رقم الحدیث: ۷۹۸، انیس)**

(۳) **صحیح البخاری مع فتح الباری: ۲۱۰/۱۲، رقم الحدیث: ۶۸۸۲، وزاد: "بغیر حق لیهر یق دمه"**

(۴) **موطأ امام مالک شرحه تنویر الحوالک للسیوطی: ۹۳/۳۔**

ظاہر ہے کہ جب سنت رسول اللہ علیہ السلام چھوڑ کر انسان گمراہی کے شہر میں داخل ہو جائے گا تو پھر جتنی بھی گمراہی وذلت ونکبت آوے، کم ہے۔" **اللّٰهم احفظنا من شرور أنفسنا و من سئيات أعمالنا**". (آمین)

اس تمہید کے بعد اب استفتاء کے اندر مندرجہ سوالوں کا جواب نمبر وار مذکور ہے:

(۱) داڑھی شرعی و مذہبی شعار ہے، اس کی حفاظت کرنا اور اس کو نمایاں رکھنا شرعاً واجب ہے۔

(۲-۳) داڑھی کی شرعی مقدار کم سے کم ایک قبضہ (مست) ہے، جو کم وبیش چار انگل ہوتی ہے اور اس کو برقرار رکھنا واجب ہے۔

(۴) ایسے لوگ واجب کے تارک اور اسلامی و مذہبی شعار کو پامال کرنے والے اور مٹانے والوں کے مشابہ ہوتے ہیں، جو اللہ نہایت مبغوض ہیں اور انہی وجوہ سے ایسے لوگ عند اللہ فاسق شمار ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کے پیچھے ایسے لوگوں کی نماز مکروہ ہوتی ہے، جو شرعی شکل وصورت رکھنے کے ساتھ ساتھ امامت کے بھی اہل ہوں۔

(۵) جب شرعی داڑھی رکھنے والے امامت کے اہل موجود ہوں؛ یعنی قرآن پاک صحیح پڑھتے ہوں اور طہارت ونماز کے مسائل سے اچھی طرح واقف ہوں اور محتاط بھی ہوں تو ایسے شخص کے موجود ہوتے ہوئے غیر شرعی داڑھی رکھنے والے کو امام نہیں بنانا چاہیے، ورنہ سب کی نماز بہ کراہت ادا ہوگی اور کراہت ادا ہوگی اور کراہت کے اندر غلظت وشدت میں تفاوت ہو تو یہ الگ بات ہوگی، مثلاً: ایک شخص داڑھی مونڈانے کا عادی ہے اور قصداً مونڈاتا رہتا ہے، اس کے نماز پڑھنے سے کراہت تحریمی ہوگی اور اس کراہت میں غلظت وشدت باعتبار اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنے سے ہوگی، جو مونڈھتا نہیں؛ بلکہ وہ کٹا کر چھوٹی اور غیر شرعی رکھنے کا عادی ہے اور قصداً ایسا کرتا رہتا ہے، پھر اس شخص کی اقتدا کرنے میں کراہت کے اندر غلظت وشدت زیادہ ہوگی باعتبار اس شخص کی اقتدا کے جو ایسا کرنے کا عادی نہیں؛ بلکہ کبھی کبھی بعض اتفاق سے اس سے ایسا ہو جاتا ہے، البتہ ایسے شخصوں کو بھی مستقل عہدہ امامت دینا اور مستقل امام مقرر کرنا درست نہیں۔

اور اگر شرعی داڑھی رکھنے والا امامت کا اہل موجود ہی نہ ہو تو اس وقت انہی میں سے جو زیادہ دیندار اور متبع سنت ہو، اسی کو امام بنا کر نماز با جماعت پڑھ لیں، ہرگز ترک نہ کریں، یہی حکم فرض وتر اوتراویح سب کے بارے میں ہے۔

اگر کسی مسجد کا مقرر شدہ امام غیر شرعی ہو؛ مگر ایسا فاسد العقیدہ ہونا معلوم نہ ہو، جس کے پیچھے نماز نہ ہوتی ہو اور اس کا نصب وعزم بھی اپنے اختیار واستطاعت نہ میں ہو، یا کسی اجنبی جگہ پہنچ جائیں، جہاں کا امام اسی قسم کا ہو اور نصب وعزل اپنے اختیار میں نہ ہو تو صرف صبر کریں اور حدیث پاک: "**صلوا خلف كل بر وفاجر**" **أو كما قال عليه السلام**"(۱) کے حکم کے مطابق پیچھے پڑھ لیں، جماعت ترک نہ کریں۔

---

(۱) سنن الدارقطنی، باب صفة من تجوز الصلوٰة معه والصلوة عليه: ۵۷/۲ (مرتب منتخبات نظام الفتاویٰ)

اور اگر اصلاح کرنا چاہیں اور اصلاح کی توقع ہو، جب بھی: ﴿اذهبا إلیٰ فرعون إنه طغیٰ، فقولا له قولاً لینا لعله یتذکر أو یخشیٰ﴾ (۱) کے اصول کو اور ﴿أدع إلیٰ سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة و جادلهم بالتی هی أحسن﴾ (۲) کے ضابطے کو ہمیشہ سامنے رکھیں اور کبھی اس کو نہ چھوڑیں اور کبھی ایسا طریقہ اختیار نہ کریں، جو آپس کے نفاق وشقاق، یا اختلاف ونزاع کا باعث بنے، ہمیشہ ﴿لست علیهم بمصیطر﴾ (۳) کو بھی پیش نظر رکھیں۔

(۶) ایسے شخص کو مؤذن، مکبر اور قاضی نکاح مقرر کرنا مذموم ومکروہ ہے، باقی متشرع آدمی کے موجود رہتے ہوئے بھی ان کی دی ہوئی اذان وتکبیر سے جو نماز پڑھی جائے گی، وہ بلا کراہت ادا ہو جائے گی، (۴) اسی طرح ایسے قاضی نکاح کا پڑھایا ہوا نکاح بھی بلا کراہت صحیح ونافذ ہو جائے گا، البتہ گواہی کے مسئلہ میں یہ تفصیل ہے کہ جس گواہی میں محض تحمل شہادت کافی ہوتا ہے، اس میں اس کا گواہ بننا معتبر ومفید ہوگا، جیسے عقد نکاح کے اس میں ان کا شاہد بنانا معتبر اور کافی ہے؛ کیوں کہ یہ گواہی محض عقد نکاح منعقد ہونے کے لیے ہوتی ہے اور محض تحمل شہادت کے درجہ کی چیز ہوتی ہے اور انعقاد نکاح کے بعد صحت نکاح کے نفاذ، یا بقا کے لیے، پھر ان شاہدوں کی ضرورت نہیں باقی رہتی؛ بلکہ شہرت عامہ وتسامع وغیرہ کافی ہو جاتی ہے، باقی یہ الگ بات ہے کہ اس میں بھی دیندار لوگوں کا گواہ بنانا اعلیٰ وافضل بات ہے، (۵) باقی جن معاملات میں تحمل شہادت کے ساتھ ساتھ ادائے شہادت بھی ضروری ہوتی ہے، جیسے رؤیت ہلال کے ثبوت کے لیے شہادت کہ اس میں تحمل شہادت اور ادائے شہادت دونوں چیزیں لازم ہوتی ہیں تو اس میں عادل ہونا، یا کم از کم مستور الحال ہونا ضروری ہوتا ہے۔

---

(۱) سورة طٰهٰ: ٤٤

(۲) سورة النحل: ١٢٥

(۳) سورة الغاشية: ٢٢

(۴) ویکره أذان الفاسق ولا یعاد، هٰکذا فی الذخیرة. (الفتاویٰ الهندیة: ٥٤/١، الباب الثانی فی الأذان وفیه فصلان، الفصل الأول فی صفته وأحوال المؤذن، انیس)

(۵) ”وشرط فی الشاهد أربعة أمور الحریة والعقل و البلوغ والاسلام... و یصح (أی النکاح) بشهادة الفاسقین والأعمیین“. (الفتاویٰ الهندیة: ٢٦٧/١، کتاب النکاح) (الباب الأول فی تفسیره شرعاً وصفته ورکنه وشرطه وحکمه، انیس)

” الفسق لایمنع أهلیة الشهادة عندنا فینعقد النکاح بحضرته، وإنما یمنع أداء الشهادة لتهمة الکذب“. (فتاویٰ قاضی خان علیٰ هامش الفتاویٰ الهندیة: ٤٠٧/٢، مرتب منتخباب نظام الفتاویٰ) (کتاب الشهادات، فصل فیمن لا تقبل شهادته لفسقه، انیس)

عادل شریعت کی اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں، جس کی صلاح زیادہ ہو، اس کے فساد سے اور صواب غالب ہو، خطا سے اور سلیم القلب ہو، کما فی قاضیخان علیٰ ہامش الهداية (٢/ ٤٦٠): "إن كان صلاحه أكثر من فساده وصوابه أغلب من الخطأ ويكون سليم القلب يكون عدلا تقبل شهادته". (۱) قاضی خان محض صاحب ترجیح ہی نہیں ہیں؛ بلکہ صاحب تخریج بھی ہیں، انہوں نے فساد زمانہ کے پیش نظر امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی تحقیق کو قول مفتی بہ میں ترجیح دی ہے، چناں چہ فرماتے ہیں:

"وعن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ: إن كان الفاسق وجيها ذا مروءة جازت شهادته، لأن مثله لا يكذب". (۲)

اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص شرعی ضابطہ کے مطابق عادل ومستور الحال نہ ہو؛ لیکن ایسا باوجاہت اور ذی منصب وذی مروۃ ہو کہ جھوٹ بولنے کو اپنے منصب کے خلاف اور اپنی توہین سمجھتا ہو اور واقعہ ایسا ہی ہو کہ اس سے کذب صادرہ ہوتا تو اس کی بھی شہادت مقبول ومعتبر ہوگی، اسی طرح اگر مالی معاملات میں اتنا دیانت دار وصاف مشہور ہو کہ اپنے مالی نقصان کے باوجود بھی جھوٹ نہ بولتا ہو تو "لا یکذب" کی علت کے اطراد سے اس کی بھی شہادت مقبول ومعتبر ہوگی۔

داڑھی منڈانے کو جائز سمجھنا:

سوال: یہاں مسلمان داڑھی منڈانا جائز سمجھتے ہیں، یہاں تک کہ بڑی بڑی مساجد کے امام وخطیب بھی داڑھی منڈاتے ہیں، جب ان سے سوال کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں ہے، ایک سنت ہے اور پہلے فرائض کی پابندی ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ صورتوں کو نہیں نیتوں کو دیکھتا ہے، اگر دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی محبت ہے اور فرائض کی پابندی کرتے ہیں تو بس ہے، براہ کرم اس پر بھی تفصیلی روشنی ڈالیے؟

الجواب ـــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

داڑھی منڈانا قطعاً ناجائز ہے۔ بہت سی صحیح احادیث میں اس کے رکھنے کا حکم وجوب کے صیغہ کے ساتھ ہے، مثلاً فرمایا گیا ہے:

---

(۱) قاضيخان علىٰ هامش الهداية (٢/ ٤٦٠) (كتاب الشهادات، فصل فيمن لا تقبل شهادته لفسقه، انيس): "لأن غير المعصوم لايخلوعن قليل ذنب فيعتبر فيه الغالب وعن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ ... أن مثله لايكذب". (مرتب) (كتاب الشهادات، فصل فيمن لا تقبل شهادته لفسقه، انيس)

(۲) كتاب الشهادات، فصل فيمن لا تقبل شهادته لفسقه، انيس

(۳) باب ما يفسد الصلاة ومالا يفسده، مطلب في الأخذ من اللحية، انيس

"جزوا الشوارب واعفوا اللحی.(۱)

(یعنی مونچھوں کو جڑ سے کاٹو اور داڑھی کو بڑھاؤ۔) یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کا امتثال واجب اور ضروری ہے، باطن کے ساتھ ظاہر کی بھی اصلاح اور اس کا مطابق شرع کے ہونا ضروری ہے، پھر جب یہ لوگ بھی سنت سمجھتے ہیں تو ترک سنت پر جو وعید ہے، اس کو بھی انہیں سامنے رکھنا چاہیے۔ حدیث پاک میں ہے:

"من ترک سنتی لم ینل شفاعتی" أو کما قال صلی اللہ علیہ وسلم.(۲)

(یعنی سنت ترک کرنے والا شفاعت سے محروم رہے گا اور یہ محرومی معمولی محرومی نہ ہوگی۔)

اللہ تعالی سب کو اتباع سنت کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ (آمین) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیوبند سہارنپور۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ ۱/۳۰۴-۳۰۵)

حدیث کے مقابلے میں ڈھٹائی کر کے داڑھی کتروانے والا امام سخت ترین مجرم ہے:

سوال: ہمارے یہاں مسجد میں ایک پیش امام ہیں، ان کی داڑھی تقریباً ایک انچ تھی، ان سے کسی نے کہا کہ حدیث میں ہے کہ داڑھی بڑھاؤ تو انہوں نے کہا کہ میں تو اور کٹاؤں گا، چناں چہ چند روز بعد انہوں نے اور کترائی، آدھا انچ رہ گئی، جب ان سے کہا گیا کہ یہ آپ نے کیا کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: بس بال برابر کئے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ حدیث میں کہیں بھی ایک مشت داڑھی رکھنے کا حکم نہیں ہے، یہ بات ان کی کس حد تک درست ہے، نیز ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

امام ابو یوسفؒ نے ایک بار حدیث بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوکی (کدو) مرغوب تھا، مجلس میں ایک شخص نے حدیث سن کر کہا کہ! مجھے تو مرغوب نہیں، حضرت امامؒ نے حکم فرمایا کہ اسے قتل کر دو، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے معارضہ کرتا ہے، اس نے توبہ کی۔ (۳) یہ واقعہ آپ کے پیش امام پر صادق آتا ہے، ابو یوسفؒ کی

(۱) مسند البزار، مسند أبی حمزة أنس بن مالک، رقم الحدیث: ۸۶۷۵-۱۵/۲۳۶/شرح معانی الآثار، کتاب الکراهیة، باب حلق الشارب، رقم الحدیث: ۶۵۶۳-۴/۲۳۰، عالم الکتب، انیس)

(۲) ان الفاظ کے ساتھ حدیث نہیں مل سکی، البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ایک حدیث میں یہ الفاظ مذکور ہیں:

"ومن نکث ذمتی لم ینل شفاعتی، ولم یرد علی الحوض". (مجمع الزوائد: ۱/۱۷۲) (کتاب العلم، باب فی العمل بالکتاب والسنة، باب ثان منه فی اتباع الکتاب والسنة ومعرفة الحلال من الحرام، رقم الحدیث: ۷۹۸، انیس)

(۳) وفی الخلاصة: عن أبی یوسف أنه قیل بحضرة الخلیفة المامون أن النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یحب القرع، فقال رجل: أنا لا أحبه، فأمر أبو یوسف بإحضار النطع والسیف فقال الرجل: استغفر اللہ مما ذکرته. (شرح فقه أکبر: ۲۰۴)

مجلس میں پیش امام آیا ہوتا تو وہ اس پیش امام کے قتل کا فتویٰ دیتے؛ اس لیے نہیں کہ یہ داڑھی کٹاتا ہے؛ بلکہ اس لیے کہ یہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا معارضہ کرتا ہے۔

رہا اس کا یہ کہنا کہ حدیث میں کہیں بھی ایک مشت داڑھی رکھنے کا حکم نہیں آیا، اس سے پوچھئے کہ داڑھی کٹانے کا حکم کس حدیث میں آیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بڑھانے ہی کا حکم دیا ہے، (۱) البتہ بعض صحابہؓ سے ایک مشت سے زائد کا کاٹنا ثابت ہے، (۲) اس سے تمام فقہائے امت نے ایک مشت سے زائد کے کاٹنے کو جائز اور اس سے کم کے کاٹنے کو حرام فرمایا ہے۔ بہرحال اپنے امام صاحب سے کہئے کہ اپنے اس گستاخانہ کلمہ سے توبہ کریں اور اپنے ایمان کی خیر منائیں، اگر اس پر بھی بات ان کی عقل میں نہ آئے تو اس کو امامت سے معزول کر دیا جائے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں، جب تک کہ توبہ نہ کرے۔ (۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۴۴۴)

داڑھی منڈا، یا غیر مسنون داڑھی والے کی امامت:

سوال: غیر مسنون داڑھی رکھنے والے کی اقتدا میں نماز ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ نیز داڑھی منڈے کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ایک مشت داڑھی رکھنا ضروری ہے، اس سے کم رکھنا، یا منڈانا ناجائز اور حرام ہے، ایسا کرنے والا گناہگار اور فاسق ہے، ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اگر اتفاقاً کوئی نماز پڑھ لی تو ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے:

"وأما قطعها وهي دونها فلم يبحه أحد آه. وفيه، والسنة فيها القبضة ... ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته، آه". (۴) فقط والله أعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ، ۲۵/۷/۱۳۹۸ھ۔ الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۳۷۱)

---

(۱) عن نافع عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: خالفوا المشركين: وفروا اللحى واحفوا الشوارب. (صحيح البخاري: ۲/۸۷۵، باب: تقليم الأظفار) (كتاب اللباس، رقم الحديث: ۵۸۹۲، انيس)

(۲) عن أبي زرعة قال: كان أبو هريرة رضي الله تعالى عنه يقبض على لحيته ثم يأخذ من فضل عن القبضة. (مصنف ابن أبي شيبة، ما قالوا في الأخذ من اللحية (ح: ۲۵۴۸۱) انيس)

عن أبي حنيفة عن الهيثم عن ابن عمر رضي الله عنهما أنه كان يقبض على لحيته فيأخذ منها ماجاوز القبضة. (كتاب الآثار برواية أبي يوسف، في الخضاب والأخذ من اللحية (ح: ۱۰۴۰): ۱/۲۳۴، دار الكتب العلمية. انيس)

(۳) ويكره إمامة عبد وفاسق. (الدر المختار) وفي رد المحتار: وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً. (رد المحتار: ۱/۵۲۰) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۴) رد المحتار: ۵/۳۵۹ (كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، انيس)

بے داڑھی والے کے پیچھے داڑھی والوں کی نماز کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص داڑھی نہ رکھے اور نماز پڑھائے، اس کے پیچھے داڑھی بھی رکھے ہوئے نماز پڑھتے ہیں، ان کی نماز درست ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

داڑھی کی مقدار ایک قبضہ ہے، ایک قبضہ تک پہنچنے سے پہلے کٹوانا، یا ایک قبضہ ہو جانے کے بعد ایک قبضہ (مٹھی) سے کم کروانا، کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں ہے۔

"وأما الأخذ منها وهي دون ذلک کما یفعله بعض المغاربة، ومخنثة الرجال فلم یبحه أحد، وأخذ کلها فعل یهود الهند ومجوس الأعاجم. (۱۱۳/۲، کتاب الصوم) (۳)

لہٰذا ایسا کرنے والا شخص فاسق ہے اور فاسق کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے۔

کذا في ردالمحتار (۵۲۳/۱): قال أصحابنا: لا ینبغي أن یقتدی بالفاسق إلا في الجمعة؛ لأنه في غیرها یجد إماماً غیره.

(بعد أسطر) **تکره إمامته بکل حال، بل مشٰی في شرح المنیة علٰی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم، لما ذکرنا، قال: ولذا لم تجز الصلاة خلفه أصلاً عند مالک وروایة عن أحمد، إلخ.** (۱)

لہٰذا کسی دوسرے متشرع ومتدین شخص کو امام بنائیں؛ لیکن اگر اس گناہ کے ارتکاب کے باوجود اس کے پیچھے نماز ادا کر لی تو نماز ہو جائے گی، البتہ ایسے شخص کو امام بنانے کی صورت میں سب کو مکروہِ تحریمی کے ارتکاب کا گناہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۵۲/۲-۵۳) ☆

---

(۱) کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تکرار الجماعة في المسجد، انیس

☆ **داڑھی منڈانے والے کی امامت:**

سوال: داڑھی منڈانے والے امام کے پیچھے نماز فجر وعصر کی پڑھ کر اعادہ نماز کرنا اولیٰ ہے، یا نہ کرنا اعادہ کا اولیٰ ہے؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــ

فاسق کا امام بنانا حرام ہے اور اس کے پیچھے اگر کوئی نماز پڑھے تو بکراہت تحریم ادا ہو جاتی ہے اور اگر اس کا ثبوت کفر ہو جائے تو ہرگز نماز نہیں ہوتی۔ اول تو اس کے پیچھے نہ پڑھے اور اگر پڑھ ہی لے تو اعادہ کر لینا اچھا ہے، (کراہت تحریمی کی وجہ سے بہتر ہے کہ نماز کا اعادہ کر لے؛ لیکن ضروری نہیں ہے، اگر کسی نے نماز دوبارہ نہیں پڑھی تو وہ گناہگار نہیں ہوگا۔ انیس) بعض فقہا کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر اور فجر کے بعد بھی جائز ہے۔ (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۰۲-۳۰۳)

داڑھی منڈے کی امامت حدیث کی روشنی میں:

سوال: داڑھی منڈے کی امامت حدیث کی روشنی میں بیان فرمادیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ’’اگر تم یہ چاہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نماز قبول فرمادے تو چاہیے کہ امامت وہ لوگ کرائیں جو تم میں بہتر ہوں؛ اس لیے کہ امام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قوم کا نمائندہ ہوتا ہے‘‘۔(اھ)اورظاہر ہے کہ خلاف سنت کام کرنے والا کیسے بہتر ہوسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ کیسے ہوسکتا ہے؟ لہٰذا ایسا کرنے والے کی امامت مکروہ ہے۔{رواہ الإمام حاکم فی مستدرکہ}(ردالمحتار: ۱/ ٤-٥)(۱)فقط والسلام

محمدانورعفااللہ عنہ،۱۳/۸/۱۳۹۸ھ۔الجواب صحیح: بندہ عبدالستارعفااللہ عنہ۔(خیرالفتاویٰ:۲/۳۷۱-۳۷۲)

محلوق اللحیہ کی امامت:

سوال: یہاں ایک مسجد میں کسی نماز میں پیش امام صاحب کسی کام کی وجہ سے جماعت کے وقت نہ پہنچ پائے تو ان کی جگہ ایک دوسرا شخص جو پڑھا لکھا ہے؛ مگر داڑھی ترشواتا ہے،نماز پڑھاتا ہے،اس کے پیچھے جو مقتدی داڑھی صاف کراتے ہیں،نماز پڑھتے ہیں اور پھر بعد میں اپنی نماز دہراتے ہیں،ان کو ایسا کرنا کیسا ہے؟

(نثاراحمد،خریدارنمبر:۱۷۸)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًاو مصلیًا

امام متبعِ سنت ہونا چاہیے؛ لیکن ایسے مقتدیوں کو ایسے امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا دہرانا لازم نہیں۔(۲)فقط واللہ اعلم

(فتاویٰ محمودیہ:٦/۱۲۱)

داڑھی کٹے کی امامت تراویح میں:

سوال: داڑھی کترواکر ایک مشت سے کم رکھنے والے کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا مکروہ تحریمی ہے،یا تنزیہی؟ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے،نیز شرعی داڑھی کی مقدار کیا ہے؟ حدیث کے حوالہ کے ساتھ رقم فرمائیں؟

---

(۱) ردالمحتار،کتاب الصلاۃ،باب الإمامۃ: ۱/ ٥٦٢،دارالفکر بیروت.انیس

(۲) ’’ویکرہ إمامۃ عبد وأعرابی وفاسق‘‘.(تنویرالأبصار) ’’قولہ:(فاسق)من الفسق:وھوالخروج عن الاستقامۃ، ولعل المراد بہ من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی وأکل الربا،ونحو ذلک.(الدرالمختارمع ردالمحتار، باب الإمامۃ: ۱/ ٥٥٩-٥٦٠، سعید) (مطلب فی تکرارالجماعۃ فی المسجد،انیس)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اصول فقہ چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع، قیاس۔ جس اصل سے بھی جو مسئلہ ثابت ہو اور ثبوت بھی عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص، اقتضاء النص، جس طرح بھی ہو، وہ قابلِ تسلیم ہے۔ کسی ایک دلیل میں منحصر قرار دے کر اس دلیل کا مطالبہ منصبِ مقلد کے خلاف ہے اور مجیب اس کا مکلّف بھی نہیں، اس بنیادی تمہید کے بعد عرض ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآ ثار میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک مشت داڑھی رکھنا سنت ہے،(۱) صحابۂ کرام کا بھی عامۃً معمول یہی تھا، تو گویا یہ چیزیں اجماعی ہیں، اسی وجہ سے فقہائے کرام نے لکھا ہے:

"ويحرم على الرجل قطع لحيته". (۲)

ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے کٹانا، یا چھوٹی چھوٹی رکھنا، کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں۔

"وأما الأخذ منها وهي دون ذلك (دون القبضة) كما يفعله بعض المغاربة، ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد". (ردالمحتار: ۲/۱۱۳)(۳)

جو شخص ایسا کرتا ہے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، **لأنه فاسق وكراهة تقديمه كراهة تحريم، كما في الغنية وردالمحتار وغيرهما.** (۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۲۲-۱۲۴)

جو امام داڑھی رکھنے سے منع کرے، اس کی امامت:

سوال: جو امام لڑکوں کو داڑھی رکھنے سے منع کرتا ہو کہ ابھی تمہاری عمر داڑھی رکھنے کی نہیں ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

---

(۱) عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنهما أنه كان يقبض علٰی لحيته ثم يقص ما تحت القبضة. قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبی حنيفة". (كتاب الآثار، كتاب الحظر والإباحة، باب حف الشعر من الوجه، يقال: حفت المرأة وجهها: أی أخذت عنه الشعر، ص: ۱۹۸، إدارة القرآن كراچی)

عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنهما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: "خالفوا المشركين، أحفوا الشوارب و أوفوا اللحی".

"وعن أبی هريرة رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم: "جزوا الشوارب وأرخوا اللحٰی، خالفوا المجوس". (الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/۱۲۹، قديمی)(ح: ۲۵۹-۲۶۰) انیس)

(۲) الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع: ۶/۴۰۷، سعيد

(۳) الدر المختار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده: ۲/۴۱۸، سعيد

(۴) الحلبی الكبير، كتاب الصلاة، الأولٰی بالإمامة، ص: ۵۱۳: سهيل اكيڈمی لاهور (فصل فی الإمامة، وفيها مباحث، انیس)

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

داڑھی رکھنے سے منع کرنا، حدیث پاک کا مقابلہ کرنا ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۴/۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۵/۶)

تعلیم یافتہ بے داڑھی والے کی امامت:

سوال: ایک موضع میں مسجد ہے جس میں زید امامت کرتا ہے، زید داڑھی نہیں رکھتا، موضع میں صرف زید ہی ایسا ہے جو امامت کے قابل تعلیم یافتہ ہے، دیگر اشخاص صرف نماز پڑھنے کی قابلیت رکھتے ہیں خطبہ وغیرہ نہیں پڑھ سکتے، ایسی صورت میں امامت کے متعلق زید کو کیا حکم ہے؟ حالاں کہ جو لوگ خطبہ پڑھنے کی قابلیت نہیں رکھتے، ان میں سے چند داڑھی بھی رکھتے ہیں، کبھی کبھی ایسے شخص آجاتے ہیں، جو کافی علم داں ہوتے ہیں اور داڑھی بھی رکھتے ہیں، ان لوگوں کی موجودگی میں امام مذکور بالا کیا امامت نہیں کر سکتے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

زید کو چاہیے کہ داڑھی شریعت کے موافق رکھے پھر امامت کرے، جو شخص نماز پڑھا سکتا ہے، خطبہ نہیں جانتا، اس کو چاہیے کہ الحمد للہ شریف اور درود شریف، سوم کلمہ، استغفار پڑھ دے، بس خطبہ ادا ہو جائے گا، یہ ضروری نہیں کہ جو خطبہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے، وہی پڑھے، (۲) اور جب مسائل سے واقف متبعِ سنت شخص موجود ہو تو داڑھی نہ رکھنے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/رمضان/۱۳۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/رمضان/۱۳۶۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۵/۶-۱۲۶)

---

(۱) عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم "خالفوا المشرکین، أحفوا الشوارب وأوفوا اللحی". (الصحیح لمسلم، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ: ۱۲۹/۱، قدیمی (رقم الحدیث: ۲۵۹، انیس)

"وعن أبی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "جزوا الشوارب وأرخوا اللحیٰ، خالفوا المجوس". (الصحیح لمسلم، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ: ۱۲۹/۱، قدیمی (رقم الحدیث: ۲۶۰)/ صحیح البخاری، باب تقلیم الأظفار (رقم الحدیث: ۵۸۹۲) انیس)

(۱) وکفت تحمیدۃ أو تہلیلۃ أو تسبیحۃ) للخطبۃ المفروضۃ مع الکراہۃ، وقالا: لابد من ذکر طویل، وأقلہ قدر التشہد الواجب آہ" (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ: ۱۴۸/۲، سعید)

(۲) بل مشٰی فی شرح المنیۃ علٰی أن کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم لما ذکرنا، ولذا لم تجز الصلاۃ خلفہ أصلاً عند مالک، وروایۃً عن أحمد". (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ: ۵۶۰/۱، سعید) (مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد، انیس)

بغیر داڑھی والے کی امامت:

سوال: ۱۳/رمضان ایک صاحب نے اعلان کیا کہ جو حافظ صاحب تراویح پڑھا رہے ہیں، ان کے پیچھے تراویح پڑھنا حرام ہے؛ کیوں کہ ان کو داڑھی مونچھ نہیں ہے، اس کے بعد انہوں نے اپنی تراویح کا علاحدہ انتظام کیا، ﴿الم ترکیف﴾ سے پڑھنا شروع کیا، نتیجہ یہ کہ کچھ لوگ قرآن چھوڑ کر ان کے پیچھے پڑھنا شروع کر دیا، یہاں زیادہ تعداد بغیر داڑھی والوں کی ہے، بعض دفعہ فرض جماعت پڑھانے کے لیے بغیر داڑھی والا فرض پڑھا دیتا ہے؛ اس لیے آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہ حنفی، شافعی، حنبلی کے تحت ارسال فرمادیں؛ کیوں کہ میرے ساتھیوں میں تینوں مسلک کے لوگ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا بغیر داڑھی والے کی امامت میں فرض نماز، یا تراویح پڑھنا جائز ہے؟

(محمد ارتفاع خان شروانی (پوسٹ بکس: ۱۴۱، دہران سعودی عربیہ)

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

بے شمار احادیث صحیحہ میں داڑھی رکھنے اور مونچھ کٹانے؛ بلکہ چھوٹی سے چھوٹی رکھنے کی بہت سخت تاکیدیں وارد ہیں اور اس کے خلاف پر مذمتیں وارد ہیں، یہاں پر بطور نمونہ محض چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں، مثلاً: بعض روایات صحاح ستہ میں ہے:

”أوفروا للحى واحفوا الشوارب“.

بعض میں ہے:

”أنهكوا الشوارب واعفوا اللحى“.

اور بعض میں ہے:

”قصّوا الشوارب واعفوا اللحى“.

اور بعض میں ان کلمات کے ساتھ ”وخالفوا المشركين“ اور بعض میں ”وخالفوا الأعاجم“ بھی ہے۔(۱)

چناں چہ عجمیوں اور مشرکوں میں عموماً ان کا مذہبی شعار دیکھا جاتا ہے، داڑھی منڈانے کا اور مونچھ بڑھانے کا اور اسی اعتبار سے مونچھ کٹانے اور منڈانے کو اور داڑھی بڑھانے کو اسلامی شعار قرار دیا گیا ہے، بعض روایات میں ”عشر

---

(۱) داڑھی اور مونچھ سے متعلق احادیث صحاح ستہ میں ان الفاظ میں وارد ہیں: ۱-”خالفوا المشركين، ووفروا اللحى وأحفوا الشوارب“، ۲-انهكوا الشوارب واعفوا اللحى“. (صحیح بخاری مع فتح الباری ج۱۰ حدیث ۵۸۹۲، ۵۸۹۳)، ۳-”خالفوا المشركين، احفوا الشوارب وأوفوا اللحى، ۴- جزوا الشوارب وارخوا اللحى، خالفوا المجوس“ (صحیح مسلم حدیث ۵۴، ۲۵۹/۵۵)، ۵-”احفوا الشوارب واعفوا اللحى“. (صحیح مسلم حدیث ۲۵۹/۲۵، سنن ترمذی کتاب الادب باب ماجاء فی اعفاء اللحیہ حدیث ۲۷۶۳، سنن نسائی ۱۶/۱، احفاء الشارب واعفاء اللحی ۱۲۹/۸، احفاء الشارب، ومسند احمد بن حنبل ۱۶/۲، ”خالفوا زى الأعاجم“ کے الفاظ میں کوئی حدیث نہیں مل سکی۔

من الفطرة'' اور بعض میں ''**خمس من الفطرة**''(۱) فرمایا گیا اور ان سب میں داڑھی بڑھانے کو ضرور شمار کیا گیا ہے اور فطرہ کے معنی جبلّہ سلیمہ کے ہیں؛ یعنی صحیح فطرت انسانی کا بھی تقاضا یہی ہے، کہ مونچھیں ختم کی جائیں، یا کٹائی جائیں اور داڑھی بڑھائی جائے۔ نیز بعض روایات صحاح میں اسی خصلت (مونچھ چھوٹی سے چھوٹی رکھنا، یا بالکل کٹا دینا اور داڑھی بڑھانا) کو فطرت انبیاء بتایا گیا۔(۲) جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ خصلت تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت اور طریقہ مسلوکہ ہے، جو یقیناً محبوب عندرب العالمین کی شکل ہے

انہی روایات کی بناپر تمام فرق اسلامیہ کا سوائے بعض روافض وبعض خوارج کے یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ یہ صورت (مونچھ کٹی، یا اس طرح صاف ہو کہ جلد (چمڑا) نمایاں ہو اور داڑھی بڑھی ہوئی ہو، اسلامی ومذہبی شعار شمار ہے اور یہ الگ بات ہے کہ داڑھی کم سے کم کتنی لمبی اور بڑی ہو، اس میں آپس میں کچھ ضمنی اختلاف ہے؛ مگر داڑھی رکھنا واجب سب کے نزدیک بالا جماع ہے، بعض اصحاب ظواہر ظاہر نص کے اعتبار سے کٹوانے کی قطعاً اجازت نہیں دیتے ہیں، بالکل چھوڑے رکھنے کو ضروری قرار دیتے ہیں، ایک قول حضرت امام احمد ابن حنبل کا بھی یہی ہے، دوسرا قول دیگر ائمہ کی طرح کچھ توسع کا ہے اور اس میں توسع کی بنا ان روایات پر ہے، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے کہ وہ اطراف لحیہ سے کچھ کٹوا کر لحیہ کو مرصّع وجمیل بنالیتے تھے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لحیہ مبارکہ کے بارے میں صحاح میں ہے کہ آپ کی داڑھی کثہ (گھنی) (۳) اور مسترسلہ (لٹکی ہوئی) اس طرح پرتھی کہ پیچھے سے بھی نظر آتی تھی، اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی داڑھی کے بال کٹ کر بالکل چھوٹے جلد سے لگے ہوئے، یا محض کھونٹی کی طرح ہوں، ایسے نہیں تھے؛ بلکہ مسترسل (لٹکے ہوئے) تھے، اس طرح پر کہ پیچھے سے بھی نظر آتے تھے۔(۴)

---

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری: ۳۳۴/۱۰، صحیح مسلم کتاب الطہارۃ حدیث ۴۹، ۲۵۷/۵۰، بلفظ خمس من الفطرۃ اور اس میں داڑھی کا ذکر نہیں ہے، نیز صحیح مسلم کتاب الطہارۃ حدیث ۵۶/۲۶۱، ابوداؤد، کتاب الطہارۃ باب السواک من الفطرۃ حدیث ۵۳ بلفظ عشر من الفطرۃ اور اس میں اعفاء اللحیہ کا بھی ذکر ہے۔ (مرتب)

(۲) اس کی صراحت صحاح ستہ میں مجھے نہ مل سکی، البتہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے: ''**نعم وقع التعبير بالسنة موضع الفطرة في حديث عائشة عند أبي عوانة في رواية ....**'' اور بیضاویؒ کا قول نقل کیا ہے: ''**هي السنة القديمة التي اختارها الأنبياء واتفقت عليها الشرائع**''. (فتح الباری: ۳۳۹/۱۰) (**كتاب اللباس، باب قص الشارب، انیس**)

(۳) چناں چہ ''کث اللحیہ'' کے تحت ملاعلی قاریؒ جمع الوسائل فی شرح الشمائل میں لکھتے ہیں: ''**كث اللحية**'' **بتشديد المثلثة أي غليظها وفي رواية كان كثيف اللحية وفي أخرى عظيم اللحية ذكره ميرك**''. (ص:۴۵) (مرتب)

(۴) ''**عن أبي معمر قال: قلنا لخباب رضي الله عنه: أكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في الظهر والعصر؟ قال: نعم قلنا بم كنتم تعرفون ذاك؟ قال باضطراب لحيته**''. (**صحيح البخاري مع فتح الباري: ۲/ ۲۳۲، كتاب الأذان، باب رفع البصر إلى الإمام في الصلاة، رقم الحديث: ٧٤٦**)

اور اس کے معنی یہ ہیں کہ کان کے نیچے بھی داڑھی کے بال اتنے بڑے اور لٹکے ہوئے تھے کہ شانۂ مبارک کے اوپر سے بھی لٹکے ہوئے معلوم ہوتے تھے، چاہے دو انگل ہو، یا تین انگل ہو، یا چار انگل، مگر لٹکے ہوئے ضرور ہوتے تھے، کم وبیش اسی کے اندر تمام ائمہ کا قول دائر ہے، جڑ سے کٹا دینے کا کسی کا مذہب نہیں ہے اور پورے داڑھ (یعنی نیچے کا جبڑا جس کی ہڈی پر نچلے دانت لگے ہوتے ہیں) پر جو بال ہوں، وہ سب داڑھی میں شمار ہے اور اس پورے بالوں کا یہی حکم ہے؛ کیوں کہ حدیث پاک: ''**واعفوا اللحی**'' وغیرہ میں مراد ہی وہ بال ہیں جو لحیین پر اُگے ہوئے ہوں، ان ہی روایات کی بنا پر حضرت امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ پورے لحیین میں کہیں چار انگلی سے کم مقدار بالوں کی نہ ہو اور اس کی تائید حضرت ابن عمرؓ کے اس اثر اور روایت سے ہوتی ہے، جس کو فقہاء کرام ان لفظوں میں نقل کرتے ہیں:

''**صح عن ابن عمر راوی هٰذا الحديث أنه كان يأخذ الفاضل عن القبضة (إلٰی قوله) وأما الأخذ منها وهی دون ذلک أی القبضة كما يفعله المغاربة، ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد**''.(۱)

اور مونڈانا ذی اعاجم ومشرکین میں داخل ہوکر حرام ہے اور داڑھی مونچھ دونوں کے صفایا سے مخنثین کے مشابہ ہوکر مزید حرمت کا سبب اور باعث مذمت وباعث غضب خداوندی اور بغاوت عن قول الرسول علیہ السلام کے مشابہ ہے۔

اور درمختار میں فتح القدیر سے نقل کیا ہے:

''**وأخذ كلها أی حلق كلها فعلِ يهود الهند ومجوس الأعاجم**''.(۲)

غرض بارہویں صدی ہجری تک ساری امت محمدیہ داڑھی کو اسلام کا شعار اور سنت انبیاء وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ضروری قرار دیتی تھی؛ مگر مغربی تہذیب سے متاثر ہوکر بعض خطہ کے لوگوں نے داڑھی مونڈانا شروع کر دیا اور اس میں پہل اہل مصر نے کیا پھر علماء مستشرقین نے تہذیب مغرب زدگی سے متاثر ہوکر داڑھی کی شرعی حیثیت متبدل ومتغیر کرنا شروع کر دیا، حتی کہ داڑھی کو بالکل طبعی وغیر شرعی چیز قرار دینے لگے اور اس معاملہ میں مکمل چھوٹ دینے لگے، یہاں تک کہ علما اور خطبا اور ائمہ مساجد بھی متاثر ہونے لگے۔(**الأمن حفظه الله**) پھر یہ بلا اس قدر عام ہوگئی کہ عرب کے دیگر ممالک میں بھی عام طور سے پھیل گئی اور ایک سنت رسول علیہ السلام جو شعار کا درجہ رکھتی تھی، مردہ ہونے لگی۔(**العياذ بالله اللّٰهم احفظنا من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا**) حالاں کہ مسئلہ یہ ہے کہ مقتدیوں میں اگر کوئی ایک شخص بھی ایسا ہو، جو مسائل طہارت وصلوۃ سے بخوبی واقف ہو اور قرآن پاک صحیح پڑھتا ہو

---

(۱) ردالمحتار: ۱۱۳/۲، مطبوعة مكتبه زكريا ورد المحتار ۳۹۸/۳ (كتاب الصوم، باب مايفسد الصلاة ومالايفسده، مطلب فی الأخذ من اللحية، انيس)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۳۹۸/۳ (كتاب الصوم، باب مايفسد الصلاة ومالايفسده، مطلب فی الأخذ من اللحية، انيس)

اور داڑھی بھی شرعی رکھتا ہو، اس کے ہوتے داڑھی مونڈانے والے کو امام بنانا درست نہیں۔ اگر وہ امامت کرے گا تو سب مقتدیوں کی نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ ہاں اگر کوئی مقتدی ایسا نہ ہو، سب داڑھی مونڈانے والے ہی ہوں تو یہ حکم نہ ہوگا؛ بلکہ ان میں کا جو افضل ہو، اس کو امام بنا دینا درست ہوگا، یہی حکم تراویح میں بھی امامت کا ہے، باقی اقتدا کو بھی مطلقاً حرام کہہ دینا صحیح نہیں ہے۔(۱)

بلکہ یوں کہیں گے کہ ایسے امام کے پیچھے پڑھنے سے ﴿الم ترکیف﴾ سے پڑھ لینا بہتر ہوگا۔ اس وقت جو شخص داڑھی کی سنت کا احیا کرے گا، وہ ان پاک حدیثوں: **"من أحیٰی سنتی عند فساد أمتیّ فله أجر مائة شهید أو کما قال"** (۲) اور **"من أحیا سنة من سنتی قد أمیتت بعدی فإن له من الأجر مثل من عمل بها من غیر أن ینقص من أجورهم شیأً ومن ابتدع بدعة ضلالة لا ترضٰی الله ورسوله کان علیه من الإمام مثل آثام من عمل بها ولا ینقص من أوزار الناس شیئاً".** {رواه الترمذی وابن ماجة} (مشکوة، ص: ۳۰)(۳) کا مصداق بنے گا اور ان حدیثوں کی فضیلت سے کامران وبامراد ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۱۴۰۰/۱۰/۴ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ ۱/۲۸۸-۲۹۲)

داڑھی منڈانے، یا کٹوانے والے کی اقتدا کا حکم:

سوال: ایک شخص اپنے آپ کو حافظ وقاری اور فاضل الہٰ آباد اور داڑھی فرنچ قریب صفایا کراتا ہے اور روزانہ تاش کھیلتا ہے اور کھیلاتا ہے اور اعتراض کرنے پر تاش کھیلنے کو جائز ومباح بتاتا ہے اور امامت کرتا ہے، حالاں کہ اس

---

(۱) "ویکره تقدیم العبد... والفاسق لأنه لا یهتم لأمر دینه... وإن تقدموا جاز لقوله علیه السلام: صلوا خلف کل بر وفاجر". (الهدایة: ۱/۱۰۱، نصب الرایة: ۲/۲۶ (کتاب الصلاة، باب الإمامة، انیس) میں اس کی روایت کو دارقطنی کی طرف منسوب کیا ہے اور اس پر کلام بھی نقل کیا ہے، نیز ابوداؤد کی ایک روایت کا حوالہ دیا ہے جو سنن میں ان الفاظ میں مذکور ہے:

"والصلاة واجبة علیکم خلف کل مسلم براً کان أو فاجراً وإن عمل الکبائر... "الحدیث. (أبوداؤد، کتاب الجهاد، باب فی الغزو مع أئمة الجور، رقم الحدیث: ۲۵۳۳، نیز دیکھئے: البحر الرائق: ۱/۶۱۰)(مرتب)

(۲) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "من تمسک بسنتی عند فساد أمتی فله أجر مائة شهید. (مشکوة مع شرح الطیبی: ۱/۳۴۰، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب السنة)(الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۱۷۶، انیس)

(۳) سنن ابن ماجة: ۱/۷۷، مقدمة باب من أحیا سنة قد أمیتت، رقم الحدیث: ۲۱۰، اور سنن الترمذی: ۵/۴۵، کتاب العلم، باب ماجاء فی الأخذ بالسنة، رقم الحدیث: ۲۶۷۷۔

دونوں کتابوں میں مروی احادیث کے الفاظ میں فرق ہے معنی ایک ہے، یہاں مذکور حدیث میں دونوں کے الفاظ خلط ملط ہیں، البتہ مشکوٰۃ میں دوسری روایت من وعن ہے۔ مرتب)

شخص سے زیادہ پابند شریعت وصوم وصلوٰۃ خواندہ حضرات موجود ہیں، کیا ایسا حافظ ونام کا قاری جو پابند شریعت غرّ انہ ہواور پورے طریق فرائض وسنن کے مسائل سے واقف نہ ہو، یا ہواور دوسرے لوگ موجود ہوں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور ایسے شخص کو زبردستی امام مسجد بنانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص فاسق اور سخت گنہگار ہے، اس کو امام بنانا جائز ہے؛ کیوں کہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور وہ واجب الاہانت ہے اور امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے؛ اس لیے اس کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔

شامی باب الامامۃ: ۱/۳۷۶(۱) میں ہے:

وأما الفاسق فقدعللوا کراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، إلخ. والله تعالىٰ أعلم (امداد المفتین: ۲/۲۸۰-۲۸۱)

داڑھی کٹانے والے کی امامت:

سوال: زید حافظ ہے، پابند صوم وصلوٰۃ ہے؛ مگر داڑھی قدرے کتروا دیتا ہے، ایک انگل کے اندازے سے رکھتا ہے۔ اس حالت میں زید کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ اگر کوئی مولوی اس کو مجمع میں کہے کہ یہ فاسق ہے اور مرتد ہے تو کیا حکم ہے؟

الجواب

ایک قبضہ سے کم داڑھی کو کتروانا؛ یعنی اس قدر کتروانا کہ قبضہ سے کم رہ جاوے، ممنوع ہے، ایسے داڑھی منڈانے والے اور کتروانے والے پر فسق کا اطلاق صحیح ہے، وہ فاسق ہے، مرتد اور کافر کہنا اس کو حرام اور ناجائز ہے، (۲) اور مرتد کہنے میں سخت گناہ کہنے والے کو ہے اور فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ نماز اس کے پیچھے بکراہت ادا ہو جاتی ہے اور مرتد کہنے والا مولوی سخت معصیت اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، وہ اس کہنے سے فاسق ہو گیا توبہ کرے۔ (۳) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۸۹-۹۰)

---

(۱) مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انیس

(۲) ولا بأس بنتف الشيب وأخذ أطراف اللحية، والسنة فيها القبضة، إلخ، ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۵/۳۰۹، ظفير) (باب الاستبراء وغيره، انیس)

(۳) (وعزر) الشاتم بـ (يا كافر) وهل يكفر إن اعتقد المسلم كافرًا؟ نعم، وإلا لا، به يفتىٰ. (الدر المختار، باب التعزير: ۳/۲۵۳، ظفير) (كتاب الحدود، انیس)

داڑھی منڈے کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: جو مسلمان داڑھی منڈاتے ہیں، یا ایک مشت سے کم کترواتے ہیں، ان کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جو مسلمان داڑھی منڈواتے ہیں، یا ایک مشت سے کم کترواتے ہیں، وہ فاسق ہیں۔ان کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۲۴۰/۳)

داڑھی کے خلاف قولاً وعملاً مظاہرہ کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک مولوی صاحب ایک مسجد کے امام اور خطیب ہیں، محدث اور طبیب ہیں، داڑھی خشخشی رکھواتے ہیں اور اثبات مدعا میں فرماتے ہیں کہ داڑھی کا رکھوانا کسی صحیح واجب العمل حدیث سے ثابت نہیں، منڈوانا، یا زائد از قبضہ مشت کٹوانا حرام تو بجائے خویش مکروہ تحریمی بھی نہیں اور احیاناً عند الہیجان والغلیان یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ داڑھی منڈوانے والے احباب کا سردار اور پیشوا ہوں، داڑھی منڈوانا، یا کٹوانا حرام ہے، یا مکروہ؟ قبضہ کسی حدیث سے ثابت ہے، یا نہیں؟ اور ایسے شخص کی امامت درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

حدیث صحیح میں داڑھی کے بڑھانے اور چھوڑنے کا حکم ہے جیسا کہ حدیث مسلم میں ہے:

"عشر من الفطرة قص الشارب وإعفاء اللحية". (الحديث)(۲)

اس سے قطع کرنا داڑھی کا حرام ہونا ثابت ہوا اور فقہا نے حلق لحیہ اور مادون قبضہ کو کتروانا حرام لکھا ہے۔

كما فى الدر المختار: ولذا يحرم على الرجل قطع اللحية الخ والسنة فيها القبضه، الخ. (۳)

پس معلوم ہوا کہ داڑھی کو قبضہ سے کم کتروانا اور قطع کرانا، یا منڈوانا حرام ہے اور یہ قول اس شخص کا کہ داڑھی کا رکھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اور منڈوانا اور مادون قبضہ کو قطع کرانا حرام اور مکروہ نہیں ہے بالکل غلط ہے اور امامت

(۱) ولا بأس بنتف الشيب وأخذ أطراف اللحية ، والسنة فيها القبضة، إلخ، ولذا قال: يحرم على الرجل قطع لحيته. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۳۵۹/۵، ظفير)(باب الاستبراء، انيس)

(۲) باب السواک، الفصل الأول، رقم الحديث: ۳۷۹، انيس)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أوفروا اللحى. (مشكوة، باب الترجل، ص: ۳۸۰) (الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۴۲۱، انيس)

(۳) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۳۵۹/۵، ظفير (باب الاستبراء، انيس)

اس شخص کی مکروہ تحریمی ہے؛ کیوں کہ وہ فاسق ہے اور امامت فاسق کی مکروہ تحریمی ہے۔ (کذا فی الشامی) (۱) فقط
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۸۹/۳-۲۹۰)

داڑھی منڈے کی امامت:

سوال: ایک شہر میں انگریزی مدرسہ ہے، جس میں علاوہ درسی تعلیم کے دینیات بھی پڑھاتے ہیں؛ لیکن سرکاری قانون پر عمل درآمد ہوتا ہے، مثلاً: آج کل مدرسہ کا وقت دس بجے صبح سے تین بجے شام تک ہے، درمیان میں ایک بجے بیس منٹ کی چھٹی ہوتی ہے اور اس وقت میں وہ نماز ادا کرتے ہیں اور جمع ہو کر جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں، اگر طلبہ کو کسی وجہ سے دیر ہو جاتی ہے تو قطع نظر نقصان کے اسکول سے ان سے جواب طلب ہو جاتا ہے؛ اس لیے اگر دیر ہوتی ہو اور امام موجود نہ ہو تو کسی طالب علم کو جو کہ داڑھی منڈاتا ہے؛ لیکن حافظ قرآن اور صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے اور دوسرے طلبہ میں فوقیت رکھتا ہے، امام بنانا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو لڑکوں کو جداگانہ نماز پڑھ کر مدرسہ چلا جانا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

اگر اس مسجد کے امام اور نمازی نہ آئے ہوں تو لڑکوں کو مسجد میں جماعت نہ کرانی چاہیے، البتہ مسجد سے خارج کوئی جگہ ہو تو اس میں علاحدہ جماعت کرلیں اور اپنی جماعت میں سے جو امامت کے لائق ہو اس کو امام بنالیا جائے۔ نماز ہر ایک مسلمان کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ یہ فرق ضرور ہے کہ نیک آدمی کے پیچھے زیادہ ثواب ہے اور داڑھی منڈے کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے اور ثواب کم ہے۔ (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۲۳/۳-۳۲۴)

داڑھی منڈے کے پیچھے تراویح درست ہوگی، یا نہیں:

سوال: ایک شخص داڑھی منڈاتا ہے اور صوم وصلوٰۃ کی پابندی نہیں کرتا اور تراویح پڑھاتا ہے، آیا اس کے پیچھے تراویح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص فاسق ہے اور فاسق کی امامت جیسے فرائض میں مکروہ تحریمی ہے، تراویح میں بھی مکروہ ہے۔ (۳) فقط
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۲۶/۳)

---

(۱) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه إلخ، بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) قال في الجوهرة، ص: ۵۸: فإن تقدموا جاز لقوله عليه السلام: "صلّوا خلف كل بر وفاجر". (جميل الرحمن) (باب صفة الصلاة، انيس)

(۳) أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه ==

داڑھی منڈنے اور انگریزی بال والے کی امامت:

سوال: انگریزی بال جس کے ہوں، اس کے پیچھے نماز، یا تراویح اور بوجہ داڑھی منڈنے کے نماز، یا تراویح جائز ہے، یا نہیں؟ (محمد ادریس)

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، بشرطیکہ اس سے بہتر نماز پڑھانے والا موجود ہو۔

"و كره إمامة العبد و الأعرابی و الفاسق". (البحر الرائق: ۳٤۸/۱)(۱) **فقط و اللّٰہ سبحانه تعالیٰ أعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۸/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۸/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۸/۶)

ٹھوڑی کے بال کٹوانے والے کی امامت:

سوال: اگر کسی شخص کے ٹھوڑی کے بال کٹے ہوئے ہوں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ نیز داڑھی طول میں کتنی مقدار ضروری ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

جو بال داڑھی کا جز ہیں، ان کو ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے کٹوانا اور منڈوانا جائز نہیں، (۲) جو امام ایسا کرتا ہے

== وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، بل مشٰى فى شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا وقال: لذا لم يجز الصلاة خلفه أصلاً عند مالك و رواية عن أحمد، إلخ. (ردالمحتار: ۳۷٦/۱، باب الإمامة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۱) البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٦۰۷/۱-٦۱۰، رشيدية

(۲) عن ابن عمر رضى اللّٰه تعالٰى عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم: "خالفوا المشركين، وأحفوا الشوارب وأوفوا اللحى".

عن ابن عمر رضى اللّٰه تعالٰى عنهما عن النبى صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم: قال: "أحفوا الشوارب وأعفوا اللحىٰ". (الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱۲۹/۱، قديمى)(رقم الحديث: ۲٥۹، انيس)

"والسنة فيها القبضة: ...ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته". (الدرالمختار)

"(قوله: والسنة فيها القبضة) وهو أن يقبض الرجل لحيته، فما زاد منها علٰى قبضة قطعه، كذا ذكره محمد رحمه اللّٰه تعالٰى فى كتاب الآثار عن الإمام قال: وبه آخذ، محيط، آه". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ٤۰۷/٦، قديمى، سعيد)(باب الاستبراء وغيره، انيس)

اس کی امامت مکروہ ہے،(۱) داڑھی ایک مٹھی رکھی جائے، جب تک ایک مٹھی نہ ہو جائے کٹوانا درست نہیں، جو ایک مقدار مٹھی سے زائد ہے، اس کو کٹوانا درست ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۳/۱۳۸۹ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۸/۶-۱۲۹)

داڑھی منڈے صاحب علم کے ہوتے ہوئے کم علم باریش کی امامت:

سوال: پوری مسجد میں تمام لوگ جن میں صاحب علم بھی ہیں، سب داڑھی منڈے ہیں، علاوہ آدمی کے، اب ایسی صورت میں اقامت اور امامت کس ترتیب سے ہو، جبکہ باریش شخص کم علم ہے؟

الجواب

اگر باریش آدمی نماز پڑھا سکتے ہیں اور نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہیں، تو نماز انہی کو پڑھانی چاہیے۔ اقامت بھی وہ خود ہی کہہ لیا کریں، داڑھی منڈے اہل علم نہیں، اہل جہل ہیں، بقول سعدیؒ ؎

”علمے کہ راہ حق نہ نماید۔ جہالت است“

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۲۹/۳)

جہاں ننانوے فیصدی داڑھی منڈوانے، یا کتروانے والے ہوں تو امام کون بنے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں سارے کے سارے افراد ننانوے فی صدی داڑھی منڈے، یا دو دو انگل والے ہیں، ان میں قاری بھی ہیں اور حافظ بھی اور کچھ دین کا علم جاننے والے بھی ہیں؛ لیکن

(۱) ”ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمیٰ، آه. (الدر المختار)

”(قوله: وفاسق) من الفسق، وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانی، وأكل الربا، ونحو ذلک، (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعيد) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس)

(۲) عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: ”خالفوا المشركين، وأحفوا الشوارب وأوفوا اللحی“.

عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: قال: ”أحفوا الشوارب وأعفوا اللحی“. (الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱۲۹/۱، قديمی)

”والسنة فيها القبضة: ... ولذا يحرم علی الرجل قطع لحيته“. (الدر المختار)

”(قوله: والسنة فيها القبضة) وهو أن يقبض الرجل لحيته، فما زاد منها علیٰ قبضة قطعه، كذا ذكره محمد رحمه الله تعالیٰ فی كتاب الآثار عن الإمام قال: وبه آخذ، محيط، آه“. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع: ۴۰۷/۶، قديمی، سعيد)

سارے کے سارے داڑھی منڈے، یا داڑھی کتروانے والے دوانگل، یا تین انگل داڑھی والے ہیں، جب کہ چھوٹی داڑھی والے کے پیچھے نماز جائزنہیں، کیا یہ لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھیں، یا ان میں سے کوئی امام بن جائے، جماعت کرائے تو سب کی نماز ہوجائے گی یا نہیں اور جوایک فی صدی داڑھی والے ہیں، وہ بالکل ان پڑھ ہیں، قل شریف بھی صحیح نہیں آتی؟ بینواتوجروا۔

الجواب

داڑھی قبضہ سے کم کرنا ناجائز ہے، لہذا داڑھی کٹوانے اور منڈوانے والے فاسق ہیں اور فاسق کی امامت مکروہ ہے؛ اس لیے ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے، البتہ اگر ایسا شخص امام بن گیا تو جدا نماز پڑھنے سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے، اس صورت مسئولہ میں چھوٹی داڑھی والے کا امام بننا بہ سبت داڑھی منڈوانے والے کے اس وقت تک مناسب ہے، جب تک کہ کوئی دوسرا صالح اور نیک امام میسر نہ آجائے اور اس کی کوشش کرتے رہنا ضروری ہے اور صلوۃ خلف الفاسق واجب الاعادہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۹۹/۲) ☆

☆ داڑھی منڈانے، کٹانے، صرف رمضان میں رکھ لینے والوں کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض حفاظ داڑھی منڈاتے ہیں، بعض شرعی مقدار پوری ہونے سے قبل کترواتے ہیں اور بعض نے عادت بنالی ہے، جب رمضان شریف آتا ہے تو ایک دو ماہ قبل کچھ بڑھا لیتے ہیں، رمضان شریف کے بعد پھر منڈواتے، یا کتروادیتے ہیں، خصوصا ایسے حفاظ کے پیچھے کہ جنھوں نے پہلے داڑھی رکھوائی ہوئی تھی اور اب منڈوادی ہے، شرعا نماز تراویح پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

داڑھی منڈوانا یا حد شرعی سے کم کرانا گناہ ہے، جو شخص ایسا کرتا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے:

وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد. (الدر المختار، باب مايفسد الصلوة مطلب في الاخذ من اللحية: ۱۲۳/۲)

نیز درمختار میں ہے: "**وكذا يحرم على الرجل قطع لحية**".

اس سے پہلے ہے:

"**والسنة فيها القبضة**". (**كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۵۹/۵**)

نیز ردالمحتار، ص: ۵۲۳، باب الامامۃ میں ہے:

"**إن كراهة تقديمه (أي الفاسق) كراهة تحريم**".

ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ چار انگشت سے کم داڑھی قطع کرنے والے یا منڈانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور ایسا شخص لائق امامت نہیں، تراویح میں بھی ایسے شخص کی امامت جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۰۰/۲-۱۰۱)

بودی رکھے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر ایک جگہ پر کوئی باریش یا صاحب شرع آدمی نہیں تو لوگوں نے ایک داڑھی منڈے اور بودی والے آدمی کو امام بنایا اور اس کے پیچھے اقتدا کی، حالاں کہ وہ آدمی صرف نماز کے علاوہ امامت کے احکام سے واقف نہیں، اس صورت میں اقتدا کرنے والوں کی نماز ہو جائے گی، یا لوٹانی پڑے گی؟

(۲) اس صورت میں یہ بھی واضح فرمادیں کہ جماعت اولیٰ ہے، یا فرداً فرداً نماز پڑھنی اولیٰ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔

وأما قطعها وهی دونها فلم يبحه أحد، إلخ. (۱)

اور نیز درمختار میں ہے:

وكذا يحرم على الرجل قطع لحية. (۲)

پس شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اگر چہ بحکم صلوۃ خلف کل بر وفاجر اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؛ لیکن ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے۔

لأن فی إمامته تعظيم الفاسق وهو حرام. (ردالمحتار) (۳)

اگر ایسا موقع پیش آجائے کہ ایسا شخص جس کی داڑھی سنت کے مطابق ہو اور نماز کے مسائل جانتا ہو موجود نہ ہو تو نماز اسی داڑھی منڈے کے پیچھے باجماعت پڑھ لینی چاہیے، اکیلے پڑھنے سے باجماعت پڑھ لینی اولیٰ ہے۔

درمختار: ۱/۴۱۵ میں ہے:

وفی النهر عن المحيط: صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة. (۴)

اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے:

(قوله نال فضل الجماعة) أفاد أن الصلوٰة خلفهما أولٰی من الانفراد. (۵) فقط واللّٰہ أعلم

(فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۰۲)

---

(۱) وأما الأخذ منها وهی دون ذلک كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد. (ردالمحتار، كتاب الصوم، باب نا يفسد الصوم ومالا يفسده: ۲/ ٤۱۸، دار الفكر بيروت. انيس)

(۲) ويحرم على الرجل قطع لحيته، الخ. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع: ٦/ ٤۰۷، انيس)

(۳) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه وبأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً. (ردالمحتار: ۱/ ٥٦۰، باب الإمامة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، دار الفكر بيروت. انيس)

(۴) الدر المختار، باب الإمامة: ۱/ ٥٦۲، دار الفكر بيروت. انيس

امام ومقتدی سب داڑھی منڈے ہوں:

سوال: کیافرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ!

(۱) داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے، یانہ؟

(۲) خاص کر جب کوئی نماز پڑھانے والانہیں ہے، سوائے داڑھی منڈے کے تو کیااس وقت نماز فرداًفرداًادا کی جائے، یامع الجماعت ادا کی جائے، جیسے حدیث شریف میں ہے:"**صلوا خلف کل برو فاجر**".

(۳) کیامقتدی اورامام سب داڑھی منڈے ہیں توان کی نماز باجماعت ہونی چاہیے، یافرداًفرداًپڑھیں؟

(۴) شرعاداڑھی کی اہمیت اورحکم کیا ہے؟

الجواب

(۱) داڑھی منڈے کے پیچھے نماز جائز ہےمع الکراہت۔

(۲) ایسے موقع میں انفراد سے داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔الدرالمختار:۱/۴۱۵میں ہے:

وفی النهرعن المحیط صلی خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة.(۱)

اس پرعلامہ شامی نے لکھاہے:

أفاد أن الصلوة خلفهماأولٰی من الانفراد،انتهی (۲)

(۳) ایسی صورت میں بھی نمازمع الجماعت ہونی چاہیے؛ بلکہ اس میں کراہت بھی نہیں ہے۔

(۴) داڑھی تمام انبیاءعلیہم السلام کی سنت ہےاوراس سنت کا تارک بلاشبہ فاسق وفاجر ہوگا،حتی کہ اس فعل شنیع پر مداومت کرنے سے یہ گناہ کبائر میں شمار ہوگا؛اس لیے کہ" **لاصغیرة مع الاصرارولاکبیرة مع الاستغفار**"(۳) ہمارے فقہاءاحناف نےمحققین اورمقصرین دونوں پرسخت نکیر فرمائی ہے۔

الدرالمختار میں ہے کہ!**وأماالأخذ منها وهی دون ذلک کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه أحد وأخذ کلها فعل یهود الهند ومجوس الأعاجم.**(۴)(فتاویٰ مفتی محمود:۲/۱۰۳)☆

(۱-۲) **الدرالمختار،باب الإمامة: ۵۶۲/۱،دارالفکربیروت.انیس**

(۳) **بدائع الصنائع من قول النبی صلی اللّٰه علیه وسلم،فصل فی شرائط رکن الشهادة: ۲۷۰/۶،دارالکتب العلمیة بیروت.انیس**

عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال:هی إلی سبع مائة أقرب إلاأنه لا کبیرة مع الإستغفار ولا صغیرة مع إصرار.(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة،قول ابن عباس (ح:۱۹۱۹)انیس)

(۴) **ردالمحتار، کتاب الصوم،باب نا یفسد الصوم ومالا یفسده:۴۱۸/۲،دارالفکر بیروت.انیس** ==

بہ مجبوری بغیر داڑھی والے کے پیچھے نماز ادا کیلے پڑھنے سے بہتر ہے:

سوال: نماز کا اہتمام ایک بزرگ ٹیچر کی زیر نگرانی کیا جاتا ہے، جو کہ باریش ہیں، پورے اسکول میں ان کے علاوہ اور کوئی باریش ٹیچر موجود نہیں، یہی امامت فرماتے ہیں؛ لیکن جس دن وہ نہیں آتے، کوئی دوسرا ٹیچر جس کی داڑھی ہوتی، امامت فرماتا ہے، بغیر داڑھی والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

مکروہ تحریمی ہے؛(۱) لیکن اگر پوری جماعت میں کوئی بھی باشرع آدمی نہیں، تو تنہا نماز پڑھنے کے بجائے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۲۹/۳)

انگریزی بال اور چھوٹی داڑھی والے کی امامت:

سوال: ایک شخص جس کے سر پر انگریزی بال، داڑھی خشخشی ہو، لباس بھی صالحین کا نہ ہو تو ایسے شخص کو بغیر بڑھائے امامت کے مصلیٰ پر کھڑا ہونا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

نائب امام کے ہوتے ہوئے دوسرے شخص کو خود امامت کے لیے آگے نہیں بڑھنا چاہیے، جس شخص کے سر کے بال

==☆ سارے مقتدی محلوق اللحیہ ہوں تو امام کون ہوگا:

سوال: مقتدیوں میں تمام اپنی داڑھی کترواتے ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

سب فاسق ہیں، ان کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۸۶/۴)

(۱) داڑھی منڈوانا، یا کتروانا کہ ایک مٹھی سے کم رہ جائے، حرام ہے اور مرتکب حرام فاسق ہے۔

والفاسق من فعل كبيرة أو أصر علىٰ صغيرة. (ردالمحتار: ٥٣١/٤، طبع ايچ ايم سعيد) (كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه، انيس)

ويكره تقديم العبد. والفاسق؛ لأنه لايهتم لأمر دينه. (الهداية: ١٠١/١) (باب الإمامة، انيس))

وأيضاً فى الشامية: ٥٦٠/١: وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، إلخ. (ردالمحتار: ٥٦٠/١، باب الإمامة) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(٢) فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل وإلا فالاقتداء أولىٰ من الانفراد. (ردالمحتار: ٥٥٩/١، باب الإمامة)

داڑھی، لباس، خلاف شرع ہو اس کو نہ دوسرے لوگ امام بنائیں، نہ وہ خود امامت کے لیے مصلیٰ پر جائے، چونکہ ایسا شخص فاسق ہے اور فاسق کو مستقل امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۹/۶)

داڑھی کے بارے میں مودودی ائمہ کی غلط فہمی کا مدلل و مفصل جواب:

سوال (۱) آج کل کئی مساجد میں مودودی ائمہ امامت کرا رہے ہیں، ان میں سے اکثر داڑھی شرعی مقدار سے کم رکھتے ہیں، مع ہذا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ داڑھی کی شرعی مقدار یہی ہے، لہذا براہ کرم آپ تحریر فرمائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتنی روایات میں داڑھی رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے؟

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کی کوئی حد مقرر فرمائی ہو، یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے داڑھی کے بارے میں کوئی حد مقرر ہو تو اس کی جتنی روایات ہوں تحریر کریں؟

(۳) حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی داڑھی مبارک کی کس قدر تحدید تھی، اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے جتنی روایات ثابت ہیں، وہ ضرور تحریر کریں؟

(۴) صحابہ کرامؓ کے بارے میں کہا جاتا ہے معاذ اللہ کہ ان میں سے دو تین حضرات کے علاوہ کسی کی داڑھی نہ تھی، جیسا کہ مودودی صاحب نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے، اگر اس بارے میں روایات ہوں تو ضرور لکھیں؛ تاکہ مودودی صاحب کے شبہات کا منہ توڑ جواب دیا جائے؟

(المستفتی: محمد شریف، پانی پتی، سانگھڑ)

الجواب

(۱) عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أنہ أمر باحفاء الشوارب وإعفاء اللحیۃ". (الصحیح لمسلم: ۱۲۹/۱)

(۲) عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہ قال: "قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین احفوا الشوارب، وأوفوا اللحی". (الصحیح لمسلم: ۱۲۹/۱) (۲)

---

(۱) "ویکرہ إمامۃ عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی" (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعید)

بل مشٰی فی شرح المنیۃ علٰی أن کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لما ذکرنا. قال: ولذا لم تجز الصلاۃ خلفہ أصلاً عند مالک، وروایۃً عن أحمد. (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ: ۵۶۰/۱، سعید) (مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد، انیس)

(۲) کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ، رقم الحدیث: ۲۵۹، انیس

(۳) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال:" قال رسول الله صلى الله عليه وسلم جزوا الشوارب، وأرخوا اللحى خلفوا المجوس". (الصحيح لمسلم: ۱۲۹/۱)(۱)

(۴) عن عائشة رضی الله عنها قالت:"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عشر من الفطرة قص الشارب وإعفاء اللحية". (الصحيح لمسلم: ۱۲۹/۱)(۲)

(۵) قال النووی: وفی رواية البخاری: وفّروا اللحى. (شرح الصحيح لمسلم: ۱۲۹/۱)

(۱-۲) احادیث بالا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کو بڑھانے اور لمبی کرنے کا حکم دیا اور حدیث نمبر:۴ میں اسے نہ صرف اپنی؛ بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت قرار دیا ہے، علامہ نووی رحمہ اللہ لفظِ فطرت کا معنی لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں:

قالوا: معناه أنها من سنن الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم. (شرح الصحيح لمسلم: ۱۲۸/۱)

اب دیکھنا یہ ہے کہ "اعفاء اللحية" جسے سنت الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام قرار دیا گیا ہے اور اس کے اختیار کرنے کا ہمیں مکلّف بنایا گیا، پس اس کی عملی صورت باعتبار مقدار کیا تھی؛ کیوں کہ داڑھی کی جو مقدار حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت قرار پائی گئی، وہی مقدار امت محمدیہ (علی صاحبہا الوف التحیات والتسلیمات) کے لیے مسنون و مامور ہوگی بوجہ اشتراک واتحاد لفظی؛ کیوں کہ دونوں جگہ پر لفظ "اعفاء" وارد ہے۔

قرآن کریم میں حضرت ہارون علیہ السلام کا یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے:

﴿یاابن أم لا تأخذ بلحيتي﴾ (الآية) "وكان أخذها بشماله". (تفسیر الجلالین)(۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریش مبارک ایک مٹھی سے کم نہ تھی اور ایک حدیث شریف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی بھی یہی مقدار؛ بلکہ اس سے بھی زائد معلوم ہوتی ہے۔

"عن أبی معمر قال: قلت لخباب بن الأرت: أكان النبی صلى الله عليه وسلم يقرأ فی الظهر والعصر؟ قال: نعم قلت بأی شیء كنتم تعلمون قرأته؟ قال باضطراب لحيته. (البخاری: ۱۰۵/۱)(۴)

صف میں کھڑے ہوئے مقتدی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سری قرأت کو باضطراب لحیہ شریفہ کے معلوم کرتے تھے، جس سے یہ ظاہر ہے کہ لحیہ مبارکہ جہلاء زمانہ کی طرز پر تراشیدہ خشخشی داڑھی نہ تھی؛ بلکہ اہل حق کی طرح پوری اور

(۱) كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، رقم الحديث: ۲٦۰، انیس
(۲) كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، رقم الحديث: ۲٦۱، انیس
(۳) تفسير الجلالين: ٤١٤/۱، دار الحديث القاهرة. انیس
(۴) كتاب الأذان، باب: القراءة فی العصر، رقم الحديث: ۷٦۱، انیس

مکمل داڑھی تھی اور یہی حقیقت آیت بالا سے ظاہر ہو رہی ہے، پس آیت شریفہ اور اس حدیث کو حدیث نمبر ۱/۴ کے ساتھ ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یہی مکمل داڑھی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث نمبر: ۱ میں جس کا امر فرمایا، وہ بھی یہی مکمل داڑھی ہے، نہ کہ بریدہ وتراشیدہ خشخشی داڑھی، اس کی مقدار مامور کا مسئلہ حل ہو گیا۔

ثانیاً: یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے داڑھی بڑھانے کے سلسلہ میں مخالفت مجوس کا حکم بھی دیا ہے،(۱) اور مخالفت مجوس مکمل داڑھی رکھنے میں ہے، نہ کہ خشخشی رکھنے اور کتراتے رہنے میں؛ کیوں کہ کتراتے رہنا بھی مجوسیوں کی عادت تھی۔

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وأما إعفاء اللحية فمعناه توفيرها وهومعنى أوفوااللحٰى في الرواية الأخرىٰ وكان من عادة الفرس قص اللحية فنهى الشرع عن ذلك .(شرح مسلم : ۱۲۹/۱)(۲)

بذل المجہود میں ہے:

”**وكان من عادة الفرس قص اللحية**“.(۷۹/۵)(۳)

پس معلوم ہوا کہ مخالفت مجوس کرتے ہوئے مکمل داڑھی رکھنا مامور ہے اور خشخشی رکھ کر کتراتے رہنا مجوسیوں کی موافقت ہے اور ممنوع ہے، اس سے معلوم وظاہر ہے کہ خشخشی رکھنا امتثال امر نبوی کے لیے کافی نہیں اور یہ مقدار مسنون نہیں؛ بلکہ عادت مجوس ہے۔

ثالثاً: یہ کہ حدیث نمبر ۲ میں مخالفت مشرکین کا حکم دیا گیا ہے اور یہ مخالفت پوری داڑھی رکھنے میں ہے؛ کیوں کہ مشرکین داڑھی کتراتے تھے، ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ میں اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”**لأنهم كانوا يقصون اللحى**“اھ.(۴)

پس اگر ہم بھی کتراتے رہیں تو اس میں مشرکین کی موافقت ہے نہ مخالفت۔

رابعاً: ان احادیث میں پانچ قسم کے الفاظ موجود ہیں:”واعفوا، وأوفوا،وأرخوا، وارجوا، ووفروا“.

---

(۱) دیکھئے! حدیث:۲

(۲) كتاب الطهارة،باب خصال الفطرة ، انيس

(۳) بذل المجهود،باب في أخذ الشارب:۸۶/۱۷،دارالكتب العلمية بيروت.انيس

(۴) مجھے مرقاۃ میں یہ الفاظ ملتے ہیں:أي فإنهم يقصون اللحى.(مرقاة،كتاب اللباس، باب الترجل:۲۷۳/۸،رقم الحديث: ٤٤٢١،دارالكتب العلمية،انيس)

ان میں سے ہر لفظ کا مقتضی یہ ہے کہ کامل لمبی لمبی داڑھی رکھی جائے، نہ کہ خشخشی وفینسی۔ ''الشعر الوافی'' کا ترجمہ ''الشعر الطویل'' ہے۔

''و(عفا) شعر البعیر کثر وطال فغطی دبره ... والأرض: غطاها النبات... و(العفا) ما کثر من ریش النعام والشعر الطویل الوافی''. (القاموس: ۹۵۸)(۱)

یہ تمام استعمالات ''واعفوا'' کے معنی کی وضاحت کے لیے کافی ہیں اور اسی طرح ''وفروا وفرۃ'' سے ماخوذ ہے۔ ''وفرۃ'' سر کے اتنے لمبے بالوں کو کہتے ہیں جو کانوں کی لو تک بڑھ گئے ہوں یا اس سے بھی متجاوز ہوں۔

''والوفرۃ الشعر المجتمع علی الرأس أوما سال علی الأذنین منه أوما جاوز شحمة الأذن ثم الجمة ثم اللمة جمع: وفار''. (القاموس: ۳۶۲)(۲)

ان میں سے ایک لفظ ''ارخوا'' ہے یہ ارخاء سے لیا گیا ہے اور ارخاء کا معنی لٹکانا ہے، ایفاء اور ارجاء کے معنی بھی ان کے قریب قریب ہیں۔

''کان کبیر اللحیة وطویل اللحیة''. (أسد الغابة: ۳۹/۴)(۳)

ان الفاظ کے معانی لغویہ پر نظر کرنے سے کامل داڑھی کی مسنونیت ثابت ہوتی ہے، انکار کی جرأت نہیں، ہاں! جو شخص حقائق لغویہ وشرعیہ سے آنکھیں بند کرتے ہوئے ''وفّروا'' وغیرہ کا صرف اردو ترجمہ (داڑھی رکھو) دیکھ کر مجتہد بننے کے شوق میں ہو، یا اسے صرف علماء حق کی مخالفت مقصود ہو تو اس سے یہ انکار کچھ بعید نہیں۔

''وفّروا'' کا لفظ ارشاد فرمایا، مقصد یہ کہ داڑھی وفرہ کی مثل مطلوب ہے، وفرہ سر کے اتنے لمبے بالوں کو کہتے جو کانوں سے بھی نیچے تک چلے گئے ہوں، اگر کسی نے دو دن سر کے بال نہیں منڈوائے؛ بلکہ ماہ تک بھی نہیں منڈوائے تو انہیں وفرہ نہیں کہا جا سکتا، ہندی میں یہ نہیں کہتے کہ ''اس نے پٹے رکھے ہوئے ہیں'' تو چند دن تک داڑھی نہ منڈوانے کو ''وفروا اللحی'' ارشاد نبوی کی عمل کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

عجیب جہالت کا دور ہے کہ اپنی نادانی سے حقائق شرعیہ کو مسخ کیا جا رہا ہے، بدعات کو سنت اور سنت کو بدعات بنایا اور بتلایا جا رہا ہے، احادیث صحیحہ میں مشرکین ومجوس کے جس طرز قصر اللحیۃ کی مخالفت مصرح ہے، اسے سنت قرار دیتے ہوئے اختیار کرنے پر زور دیا جا رہا ہے اور عاملین سنت پر طنز وتشنیع، استہزاء وتمسخر۔ (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ)

(۱) القاموس المحیط، فصل العین: ۱۳۱۳/۱، مؤسسة الرسالة بیروت. انیس

(۲) القاموس المحیط، فصل الواو: ۴۹۳/۱، مؤسسة الرسالة بیروت. انیس

(۳) وقال أبو رجاء العطاردی: رأیت علیا ربعة ضخم البطن کبیر اللحیة قد ملأت صدره أصلح شدید الصلح .... عن رزام بن سعید الضبی قال: سمعت أبی ینعت علیا قال: کان رجلا فوق الربعة ضخم المنکبین طویل اللحیة. (أسد الغابة، مقتله وإعلامه أنی مقتول رضی اللّٰه عنه: ۶۲۰/۳، دار الفکر بیروت. انیس)

آپ نے سوال کیا ہے کہ!

''ان صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ذکر کیا جائے، جنہوں نے داڑھی رکھی؛ کیوں کہ مودودی صاحبان کہتے ہیں کہ دو یا تین کے علاوہ صحابہ کرامؓ میں کسی کی داڑھی نہ تھی''۔ (والعیاذ باللہ)

یہ اعتراض پہلے بھی سننے میں آیا تھا؛ لیکن اسے ایک بزاری گپ سمجھ کر قابلِ اعتناء نہیں سمجھا گیا، مگر سخت حیرت ہوئی جب کہ ایک فاضل کی تحریر میں یہ اعتراض دیکھا، فاضل موصوف کے کلام کا حاصل یہ ہے:

''کتب رجال میں سوائے چند راویوں کے کسی کی داڑھی کا ذکر نہیں، معلوم ہوا کہ ثقہ ہونے کے لیے داڑھی کی پیمائش ضروری نہیں۔ (اوکما قال)

اس عبارت میں موصوف نے اپنی عادت کے مطابق سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو طنز واستہزاء کیا ہے، اس سے قطع نظر ہم اس مفروضہ پر کلام کرتے ہیں، جس پر موصوف کی کلام مبنی ہے۔

(۱) موصوف کا پہلا مفروضہ یہ ہے کہ جب چند راویوں کے علاوہ کسی کی داڑھی کا ذکر نہیں ملتا تو معلوم ہوا کہ ان چند کے علاوہ کسی کی داڑھی نہ تھی (جیسا کہ مودودی صاحبان کہتے ہیں)۔

(۲) دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ عدم ذکر داڑھی کے غیر اہم ہونے کی دلیل ہے۔

پہلے مفروضے کا بدیہی البطلان ہونا اظہر من الشّمس ہے؛ کیوں کہ سب عقلاء واہل علم کا اس پر اتفاق واجماع ہے کہ عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں؛ بلکہ عدم علم بھی عدم وجود کو مستلزم ومقتضی نہیں، حالاں کہ عدم علم عام ہے، جب کسی چیز کا ہمیں معلوم نہ ہونا، اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا تو اس کا کتابوں میں ذکر نہ ہونا، اس کے نہ ہونے کی دلیل کیسے بن سکتا ہے۔

کائنات میں ہزاروں اشیاء ایسی موجود ہیں کہ جن کا نہ کسی کتاب میں ذکر ہے اور نہ کسی انسان کو ان کا علم تھا، سائنس کی ترقی اور جدید انکشافات کی اس کثرت کے باوجود بھی اب بھی ایسے ہی ہے اور معلومات سے مجہولات کا دائرہ وسیع ہے، کروڑہا بلکہ اربوں انسان ہوگزرے ہیں؛ لیکن ہر انسان کا اجمالی تذکرہ صرف نام تک بھی کسی کتاب میں لکھا ہوا نہیں ملے گا، رفتگان سے گزر کر موجود انسانوں اور دیگر اشیاء کا بھی یہی حال ہے تو کیا اگر ہوتا تو ذکر ہوتا کہ مفروضے کی بنا پر ان موجودات کا انکار کرنا جائز ہوگا؟ اپنے گردوپیش؛ بلکہ اپنی یومیہ حرکات وسکنات اور اعمال واقوال پر غور کیجئے ان میں سے ہر ایک مفروضہ ''موجود، مذکور'' کی نفی نہیں کر رہا ہے؟ کیوں کہ یہ سب موجود ہیں؛ لیکن کتاب میں ان کا ذکر نہیں ملتا، شرعیات اعمالِ حسنہ وعبادات کا بھی یہی حال ہے، کروڑوں انسان ان پر عمل پیرا ہیں، سرکاری محکمہ شماریات میں ان کا کوئی اندراج موجود نہیں اور نہ ہی کسی وقائع نگار ہی کی یادداشت میں ان کا محفوظ ہونا ضروری ہے، ان حقائق پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اصل اشیا اعمال وعبادات وغیرہ میں مذکور نہ ہونا ہے، ذکر کسی عارض کی وجہ

سے ہوتا ہے۔ پس جو شخص مفروضہ ''موجود، مساوی، مذکور'' پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھتا ہے، اس کی جہالت و نادانی اظہر من الشمس ہے۔

حاصل یہ کہ اگر چند صحابہ کرامؓ کے علاوہ کسی کی داڑھی کا ذکر کتب و تاریخ میں نہیں ملتا تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ دو، تین کے علاوہ کسی صحابیؓ کی داڑھی نہ تھی ، یہ ایسے ہی غلط ہے، جیسے دھوپ میں کھڑے ہوئے طلوع شمس کا؛ اس لیے انکار کردیا جائے کہ اس کی خبر آج کسی اخبار میں نہیں چھپی۔ الغرض یہ مفروضہ باطل ہے، پس اس کی بنا پر امر متواتر کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

پہلے کی طرح دوسرا مفروضہ بھی غلط ہے اور باطل ہے؛ کیوں کہ عدم ذکر جیسے عدم وجود کو مستلزم نہیں، ایسے ہی عدم اہتمام کو بھی مستلزم نہیں، کبھی ایک چیز کو غیر اہم ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا جاتا ہے اور کبھی غایت ظہور اور بدیہی ہونے کی وجہ سے اس کا ذکر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ ذکر کی حاجت نہیں ہے۔

غور کیجیے! اخبارات میں خبریں چھپتی ہیں؛ لیکن ''سورج طلوع ہوگیا'' یہ خبر کبھی نہیں چھپی، حالاں کہ دنیا کی حیات طلوع شمس پر موقوف ہے، اس اہمیت کے باوجود یہ خبر شائع نہیں ہوئی، کیوں؟ غایت ظہور کی وجہ سے۔

کتب سیر و اسماء الرجال میں آپ یہ کہیں نہیں پائیں گے کہ فلاں راوی پنجوقتہ نماز کا پابند تھا، رمضان المبارک کا کوئی روزہ نہیں چھوڑتا تھا، بے وضو نماز نہیں پڑھتا تھا، غسل جنابت کرتا تھا وغیر ذلک۔

گو یہ اہم ترین مسلمہ فرائض میں سے ہے؛ لیکن غایت ظہور کی وجہ سے ان کو ذکر نہیں کیا جاتا، کیوں کہ ایک مسلمان مقتداء راوی حدیث سے متصور ہی نہیں کہ وہ ان پر عامل نہ ہو، البتہ فرائض و واجبات و شرائع دینیہ کے علاوہ نوافل و تطوعات کی کثرت وغیرہ کا ذکر ملے گا۔ مثلاً: ''**کان یقوم لیله، ویصوم نهاره، وکان یقرء القرآن في رکعته وحج أربعین حجة وغیر ذلک**''.

اسی طرح کامل داڑھی رکھنا سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، سنت صحابہ کرام علیہم الرضوان اور شعار ملت اسلامیہ میں سے ہے اور اہل اسلام بالخصوص مقتدا اور صلحا کے عملی تواتر سے بھی یہی ثابت ہے تو ایک مقدس صحابیؓ سے یا ایک متدین راوی حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ متصور ہی نہیں تھا کہ وہ ایسے علانیہ گناہ کا ارتکاب کرتے، یا اس سنت متواترہ کی مخالفت کرتے ، لہٰذا غایت ظہور کی وجہ سے اس کا ذکر نہیں کیا جاتا، ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ پنجوقتہ نماز کی پابندی بھی اہم نہیں ہے؛ بلکہ اس سے بھی زیادہ؛ کیوں کہ تارکِ صلوٰۃ ہونا کسی کے ماتھے پر لکھا نہیں ہوتا؛ لیکن داڑھی منڈوانا یا داڑھی کترانا ہر شخص کو نظر آجاتا ہے۔

الحاصل: فاضل موصوف کا یہ مفروضہ بھی باطل ہے اور حق یہ ہے کہ کامل داڑھی رکھنا سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

میں سے ہے، جس کی پابندی حضرات صحابہؓ، تابعینؒ وتبع تابعینؒ، ائمہ مجتہدینؒ، اولیا عظامؒ اور صلحاء امت نے کی ہے اوراس کی سنیت دیگر دلائل کے علاوہ تعامل وتوارث امت سے ثابت ہے، سوائے اہل زیغ کے کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا، حق جل شانہ اس سنت پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، پاکستان (خیر الفتاویٰ: ۳۳۶/۲-۳۴۲) ☆

☆ خشخشی داڑھی والے کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال (الف) زید کی داڑھی چار، یا پانچ انگل لمبی ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

(ب) عمر کی داڑھی خشخشی (فرنچ) ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

(ج) بکر کی داڑھی بالکل صفاچٹ ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

(الف) جائز ہے۔ ردالمحتار میں ہے: ''**والسنة القبضة وھو أن یقبض الرجل لحیته فمازاد منھا علیٰ قبضة قطعه**'' (۲٦۱/۱) (**کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیرہ، فصل فی البیع، انیس**) (سنت ایک مٹھی کی داڑھی ہے، وہ یہ کہ آدمی مٹھی سے اپنی داڑھی کو پکڑے جو مٹھی سے زیادہ ہوا سے کاٹ دے۔ محشی)

(ب وج) ان دونوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، واجب الاعادہ ہے؛ (واجب الاعادہ کا قول دیگر مفتیان کا نہیں ہے۔ انیس) کیوں کہ داڑھی رکھنا ایک مشت تک واجب ہے، اور ترک واجب گناہ ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، واجب الاعادہ ہے، لہذا ایسے شخص کے پیچھے کہ جو داڑھی منڈائے، یا اتنی کٹائے کہ ایک مشت سے کم رہ جائے، نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے، واجب الاعادہ ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے: ''**قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ''خالفوا المشرکین أوفروا اللحیٰ وأعفوا الشوارب''**. (۳۸۰/۲) (**باب الترجل، الفصل الأول، رقم الحدیث: ٤٤۲۱، انیس**) (ترجمہ: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''مشرکین کی مخالفت کرو داڑھی بڑھنے کے لیے چھوڑ، و مونچھیں کتروانے میں مبالغہ کرو''۔ محشی)

''**ھدایة النور فیما یتعلق بالأظفار والشعور**'' میں ہے: ''گذاشتن ریش تاقدر قبضہ واجب است''۔ (ص: ۱۸)
(ترجمہ: ''داڑھی مٹھی کی مقدار چھوڑنا واجب ہے''۔ محشی)

نیز اسی کتاب میں ہے: ''**قص اللحیة کان من صنیع الأعاجم وھو الیوم شعار کثیر من أھل الشرک وعبدة الأوثان کالإفرنج والھنود ومن لاخلاق لھم فی الدین**''. (ص: ۲۰) (ترجمہ: ''داڑھی کتروانا عجمیوں کے افعال میں سے ہیا اور اب یہ بہت سے مشرکوں و بت پرستوں کا شعار بن چکا ہے، جیسے انگریز، ہندو اور وہ لوگ جن کا دین میں کوئی حصہ نہیں''۔ محشی)

شرح عقائد نسفی میں ہے: ''**مرتکب الکبیرة فاسق**''. (ص: ۸٤) (ترجمہ: ''مرتکب کبیرہ فاسق ہے''۔ محشی)

فتح القدیر میں ہے: ''**وأما الأخذ منھا وھی مادون القبضة کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه أحد**''. (۷۷/۲) (**باب مایوجب القضاء والکفارۃ، انیس**) (ترجمہ: ''ایک مٹھی سے کم پر داڑھی کو کتروانا جیسا کہ بعض پچھمی ممالک میں رہنے والوں اور ہجڑے قسم کے لوگوں کا طریقہ ہے، اسے کسی نے بھی مباح نہیں کہا''۔ محشی) ==

خشخشی داڑھی والے کے پیچھے نماز:

سوال: زید کی داڑھی کٹی ہوئی ہے بمقدار ایک دو انگل کے باقی ہے، پوری چار انگل نہیں ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرانا حرام ہے۔

" وأما قطعها وهي دونها فلم يبحه أحد"الخ.(۱)

اور نیز درمختار میں ہے:"ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته".(۲)

پس شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اگر چہ بحکم "صلوا خلف كل بر وفاجر"(۳) اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؛ لیکن ایسے شخص کو امام بنانا نہ چاہیے۔

"لأن في إمامته تعظيمه وتعظيم الفاسق حرام".(ردالمحتار)(۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۱۸۱/۳)

چھوٹی چھوٹی داڑھی کے ساتھ امامت:

سوال: مسئلہ یہ ہے کہ جہاں میں کام کرتا ہوں، وہاں بسا اوقات جب نماز کا وقت ہوتا ہے، ہم پانچ چھ ساتھی ہوتے ہیں، کوئی بھی باشرع نہیں ہوتا، میری چھوٹی چھوٹی داڑھی ہے اور قرأت بھی ٹھیک ہے، نماز کے مسائل سے بھی واقف ہوں، ساتھی مجھے نماز پڑھانے کو کہتے ہیں تو جماعت کر لیتے ہیں؛ لیکن جب بھی ایک پوری داڑھی والا ہو تو میں اسے امامت پر مجبور کرتا ہوں، آپ یہ بتائیں کہ ایسی صورت میں جب کہ مقتدیوں کی صف میں کوئی بھی پوری داڑھی والا نہ ہو، میں نماز پڑھا سکتا ہوں کہ نہیں؟

== ہدایہ میں ہے:"يكره تقديم الفاسق؛لأنه لايهتم لأمر دينه"انتهٰى ملخصاً.(۸٤/۱)(باب الإمامة، انيس) (ترجمہ:"فاسق کو امامت کے لیے آگے بڑھانا مکروہ ہے؛ اس لیے کہ وہ اپنے دینی معاملات کا اہتمام نہیں کرتا ہے"۔انتہیٰ ملخصاً۔محشی)

کبیری میں ہے:"كراهة تقديمه كراهة تحريم".(ص: ٤٧٩)(فصل في الإمامة،انيس)(ترجمہ:"فاسق کو امامت کے لیے آگے بڑھانے کی کراہت کراہت تحریمی ہے"۔محشی)

درمختار میں ہے: "كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها ".(۳۰۷/۱) (باب صفة الصلاة، انيس)(ترجمہ:"جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ ضروری ہے"۔محشی) (فتاویٰ احیاء العلوم:۳۰۱/۱-۳۰۲)

(۱) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصوم،باب مايفسد الصوم،مطلب في الأخذ من اللحية:۱۲٥/۲

(۲) الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة،فصل في البيع:۳٥۹/٥ (باب الاستبراء،انيس)،اس سے پہلے"والسنة فيها القبضة"

(۳) السنن الكبرىٰ للبيهقي،باب الصلاة على من قتل نفسه غير مستحل (ح:٦٨٣٢)انيس

(۴) ردالمحتار،باب الإمامة: ٥٢٣/۱،ظفير

الجواب

آپ کو اگر نماز پڑھانے کا موقع ملتا ہے تو آپ کو پوری داڑھی رکھنی چاہیے، آپ کو صحیح امامت کا ثواب ملے گا اور مردہ سنت کو زندہ کرنے کا ثواب بھی ہوگا، موجودہ صورت میں آپ کی امامت مکروہ ہے، گو تنہا پڑھنے کے بجائے اس طرح جماعت سے نماز پڑھنا بہتر ہے۔(۱)(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴۳۰/۳) ☆

ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: ہمارا امام کچھ جدت پسند ہے، ویسے تو دیندار آدمی ہے، مگر داڑھی ایک مشت سے کم رکھتے ہیں، نیز وہ بعض فلموں کو جائز سمجھتے ہیں، جیسے جن فلموں میں حج وغیرہ دکھایا جاتا ہے، اس کے پیچھے نماز کا کا حکم ہے؟

(۱) داڑھی منڈوانا یا اتی کتروانا کہ ایک مٹھی سے کم رہ جائے حرام ہے، اور مرتکب حرام فاسق ہے۔

والفاسق من فعل كبيرة أو أصر علىٰ صغيرة.(ردالمحتار: ٤٣١/٤،طبع ايچ ايم سعيد)

ويكره تقديم العبد...والفاسق ؛لأنه لايهتم لأمر دينه.(الهداية: ١٠١/١)

وأيضاً في الشامية: ٥٦٠/١ :وأماالفاسق قد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه،وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً...إلخ.(ردالمحتار: ٥٦٠/١،باب الإمامة

☆ **تراویح پڑھانے کے لیے داڑھی رکھنے والے حافظ کی امامت:**

سوال: اس رمضان شریف میں جو کہ اب گزر چکا ہے، اس میں ایک حافظ جو کہ غالبًا ملتان سے تعلق رکھتا ہے، اس کی داڑھی سنت کے مطابق نہ تھی؛ یعنی چھوٹی تھی، اس نے کتروائی تھی اور مسجد کے مولانا صاحب نے اسے کہا کہ آپ کی داڑھی چھوٹی ہے، آپ نے کیوں نہیں پڑھائی، اس نے جواب میں کہا کہ میں بیمار تھا اور اس وجہ سے میری داڑھی چھوٹی ہے اور کچھ دنوں کے بعد اس نے داڑھی پھر کتروادی، پھر مولانا اس سے ناراض ہوگئے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی توہین کی ہے اور جماعتوں کی نماز آپ کے پیچھے نہیں ہوگی، البتہ جماعتی سارے حافظ صاحب کی تائید کررہے تھے اور اگلے رمضان کو بھی دعوت دی ہے، آپ مہربانی فرماکر ہماری رہنمائی فرمائیں، کیا جماعتیں ہوگئیں ہیں؛ یعنی کہ تراویح نماز اس حافظ کے پیچھے ہوگئی، جس کی داڑھی بالکل چھوٹی تھی؟ مولانا صاحب کے منع کرنے کے بعد بھی اس نے کتروائی، کیا حافظ گناہ گار ہے، یا نہیں؟ اور اس کے ساتھ جو جماعتی تائید کررہے تھے، وہ بھی گناہ گار ہیں؟ کیا اگلے سال وہ حافظ نماز تراویح پڑھا سکتا ہے؟

الجواب

جو حافظ داڑھی کتراتا ہو، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں، (البتہ نماز اگر پڑھ لے تو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہوگئی۔انیس) مولانا صاحب نے ٹھیک فرمایا اور لوگوں کا اس حافظ کو بلانا گناہ ہے، ان کو توبہ کرنی چاہیے، ایسے حافظ کے پیچھے نماز جائز نہیں۔(وتجوز إمامة الأعرابي والأعمىٰ والعبد وولد الزنا والفاسق كذا في الخلاصة إلا أنها تكره.(الفتاویٰ الهندية: ٨٥/١ باب الإمامة) ويكره تقديم العبد.والفاسق؛لأنه لا يهتم لأمر دينه.(فتح القدير: ٢٤٧/١ ،الهداية: ١٠١/١)(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴۳۰/۳)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

ایک مشت سے کم داڑھی کو کٹوانا ناجائز ہے اور جو شخص اس پر اصرار کرے، اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے۔(۱) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۷/۵/۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۴۲۹/۱)

داڑھی کتروانے والے کی امامت:

سوال: داڑھی کتروانے والے امام کے پیچھے کیا نماز مکروہ ہوتی ہے، کیا وہ فاسق کہلاتا ہے؟ شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟ بحوالہ کتب جواب سے نوازیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جو شخص داڑھی منڈاتا ہے، یا کترواکر ایک مشت سے کم رکھتا ہے، اس کے پیچھے نماز بہ کراہیت ادا ہوجاتی ہے۔

لأنه في الدر: "ويكره إمامة عبد وفاسق". (۲)

اور داڑھی کا مسئلہ بہت اہم ہے داڑھی رکھنا سنت انبیا ہے اور شعار اسلام میں داخل ہے، حدیث شریف میں جو صحیحین میں ہے:

"احفوا الشوارب واعفو اللحٰى".

نیز مسلم شریف میں ہے:

"جزوا الشوارب واعفوا اللحٰى وخالفوا المجوس"(۳)

---

(۱) وفی الدرالمختار: ۵۵۹/۱ـ ۵۶۰: ويكره إمامة عبد... وفاسق.

وفـی ردالـمحتار: قوله (وفاسق) من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر...

وفی المعراج قال أصحابنا: لا ينبغي أن يقتدٰى بالفاسق، إلخ.

وفيـه أيـضاً: وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً. (وكذا في مراقی الفلاح: ۱۶۵ ـ وفی البحر الرائق: ۳۴۸/۱)

وفی الدرالمختار: ۴۱۸/۲. وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة مخنثة الرجال فلم يبحه أحد وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم.

وفيه أيضاً: ۵۶۲/۱. صلٰى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة.

وقـال الشـامـی تـحتـه (قوله نال فضل الجماعة): أفاد إن الصلاة خلفهما أولٰى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع. (وكذافي كفاية المفتي: ۷۹/۳ـ ۹۹ (دارالإشاعت) وفتاویٰ دارالعلوم ديوبند: ۲۲۶/۳ـ ۲۴۰)

(۲) البدعة خمسة أقسام، باب الإمامة: ۳۷۶/۱، دارإحيـاء التراث، بيروت وكذا في الهداية، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱۲۲/۱، رشیدیہ، دیوبند

(۳) الصحيح لمسلم: ۱۲۹/۱، انیس) (شامی: ۱۵۵/۲) (مطلب في الأخذ من اللحية، باب مايفسد الصوم: ۱۱۳/۲)

اور یہ سب حکم صیغہ امر کے ساتھ ہے جو وجوب کے لیے ہوتا ہے اور درمختار علی الشامی ص ۱۵۵ میں ہے:

"وأماالأخذ منها وهى دون ذلک (أى القبضة) كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد وأخذكلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم". (۱)

ان سب عبارتوں کا مفاد کم ازکم اتنا ضرور نکلے گا کہ اس کے مرتکب کے پیچھے نماز بکراہت ادا ہو۔فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی ،مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۲۵/۵/۱۴۰۳ھ۔(منتخبات نظام الفتاوی ۱/۲۹۴)

مذاہب اربعہ میں داڑھی کی شرعی حیثیت اوراس کے کاٹنے والے پرفسق کاحکم:

مذهب احناف:

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

"لايحل للرجل أن يقطع اللحية". (۲)

فتح القدیر میں ہے:

"وأماالأخذ منها وهى دون ذلک كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد". (۳)

مذهب مالكيه:

مواہب الجلیل میں ہے:

"وحلق اللحية لايجوزوكذلک الشارب وهومُثلة وبدعة،ويؤدب من حلق لحيته أوشاربه". (۴)

حاشیۃ العدوی میں ہے:

"فإن قلت:وماحكم القص عند عدم الطول أوالطول القليل؟قلت:صرح بعض الشراح بأنه يحرم القص إن لم تكن طالت كالحلق". (۵)

---

(۱) مطلب فى الأخذ من اللحية،باب مايفسد الصوم: ۱۱۳/۲،دارإحياء التراث، بيروت،وكذا فى المرقاة: ۹۱/۲،كتاب الطهارة،باب السواک

(۲) الفتاوىٰ البزازية علىٰ هامش الهندية،كتاب الاستحسان: ۳۷۹/۳۔

(۳) فتح القدير: كتاب الصوم،باب مايوجب القضاء ولاكفارة: ۳۴/۲،دارالفكربيروت

(۴) مواهب الجليل الشرح مختصرخليل،كتاب الطهارة،فصل فى فرائض الوضوء: ۳۱۳/۱)(تنبيهات: إذا ثبت للمرأة لحية،انيس

(۵) حاشية العدوى باب فى بيان الفطرة: ۵۸۱/۲۔

مذهب شافعيه:

حواشی الشروانی میں ہے:

"قال الشيخان: يكره حلق اللحية واعترضه ابن الرفعة فى حاشية الكافية بأن الشافعي نص في الأم على التحريم، قال الزركشي وكذا الحليمى في شعب الإيمان وأستاذه القفال الشاشي في محاسن الشريعة وقال الأوزاعي: الصواب تحريم حلقها جملة لغير علة بها كما يفعله القلندرية". (۱)

فتح الباری میں ہے:

"ثم حكى الطبرى اختلافا فيما يؤخذ من اللحية هل له حد أم لا؟فأسند عن جماعة الاقتصار علىٰ أخذ الذى يزيد منها علىٰ قدر الكف،وعن الحسن البصرى أنه يؤخذ من طولها وعرضها مالم يفحش وعن عطاء نحوه". (۲)

شرح مہذب میں ہے:

"سبق في الحديث أن إعفاء اللحية من الفطرة فالإعفاء بالمد، قال الخطابى وغيره:هو توفيرها وتركها بلاقص،كره لنا قصها كفعل الأعاجم، قال: وكان من زى كسرى قص اللحى وتوفير الشوارب". (۳)

مذهب حنابله:

کشاف القناع میں ہے:

"(وإعفاء اللحية)بأن لايأخذ منها شيئا،قال فى المذهب مالم يستهجن طولها(ويحرم حلقها) ذكره الشيخ تقى الدين(ولايكره أخذ مازاد على القبضة)". (۴)

بخاری شریف میں ہے:

حدثنا محمد بن منهال:حدثنايزيد بن زريع:حدثنا عمربن محمد بن زيد،عن نافع،عن ابن عمر،عن النبى صلى الله عليه وسلم قال:خالفواالمشركين:وفرو االلحى،واحفواالشوارب،و كان ابن عمر:إذاحج أواعتمر قبض على لحيته،فما فضل أخذه". (۵)

---

(۱) حوشی الشروانی علیٰ تحفة المحتاج شرح المنهاج، فصل فی العقيقة: ۴۳٦/۹۔

(۲) فتح الباری: ۳۵۰/۱۰،باب تقليم الأظفار،دارالنشر للكتب الإسلامية

(۳) المجموع شرح المهذب مسائل مستحبة من خصال الفطرة: ۲۹۰/۱،دارالفكر)(باب السواک،انیس)

(۴) كشاف القناع عن متن الاقناع،كتاب الطهارة ،ويسن الإمتشاط......: ۷۵/۱۔

(۵) صحيح البخارى،كتاب اللباس،باب تقليم الأظفار: ۸۷۵/۲)(رقم الحديث: ۵۸۹۲،انیس)

علامہ عینی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”قوله: (خالفوا المشركين) أراد بهم المجوس، يدل عليه رواية مسلم: خالفوا المجوس؛ لأنهم كانوا يقصرون لحاهم، ومنهم من كان يحلقها“. (۱)

حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں:

”قوله خالفوا المشركين“ فى حديث أبى هريرة عند مسلم خالفوا المجوس، وهو المراد فى حديث بن عمر فإنهم كانوا يقصرون لحاهم ومنهم من كان يحلقها“. (۲)

علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

”أما إعفاء اللحية فمعناه توفيرها وهو معنى أوفوا اللحٰى فى الرواية الأخرىٰ وكان من عادة الفرس قص اللحية فنهٰى الشرع عن ذلك“. (۳)

مشکوٰۃ شریف میں ہے:

”عن ابن عمر رضى اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم“. (۴)

مرقاۃ میں ہے:

”أى من شبه نفسه بالكفار، مثلاً فى اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار. (فهو منهم): أى فى الإثم والخير، قال الطيبى: هٰذا عام فى الخلق والخلق والشعار ولما كان الشعار أظهر فى الشبه ذكر فى هٰذا الباب، قلت بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غير فان الخلق الصورى لا يتصور فيه التشبه والخلق المعنوى لا يقال فيه التشبه بل هو التخلق“. (۵)

مذکورہ بالا حدیث اور فقہی عبارات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک داڑھی کا منڈانا حرام ہے، اور اس کا کاٹنا جو کہ کفار کے مشابہ ہو بعض کے نزدیک حرام اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے، پھر مکروہ پر اصرار کرنے والا فاسق ہوگا؛ کیوں کہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے وہ کبیرہ کا حکم لے لیتا ہے، جیسے کہ علامہ شامیؒ کی عبارت سے پتہ چلتا ہے:

”أن الصغيرة تأخذ الكبيرة بالإصرار“. (۶)

---

(۱) عمدة القارى: ۹۰/۱۵ (باب تقليم الأظفار، انيس)

(۲) فتح البارى: ۳۴۹/۱، دار نشر الكتب الإسلامية (باب تقليم الأظفار، انيس)

(۳) شرح الصحيح لمسلم للنووى: ۱۲۹/۱، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، فيصل

(۴) مشكاة المصابيح: ۲۷۵، كتاب اللباس، الفصل الثانى، قديمى

(۵) مرقاة المفاتيح علىٰ مشكاة المصابيح: ۲۵۵/۸، كتاب اللباس، الفصل الثانى، مسئلة التشبه، إمدادية

(۶) ردالمحتار: ۴۷۳/۵، كتاب الشهادات، باب القبول و عدمه، سعيد

اور ائمہ اربعہ کے نزدیک فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

"الفقه على المذاهب الأربعة" میں ہے:

"تكره إمامة الفاسق إلا إذا كان إمامًا لمثله باتفاق الحنفية، والشافعية، أما الحنابلة قالوا: إمامة الفاسق ولو لمثله، غير صحيحة إلا في صلاة الجمعة والعيد إذا تعذرت صلاتهما خلف غيره، فتجوز إمامته للضرورة، والمالكية قالوا: إمامة الفسق مكروهة ولو لمثله". (۱)

خلاصہ: باتفاق ائمہ اربعہ داڑھی منڈوانے والے یا ایک مشت سے اوپر کترانے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۲/۲۵۵-۲۵۹)

عارضی داڑھی والے کی تراویح میں امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ تمام سال داڑھی منڈاتا ہے اور رمضان شریف میں تراویح کی امامت کراتا ہے اور قران مجید سناتا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر فرض نماز کوئی دوسرا شخص پڑھائے اور تراویح داڑھی مونڈا حافظ پڑھائے تو کوئی حرج نہیں۔ کیا شرعاً یہ تراویح پڑھا سکتا ہے؟ اور تراویح کی نماز اس کے پیچھے درست ہے؟

الجواب

شرعاً داڑھی کو مطلق چھوڑنے کا حکم ہے اور متعدد حدیثوں میں داڑھی بڑھانے کا حکم وارد ہے، "اعفوا اللحى ارخوا اللحى وأوفوا اللحى وغير ذلک" امر کے صیغے وارد ہیں اور بقدر مشت کم از کم داڑھی چھوڑنا واجب ہے، داڑھی منڈانا، یا قدر مشت سے کم کتروانا؛ یعنی حد سنت جو کہ بقدر قبضہ ہے، اس سے کم کرنا اور اس پر دوام و اصرار کرنا شرعاً فسق اور کبیرہ گناہ ہے، لہذا ایسا شخص جو کہ داڑھی منڈاتا ہے، شرعاً فاسق ہے، امامت کا اہل نہیں، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے، ایسے امام کو فرائض وتراویح دونوں میں امام بنانا جائز نہیں، بجائے ایسے حافظ غیر حافظ سنت کے مطابق داڑھی رکھنے والے کے پیچھے تراویح بغیر ختم کے پڑھی جائیں، فرائض ہوں یا تراویح، دونوں میں داڑھی مونڈانے والے کو جو کہ فاسق ہے، امام بنانا اس کو معظم بنانا ہے، جو کہ شرعاً جائز نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد اللہ عفا اللہ عنہ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۰۵) ☆

---

(۱) الفقه على المذاهب الأربعة: ۱/۳٤٧، مبحث مكروهات الصلاة

(۲) صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار (ح: ٥٨٩٢)/فتح القدير: كتاب الصوم، باب مايوجب القضاء ولا كفارة: ٢/٣٤، دار الفكر بيروت/ردالمحتار: ١/٥٢٠، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد. انيس)

==

ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے، کیا داڑھی منڈانے والے کو قتل کیا جائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں! علمائے دین، مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں پر دو فریقوں کا تنازعہ ہے کہ جو شخص داڑھی کٹواتا ہے، منڈواتا ہے؛ یعنی چار انگل سے کم رکھتا ہے، وہ شخص امامت نہ کرائے، چاہے وہ عالم ہو یا عالم نہ ہو؟ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور جو اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے، وہ دوہرائی جائے اور جو شخص داڑھی منڈواتا ہے اور کٹواتا ہے، وہ فاسق اور فاجر ہے اور لائق قتل ہے اور امامت جائز نہیں ہے، اس مسئلہ کا صحیح جواب احادیث سے فرمایا جائے؟

الجواب

حدیث شریف میں ہے: **عشر من الفطرة منها إعفاء اللحية.**

نیز وارد ہے: "**اعفوا اللحی، أرخوا اللحی و أوفوا اللحی، و کثروا اللحی**" اور "**وفروا اللحیٰ**".

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی چھوڑنے، بڑھانے، پورا کرنے، لٹکانے کا، ان احادیث میں حکم فرمایا ہے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت قرار دیا ہے، جس امر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت قرار دیا ہے، جس امر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل بھی ہو اور حکم بھی فرمایا ہو، وہ امر واجب ہوتا ہے، اس کا ترک اور ترک پر مداومت کرنا فسق ہوتا ہے؛ اس لیے داڑھی کا قبضہ سے کم کٹوانے والا فاسق اس کی امامت مکروہ ہے، امامت کے لیے متقی، متورع عالم کی ضرورت ہے، البتہ یہ کہ اس کو قتل کیا جاوے، وغیرہ وغیرہ، یہ سب باتیں محض لغو ہیں، انہیں بہتر سے بہتر طریق سے سمجھایا جائے؛ تاکہ وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ، ۳ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۰۹)

== ☆ بوقت ضرورت داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک جامع مسجد میں ایک عالم دین خطیب تو ہے؛ لیکن کبھی کبھی کسی ضروری کام کی غرض سے وہ کہیں چلا جاتا ہے تو پھر ہم ایک اور شخص کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ نماز پڑھائے، حالاں کہ وہ شخص بھی مجبوراً خطیب اصل کی عدم موجودگی میں نماز پڑھاتا ہے، یہ شخص بھی عالم دین ہے؛ لیکن داڑھی کٹاتا ہے، آپ یہ بتائیں کہ آیا اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے، فرض ادا ہو جاتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ، نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۹ شعبان ۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۰۸)

سنت داڑھی نہ رکھنے اور عیسائی مشنری میں ملازمت کرنے والے کی امامت :

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مدرسہ فتح پوری دہلی کا فارغ التحصیل ہے؛ لیکن اس کی داڑھی سنت کے موافق نہیں ہے اور پینتالیس سال سے عیسائی مشنری میں تنخواہ دار ملازم کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا ہے، نیز مقتدیوں سے بداخلاقی بھی کرتا ہے، شعائر دین کا لحاظ نہیں رکھتا، ایسے امام کے پیچھے اقتدا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبدالرحیم حمام گلی صدر روڈ پشاور، ۱۲/ ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ)

الجواب

بشرط صدق وثبوت ایسے امام کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے، **لفسقه كما في شهادات.** (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية) (۱) البتہ اگر قوم کی دینی حالت اس سے بدتر ہو تو یہ امام اندھوں میں کانا ہے تو کراہت نہیں ہے، **كما في البحر الرائق،** ص: ۳۴۹، جلد: ۱: **"وينبغي أن يكون محل كراهة الاقتداء بهم عن وجود غيرهم وإلا فلا كراهة".** (۲) وہو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۷۶/۲)

بغیر داڑھی والا قرآن پاک درست پڑھتا ہو اور داڑھی والوں کا تلفظ درست نہ ہو تو امام کس کو بنایا جائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں پچانوے فی صدی لوگ داڑھی منڈواتے ہیں اور پانچ فیصدی داڑھی رکھواتے ہیں اور ان میں جو داڑھی رکھواتے ہیں، قران مجید نہیں پڑھ سکتے، کہیں عین کی جگہ الف، ح کی جگہ ھ، ذال کی جگہ ز پڑھتے ہیں، کھڑے کو پڑا، پڑے کو کھڑا پڑھتے ہیں اور جو داڑھی کٹواتے ہیں، ان میں قرآن مجید ٹھیک پڑھ سکتے ہیں اور لوگ بھی ان کو کہتے ہیں، یہ نماز پڑھائیں، کیا جو داڑھی کٹواتا ہے اور قرآن مجید ٹھیک پڑھتا ہے، ان کے پیچھے نماز داڑھی والوں کی ہو جاتی ہے، یا نہیں؟ اور داڑھی کٹوانے والے کے پیچھے داڑھی کٹوانے والوں کی ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

نمازیوں کو چاہیے کہ کسی اچھا پڑھنے والے نیک، متقی امام کو مقرر کر کے اس کے پیچھے نماز ادا کریں، مستقل امام نہ تو

(۱) قال العلامة محمدأمين: أن الأخذ من اللحية وهي دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم يبحه أحد وأخذ كلها فعل يهود الهنود ومجوس الأعاجم. (العقود الدرية في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية: ۳۵۱/۱، لايباح الأخذ من اللحية وهي دون القبضة)

(۲) البحر الرائق: ۳۴۹/۱، باب الإمامة

داڑھی کٹوانے والے کو رکھیں اور نہ غلط پڑھنے والے کو دونوں کی امامت ناجائز ہے، البتہ کسی خاص وقت کے لیے اگر ضرورت پڑے تو صحیح پڑھنے والے داڑھی کٹے کے پیچھے پڑھ لیں اور غلط پڑھنے والے کے پیچھے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۱۲/۲)

داڑھی کتروانے والے بے نمازی کی تراویح میں اقتدا:

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد فوت ہو گئے، ان کے باپ دادا پہلے امامت کراتے تھے، ان کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی اولاد میں سے کوئی شخص موروثی اور باپ دادا والا حق سمجھ کر خود بخود امامت کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے، یا مقتدیوں کے استیلاء پر، اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی جائے؟

(۲) دوسری عرض یہ ہے کہ ہماری مسجد میں عرصہ کئی سال سے یہ جھگڑا چل رہا ہے کہ شعبان کا چاند دیکھا جاتا ہے تو کئی صاحبان اس بارے میں جھگڑا کرتے ہیں کہ ہمارا پسر نماز تراویح کے لیے اس مسجد میں امامت کرے گا، وہ حافظ جس کو امامت کے لیے کھڑا کرنے کی استدعا کرتے ہیں، وہ قابل امامت نہیں ہوتا، نماز پابندی سے نہیں پڑھتا، کئی نمازیں پڑھتا ہے اور کئی نہیں پڑھتا، سگریٹ بھی پیتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس کے سر پر انگریزی فیشن کے بال ہوتے ہیں اور داڑھی بھی منڈاتا ہے، اس بنا پر مقتدیوں میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور جھگڑا و فساد برپا ہو جاتا ہے، جناب مفتی صاحب اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر اس شرارت دائمی کو ختم فرما دیں؟ نوازش ہوگی۔

الجواب

(۱) اولاً: امامت کا وارثت سے کوئی تعلق نہیں، امامت کی قابلیت رکھنے والے جس شخص کو مقتدی چاہیں، امام بنا سکتے ہیں۔ (۱)

(۲) امامت کے شرائط اور قابلیت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

ثانیاً: ایسے شخص کے پیچھے تراویح یا کوئی دوسری نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے، ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے، امامت کسی شخص کا استحقاق نہیں؛ بلکہ مقتدیوں کی اکثریت جس پابند شریعت شخص کو مقرر کر لیں، وہی امام بن سکے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۱۳/۲)

---

(۱) امام متعین کرنے کا حق بانی مسجد کو ہے، نہ کہ امام کو۔ (البانی) للمسجد (أولیٰ) من القوم (بنصب الإمام والمؤذن في المختار إلا إذا عين القوم أصلح ممن عيّنه) البانی. (الدر المختار) وفي ردالمحتار: (قوله البانی أولیٰ) وكذا ولده وعشيرته أولیٰ من غيرهم، أشباه. (رد المحتار، كتاب الوقف: ٦/٦٤٥، دار الكتب العلمية، بيروت، انيس) ==

داڑھی کتروانے والے کی امامت میں ادا کی گئی نمازوں کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک امام مسجد جو کہ ہر وقت نماز اور جمعہ بھی پڑھاتا ہے، رمضان شریف کی تراویح بھی پڑھایا کرتا ہے؛ کیوں کہ قرآن مجید کا حافظ ہے؛ لیکن حد شرعی سے اس کی داڑھی کم ہے، کٹوایا کرتا ہے، بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حد شرعی سے کم داڑھی رکھنے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے، نہ فرض نہ نفل؛ یعنی تراویح نہیں ہوتی، جو پڑھی گئی ہیں، ان کو بھی پھر لوٹایا جائے، اب پوچھنا یہی ہے کہ کیا داڑھی منڈے یا کترانے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، اگر نہیں ہوتی تو جو پڑھی گئی ہیں، ان کا لوٹانا ضروری ہے، یا نہیں؟ مدلل اور معتبر کتابوں کے حوالے دے کر بندہ کی تسلی فرمائیں۔

الجواب

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔

" وأما الأخذ منها وهی دون ذلک فلم یبحه أحد". (۱)

نیز درمختار میں ہے:

"والسنة فیها القبضة إلخ،وکذا قال یحرم علی الرجل قطع لحیته". (۲)

لہٰذا جو شخص داڑھی منڈوائے یا ایک مشت سے کم کتروائے، وہ فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

"ویکره إمامة عبد،إلخ، وفاسق". (۳)

اگر چہ **"بحکم صلوا خلف کل بر وفاجر"** اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، لہٰذا جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ واجب الاعادہ نہیں؛ لیکن ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے، نہ فرائض میں نہ تراویح وغیرہ میں؛ **لأن فی إمامته تعظیم وتعظیم الفاسق حرام. فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم** (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۱۵/۲)

== والبانی أحق بالإمامة والأذان وولده من بعده وعشیرته أولیٰ بذلک من غیرهم.(البحر الرائق: ۲۷۰/۵، دارالکتاب الإسلامی بیروت. انیس)

وأما نصب المؤذن والإمام لأهل المحلة ولا یکون للبانی منهم ذلک وقال أبو بکر الإسکاف:البانی أحق بتنصیبها من غیره کما فی العمارة کالقاضی،وقال أبو اللیث:وبه ناخذ إلا أن یرید الثانی إماماً ومؤذناً والقوم یریدون أصلح فلهم أن یفعلوا ذلک،کذا فی النوازل.(البنایة شرح الهدایة،شرط الواقف أن یستبدل بالوقف أرضا أخریٰ: ۴۵۱/۷، دار الکتب العلمیة بیروت/وکذا فی البحرالرائق،الناظر بالشرط فی الوقف: ۲۵۱/۵، دارالکتاب الإسلامی بیروت. انیس)

(۱) الدرالمختار،مطلب فی الأخذ من اللحیة: ۱۲٤/۲ـ

(۲) الدرالمختارعلیٰ هامش رد المحتار، کتاب الحظروالاباحة: ۲۸۸/۵ـ

(۳) بل مشیٰ فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمه (أی الفاسق) کراهة تحریم (الدرالمختار،باب الإمامة: ٤١٤/١ـ

داڑھی کٹانے سے توبہ کرلے تو کب امام بنایا جائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ قرآن جو کہ پابند صوم وصلوۃ ہے اور اعتقاد صحیح رکھتا ہے؛ لیکن داڑھی منڈاتا ہے، کیا اس کے پیچھے نماز مفروضہ یا تراویح پڑھنا جائز ہے، یا ناجائز؟ نیز اگر وہ آج تائب ہوجائے، تب شرعا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

شرعا داڑھی کو مطلق چھوڑنے کا حکم ہے اور بقدر مشت کم از کم داڑھی چھوڑنا واجب ہے، داڑھی منڈانا، یا حد سنت: یعنی بقدر مشت سے قبل کتروانا اور اس پر دوام واصرار کرنا شرعا فسق وکبیرہ گناہ ہے، لہذا ایسا شخص جو داڑھی منڈاتا ہے، شرعا فاسق ہے، امامت کا اہل نہیں، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، ایسے امام کو فرائض وتراویح میں امام بنانا جائز نہیں، ایسے حافظ کے بجائے غیر حافظ سنت کے مطابق داڑھی رکھنے والے کے پیچھے تراویح بغیر ختم کے پڑھنا اچھا ہے، لہذا اگر دوسرا کوئی حافظ سنت کے مطابق داڑھی رکھنے والا نہ ملے تو بھی اس کو تراویح میں امام نہ بنایا جائے اور تائب ہوجانے کے بعد بھی جب تک داڑھی قدر سنت یعنی قبضہ سے کم ہو، امام نہ بنایا جائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ مفتی محمود:۲/۱۱۱)

داڑھی منڈے کا عید کا خطبہ:

سوال: ہمارے یہاں عیدین کا خطبہ وکیل صاحب پڑھتے ہیں، جن کی داڑھی مونچھ صاف ہے، نماز دوسرے حافظ صاحب پڑھاتے ہیں، دعا تیسرے وکیل صاحب کراتے ہیں تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ وکیل صاحب داڑھی کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ خطبہ کے لیے داڑھی کی کوئی قید نہیں ہے، اگر رکھنی ہی ہوگی تو ہم موسمی داڑھی رکھ لیں گے؛ یعنی خطبہ کے ایک ہفتہ پہلے رکھ لیں گے۔سوال یہ ہے کہ اس طرح نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اچھی بات تو یہ ہے کہ نماز اور خطبہ دونوں کام ایک ہی شخص انجام دے، اگرچہ دونوں کام دو آدمیوں کے کرنے سے بھی ادا ہوجائیں گے،(۲) وکیل صاحب حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم مان کر شرعی داڑھی رکھ لیں تو بہت بڑے

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لله أشد فرحاً بتوبة أحدكم بضالته إذا وجد". قال النووي: واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور، لا يجوز تاخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة إلخ". (الصحيح لمسلم مع شرح النووي، كتاب التوبة: ۲/۳۵٤، انيس)

(۲) ولا ينبغي أن يصلي غير الخطيب؛ لأن الجمعة مع الخطبة كشيئ واحد، فلا ينبغي أن يقيمها إثنان، ==

اجر کے مستحق ہوں گے، موسمی داڑھی کی کوئی قدر و قیمت نہیں؛ بلکہ یہ تو شریعت کے ساتھ فریب کاری ہے کہ خطبہ پڑھنے کی خاطر رکھی گئی ہے؛ تاکہ لوگ اعتراض نہ کریں، کام وہ مقبول ہے، جو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لیے ہو۔ (۱)

دعا کے لیے تو کسی خاص شخص کی ضرورت ہی نہیں ہے، ہر شخص اپنی اپنی دعا جس طرح پنج گانہ نماز کے بعد مانگتا ہے، اسی طرح عید کی نماز کے بعد مانگ لے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۱۱/۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۰/۶-۱۳۱)

بڑی مونچھ والے کی امامت:

سوال: اگر امام حافظ ہو اور وہ بڑی بڑی مونچھیں رکھتا ہو جن سے ہونٹ ڈھکے ہوئے ہوں اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟ داڑھی میں مونچھ رکھتا ہے۔

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اتنی بڑی مونچھ رکھنا جس سے ہونٹ بالکل ڈھک جائے، حدیث شریف کے خلاف اور مکروہ ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۴/۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۱/۶)

== وإن فعل جاز،اھ.خطب صبی بإذن السلطان وصلی بالغ،جازھو المختار.(الدرالمختار، کتاب الصلاة،باب صلاة الجمعة: ۲/ ۱۶۲،سعید)(مطلب فی جواز نیابة الخطیب،انیس)

(۱) قال الله تعالیٰ:﴿لن ینال الله لحومها ولا دمائها ولکن یناله التقوی منکم﴾(سورة الحج: ۳۷)

"عن عمربن الخطاب رضی الله عنه قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:"إنماالأعمال بالنیات،وإنما لکل امرئ ما نوی،فمن کانت ھجرته إلی الله ورسوله،فھجرته إلی الله ورسوله،ومن کانت ھجرته إلی دنیا یصیبھا أوامرأة یتزوجھا،فھجرته إلی ماھاجرإلیه". (مشکوة المصابیح: ۱۱/۱،قدیمی)

(۲) عن ابن عمر رضی الله عنهما عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال:قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم:"خالفوا المشرکین،وأحفوا الشوارب وأوفوا اللحی".

وعن ابن عمر رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم :قال:"أحفوا الشوارب وأعفوا اللحی".

"عن أبی ھریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "جزوا الشوارب وأرخوا اللحی، وخالفوا المجوس"(الصحیح لمسلم،کتاب الطھارة،باب خصال الفطرة: ۱۲۹/۱،قدیمی)

"وأما روایات"أحفوا الشوارب"فمعناھا:أحفوا ما طال علی الشفتین".(شرح النووی علی الصحیح لمسلم،کتاب الطھارة،باب خصال الفطرة: ۱۲۹/۱،قدیمی)

"وتفسیر القص أن ینقص حتی ینتقص عن الإطار،وھوبکسر الھمزة،ملتقی الجلدة واللحم من الشفة".(رد المحتار، کتاب الحج،باب الجنایات: ۵۵۰/۲،سعید)

قال القاری:قال ابن حجر:فیسن إحفائه حتی تبدو حمرة الشفة العلیا".(بذل المجھود،کتاب الطھارة، باب السواک من الفطرة: ۳۳/۱،مکتبة امدادیة ملتان)

جس کے دل میں امام سے نفرت ہو اس کی نماز:

سوال: اگر کسی امام کی مونچھیں بڑی ہوں اور داڑھی رکھنے سے منع کرتا ہو اور ان کی باتوں کی وجہ سے کسی مقتدی کو نفرت ہو تو اس کی نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اس مقتدی کی نماز ہو جائے گی۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۴/۱۳۹۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۳۳۳)

جس کی ٹھوڑی چند بال پر ہوں، اس کی امامت:

سوال: ایک شخص کی موقوف علیہ تک تعلیم ہے اور عمر اٹھارسال سے متجاوز ہے، نیز ٹھوڑی کے اوپر اور نیچے کچھ بال نکل رہے ہیں، باقی جگہ پر بال نکلنے کا امکان کم ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو تحریمی، یا تنزیہی؟ اور اگر باقی جگہ پر بال نکلنے کا امکان ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

وہ شخص جس کی عمر اٹھارہ سال سے متجاوز ہو چکی ہے اور ٹھوڑی کے اوپر نیچے کچھ بال نکلے ہوں اور باقی حصہ چہرہ میں بال نکلنے کا امکان کم ہے، جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ گول داڑھی اس کی نہیں ہوگی اور وہ نماز کے مسائل سے بھی اچھی طرح واقف ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کسی قسم کی کراہت نہیں۔

”قد نبت له شعرات فی ذقنه تؤذن؛لأنه ليس من مستدير اللحی،فهل حكمه فی الإمامة كالرجال الكاملين أم لا؟فأجاب السيد العلامة أحمد بن يونس المعروف بابن الشلبی من متأخری علماء الحنفية عن مثل هٰذه المسئلة،فأجاب بالجواز من غير كراهة“. (ردالمحتار: ۱/۵۸۷)(۲)**فقط والله سبحانه تعالیٰ أعلم**

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۶/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۷)

---

(۱) وعن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:”الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أوفاجراً،والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم براً كان أوفاجراً وان عمل الكبائر ،والصلاة واجبة علىٰ كل مسلم براً أوكان فاجراً وإن عمل الكبائر“.(سنن أبی داؤد، كتاب الجهاد،باب فی الغزو مع أئمة الجور: ۱/۳۵۰، إمدادية،ملتان)

(۲) ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۱/۵۶۲،سعيد

داڑھی کے سفید بال اکھڑوانے والے کی اقتدا کا حکم:

سوال: زید پیش امام ہے اور اپنی داڑھی کے سفید بال اکھڑواتا ہے، آیا اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں، اور داڑھی کے سفید بال اکھڑوانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر یہ شخص قبل از وقت بوڑھا ہو گیا ہو، تب تو نتف شیب جائز ہے بشرطیکہ محض زینت کی نیت نہ ہو، بلکہ ارضاء زوجہ مقصود ہو، یا اور کوئی ضرورت ہو اور اگر بوڑھا قبل از وقت نہیں؛ بلکہ وقت پر ہوا ہے ... تو نتف شیب مکروہ ہے اور کراہت تنزیہیہ ہے۔

قال في الهندية: ونتف الشيب مكروه للتنزيين لا لترهيب العدو وكذا نقل عن الإمام، كذا في جواهر الأخلاطي. (۲۳۸/٦)(۱)

قلت: واحفظ عن موضع لايحضرفي الآن لفظ لابأس به في ذلک والجمع بينهماماذكرته ولعله جمع حسن والله أعلم

۲۱ رشعبان ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۱۴۰/۲)

سر اور داڑھی کو خضاب لگانے والے کی امامت:

سوال: ہم جس دفتر میں کام کرتے ہیں، اس میں ہم نے ایک جگہ نماز ادا کرنے کے لیے مخصوص کر لی ہے، جہاں پر آفس کے اوقات میں ظہر اور عصر کی نماز با جماعت ادا کی جاتی ہے، جو حافظ صاحب اس کی امامت فرماتے ہیں، وہ یہاں اس ادارے میں ملازم ہیں؛ لیکن واضح رہے کہ امامت کے سلسلے میں وہ کوئی معاوضہ نہیں لیتے، مسئلہ دراصل یہ ہے کہ اب کچھ دنوں سے انہوں نے اپنے سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو خضاب سے رنگنا شروع کر دیا ہے، جس کی بظاہر کوئی وجہ نہیں آتی، لہذا آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ آیا حنفی فقہ کے تحت ان کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے اور جو لوگ ان کے پیچھے نماز ادا کر رہے ہیں، کیا ان کی نماز ہو جاتی ہے؟

الجواب

جو امام سیاہ خضاب لگاتا ہو، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۴۲/۳)

---

(۱) كتاب الكراهية وهومشتمل ثلاثين باباً، الباب العشرون في الزينة واتخاذ الخادم للخدمة، انيس

(۲) وأماالخضاب بالسواد ومن فعل ذلک ليزين نفسه للنساء، وليحبب نفسه إليهن فذلک مكروه وعليه عامة المشائخ. (الفتاوىٰ الهندية: ۵۵۹/۵، كتاب الكراهية، والباب العشرون)

سیاہ خضاب استعمال کرنے والے کی امامت:

سوال: جو شخص خضاب لگاوے اور سیاہ بال رکھے اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۸/۳)

تعزیہ دار اور سیاہ خضاب لگانے والے کی امامت:

سوال: تعزیہ دار کے پیچھے اور سیاہ خضاب کرنے والے کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب

تعزیہ دار فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے اور سیاہ خضاب کو بعض فقہا نے جائز فرمایا ہے اور بعض نے مکروہ اور یہی صحیح ہے، (۲) لہٰذا سیاہ خضاب کرنے والے کو امام بنانا اچھا نہیں ہے، اگر چہ نماز ہو جاتی ہے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۱/۳) ☆

---

(۱) ویستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ولو في غير حرب في الأصح، والأصح أنه عليه الصلاة و السلام لم يفعله، ويكره بالسواد، وقيل: لا. (الدر المختار)

(قوله يكره بالسواد) أي لغير الحرب، إلخ وإن ليزين نفسه للنساء فمكروه، وعليه عامة المشائخ، وبعضهم جوزه بلا كراهة، روى عن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ أنه قال: "كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها أن أتزين لها. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٣٧٢/٥) (باب الاستبراء وغيره، انيس)

اگر سیاہ خضاب مکروہ مانا جائے تو اس کی امامت مکروہ ہوگی، ورنہ نہیں؛ اس لیے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ ظفیر

(۲) ويستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ولو في غير حرب في الأصح، والأصح أنه عليه الصلوٰة والسلام لم يفعله ويكره بالسواد وقيل: لا. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب في البيع: ٣٧٢/٥، ظفير)

عن أبي ذر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أحسن ما غيرتم به الشيب الحناء والكتم. (سنن ابن ماجة، باب الخضاب بالحناء (ح: ٣٦٢٢) انيس)

عن جابر قال: جيء بأبي قحافة يوم الفتح إلى النبي صلى الله عليه وسلم وكان رأسه ثغامة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اذهبوا إلى بعض نسائه فلتغيره وجنبوه السواد. (سنن ابن ماجة، باب الخضاب بالسواد (ح: ٣٦٢٤)/ سنن أبي داؤد، باب في الخضاب (ح: ٤٢٠٤) انيس)

☆ کالا خضاب لگانے والے کی امامت:

سوال: کچھ ایسے امام ہوتے ہیں جو اپنے بالوں کو کبھی تو کالی مہندی لگا کر کالا اور کبھی لال مہندی لگا کر بالوں کو لال کر لیتے ہیں یا خضاب وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں اور کچھ تو داڑھی کو آدھی لال اور آدھی کالی رنگتے ہین، کیا ایسا کرنا شرعی اعتبار سے درست ہے اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھی جا سکتی ہے؟ ==

مہندی کا خضاب لگانے والے اور تارکِ جماعت کی امامت جائز ہے یا نہیں:

سوال: خضاب مہندی جائز است یا نہ، وامامت تارک جماعت جائز ست، یا نہ؟ (۱)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

خضاب مہدی جائز است وترک جماعت بلا عذر معصیت است، امامت تارک جماعت مکروہ است ۔ (۲)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳/۳۰۴-۳۰۵)

☆☆☆

== ھو المصوب ـــــــــــــــــــــــــــــ

کالا خضاب لگانا مکروہ ہے۔ (غیروا ھٰذا بشئ واجتنبوا السواد. (الصحیح لمسلم، کتاب اللباس، باب فی صبغ الشعر وتغییر الشیب، رقم الحدیث: ۲۱۰۲) قولہ "ویکرہ بالسواد" أی لغیر الحرب... وإن لیزین نفسه فمکروہ وعلیه عامة المشائخ. (رد المحتار: ۹/۶۰۵) اس لیے کالا خضاب لگانے والے امام کے پیچھے اقتدا مکروہ ہوگی، دو رنگ ملانا مناسب نہیں ہے، ایک رنگ استعمال کیا جائے۔

تحریر: محمد مستقیم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۳۳۸)

(۱) خلاصۂ سوال: مہندی کا خضاب جائز ہے، یا نہیں؟ اور جماعت چھوڑنے والے کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟ انیس

(۲) خلاصۂ جواب: مہندی کا خضاب جائز ہے اور بلا عذر جماعت ترک کرنا گناہ ہے، جماعت چھوڑنے والے کی امامت مکروہ ہے۔ انیس)

(وفَصَّلَ فی المحیط بین الخضاب بالسواد (إلیٰ قوله) ومذھبنا أن الصبغ بالحناء والوسمة حسن، کمافی الخانیة. (رد المحتار: ۵/۳۳۹) (کتاب الخنثیٰ، مسائل شتیٰ، انیس)

عن أبی ذر قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إن أحسن ما غیرتم به الشیب الحناء والکتم. (سنن أبی داؤد، باب فی الخضاب (ح: ۴۲۰۵) / سنن الترمذی، باب ماجاء فی الخضاب (ح: ۱۷۵۳) انیس)

الجماعة سنةٌ (إلیٰ قوله) وقیل واجبةٌ وعلیه العامة. (الدرالمختار) (کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲/۲۹۰، دار الکتب العلمیة، انیس)

فی الأجناس: لاتقبل شهادته إذا ترکها استخفافاً أو مجانةً. (ردالمحتار: ۱/۵۷۹، باب الإمامة)

ویکرہ إمامة الفاسق، إلخ. (کبیری) (فصل فی الإمامة وفیها مباحث، ص: ۵۸۰، انیس)

اردو کتب فتاویٰ

نمبر شمار	کتب فتاویٰ	مفتیان کرام	مطبع
(۱)	فتاویٰ عزیزی	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
(۲)	فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	محمد اسحاق صدیقی اینڈ سنز، تاجران کتب، ومالکان کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۳)	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	مکتبۃ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۴)	باقیات فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع پربدھ نگر (مظفرنگر) یوپی، انڈیا
(۵)	عزیز الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۶)	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۷)	امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۸)	الحیلۃ الناجزۃ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	مکتبہ رضی دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۹)	امداد الاحکام	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی بن لطیف احمد رمولانا عبدالکریم گمتھلوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۰)	آلات جدیدہ کے شرعی احکام	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۱)	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۲)	امداد المفتیین	مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانیؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۳)	مجموعۂ فتاویٰ عبدالحیٔ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	مکتبہ تھانوی، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۱۴)	فتاویٰ مظاہر علوم	ابوابراہیم خلیل احمد بن مجید علی انبھٹوی محدث سہارنپوریؒ	شعبۂ نشر واشاعت مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۵)	فتاویٰ محمودیہ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن بن حامد حسن گنگوہی	مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۶)	فتاویٰ امارت شرعیہ	حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بن مولوی حسین بخش و دیگر مفتیان	شعبۂ نشر واشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ
(۱۷)	کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی بن شیخ عنایت اللہ	حفیظ الرحمٰن واصف، کوہ نور پریس، دہلی، انڈیا
(۱۸)	فتاویٰ باقیات صالحات	حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری بن عبدالقادر	جامعہ باقیات صالحات، ویلور، بنگلور، انڈیا
(۱۹)	فتاویٰ احیاء العلوم	حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین مبارک پوری بن عبدالسبحان	جامعہ احیاء العلوم، مبارکپور، یوپی، انڈیا
(۲۰)	منتخبات نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگا بائی، نئی دہلی، انڈیا

(۲۱) نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگا بائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۲) خیر الفتاویٰ	حضرت مولانا خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۲۳) فتاویٰ شیخ الاسلام	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بن سید حبیب اللہ	مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۲۴) فتاویٰ حقانیہ	حضرت مولانا عبدالحق بن حاجی معروف گل پاکستانی	دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز، نزد واٹر ٹینک مغل پورہ، حیدرآباد
(۲۵) احسن الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی رشید احمد بن مولانا محمد سلیم پاکستانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۲۶) فتاویٰ عثمانی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع دیوبندی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۲۷) فتاویٰ قاضی	قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشن، جوگا بائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۸) فتاویٰ رحیمیہ	حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ	مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندیر، سورت گجرات
(۲۹) کتاب الفتاویٰ	مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۳۰) محمود الفتاویٰ	مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب	مکتبہ نور، محمود نگر، متصل جامعہ، ڈابھیل
(۳۱) حبیب الفتاویٰ	مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب	سمیع پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹیڈ، دریا گنج نئی دہلی
(۳۲) فتاویٰ فرنگی محل	حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب فرنگی محلی	مطبع نامی نخاس لکھنؤ، یوپی، انڈیا
(۳۳) فتاویٰ ندوۃ العلماء	حضرت مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب	مجلس صحافت ونشریات، ندوۃ العلماء مارگ، پوسٹ باکس نمبر ۹۳ لکھنؤ، انڈیا
(۳۴) فتاویٰ بینات	مفتیان جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، پاکستان	مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان
(۳۵) فتاویٰ فریدیہ	مولانا مفتی محمد فرید صاحب پاکستانی	مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی، پاکستان
(۳۶) فتاویٰ مفتی محمود	مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی	جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ، لاہور، پاکستان
(۳۷) آپ کے مسائل اوران کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف بن چودھری اللہ بخش لدھیانوی	مکتبہ لدھیانوی ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان
(۳۸) مرغوب الفتاویٰ	مولانا مفتی مرغوب الرحمٰن صاحب لاجپوری	جامعۃ القرأت کفلیۃ، مولانا عبدالحئی نگر، سورت، گجرات
(۳۹) فتاویٰ دارالعلوم زکریا	مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، افریقہ	ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی-۶، انڈیا
(۴۰) فتاویٰ شاکرخان	مولانا مفتی محمد شاکر خان صاحب پونہ، انڈیا	مدرسہ بیت العلوم کونڈوا، خرد سروے نمبر ۱۴۲، شوکا میوز کے پیچھے، پونہ ۴۸، انڈیا
(۴۱) فتاویٰ ریاض العلوم	مفتیان کرام مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، گورینی، جونپور	مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، چوکیہ گورینی، جونپور (یوپی)
(۴۲) فتاویٰ بسم اللہ	حضرت مولانا اسماعیل بن محمد بسم اللہ	جامعۃ القرءات، مولانا عبدالحئی نگر، کفلیۃ، سورت گجرات
(۴۳) فتاویٰ یوسفیہ	مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند

مصادرومراجع

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات

قرآن (مع تفاسیر وعلوم قرآن)

(۱)	القرآن الکریم	کتاب اللہ	وحی الٰہی
(۲)	جامع البیان فی تأویل القرآن	ابوجعفر الطبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی	۳۱۰ھ
(۳)	احکام القرآن	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۴)	التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)	أبوعبداللہ، محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی، فخرالدین الرازی	۶۰۶ھ
(۵)	انوارالتنزیل واسرارالتأویل (تفسیر بیضاوی)	ناصرالدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی	۶۸۵ھ
(۶)	تفسیر القرآن العظیم	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی	۷۷۴ھ
(۷)	تفسیر الجلالین	جلال الدین محمد بن احمد المحلی	۸۶۴ھ
		جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۸)	الإتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابوبکر	۹۱۱ھ
(۹)	تفسیرعزیزی	حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	۱۱۵۹ھ
(۱۰)	جواہرتفسیر (اردوترجمہ)	مولانا محمد محفوظ الحق شاہ چشتی صابری قادری	--
(۱۱)	تفسیرمظہری	قاضی محمد ثناءاللہ مظہری پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۱۲)	فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۳)	روح المعانی	محمود بن عبداللہ شہاب الدین ابوالثناء الحسینی الآلوسی	۱۲۷۰ھ
(۱۴)	بیان القرآن	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۱۵)	فوائد تفسیر عثمانی	مولانا شبیراحمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
(۱۶)	معارف القرآن	مفتی شفیع دیوبندی	۱۳۹۶ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات

عقائد (مع شروحات)

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۱۷)	فقہ اکبر	ابوحنیفہ،نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۸)	العقیدۃ الطحاویۃ	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۹)	شرح العقیدۃ الطحاویۃ	صدرالدین علی بن محمد بن العزالحنفی الأذرعی الصالحی الدمشقی	۷۴۲
(۲۰)	شرح العقائد النسفیۃ	سعدالدین مسعود بن عمرالتفتازانی	۷۹۱-۷۹۲ھ
(۲۱)	شرح فقہ اکبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۲)	منح الروض الأزہر فی شرح فقہ أکبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ

متون واطراف واجزاء حدیث

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۲۳)	مسند ابوحنیفہ بروایۃ الحصکفی وابی نعیم	امام اعظم ابوحنیفہ،نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۲۴)	موطأ امام مالک	امام دارالہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامرالاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۵)	کتاب الآثار بروایۃ أبی یوسف	ابویوسف القاضی، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتۃ انصاری	۱۸۲ھ
(۲۶)	الزہد والرقائق لابن المبارک	ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی الترکی ثم المروزی	۱۸۱ھ
(۲۷)	کتاب الاٰثار بروایۃ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۸)	موطأ امام مالک رموطأ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۹)	الجامع لابن وہب	ابومحمد عبداللہ بن وہب بن مسلم المصری القرشی	۱۹۷ھ
(۳۰)	مسند الشافعی بترتیب السندی السنن الماثورۃ بروایۃ المزنی	امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبدالمطلب بن عبدمناف الشافعی القرشی المکی	۲۰۴ھ
(۳۱)	مسند ابوداؤد الطیالسی	ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی البصری	۲۰۴ھ
(۳۲)	مصنف عبدالرزاق صنعانی	عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی	۲۱۱ھ
(۳۳)	مسند الحمیدی	ابوبکر عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبیداللہ القرشی الأسدی الحمیدی المکی	۲۱۹ھ
(۳۴)	الصلوٰۃ	ابونعیم الفضل بن عمرو بن حماد بن زہیر بن درہم القرشی المروف بابن دکین	۲۱۹ھ
(۳۵)	مسند ابن الجعد	علی بن الجعد بن عبید الجوہری البغدادی	۲۳۰ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۶)	مصنف ابن ابی شیبہ رمسند ابن ابی شیبہ	حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خورستی	۲۳۵ھ
(۳۷)	مسند اسحاق بن راھویہ	ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحنظلی المروزی، ابن راہویہ	۲۳۸ھ
(۳۸)	مسند امام احمد	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۳۹)	فضائل الصحابۃ	ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۴۰)	المنتخب من مسند عبد بن حمید	ابومحمد عبدالحمید بن نصر الکسی	۲۴۹ھ
(۴۱)	صحیح البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۲)	خلق افعال العباد	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۳)	احادیث کتاب التاریخ الکبیر	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۴)	القراءۃ خلف الإمام	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۵)	الادب المفرد	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۶)	صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج بن داؤد القشیری	۲۶۱ھ
(۴۷)	أخبار مکۃ فی قدیم الدھر وحدیثہ	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی الفاکھی	۲۷۲ھ
(۴۸)	سنن ابن ماجہ	حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی، ابن ماجہ	۲۷۳ھ
(۴۹)	سنن ابوداؤد	ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی	۲۷۵ھ
(۵۰)	سنن الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۵۱)	شمائل الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۵۲)	مسند الحارث	ابومحمد الحارث بن محمد بن داھر التمیمی البغدادی الخطیب المعروف بابن ابی اسامہ	۲۸۲ھ
(۵۳)	البدع	ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع المروانی القرطبی	۲۸۶ھ
(۵۴)	الآحاد والمثانی	ابوبکر بن أبی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۵۵)	السنۃ	ابوبکر بن أبی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۵۶)	البحر الزخار المعروف بمسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بن خلاد بن عبیداللہ العتکی، البزار	۲۹۲ھ
(۵۷)	تعظیم قدر الصلاۃ	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۸)	مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۹)	القدر	ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی	۳۰۱ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۶۰)	سنن النسائی	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۶۱)	عمل الیوم واللیلۃ	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۶۲)	المسند	حافظ ابویعلی احمد بن علی الموصلی	۳۰۷ھ
(۶۳)	المنتقی	ابن الجارود ابومحمد عبداللہ بن علی النیشاپوری	۳۰۷ھ
(۶۴)	مسند الرویانی	ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی	۳۰۷ھ
(۶۵)	الکنی والأسماء	ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الدولابی الرازی	۳۱۰ھ
(۶۶)	صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۷)	التوحید	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۸)	السنۃ لابن ابی بکر بن الخلال	ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید الخلال البغدادی الحنبلی	۳۱۱ھ
(۶۹)	مسند السراج/حدیث السراج	ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران الخراسانی النیسابوری	۳۱۳ھ
(۷۰)	مستخرج ابوعوانہ	ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم النیسابوری الاسفرائنی	۳۱۶ھ
(۷۱)	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۷۲)	شرح مشکل الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۷۳)	المنتقی من مکارم الأخلاق ومعالیھا	ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکر الخرائطی السامری	۳۲۷ھ
(۷۴)	مسند الشاشی	ابوسعید الہیثم بن کلیب بن سریج بن معقل الشاشی البنکثی	۳۳۵ھ
(۷۵)	معجم ابن الأعرابی	ابوسعید بن الأعرابی احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درھم البصری الصوفی	۳۴۰ھ
(۷۶)	صحیح ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التمیمی الدارمی البستی	۳۵۴ھ
(۷۷)	المعجم الأوسط/المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۸)	الدعاء	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۹)	مسند الشامیین	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۸۰)	عمل الیوم واللیلۃ	ابن السنی، احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن اسباط بن عبداللہ	۳۶۴ھ
(۸۱)	سنن الدارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود البغدادی الدارقطنی	۳۸۵ھ
(۸۲)	الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۸۳)	شرح مذاھب أھل السنۃ	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۸۴)	الإبانۃ الکبریٰ	ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری المعروف با بن بطۃ	۳۸۷ھ
(۸۵)	معالم السنن	ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی المعروف بالخطابی	۳۸۸ھ
(۸۶)	المستدرک علی الصحیحین	محمد بن عبداللہ بن حمدویہ الحاکم النیسا فوری	۴۰۵ھ
(۸۷)	شرح أصول اعتقاد أهل السنۃ والجماعۃ	ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللا لکائی	۴۱۸ھ
(۸۸)	حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۹)	امالی	ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بن عبداللہ بن بشران بن محمد بن بشران بن مہران البغدادی	۴۳۰ھ
(۹۰)	مسند الشہاب	ابوعبداللہ محمد بن سلامۃ بن جعفر بن علی بن حکمون القضاعی المصری	۴۵۴ھ
(۹۱)	السنن الکبریٰ	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۲)	شعب الإیمان	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۳)	معرفۃ السنن والآثار	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۴)	الدعوات الکبیر	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۵)	جامع بیان العلم وفضلہ	ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمری القرطبی	۴۶۳ھ
(۹۶)	تفسیر غریب مافی الصحیحین	محمد بن فتوح بن عبداللہ بن فتوح بن حمید الازدی المیورقی الحمیدی	۴۸۸
(۹۷)	الفردوس بمأثور الخطاب	ابوشجاع، شیرویہ بن شہر دار بن شیرویہ بن فناخسر والدیلمی الہمدانی	۵۰۹ھ
(۹۸)	شرح السنۃ	محی الدین ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی	۵۱۶ھ
(۹۹)	سنن الدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہزام التمیمی السمر قندی الدارمی	۵۵۲ھ
(۱۰۰)	المعجم	ابوالقاسم، علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف با بن عساکر	۵۷۱ھ
(۱۰۱)	کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی	۵۷۹ھ
(۱۰۲)	جامع الأصول فی أحادیث الرسول	مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری ابن الاثیر	۶۰۶ھ
(۱۰۳)	مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی	۷۲۰ھ
(۱۰۴)	منہاج السنۃ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الجرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۱۰۵)	الجوھر النقی	علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ المار دینی ابن الترکمانی	۷۵۰
(۱۰۶)	جامع المسانید والسنن الہادی لأقوم السنن	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی	۷۷۴ھ
(۱۰۷)	نصب الرایۃ فی تخریج أحادیث الہدایۃ	جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی	۷۶۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۰۸)	البدر المنیر مختصر تلخیص الذھبی	ابن الملقن سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری	۸۰۴ھ
(۱۰۹)	تخریج أحادیث إحیاء علوم الدین	عبد الرحیم بن الحسین بن عبد الرحمٰن الحافظ العراقی	۸۰۶ھ
		تاج الدین ابونصر عبد الوھاب ابن تقی الدین السبکی	۷۷۱ھ
		السید محمد مرتضی الزبیدی	۱۲۰۵ھ
(۱۱۰)	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نور الدین محمد بن ابوبکر بن سلیمان الھیثمی	۸۰۷ھ
(۱۱۱)	موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان	ابوالحسن نور الدین علی بن أبی بکر بن سلیمان الھیثمی	۸۰۷ھ
(۱۱۲)	المقصد العلی فی زوائد أبی یعلی الموصلی	ابوالحسن نور الدین علی بن أبی بکر بن سلیمان الھیثمی	۸۰۷ھ
(۱۱۳)	الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۱۴)	التلخیص الحبیر	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۱۵)	المقاصد الحسنۃ	محمد بن عبد الرحمٰن بن محمد شمس الدین السخاوی	۹۰۲ھ
(۱۱۶)	الجامع الصغیر	جلال الدین ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۷)	تنویر الحوالک شرح موطأ الامام مالک	جلال الدین ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۸)	جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد	العلامۃ محمد بن محمد سلیمان المغربی	۱۰۹۴ھ
(۱۱۹)	آثار السنن	محمد بن علی الشھیر بظھیر احسن النیموی البھاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۲۰)	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد بن محمد لطیف عثمانی تھانوی	۱۳۹۴ھ

شروح وعلل حدیث

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۲۱)	مختصر صحیح مسلم	ابومحمد زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری الشامی الشافعی	۶۵۶ھ
(۱۲۲)	النووی شرح مسلم	محی الدین ابوزکریا یحيٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۱۲۳)	تھذیب الأسماء واللغات	محی الدین ابوزکریا یحيٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۱۲۴)	التقریب والتیسیر	محی الدین ابوزکریا یحيٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۱۲۵)	احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام	تقی الدین ابوالفتح الشھیر بابن دقیق العید	۷۰۲ھ
(۱۲۶)	المفاتیح شرح المصابیح	الحسین بن محمد بن الحسن مظھر الدین الزیدانی الکوفی الضریر الشیرازی الحنفی	۷۲۷ھ
(۱۲۷)	الکاشف عن حقائق السنن شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن عبد اللہ بن محمد الحسن الطیبی	۷۴۳ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۲۸)	فتح الباری	زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب بن الحسن السلامی البغدادی ثم الدمشقی الحنبلی	۷۹۵ھ
(۱۲۹)	رسالۃ فی فن اُصول الحدیث	السید الشریف علی بن محمد بن علی الجرجانی	۸۱۶ھ
(۱۳۰)	فتح الباری شرح صحیح البخاری	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۳۱)	تہذیب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۳۲)	لسان المیزان	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۳۳)	شرح نخبۃ الفکر	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۳۴)	شرح المصابیح	محمد بن عزالدین عبداللطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین بن فرشتا الرومی الکرمانی الحنفی المشہور بابن ملک	۸۵۴ھ
(۱۳۵)	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۳۶)	شرح سنن اُبی داؤد	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۳۷)	قوت المغتذی شرح جامع الترمذی	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۸)	مصباح الزجاجۃ شرح سنن ابن ماجۃ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۹)	ارشاد الساری شرح البخاری	احمد بن محمد بن ابوبکر بن عبدالملک القسطلانی المصری	۹۲۳ھ
(۱۴۰)	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۴۱)	جمع الوسائل فی شرح الشمائل	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۴۲)	الموضوعات الکبریٰ	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۴۳)	الموضوعات الصغریٰ	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۴۴)	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۴۵)	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح / مصطلحات علم الحدیث الملحقۃ بالمشکوٰۃ	مولانا عبدالحق محدث دہلوی (عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	۱۰۵۲ھ
(۱۴۶)	شرح الزرقانی علی موطا الإمام مالک	ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن احمد بن شہاب الدین بن محمد الزرقانی المالکی	۱۱۲۲ھ
(۱۴۷)	شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ	ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن احمد بن شہاب الدین بن محمد الزرقانی المالکی	۱۱۲۲ھ
(۱۴۸)	حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجۃ	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالھادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۴۹)	فتح الودود شرح ابوداؤد	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالھادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۵۰)	الجد الحثیث فی بیان مالیس بحدیث	احمد بن عبدالکریم بن سعودی الغزی العامری	۱۱۴۳ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۵۱)	كشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبدالهادی بن عبدالغنی العجلونی الدمشقی الشافعی	۱۱۶۲ھ
(۱۵۲)	سبل السلام شرح بلوغ المرام	محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسن امیر یمانی	۱۱۸۲ھ
(۱۵۳)	نیل الأوطار	محمد بن علی بن محمد بن عبدالله الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۵۴)	الفوائد المجموعة فی الأحادیث الموضوعة	محمد بن علی بن محمد بن عبدالله الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۵۵)	مظاہر حق	نواب قطب الدین دہلوی	۱۲۸۹ھ
(۱۵۶)	بذل المجهود فی حل أبی داؤد	المحدث خلیل احمد السہارنفوری	۱۲۹۷ھ
(۱۵۷)	التعلیق الممجد علی موطا الإمام محمد	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۵۸)	حاشیہ حصن حصین	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۵۹)	التعلیق الحسن علی آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۶۰)	لامع الدراری علی صحیح البخاری	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۶۱)	الکوکب الدری علی جامع الترمذی	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۶۲)	عون المعبود فی شرح سنن أبی داؤد	ابوالطیب محمد شمس الحق بن أمیر علی بن مقصود علی الصدیقی العظیم آبادی	۱۳۲۹ھ
(۱۶۳)	مصباح الظلام شرح نیل المرام	السید محمد بن عبدالله الجردانی الدمیاطی	۱۳۳۱ھ
(۱۶۴)	العرف الشذی شرح سنن الترمذی	علامہ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۶۵)	فیض الباری شرح البخاری	علامہ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۶۶)	تحفة الأحوذی شرح سنن الترمذی	ابوالعلی عبدالرحمٰن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
(۱۶۷)	فتح الملہم	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
(۱۶۸)	التعلیق الصبیح علی مشکوٰة المصابیح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ
(۱۶۹)	معارف السنن شرح جامع الترمذی	مولانا محمد یوسف بن سید زکریا حسینی بنوری	۱۳۹۷ھ
(۱۷۰)	أوجز المسالک إلی موطا امام مالک	مولانا محمد زکریا بن محمد یحییٰ کاندھلوی	۱۴۰۲ھ
(۱۷۱)	مرعاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح	ابوالحسن عبیدالله بن محمد عبدالسلام بن خان محمد بن امان الله بن حسام الدین رحمانی مبارکپوری	۱۴۱۴ھ
(۱۷۲)	منہاج السنن شرح سنن الترمذی	مولانا مفتی محمد فرید زرویوی	۱۴۳۲ھ
(۱۷۳)	تکملة فتح الملہم	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی	مدظلہ
(۱۷۴)	کتاب درس ترمذی	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی	مدظلہ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات

سیرت وشمائل

(۱۷۵)	زادالمعاد فی ہدیۃ خیرالانام	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۱۷۶)	المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ

کتب فقہ احناف

(۱۷۷)	الحجۃ علی اہل المدینۃ	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۸)	کتاب الأصل	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۹)	الجامع الصغیر	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۸۰)	مختصر الطحاوی	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۸۱)	شرح مختصر الطحاوی	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۱۸۲)	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۳ھ
(۱۸۳)	مختصر القدوری	محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان القدوری	۴۲۸ھ
(۱۸۴)	النتف فی الفتاوی	ابوالحسن علی بن الحسین بن محمد السغدی الحنفی	۴۶۱ھ
(۱۸۵)	المبسوط	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۶)	شرح السیر الکبیر	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۷)	تحفۃ الفقہاء	علاءالدین محمد بن احمد بن ابواحمد السمرقندی الحنفی	۵۳۹ھ
(۱۸۸)	خلاصۃ الفتاویٰ/مجموع الفتاویٰ	طاہر بن احمد بن عبدالرشید البخاری	۵۴۲ھ
(۱۸۹)	المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی	ابوالمعالی محمود بن احمد بن عبدالعزیز بن مازہ البخاری	۵۷۰ھ
(۱۹۰)	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علامہ علاءالدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی	۵۸۷ھ
(۱۹۱)	فتاویٰ قاضی خان	محمود اوزجندی قاضی خان حسن بن منصور	۵۹۲ھ
(۱۹۲)	بدایۃ المبتدی وشرحہ الہدایۃ	برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی	۵۹۳ھ
(۱۹۳)	قنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۹۴)	المجتبی شرح مختصر القدروی	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۹۵)	غایۃ البیان ونادرۃ القران فی آخرالزمان	قوام الدین امیر کاتب ابن عمرابن العمید غازی الفارابی الاتراری الاتقانی	۶۵۸ھ
(۱۹۶)	تحفۃ الملوک	زین الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الحنفی الرازی	۶۶۶ھ
(۱۹۷)	مجمع البرکات	ابوالبرکات بن حسام الدین الدمنوی رالمدائنی	۶۶۷ھ
(۱۹۸)	الوقایۃ (وقایۃ الروایۃ)	صدرالشریعہ محمود بن عبداللہ بن ابراہیم المحبوبی الحنفی	۶۷۳ھ
(۱۹۹)	الاختیار لتعلیل المختار	عبداللہ بن محمود بن مودود بن محمود ابوالفضل مجد الدین الموصلی	۶۸۳ھ
(۲۰۰)	الفتاویٰ الغیاثیۃ	شیخ داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	۶۸۶ھ کے بعد
(۲۰۱)	مجمع البحرین وملتقی النیرین	مظفرالدین احمد بن علی بن ثعلب المعروف بابن الساعاتی البعلبکی	۶۹۴ھ
(۲۰۲)	منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی	سدیدالدین محمد بن محمد بن الرشید بن علی الکاشغری	۷۰۵ھ
(۲۰۳)	کنزالدقائق	حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی	۷۱۰،۷۰۱ھ
(۲۰۴)	تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق	فخرالدین عثمان بن علی بن محجن الزیلعی	۷۴۳ھ
(۲۰۵)	شرح مختصرالوقایۃ (شرح وقایۃ الروایۃ)	صدرالشریعہ الصغیر، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۶)	النقایۃ مختصرالوقایۃ	صدرالشریعہ الصغیر، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۷)	الکفایۃ شرح الہدایۃ (متداولہ)	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرمانی	۷۶۷ھ
(۲۰۸)	النھایۃ شرح الہدایۃ	حسام الدین حسن بن علی بن حجاج السغناقی	۷۷۱ھ
(۲۰۹)	جامع المضمرات شرح مختصرالقدوری	یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکادوری نبیرہ شیخ عمر بزار	۸۳۲ھ
(۲۱۰)	شرح العنایۃ علی الہدایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی	۷۸۶ھ
(۲۱۱)	الفتاویٰ التاتارخانیۃ	علامہ عالم بن العلاء الأنصاری الدہلوی	۷۸۶ھ
(۲۱۲)	السراج الوہاج فی شرح مختصرالقدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۱۳)	الجوہرۃ النیرۃ فی شرح مختصرالقدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۱۴)	شرح مجمع البحرین علی ہامش المجمع	ابن الملک، عبداللطیف بن عبدالعزیز	۸۰۱ھ
(۲۱۵)	الفتاویٰ البزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردری الخوارزمی المعروف بابن بزازی	۸۲۷ھ
(۲۱۶)	معین الحکام	ابوالحسن علاء الدین علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی	۸۴۴ھ
(۲۱۷)	البنایۃ شرح الہدایۃ	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۸)	منحۃ السلوک فی شرح تحفۃ الملوک	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۲۱۹)	فتح القدیرعلی الہدایۃ	ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید الحنفی	۸۶۱ھ
(۲۲۰)	کتاب التصحیح والترجیح علی مختصرالقدوری	ابوالعدل زین الدین قاسم بن قطلو بغاالحنفی	۸۷۹ھ
(۲۲۱)	دررالحکام شرح غررالأحکام	ملاخسرو،محمد بن فرامرز بن علی	۸۸۵ھ
(۲۲۲)	شرح النقایۃ	ابوالمکارم عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی	۹۳۲ھ
(۲۲۳)	حاشیۃعلی العنایۃشرح الہدایۃ	سعداللہ بن عیسیٰ بن امیرخان الرومی الحنفی الشہیر بسعدی چلپی وبسعدی آفندی	۹۴۵ھ
(۲۲۴)	ملتقی الأبحر	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۵)	الصغیری شرح منیۃ المصلی	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۶)	الکبیری شرح منیۃ المصلی	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۷)	جامع الرموزشرح مختصرالوقایۃ المسمیٰ بالنقایۃ	شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی	۹۶۲ھ
(۲۲۸)	البحرالرائق فی شرح کنزالدقائق	ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم المصری الحنفی	۹۷۰ھ
(۲۲۹)	الفتاویٰ الحامدیۃ	حامد بن محمد آفندی القونوی العمادی المفتی بالروم	۹۸۵ھ
(۲۳۰)	تنویرالأبصاروجامع البحار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن تمرتاش الغزی الحنفی الخطیب التمرتاشی	۱۰۰۴ھ
(۲۳۱)	منح الغفارشرح تنویرالأبصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن تمرتاش الغزی الحنفی الخطیب التمرتاشی	۱۰۰۴ھ
(۲۳۲)	النہر الفائق شرح کنزالدقائق	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی	۱۰۰۵ھ
(۲۳۳)	شرح النقایۃ فی مسائل الہدایۃ	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری،ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۳۴)	رمزالحقائق شرح کنزالدقائق	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری،ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۳۵)	حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق	شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن یونس بن اسماعیل بن یونس الشلبی	۱۰۲۱ھ
(۲۳۶)	نورالایضاح ونجاۃالارواح	ابوالاخلاص حسن بن عماربن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۷)	امدادالفتاح شرح نورالایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عماربن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۸)	مراقی الفلاح شرح نورالایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عماربن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۹)	مجمع الأنہرفی شرح ملتقی الأبحر	عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان الکلیبولی المدعوشیخی زادہ،المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸ھ
(۲۴۰)	الفتاویٰ الخیریۃ لنفع البریۃ	خیرالدین بن احمد بن نورالدین علی ایوبی علیمی فاروقی الرملی	۱۰۸۱ھ
(۲۴۱)	الدرالمختارشرح تنویرالأبصار	محمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن حسن الحصنی المعروف بالعلاءالحصکفی	۱۰۸۸ھ
(۲۴۲)	الفتاویٰ الھندیۃ (عالمگیریہ)	شیخ نظام الدین برہان پوری گجراتی (وجماعۃ من اعلام فقہاء الھند)	۱۱۶۱ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۴۳)	حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۴)	حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۵)	اسعاف المولی القدیر شرح زاد الفقیر	احمد بن ابراہیم تونسی دقدویسی مصری	۱۲۲۲ھ کے بعد
(۲۴۶)	مالا بدمنہ (فارسی)	قاضی ثناء اللہ الاموی العثمانی الہندی پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۲۴۷)	رسالہ فیض عام	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ
(۲۴۸)	ردالمحتار حاشیۃ الدر المختار (شامی)	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۹)	العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۵۰)	مجموعہ رسائل ابن عابدین	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۵۱)	منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۵۲)	غایۃ الاوطار	مترجم اول: مولانا خرم علی ملہوری	۱۲۷۱ھ
	ترجمہ اردو الدر المختار	مترجم دوم: مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	--
(۲۵۳)	التحریر المختار حاشیۃ رد المحتار	عبدالقادر الرافعی الفاروقی	۱۲۸۳ھ
(۲۵۴)	مفتاح الجنۃ	شاہ کرامت علی جونپوری حنفی	۱۲۹۰ھ
(۲۵۵)	اللباب فی شرح الکتاب (القدوری)	عبدالغنی بن طالب بن حمادۃ بن ابراہیم الغنیمی الدمشقی المیدانی الحنفی	۱۲۹۸ھ
(۲۵۶)	النافع الکبیر شرح الجامع الصغیر	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۷)	السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۸)	عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۹)	حاشیہ علی الہدایہ	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۰)	نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۱)	مجموعۃ الفتاویٰ	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۲)	مجموعۃ رسائل اللکنوی	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۳)	تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۴)	رسائل الارکان	عبدالعلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی	۱۳۳۵ھ
(۲۶۵)	بہشتی گوہر	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۶۶)	بہشتی زیور	مولانا محمد اشرف علی بن عبد الحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۶۷)	نفائس مرغوبہ	مفتی کفایت اللہ دہلوی	۱۳۷۲ھ
(۲۶۸)	احکام دعاء	مفتی شفیع دیوبندی	۱۳۹۶ھ
(۲۶۹)	بینات، اختلاف امت اور صراط مستقیم	مولانا محمد یوسف لدھیانوی	۱۳۹۷ھ
(۲۷۰)	طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل	مولانا اویس احمد قاسمی	۱۴۳۶ھ
(۲۷۱)	بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ	محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع دیوبندی	مدظلہ
(۲۷۲)	تسہیل ادلہ کاملہ	مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری	مدظلہ
(۲۷۳)	ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں	مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری	مدظلہ
(۲۷۴)	رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقۂ نماز		مدظلہ
(۲۷۵)	جدید فقہی مسائل	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مدظلہ
(۲۷۶)	احکام نماز اور احادیث وآثار	مولانا عبید اللہ اسعدی باندہ	مدظلہ
(۲۷۷)	ہدایۃ النور فیما یتعلق بالأظفار والشعور	محمد سعد اللہ	--
(۲۷۸)	اہم مسائل	جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر، مرتب مولانا محمد جعفر علی	--

﴿دیگر مسالک کی کتب فقہ﴾

(۲۷۹)	المدونہ	امام دار الہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۸۰)	کتاب الام	امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب بن عبد مناف الشافعی القرشی المکی	۲۰۴ھ
(۲۸۱)	مسائل حرب الکرمانی	ابومحمد حرب بن اسماعیل بن خلف الکرمانی	۲۸۰
(۲۸۲)	التلقین فی الفقہ المالکی	ابومحمد عبد الوہاب بن علی بن نصر الثعلبی البغدادی المالکی	۴۲۲ھ
(۲۸۳)	المغنی	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۲۸۴)	المجموع شرح المہذب	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۸۵)	شرح المقنع	ابوالمحاسن یوسف بن محمد بن عبداللہ المقدسی الحنبلی	۷۱۹ھ
(۲۸۶)	الفتاویٰ الکبریٰ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ الحرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۸۷)	شرح العباب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۸۸)	الفتاویٰ الکبریٰ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۸۹)	الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف عندالامام احمد	علاء الدین ابوالحسن علی بن سلیمان المرداوی الدمشقی الصالحی الحنبلی	۸۸۵ھ
(۲۹۰)	فتح المعین فی شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد المعبری الملیباری الشافعی الصوفی	۸۷۲ھ
(۲۹۱)	مواہب الجلیل شرح مختصر خلیل	شمس الدین أبوعبداللہ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن الطرابلسی المغربی المالکی	۹۵۴ھ
(۲۹۲)	تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج	شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن حجر ہیثمی شافعی	۹۷۳ھ
(۲۹۳)	کشاف القناع عن متن الاقناع	منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن ادریس البھوتی الحنبلی	۱۰۵۱ھ
(۲۹۴)	شرح مختصر خلیل	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخرشی المالکی	۱۱۰۱ھ
(۲۹۵)	الفواکہ الدوانی	احمد بن غانم بن سالم بن مھنا شہاب الدین النفراوی الازہری المالکی	۱۱۲۶ھ
(۲۹۶)	حاشیۃ العدوی علی شرح کفایۃ الطالب الربانی	ابوالحسن علی بن احمد بن مکرم الصعیدی العدوی	۱۱۸۹ھ
(۲۹۷)	حاشیۃ علی تحفۃ المحتاج	الامام عبدالحمید الشروانی المکی	۱۳۰۱ھ
(۲۹۸)	فتاویٰ نذیریہ	مولانا نذیر حسین دہلوی	۱۳۲۰ھ
(۲۹۹)	فتاویٰ غزنویہ	مولانا عبدالجبار بن سید محمد عبداللہ غزنوی	۱۹۱۳ء
(۳۰۰)	فتاویٰ ثنائیہ	ابوالوفاء محمد ثناء اللہ امرتسری	۱۳۶۸ھ
(۳۰۱)	فتاویٰ علماء اہل حدیث	مفتی ابوالقاسم بن مولانا محمد سعید بنارسی	۱۳۶۹ھ

فقہ مقارن

(۳۰۲)	بلوغ المرام	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۳۰۳)	الفقہ علی المذاہب الأربعۃ	عبدالرحمٰن بن محمد بن عوض الجزیری	۱۳۶۰ھ
(۳۰۴)	توضیح الأحکام من بلوغ المرام	ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن صالح بن حمد بن محمد بن حمد بن ابراہیم البسام التمیمی	۱۴۲۳ھ
(۳۰۵)	الموسوعۃ الفقہیۃ	مرتبہ وزارت اوقاف کویت	--

اصول فقہ

(۳۰۶)	اصول السرخسی	محمد بن احمد بن ابوسہل شمس الائمہ السرخسی	۴۸۳ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۰۷)	الکافی شرح البزدوی	الحسین بن علی بن حجاج بن علی حسام الدین السغناقی	۷۱۱ھ
(۳۰۸)	کشف الاسرار شرح اصول البزدوی	عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری الحنفی	۷۳۰ھ
(۳۰۹)	الکوکب الدری	عبدالرحیم بن الحسن بن علی الاسنوی الشافعی ابومحمد جمال الدین	۷۷۲ھ
(۳۱۰)	الأشباہ والنظائر	زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ابن نجیم المصری	۹۷۰ھ
(۳۱۱)	غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر	احمد بن محمد المکی ابوالعباس شہاب الدین الحسینی الحموی الحنفی	۱۰۹۸ھ
(۳۱۲)	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ

﴿تزکیہ واحسان﴾

(۳۱۳)	احیاء علوم الدین	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطّوسی	۵۰۵ھ
(۳۱۴)	خط امام غزالی بنام خاص شاگرد خورد	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطّوسی	۵۰۵ھ
(۳۱۵)	فصول الآداب	ابوالوفاء علی بن عقیل بن محمد بن عقیل البغدادی الظفری	۵۱۳ھ
(۳۱۶)	غنیۃ لطالبین	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۳۱۷)	الفتح الربانی	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۳۱۸)	شرعۃ الاسلام	رکن الاسلام، محمد بن ابوبکر المعروف بإمام زادہ الحنفی	۵۷۳ھ
(۳۱۹)	تلبیس ابلیس	جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی	۵۹۷ھ
(۳۲۰)	الترغیب والترہیب	ابومحمد زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری الشامی الشافعی	۶۵۶ھ
(۳۲۱)	الأذکار للنووی	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۳۲۲)	تنوع العبادات	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الجرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۳۲۳)	الاعتصام	احمد بن ابوالحواری	۸۸۹ھ
(۳۲۴)	شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن علی البروسوی سید علی زادہ	۹۳۱ھ
(۳۲۵)	الزواجر عن اقتراف الکبائر	شہاب الدین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی السعدی الانصاری	۹۷۴ھ
(۳۲۶)	مکتوبات الإمام الربانی	شیخ احمد سرہندی بن شیخ عبدالاحد فاروقی مجدد الف ثانی	۱۰۳۴ھ
(۳۲۷)	مجالس الابرار ومسالک الاخیار	احمد بن عبدالقادر الرومی الحنفی	۱۰۴۱ھ
(۳۲۷)	اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین	محمد بن محمد بن عبدالرزاق الشہیر بالسید مرتضی الزبیدی الحنفی	۱۲۰۵

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۲۸)	تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن والحصین	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی الیمنی	۱۲۵۰ھ
(۳۲۹)	شرح مختصر فصول الآداب	ابو محمد عبداللہ بن مانع بن غلاب الغبیوی الروقی العتیبی	مدظلہ

﴿لغات، معاجم، ادب وتاریخ، طبقات وتراجم﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۳۰)	الطبقات الکبریٰ لابن سعد	ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی البصری البغدادی	۲۳۰ھ
(۳۳۱)	التاریخ الکبیر	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶
(۳۳۲)	النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر	مجدالدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری	۶۰۶
(۳۳۳)	أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ	ابوالحسن علی بن ابوالکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی الجزری، ابن اثیر	۶۰۶ھ
(۳۳۴)	بوستان	شرف الدین مصلح بن عبداللہ الشھیر بسعدی الشیرازی الادیب الکامل الصوفی	۶۹۱ھ
(۳۳۵)	القاموس المحیط	مجدالدین ابوطاہر محمد بن محمد بن عمر الشیرازی الفیروزآبادی	۸۱۷ھ
(۳۳۶)	مجمع البحار فی لغۃ الاحادیث والآثار	علامہ محمد طاہر بن علی صدیقی پٹنی	۹۸۶ھ
(۳۳۷)	تاج العروس من جواھر القاموس	ابوالفیض محمد بن محمد بن عبدالرزاق الحسینی المرتضٰی الزبیدی	۱۲۰۵ھ
(۳۳۸)	فیروز اللغات	الحاج مولوی فیروز الدینؒ	----

﴿متفرقات﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۳۹)	الجواب الکافی فیمن سئل عن الدواء الشافی، المعروف بالداء والدواء	ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۳۴۰)	العبودیۃ/الصارم المسلول	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الحرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۳۴۱)	حصن حصین	شمس الدین ابوالخیر ابن الجزری محمد بن محمد بن یوسف	۸۳۳ھ
(۳۴۲)	فض الوعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۳۴۳)	لواقح الانوار/لطائف المنن	عبدالوھاب بن احمد الشعرانی	۹۷۳ھ
(۳۴۴)	شرح سفر السعادۃ	عبدالحق بن سیف الدین الدہلوی	۱۰۵۲ھ
(۳۴۵)	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۳۴۶)	ازالۃ الخفاء	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۴۷)	الانصاب مع ترجمہ کشاف	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۳۴۸)	دلیل الطالب	ابوالطیب محمد صدیق خان بن حسن بن علی بن لطف اللہ الحسینی البخاری القنوجی	۱۳۰۷ھ
(۳۴۹)	کتاب مسلک السادات الی سبیل الدعوات	محمد علی بن حسین مفتی المالکیہ	۱۳۱۰ھ
(۳۵۰)	الازھار المربوعة فی رد الآثار المتبوعة	مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی	۱۴۱۲ھ
(۳۵۱)	العلام المرفوعة فی حکم الطلقات المجموعة	مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی	۱۴۱۲ھ
(۳۵۲)	الرد علی من أجاز تھذیب اللحیة	حمود بن عبداللہ بن حمود بن عبدالرحمٰن التویجری	۱۴۱۳ھ
(۲۵۳)	مکاتیب شیخ الحدیث	مولانا محمد یونس صاحب جونپوری شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور	مدظلہ
(۲۵۴)	رسالہ آداب دعاء	مولانا محمد اجمل صاحب	--
(۲۵۵)	الموسوعة العقدیة	مجموعة من الباحثین باشراف الشیخ علوی بن عبدالقادر السقاف	--

نوٹ : ''فتاویٰ علماء ہند، جلد-۹'' کے متن وحاشیہ میں مذکورہ کتابوں سے استفادہ ہوا ہے اور متعلقہ جگہ طباعت کی تفصیلات درج ہیں۔ (انیس الرحمٰن قاسمی/محمد اسامہ شمیم ندوی)